انه من سلیمان وانه بسم الله الرحمن الرحیم
الحمد والمنة کہ دریں ایام میمنت فرجام نسخہ کاشف حالات ابرار المسمی
اخبار الاخیار
اردو
ترجمہ سید یٰسین علی صاحب نظامی خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخؒ محبوب الٰہی
در دہلی در مسلم پریس باہتمام مولوی ابو غلام احمد خان بریان طبع شد ۱۳۲۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین کلہ

اما بعد عاجز خاکپائے درویشاں بلکہ تراب نعال اقدام ایشان غلام احمد خان بریان ابن جناب سراج السالکین بدر العارفین مقبول بارگاہ سبحان مولانا مولوی غلام محمد خانصاحب مرحوم حنفی چشتی سلیمانی قدس سرہ ساکن قصبہ جھجر ضلع رہتک از مضافات دہلی حضرات معتقد اولیاء کرام و اصفیاء عظام رحمہم اللہ کی خدمت بابرکت میں عرض پرداز ہے کہ کتب حالات و اخبار اولیاء اللہ خصوصاً برگزیدگاں دیار ہند رضی اللہ عنہم مین کتاب اخبار الاخیار مصنفہ حجۃ اللہ وارث الانبیا محبوب رب مطلق مولانا و اولانا حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ جس پایہ کی ہے۔ اس سے اہل باطن خوب آگاہ ہیں اس نحیف کا خیال ایک عرصہ سے ترجمہ کتاب مذکور کی سعادت حاصل کرنے کا تھا۔ کہ خوبی طالع سے اخویم فی اللہ۔ جوان صالح۔ یادگار سلف صالحین سیادت مآب مولانا حافظ سید لیسین صاحب چشتی نظامی از خواہر زادگان حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرہ سے اس کا تذکرہ آیا۔ مولانا موصوف نے فرمایا کیا خوب ہو کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ یہ سعادت عظیم مجھے نصیب فرمائی۔ چنانچہ عاجز نے حسب الطلب صاحبزادہ صاحب کتاب اخبار الاخیار فارسی کو اپنے کتب خانہ سے طلب کرکے بنا بر ترجمہ حوالہ کیا جو بفضل الٰہی اتمام کو پہونچا۔ مخدوم کی یادگار ہے خدائے تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مقبول فرمائے آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر ہے اوس بخشش کرنے والے پاک اور بزرگ کو جسکے کرم بے انتہا ہیں اور اوس کی نعمتوں کا شکر بجالانا ممکن نہیں سب سے پہلی نعمت ہستی ہے اور سب نعمتیں اُسکے بعد ظاہر کی گئین چونکہ نعمت ہستی دائم ہے ہذا اس کا شکر بھی ہمیشہ لازم ہے۔ پس ایسا کون ہے جو اس ایک نعمت کے شکر سے فارغ ہو اور دوسری نعمت کا شکر کرے۔ قطعہ

عقل در اندیشہ فروشد مگر لائق آں درگہ والا کند	شکر خداوند تعالیٰ کند تا ابد الدہر ز شرمندگی	دید کہ ہرگز نتواند کہ آن سر نتوانست کہ بالا کند

اور اوہی بے انتہا نعمتوں میں ایک نعمت سانس ہے جو ہر وقت بے کمی و کوتاہی کے جاری رہتا ہے جسکی آمدرفت میں ہزاروں نعمتین موجود ہین اور عقل اُسکے شمار میں گم ہے۔ ایک سانس جو اندر آتا ہے دیکھو اوس سے کتنے کام نکلتے ہین آبحیات کیطرح رگوں پٹھوں کی نہروں میں سے داخل ہوکر درخت جسم کی شاخون اور پتوں یعنے اعضا کو سرسبز کرتا ہے اول حلق کے تنگ راستے میں جو بخارات غلیظہ اور اجزائے غریبہ جمع ہوتے ہین اونکو پاک و صاف کرکے لطیف اور پاکیزہ اوسکا روح کو پہنچاتا ہے اور پھر وہاں سے گذر کر دل مین

تاکہ تمام رگون پٹھون اور مسامات میں داخل ہو کر درستی اور اصلاح حرارت عزیزی کرتا ہے
گویا یہ سانس ہر لمحہ زندگی کا نیا لباس پہناتا ہے۔ اور ہر دم زندگانی کا تازہ شربت پلاتا ہے
پھر واپس ہونے میں جن راستوں سے آیا تھا اونکو فضلون اور کثافتون سے صاف کر کے
فرحت و نشاط طبیعت کو بخشتا ہے۔ تنگی و گھٹن کی کلفت دور کرتا ہے۔ فکر و اندیشہ کا مقام
ہے کہ صبح سے شام تک کتنے سانس اندر آتے ہین۔ اور انکے ضمن مین کتنی نعمتیں حاصل ہوتی
ہین اور ان نعمتوں میں سے کس کا شکر بجا لاسکتا ہے۔ اور کس کا حق ادا کر سکتا ہے۔

فسبحان من جلت قدرته ودقت حکمته — ۵ — ہر نفسے تو کہ وصول آورد

مائدہ تازہ نزول آورد	روح ازو تازہ غذا در برد	دل نفس باد ہوائے خورد
ہر نفست زندگی آمد پدید	بل ھم فی لبس من خلق جدید	ہر نفسے تازہ حیاتے دگر
واسطہ صبر و ثباتے دگر	ہر یک ازان مروحہ جنبان شمش	روح مزاج دل از دگردہ خوش
غنچہ جان مترنم ازو	پنجرہ دل متنسم ازو	ہر سر مو در بدن آدمی
یافت از و تازگی و خورمی	آدمی بے ہنر بے زبان	حمد خدارا چہ تواند بیان

ایک اور نعمت روزی ہر روزہ ہے جو صبح و شام سبکو پہنچتی ہے اسکے اسباب و آلات کو
غور سے نظر کرنا چاہیے کہ ایک گیہوں کے پیدا کرنے کے لیے کتنے اسباب ایجاد فرمائے
تاکہ مخلوق کھیتی کرنے اور بونے جوتنے اور کاٹنے اور حفاظت کرنے کو جانے اور اوسکی ترکیب
و ترتیب کو سیکھے۔ اور کتنی عجیب و غریب حکمتین پیسنے پکانے اور اٹھانے اور چبانے اور نگلنے
اور ہضم ہونے میں رکھی ہین اور اکثر افعال احکام ایسے متیقن و محکم ہین کہ جنکو سوائے حکیم
مطلق کے کوئی نہین جان سکتا۔ یہ کل چیزین غذاون کے صالح کرنیکے واسطے پیدا کی گئین
ہیں۔ فسبحان من تمت حکمته وعمت نعمته **قطعہ**

سبحان قدیری کہ بیکذرہ قدرش	خاصان درش کردہ رہ عقل خود گم	از خرمن او دانہ گندم ز دہ آدم
پرورده ہمہ خلق جہان دانہ گندم	گم در شکم دانہ دل انجم و افلاک	چون دانہ چہ دلیست فتادہ تہ ہم

اور تمام نعمتین کھانے پینے پہننے چلنے پھرنے اوٹھنے بیٹھنے رہنے اوٹھنے اترانے کو دیکھو اور کل نعمتون ارضی وسماوی علوی سفلی روحانی وجسمانی ظاہری وباطنی کو غور سے نگاہ کرو اور خدائے قادر و دانا کے پیدا کرنے اور تقدیر بنانے اور ترتیب دینے میں کہ ہر شئی کو اسکے موقع پر رکھا ہی اپنی قوت فکریہ کو راستہ کی طرف متوجہ کرو کہ سوائے سکوت وصبرت کے اور کیا کریگی اور بجز عاجزی وبندگی کے اور کیا دیکھے گی۔ آسمانون کی پیدایش ستارونکی حرکت۔ ثوابت وسیارات کے احوال وصفات ہر ایک کی عقل سے باہر ہین۔ ارکان وعناصر کا ایجاد بھی ایسا ہی غریب ہے زمین جیسے عریض وطویل بچھونے کا بچھانا پھر اوسمیں پہاڑون کی میخین گاڑنا۔ اور نہروں اور چشمونکا اوسمیں جاری کرنا۔ اور نئی نئی جنس کی دہاتین اور رنگ برنگ کے پتھر وغیرہ اور قسم قسم کی بوٹیاں اور درخت اور طرح طرح کے حیوانات پیدا کرنے مین عجیب وغریب حکمت کا صرف کرنا اوسی کا کام ہے۔ انکے ظاہر وباطن مین جنکا مجمل ذکر وفکر کے دفتروں اور قیاس کی کتابوں میں نہیں سماسکتا کثیر نعمت ہے یہ سب تیرے واسطے ہیں کہ اُسکو یاد رکھے اور اُسکے سامنے روئے ارادت لائے فسبحان من لا حصر لالائه ولا احصاء لنعمائه

قطعه

احصار وحصر نعمت حق قدرت تو نیست	فکر اندراں خیال چه باید ترا گماشت
کار تو ایں بود که بدانی که ایں همه	بهر تو آفرید و ترا بهر خود نگاشت
این منبسط بساط زمیں بهر تو نهاد	وایں سائباں سبز فلک بهر تو فراشت
چندیں نعم ظهور آشکار کرد	چندیں دگر بعالم دیگر نگاهداشت
غافل مشو ز ذکر خداوند روز و شب	آندم که آتش شام خوری یا غذا چاشت

یہ کل نعمتیں عام ہیں کیا انسان اور کیا حیوان سب اس سے حصہ پاتے ہین اگر خصوصیت کو بھی لحاظ کرکے دیکھا جائے تو نطق۔ فہم۔ فکر وفراست علم وورا ست ذوق ومحبت قرب ومعرفت ولایت ونبوت ورسالت وعزم وختمیت بتکرم عام وتعظیم خاص سے انسان

فائض کرکے اسکے پایہ قدر و منزلت کو وہاں پہنچا جہاں تمام زمینوں کے سر سے اور اوس کا سر تمام ملائکہ کے سر سے درگذرا **قطعہ**

پاکی کہ خاک راست سرا و بر فلک رسید	بلکہ فلک ز پرتو آں خاک نور یافت
بیرون در فرشتہ بکار سے مکلّ است	ایں آدم اختصاص ببزم حضور یافت
از بوئے او ریاض بہشت بریں شگفت	وز روئے او سفیدئے رخسار حور یافت
نور صفا اگرچہ ز روئے صفی ظہور	چون از درخت شعشعہ نار طور یافت
واندکہ نور کیست ز رخسار او عیاں	آنکس کہ روشنائی نور شعور یافت
نور محمدیست کہ اول ز ذات بحت	در عقل و نفس آمدہ زینجا عبور یافت
حرف نخست ابجد الحاد ذات اوست	کان حرف کاتب ازل اصل سطور یافت
قرآن وصف اوست کہ توریت کردہ طے	انجیل در نوشتہ زبر بر زبور یافت
عقل از کمال اوست چو از چشم آفتاب	نزدیک خیرہ روشنوا ند ز دور یافت

جسطرح کہ خداوند تعالیٰ کا شکر حد امکان و طاقت انسان سے باہر ہے اسیطرح ہی مدح و ثناء سید کائنات فخر موجودات شرح و بیان سے زائد ہے۔ خداوند تعالیٰ کے سوا کل موجودات کے عین حضرت محمد ہیں۔ اور اوسکی ذات کی کل صفات کے ظاہر کرنے واسطے حضرت احمد ہیں تمام انوار علوی و سفلی اونکے پرتو نور سے ظاہر ہین۔ پس فی الحقیقۃ صفات حق کے ادراک سے قاصر رہنا۔ عین اسکے کنہ ذات سے عاجز ہونا ہے **قطعہ**

حق را بچشم اگرچہ ندید ند لیکنش	از دیدن جمال محمد شناختند
اور ابچشم دیدہ نشناختند ازاں	کز صورتش غشاوہ مغیش ساختند

وہ ندا ر ما عبد نا ک ذات واجب الوجود میں عرض کرتے ہین اور لوگ صدا ر ما عرفناک واسطے اوس مقصود مقصد ہر موجود کے لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اور لوگ لانستطیع صلوٰۃ علیک کما صلی ربک علیک کہتے ہین **قطعہ**

خیر الوریٰ امام رسل مظہر اتم — او از خدا و ہر چہ جز او منتشی از و
او جان جملہ عالم و حق جان جاں شمار — حق را بغیر واسطۂ ذات او مجو
حق در ازل برابر آئینہ وجود — آئینہ حقیقتش آورد روبرو
آئینہ را مقابل آئینہ چوں نہد — اینجا لطیفہ است اگر بشنوی نکو
از اول آنچہ در دوم افتد بود عکس — گر دو درست با نازنیں چوں فتد در رو
نقش وجود راست نشنید بدینظر بیں — بشناس ایں دقیقہ مزن دم بگفتگو

اول میں باعث خلقت عالم۔ آخر میں واسطہ ہدایت بنی آدم۔ باطن میں ارواحوں کی تربیت کرنے والے۔ ظاہر میں جسموں کے پورا کرنے والے۔ اخلاق حسنہ آپکی ذات پر ختم ہوئے۔ کاملان جہان کی تکمیل کی۔ کل مذہبون کے ارکان توڑ دیئے۔ کل ملتون کے احکام منسوخ کئے۔ پردہ ہیں درمیان وجود و عدم کے۔ برزخ ہیں درمیان حدوث و قدم کے نسخہ امکان و وجوب کے جامع سبب نسبت رابطہ طالب و مطلوب عزیز مصر صمدیت۔ ملک مملکت احدیۃ۔ مظہر حقیقت فردانیت۔ مظہر صورت رحمانیت غیب لاہوت کے بھید پوشیدہ۔ خزانہ جبروت کے طلسم معلوم۔ ارواح جبروت کو راحت بخشنے والے اجسام ناسوت کو زینت دینے والے۔ خط ولایت کی ابتدا۔ دائرہ نبوت کی انتہا۔ مظہر اتم۔ رحمت اعم۔ عقل اول ترجمان ازل نورون کے نور بھیدوں کے بھید ہادی سبل۔ سید رسل۔ حبیب اعلیٰ۔ صفی اصفےٰ۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قطعہ

شاہ رسل شفیع امم خواجہ دو کون — نور ہدیٰ حبیب خدا سید انام
مقصود ذات اوست دگر جملہ طفیل — منظور نور اوست دگر جملگی ظلام
ہر رتبہ کہ بود در امکان بروست ختم — ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام
برداشت از طبیعت امکاں قدم کہ آں — اسریٰ بعبدہٖ است من المسجد الحرام

تا عرصۂ وجود کہ اقصائے عالم است
سر بیست پس شگرف دربنجا ہیچ ہاں
کانجا نہ جاست نے جہت و نے نشان نہ نام
از آشنائے عالم جان پرس این مقام

ابیات

رسول کریم نبی نبیہ
رفیع شفیع عزیز وجیہ
بشیر نذیر سراج منیر

رحیم فخیم عظیم خطیر
رضی وصی تقی نقی
سخی بھی علی ملی

عطوف رؤف کریم رحیم
علیم رحیم سلیم کلیم
خسف القمر بجمالہ

عجز البشر بکمالہ
نطق الحجر بخلالہ
صلوا علیہ وسلموا

ملاء الخلاء بخیرہ
خرق السماء بسیرہ
ماساغ ذاک لغیرہ

صلوا علیہ وسلموا
شرق المکان بنورہ
سر الزمان بسورہ

نسخ الملل بظہورہ
صلوا علیہ وسلموا
کشف الشبہ ببیانہ

رفع العلی بمکانہ
اکرام برفعۃ شانہ
صلوا علیہ وسلموا

فلتہتدوا الشریعۃ
ثم اقتدوا الطریقۃ
تحققوا الحقیقۃ + صلوا الخ ۱۲

اللہم صل علی محمد و علی آل محمد و اصحاب محمد ایسے ہی کمالات آل عظام و اصحاب کرام اور ان کے کرم و احسان حد حصر و طاقت امکان سے باہر ہین جو فیض کہ آجتک جاری ہے اور جو نور کہ دین مین چمک رہا ہے سب اونہی کا سبب ہے۔ ہر ایک نہر مین طرح طرح کی آبداری ہے اور ہر چاند کی علحدہ چمک ہے۔ کوئی صدق و صفا کے

سلہ رسول ہین بزرگ نبی ہین بلند بڑے مرتبہ کے شفاعت کرنیوالے عزت والے وجاہت والے ۱۱ بشارت دینے والے جنت کے ڈرانیوالے دوزخ سے چراغ روشن۔ رحیم بزرگ ہین بزرگ بزرگ ہین بزرگ سخی بیش قیمت بلند بزرگ۔ مہربان عنایت کرنیوالے کریم و رحیم جاننے والے رحیم سلیم الطبع خدا سے کلام کرنیوالے ۱۱ سکہ بے نور ہو گیا چاند اونکے جمال سے۔ عاجز ہو گئے بشر ان کے کمال سے بولا پتھر اون کے کلام سے۔ درود اور سلام انپر بھیجو سکہ بھر گیا جہان اون کے خیر سے ۱۱ پھٹ گیا آسمان اون کی سیر سے ۱۱ نہین میسر ہوا یہ اون کے سوا کسیکو ۱۱ درود اور درود سلام انپر بھیجو ۱۱ سکہ روشن ہو گیا مکان اونکے نور سے ۱۱ خوش ہوا زمانہ اونکے پس خوردہ سے ۱۱ منسوخ ہو گئے مذہب اون کے ظہور سے ۱۲ درود اور سلام انپر بھیجو سکہ کھل گئے شبہے اونکے بیان سے ۱۲ اونچا ہوا بلندی میں مکان اونکا ۱۱ بزرگی دیئے گئے سبب اپنی شان بلند کے ۱۲ درود اور سلام انپر بھیجو سکہ پس ہدایت پکڑو اونکی شریعت سے پھر پیروی کرو اون کے طریقہ کی ۱۱ پھر تحقیق کرو اونکی حقیقت کو ۱۲ درود اور سلام انپر بھیجو ۱۲

ساتھ موصوف ہے۔کوئی عدل وداد سے معروف ہے۔کوئی علم میں یگانہ ہے اور کوئی
حیا میں مشہور زمانہ ہے۔ خلافت نامہ خاتم نبوت پر جب مُہر خاتم ولایت ہوئی دور
خلافت تمام ہوا۔ ۵

اصحاب پیمبر ہمہ مستغرق نور اند ❊ در شعشعۂ ذات چہ از دور چہ نزدیک
ملاے در رہِ ظلمات ضلالت شدہ حیران ❊ بے نور ہدایت مرو اندر شب تاریک
خوش راہ غریبے ست عجب مشکل و آساں ❊ چوں جسر صراط ست لبسے روشن و باریک

بعد اسکے حضرت خاتم الولایت سے کہ شجرہ علم و ہدایت اور نیز منتہی ہوتا کتنی شاخیں نکلتی
ہیں جو مثل درخت طوبیٰ کے ہر طرف سایہ افگن ہیں اور تمام عالم کو اپنے نور جمال سے منور
کر رہے ہیں۔ خصوصاً حضرت کی اولاد امجاد کہ جنہوں نے باوجود وراثت حقیقی و مناسبت
ذاتی کے کل کمالات سے نصیب کامل اور حصہ وافر لیا اور بحکم عصمت ذاتی کے لواء ولایت
معنوی اٹھا کر ریاست صوری کو دوسروں کے لئے چھوڑا۔ **رباعی**
نوائب نبی بملک دین ایشانند ❊ حکام ولایت یقین ایشانند ❊ از کشتی نوح و بحر موسیٰ گوئی
مقصود و مراد حق ہمیں ایشانند ❊ نور ولایت کبھی خاندان نبوت سے جدا نہیں ہوتا
اور فلک ولایت بغیر ان قطبوں کے قرار نہیں پکڑتا **قطعہ** ظاہر از اہلبیت نور نبی ❊
ہمچو در ماہ نور خورشید ست ❊ از ازل تا ابد بود ظاہر ❊ زانکہ این نور نور جاوید ست ❊
انہیں سے جسکو چاہتا ہے قطب الاقطاب عالم اور غوث بنی آدم مرجع خلایق مشہور
آفاق بناتا ہے تاکہ محی دین و مجدد شرع متین ہو۔ اگرچہ جمال محمد تمام آل محمد میں روشن اور
چمک رہا ہے مگر یہاں اور ہی جلوہ اور اور ہی کمال ہے جمال جمال محمد اور کمال کمال محمد ہے
اللھم صل علی محمد و علی آل محمد ۵

عالم ظہور و نور کمال محمد ست ❊ آدم مثال حسن و جمال محمد ست ❊ از آفتاب روز قیامت چہ غم بود
آنرا کہ در پناہ ظلال محمد ست ❊ ملاے غرقہ گناہ ز طوفاں غم مترس ❊ کشتی نوح عصمت آل محمد ست

امّا بعد فقیر حقیر اضعف عباد اللہ القوی الباری عبد الحق بن سیف الدین الترک
البخاری عرض کرتا ہے کہ صاحبان عقل و بصیرت اور اصحاب تاریخ و خبرت پر یہ بات محقق و منکشف
ہے کہ موثر ترین حالات بلکہ افضل ترین عبادات مصاحبت اہل کمال اور ہم نشینی مقربان
بارگاہ ذوالجلال ہے کیونکہ اون کے حالات کا مشاہدہ سالک کو ہمت و استقامت بخشتا
ہے۔ اور تحمل سخت عبادتوں کا اور برداشت دشوار ریاضتوںکا جو اس سلوک میں لازم
ہیں اس سے آسان ہوتی ہے۔ بلکہ اونکی صحبت میں رہنے اور اونکے جمال کو دیکھنے سے
دلمیں نور پیدا ہوتا ہے جس سے شک شبہوں کی ظلمت دفع ہوتی ہے۔ اگر بالفرض اس
شخص میں استعداد فائدہ لینے اور فیض اٹھانے ایسے انوار کے نہو تو بھی تاثیر صحبت
ظاہر ہوتی ہے۔ اور فائدہ اہل کمال کے سامنے رہنے کا معلوم ہوتا ہے **ابیات**

یکے از کشمکش قال و مقال
نشنیده ز کساں جز خبرے
باش که ایں راه گذاری دگر ست
از جہاں منکر ایں کار مرو
که دریں ره چه طلبہا دارند
ایں ہمه بہر چه بشتافته اند
کشف اگر نیست قیاس تو کجاست
معتقد باش و بیار و بیار ایمانی

نیست حالت ارباب کمال
قابل کار نئے معذورے
ہر کسے قابل کار دگر ست
بنگر ایں حالت درویشانرا
در طلبہا چه تعبہا دارند
در طلب ایں ہمه جانبازی چیست
عقل و درک و حواس تو کجاست

ہیچ نایافته در خود اثرے
با خود از کوشش آن بس دورے
لیکن اندر پے انکار مرو
کوشش و شورش عشق اینانرا
در طلب گر نه خدا یافته اند
ملک و اسباب فدا سازی چیست
بارے از نیست ترا وجدانے

اور جسوقت کاملوں کی صحبت اور اونکا مشاہدہ جمال میسر نہو
تو اونکی خبروں کا سننا اور اون کے قدموں کی پیروی کرنا بھی ہمت بڑھاتے اور ظلمت کے
دور کرنے میں وہی تاثیر رکھتا ہے۔ بلکہ یہ بھی ایک قسم صحبت کی ہے اور یہ جمال کدورت
بشری اور حجاب عنصری سے پاک اور مصفا ہے اسی وجہ سے بزرگان پیشین یکے بعد
دیگرے اخبار و آثار جمع کرتے اور اپنی محفلوں اور مجلسوں میں بیان فرماتے رہے۔

ان خبروں کے بیان کرنے اور لکھنے میں بہت فوائد ہیں۔ اول یہ کہ وجود اولیاء اللہ ایک ایسی رحمت ہے جس میں سب شامل ہیں اور یہ نعمت ہر شخص کو پہنچتی ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنے اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کر۔ چنانچہ اون کے مناقب و فضائل کا ذکر گویا اس نعمت وعظمی کا شکریہ ہے۔ اور ان صاف باطنوں سے اعتقاد واجب ہے رباعی

ہر کس کہ کمال اولیا را نشناخت	این نعمت خاص بے بہا را نشناخت
پس شکر نگفت و حب ایشان نگزید	میداں بیقیں خدا را نشناخت

دوسرے یہ کہ ان محبوبان الہ و محبان بارگاہ کا ذکر باعث نزول رحمت اور سبب حصول قربت ہے کیونکہ محبوب کو اپنے محب کا ذکر اچھا معلوم ہوتا ہے اور محب کو محبوب کے اوصاف بھی محبوب ہوتے ہیں۔ ذکر اولیا ایسی عبادت ہے کہ ہر حال میں ہر جگہہ بے وقت و کلفت ہر شخص کر سکتا ہے۔ اور اسکے باعث سے خدا کا قرب اور وصل بھی حاصل ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اگلے پچھلی باتیں بیان کرنے کے ساتھ طبیعت مالوف ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اہل کمال کا ذکر جس سے سعادت کا پھل اور دنیا و آخرت کا فائدہ حاصل ہو کرنا چاہئے۔ تاکہ طبیعت کو عبادت و طاعت کی عادت ہووے۔ نیز یہ بھی ضرور ہے کہ ذکر نے سے ایک نسبت ذاکر و ذکر میں پیدا ہوتی ہے چنانچہ صالحین کے ذکر سے یہ بھی فائدہ ہے کہ اونکا ذکر ذاکر کو لباس صلاحیت و زیور فلاحیت سے آراستہ کر دیتا ہے جو شخص بزرگان دین کے فضائل و مناقب سنتا ہے اوسکو یہ خیال ضرور آتا ہے کہ باوجود اتنی مدت گذر جانے کے بھی اونکا ذکر ہر جگہہ مشہور ہے۔ یہ محض ثمرہ عمل صالح کا ہے۔ چنانچہ اس خیال سے اوسکو یقین کامل ہوجاتا ہے کہ سعادت سرمدی و حیات ابدی حسن عمل پر موقوف ہے۔ امید ہے کہ اس تصور سے وہ بھی نیکی کا راستہ چلنا شروع کرے۔ اور یہ بھی ایک فائدہ ہے کہ اون کے ذکر خیر سے اونکی ارواح مقدس کو خوشنودی و راحت ہوتی ہے جیسے لوگ اونکا ذکر خیر اس جہان میں کرتے

ہیں وہ بھی انکو بھلائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور اکثر اوقات اعانت و امداد کرتے ہیں
جب یہ شخص اُنکے فضایل یہاں بیان کرتا ہے وہ بھی اسکے ساتھ بموجب کما تدین
تدان کے معاملہ کرتے ہیں۔ رب ھب لی حکما والحقنی بالصالحین واجعل لی
لسان صدق فی الآخرین **قطعہ** چو من بخیر کنم یاد رفتگاں دارم ؛ امید آنکہ مرا ہم
بخیر یاد کنند ؛ چو شاد ارواح دیگراں شاید ؛ کساں و ست. ومرا نیز روح شاد کنند ؛ ان
امور کے ملاحظہ سے مجھ ابجد خوانِ لوحِ نادانی کو ہوس ہوئی کہ اس طایفہ علیہ کے مناقب
ومفاخر میں کسیقدر لکھوں اور حضرات مشاخین کرام کی ارواح مقدسہ سے استمداد
چاہوں اور اُن کو اپنا وسیلہ بنا کر جناب حضرت غوث الاعظم پیر دستگیر قطب العالم
کی خدمت چاہوں جنکی ذات بابرکات سے استعانت و استمداد میری دُنیا
وآخرت میں۔ اور میرا توسل دنیا و آخرت میں اُن کے لطف وعنایت پر موقوف ہے
اگر مجھ گنہگار بدکردار کو اتنی طاقت نہیں کہ ایسے مقربان خدا کا نام زبان پر لاؤں اور
اپنے تئیں اُن کے مداحوں میں شمار کروں **رباعی**۔ ہیہات من کجا و ایں کار کجا ؛
در خود و من ضعیف ایں بار کجا ؛ اوصاف بزرگاں زشمار افزوں است ؛ در طاقت تقریر من
زار کجا ؛ چنانچہ مشایخین دیار عرب و عجم کا ذکر ارباب معارف کی کتابوں میں مسطور رہے
لہذا میری خاطر پریشان میں یہ خطرہ گذرا کہ جو کچھ اخبار و آثار ان اوراق میں بعد ذکر حضرت
غوث الاعظم شیخ العالم قطب العالم شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رح کے تحریر ہوں
مشایخین ہندوستان کے بھی لکھے جائیں کہ یہ مقام خاص غربا و محبان و دوستان خدا کا
ہے اگرچہ حالات بعضے مشہور بزرگوں کے لکھے ہوئے تھے مگر بعض مشایخ وعلما جو زمانہ
ابتدا فتح اسلام سے کہ وقت ظہور ان بزرگوں کا اس ملک میں ہے اور ہر ایک اُنمیں سے
اپنے اپنے وقت میں مشہور تھے کسی کتاب میں مفصل نہیں مگر بعضے ملفوظات یا رسائل میں
ہے یا بعض حالات زبان زد خلایق ہیں اور متاخرین جو قریب اس زمانہ کے ہوئے ہیں اونکے حالات معرض

تحریر میں نہیں آنے پس اس کتاب میں جو مجموعہ شریفہ ہے عجائب اخبار و غرائب آثار و
حقایق اسرار کا حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والشرع والدین کے زمانہ سے لیکر انتہا
سنہ تک جو سال ختم اس کتاب کا ہے تمام و کمال حالات اصفیا و اولیا و عرفا و مشایخ
و بزرگان دین و مقتدایان ارباب یقین کی کتابوں اور رسالوں اور ملفوظات مشائخین
حضرات چشتیہ میں نظر آئے ۔ اور جو روایتیں ثقہ لوگوں سے جنکی صدق میں شبہ
نہیں حاصل ہوئیں جو کاتبان تاریخ اور اہل اخبار سے سُنا گیا لکھا اور ایک دوسرا گروہ
علما و صلحا طبقہ اسکندریہ کا کہ جو زمانہ صلاحیت اور تقویٰ و دیانت کا تھا اور اور
بہت سے اکابر و علما جو تمام اطراف عالم سے اس ملک میں آکر بسے اور وہ لوگ
جو کرامت و ولایت میں مشہور نہیں ہوئے مگر مجلسوں اور محفلوں میں انکا ذکر خیر
ہوتا رہا اور بعضے مقاموں میں ممتاز جانے جاتے ہیں شاید کسی موقع سے معرض
تحریر میں آجائے اس لحاظ سے اس کتاب کا نام اخبار الاخیار فی اسرار الابرار
رکھا گیا اور تعریف و توصیف میں ہر ایک بزرگ کی حد و اندازہ کو نگاہ رکھا گیا ہے
مبالغہ کو چھوڑ کر جو کچھ مناسب حال تھا لکھا گیا اور اُنکی تصنیفات اور رسائل اور مکتوبات
جو معاملات طریقت و مکاشفات حقیقت میں تھے یا وعظ و نصیحت میں ارشاد فرمائے ہیں
جو کچھ نظر سے گذرے لکھے گئے اگرچہ بعض جگہوں میں بسبب کثرت منافع و فوائد
کے کلام حد انتظام سے باہر ہوگیا ہے مگر چونکہ مقصود اس کتاب سے فائدہ پہنچانا
سالکوں کا مقصود ہے اس باعث سے کچھ خوف نہیں کیا گیا اور اگر کوئی قصہ یا
حکایت سمجھکر اسے کہہ دو کہ ان اوراق گرد انیدہ سے اپنا مطلب نکال لے اور کوئی
اگر لکھنے میں قصد اختصار کرے جو کلام اُسکو مقصود ہو اُسپر اکتفا کرے تو بھی اجازت
ہے اور اگر کسی جگہ کچھ سہو و خطا پائیں فوراً اُسکی اصلاح کریں اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ
الْمُحْسِنِیْنَ کاتب سطور اس لایق نہیں کہ بزرگوں کے مرتبوں اور درجوں میں

تمیز کرے کیونکہ ایسے بزرگوں کے مرتبوں کا دریافت کرنا ہم مسکینوں کی طاقت سے باہر ہے موافق ترتیب وقت تقدیم و تاخیر زمانے کی رعایت مدنظر رکھی ہے؛ طبقہ اول ذکر میں حضرت خواجہ بزرگ معین الحق و الشرع والدین جو سردار مشائخ کبار اور سر سلسلہ چشتیہ اہل ہندوستان ہیں اور اونکے ہمعصروں خلفاء و مریدین کے طبقہ دوم میں ذکر حضرت خواجہ شیخ فریدالحق و الشرع والدین گنج شکرؒ اور اون کے معاصر اور مریدوں کا ہے طبقہ سوم ابتداء زمانہ حضرت خواجہ شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی اونکے معاصر و دیگر اولیاء اللہ رحمہم اللہ تا زمانہ خود لکھا گیا اسکے بعد تھوڑا ذکر مجذوبوں کا بھی معرض تحریر میں آیا ہے مگر اوسمیں کوئی لحاظ وقت و زمانہ کے پس وپیش کا نہیں کیا گیا اور اسی طور پر ذکر نیک بخت بیبیوں کا بھی کیا گیا ہے خاتمہ میں کاتب حروف نے اپنے بزرگان پیشین کا بھی مجمل — اور اپنے والد ماجد کا مفصل حال لکھا ہے آخر میں مناجات و نعت سید کائنات پر کتاب کو ختم کیا ہے الحق یہ ایک ایسا مجموعہ ہے کہ اگر فقیر اسکے ساتھ اپنے وقت کو خوش کرے تو لائق ہے اور اگر سالک اسمیں اپنا مطلب ڈھونڈسے تو امید ہے کہ بے نصیب اولٹا نہ پھرے گا اور یقین ہے کہ درگاہ قبولیت میں مقبول ہو اور حصول مقصود میں تامل نہو ابیات

کہ دہد از قبول خویش نشان	کند ایں را بلطف خویش قبول	دارم امید از خدائے جہاں
سوئے اہل دلش رواں سازد	جا را و درمیان جاں سازد	بقبول خودش کند موصول
بیکس و بےنوا و زارم من	بفقیرے چو من فقیرے نیست	اے خدا زار و دلفگارم من
مفلس و کمتریں گدائے توام	آرزومند یک عطائے توام	جز توام ہیچ دستگیرے نیست
بردلم لطف خویشتن فرما	نیست جز لطف تو کسے مارا	نظر رحمتے بمن فرما
		انت نعم الوکیل والمولےٰ

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین الطیبین الطاہرین۔ قطب الاقطاب فرد الاحباب الغوث الاعظم شیخ شیوخ العالم غوث الثقلین امام الطائفتین شیخ

الطالبین شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ

کاملترین اولیا اہل بیت و بزرگ ترین از سادات حسینہ ہیں اولاد میں حضرت عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ
بن امام المسلمین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ و علیہ السلام بن امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ
علیہم اجمعین جیلی کی وجہ نسبت ہے اور گیلان بھی کہتے ہیں آپ ۴۷۱ھ روایت دیگر ۴۷۰ھ میں
پیدا ہوئے آپنے چالیس سال تک تحصیل علم فرمایا اسکے بعد تینتیس ۳۳ سال فتوای ارشاد خلائق
و وعظ و نصیحت میں صرف کئے عمر شریف نوے سالکی ہوئی کہ سال وفات ۵۶۱ھ ہجری
ہے۔ ۴۸۸ھ میں کہ جب آپکی عمر شریف اٹھارہ سال کی تھی بغداد میں تشریف لائے مشایخ
اور علما دین کی خدمت میں اول قرآن شریف ساتھ روایت و تفسیر قرأت و جمیع قواعد
تجوید کے یاد فرمایا اور مشہور محدثین اور بڑے بڑے علما مستند سے علم حدیث کی سند
حاصل کی اور تکمیل علوم یہانتک فرمائی کہ تھوڑے عرصہ میں کل علوم میں اصولاً فروعاً
مذہباً خلافاً تمام علما بغداد بلکہ تمام دنیا کے علما سے بڑھگئے حتی کہ مرجع جمیع خلایق تھے پھر اللہ
نعم نے اونکو خلقت پر ظاہر اور اونکی محبت و عظمت کل مخلوقات کے دلمیں ڈالی اور مرتبہ
قطبیتہ کبریٰ و ولایتہ عظمیٰ سے مشرف کیا اور کل گروہوں کو کیا علما و کیا فقہا و طلبا و فقرا
وغیرہ ہر چہار طرف عالم سے اونکی خدمت میں حاضر آئے اور اون کے قلب سے بحر توحید
و حکمت کی نہریں ساحل زبان پر جاری کیں اور عرش سے فرش تک عکس اور آوازہ جلال
اونکا ڈالا اور قدرت کی علامتیں اور ولایت کی نشانیاں اور کرامت کی دلیلیں انکی آفتاب
نصف النہار سے زیادہ ظاہر و باہر کیں بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور مخلوق میں تصرف
کے اختیارات سب اونکے قبضہ میں دئے اور تمام مخلوق کے دلوں کو اونکی ہیبت اور
قہر و عظمت سے معمور کیا اور کل اولیاء اللہ کو اون کے سایہ قدم اور دائرہ حکم میں چھوڑا یہانتک
کہ خدا کی جانب سے مامور ہوئے ساتھ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ چنانچہ اسوقت
کل ولیوں نے جو وہاں موجود تھے اور جو نہ تھے خواہ ظاہر خواہ باطن سب نے سر اطاعت

جھکایا۔ بسبب طمع اپنے مرتبہ زیادہ ہونے کے حضرت قطب وقت اور سلطان کل موجودات
صدیقوں کے امام عارفوں کی حجۃ معرفت کی روح حقیقۃ کے قلب خدا کے خلیفہ
اسکی زمین میں اسکی کتاب کے وارث اسکے رسول کے نایب وجود بحت نور صرف
بادشاہ راستہ ہدایت کے تحقیق کے ساتھ موجودات میں تصرف کرنیوالے راضی ہو
خدا اون سے اور کل اولیاؤں سے **حلیہ شریف** بدن نحیف قامۃ مربوع سینہ
چوڑا داڑھی دراز چکلی رنگ گندم گوں بھویں ملی ہوئیں آواز بڑی جس سے رعب و
دبدبہ ظاہر ہوتا تھا حضرت کے کلام میں ایک قسم کی جہر تھی جس کے باعث سے سننے
والوں کے دل میں رغبت اور ہیبت پیدا ہوتی تھی اور یہ بات بھی خوارق عادات
سے تھی کہ حضرت کے کلام سننے میں دور و نزدیک کے آدمی برابر ہوتے تھے یعنی
سب کو آواز برابر پہنچتی تھی حضرت کے کلام کرنے میں کسی کو سوائے چپ رہنے
کے اور کچھ بن نہ آتا تھا اور جب حضرت کسی کو حکم فرماتے تو اسکو سوائے حکم
بجا لانے کے کچھ چارہ نہوتا جب حضرت کے جمال پر کسی کی نظر پڑتی خواہ وہ کیسا ہی
سخت قلب ہوتا تب بھی اسکا دل خوف الہی سے بھر جاتا تھا جب آپ جامع مسجد
میں تشریف لاتے کل خلایق دعا کیواسطے بارگاہ قاضی الحاجات میں ہاتھ اٹھاتے
نقل ہے کہ ایک دن آپ کو جامع مسجد میں چھینک آئی لوگوں کی آواز جواب میں
یرحمک اللہ ویرحم ربک کے ساتھ ایسی بلند ہوئی مستنجد باللہ خلیفہ مسجد کے
مقصورہ میں بیٹھا تھا یہ شور و غل سنکر پوچھنے لگا کہ یہ کیا بلوہ ہے لوگوں نے کہا کہ حضرت
شیخ عبدالقادر جیلانی کو چھینک آئی تھی حاضرین نے اسکا جواب دیا ہی **علم** حضرت
کا **نقل** ہی کہ ایک روز ایک قاری نے حضرت کی مجلس میں ایک آیت قران شریف
کی پڑھی حضرت نے ایک طور پر اسکی تفسیر بیان کی پھر دوسری طرح پھر تیسری طرح غرض
کہ گیارہ طور پر بیان فرمایا یہانتک حاضرین کا علم پہنچ سکا پھر آگے جو بیان حضرت

نے فرمایا یہانتک کہ اس ایک آیت شریف کی توجیہہ چالیس طور پر فرمائی اور ہر
وجہ گوسند کے ساتھ بیان کیا اور پھر اسپر دلیل کے ساتھ تفصیل یہانتک کہ کل حاضرینا
متعجب ہو گئے تب آپ نے فرمایا کہ چھوڑا میں نے قال کو اور پھر آیا میں حال کی طرف
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ حضرت کا یہ کلمہ فرمایا اور حاضرین میں ایک شورش و
اضطراب کا پیدا ہونا سب نے گریبان چاک کئے اور صحرا کی راہ لی۔ **نقل** ہے کہ حضرت کیخدمت
میں علماء عراق بلکہ کل طالبان آفاق آتے تھے اور ہر چہار طرف عالم سے فتوے
حضرت کیخدمت میں پیش ہوتے تھے اور حضرت بغیر مطالعہ و فکر کے انکا جواب باصواب
لکھتے تھے کسی بڑے سے بڑے عالم کو اسمیں اعتراض کی مجال نہ ہوتی تھی ایک دفعہ
ملک عجم سے ایک فتوے آیا جسکی صورت یہ تھی کیا فرماتے ہیں سادات علما اس مسلہ میں
کہ ایک شخص نے قسم کھائی تین طلاق کے ساتھ اس پر کہ حق تعالیٰ کی ایسی عبادت کریگا
کہ اسوقت اس عبادت میں کہیں اسکا کوئی شریک نہو اب یہ شخص ایسی کونسی عبادت
کرے کہ جس سے یہ قسم پوری ہو اس فتوے کے جواب سے تمام علماء عراق متحیر اور عاجز
ہو گئے تھے جب یہ فتویٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا حضرت نے وہ فتوے دیکھتے
ہی فرمایا کہ اسکے واسطے کعبہ شریف خالی کیا جائے اور یہ سات مرتبہ طواف کرے قسم
جو کھائی ہے اس سے بری ہو جائیگا کیونکہ تنہا طواف کرنا ایک ایسی عبادت ہے
کہ اسوقت کوئی انسان اسمیں شریک نہیں ہوتا اور **طریق حضرت** کا سلوک میں
ایسا مشکل اور بے مثل تھا کہ اسوقت کے مشائخ ریاضت اور قوت مجاہدہ میں اسکی برابری
نہ کرسکتے تھے اور طریق حضرت کا تفویض تھا اور موافقت اور کچھ حول اور قوت اور ذہول
بیچ تحت مجاری اقدار کے ساتھ موافقت قلب اور روح اور نفس کے انحاد ظاہر و
باطن کا اور انسلاخ نفس ساتھ غیبت کے رویت سے نفع و ضرر اور قرب و بعد اور
فراغ قلب اور خلوص بغیر تجاذب شکوک اور تنازع اغیار اور تشویش بقایا کے اور ساتھ

باقی رکھنے تفرقہ اور اتحاد قول و فعل اور معانقہ اخلاص و تسلیم و تحکیم کتاب و سنت کے ہر خطرہ او
لحظہ اور وارد اور حال اور ثبوت میں اللہ کے ساتھ کل حالوں میں اور تجرید توحید اور توحید
تفرید ساتھ حضور کے بیچ موقف عبودیت کے جو مدد لینے والی ہے لحظہ کمال ربوبیت اور حفظ
احکام شریعت سے ساتھ مشاہدہ اسرار حقیقت کے **نقل ہے** حضرت فرماتے تھے
کہ پچیس سال میں عراق کے جنگلوں اور خرابوں میں بحالت تجرید پھرتا رہا نہ کوئی مجھکو جانتا تھا
اور نہ میں کسی کو پہچانتا تھا رجال الغیب اور جناتوں کے گروہ کے گروہ میرے پاس آتے
تھے اور میں انکو خدا کا رستہ تعلیم کرتا تھا۔ چالیس برس تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی
پندرہ برس تک عشا کی نماز کے بعد سے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر دیوار کی میخ پکڑ کے صبح
تک قرآن شریف ختم کرتا تھا اور تین تین دن سے چالیس چالیس روز گذر جاتے
تھے کہ کچھ کھانے کو نہیں ملتا تھا اور گیارہ سال تک بغداد کے برج میں رہا کہ میرے
وہاں رہنے سے اُس برج کا نام برج عجمی ہو گیا اور خدا سے میں نے عہد کیا کہ جبتک مجھکو
نہ کھلائے گا میں ہرگز نہ کھاؤں گا اسپر ایک مدت گذر گئی مگر میں نے خدا سے عہد نہیں
توڑا اور جو عہد خدا سے میں نے باندھا اُسکو کبھی نہ توڑا ایک مرتبہ حالت سیاحی میں ایک
شخص آیا اور میرے ساتھ رہنے کی خواہش کی صبر کے ساتھ پھر وہ شخص مجھکو ایک جگہ
بٹھا کر یہ کہہ گیا کہ جبتک میں نہ آؤں یہاں سے نہ اٹھنا یہانتک کہ پورا ایک سال ہو گیا
اور وہ شخص نہ آیا اور میں اُسی طرح وہاں بیٹھا رہا بعد ایک سال کے وہ شخص آیا اور مجھکو
وہاں بیٹھا دیکھکر پھر چلا گیا اور وہی وعدہ کر گیا یہانتک کہ تین مرتبہ ایسا ہوا آخیر دفع اپنے
ساتھ روٹی اور دودھ لایا اور کہا کہ میں خضر ہوں مجھکو حکم ہے کہ تمہارے ساتھ یہ کھانا کھاؤں
جب کھانا کھا چکے تو اُنہوں نے کہا کہ اب آپ سیر و سیاحت کو ترک کیجئے اور بغداد
میں قیام فرمائیں کسی نے حضرت سے عرض کیا کہ تین سال تک آپ نے کیا کھایا آپ نے
فرمایا جو کچھ زمین میں پیدا ہوتا تھا۔ **نقل** شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ رحمہ سے اُنہوں نے

کہا میں نے اپنے والد حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ سے سُنا ہے وہ فرماتے
تھے ایک دفعہ میں ہنگام سفر ایسے جنگل میں جا پہنچا جہاں پانی بالکل نہ تھا کئی دن اسی حالت
میں گذر گئے اور پانی میسر نہ آیا ناگہاں خداوند تعالے نے ایک ابر بھیجا جس نے مجھپر سایہ کیا اور کچھ
قطرے اُسمیں سے ٹپکے جنسے میں سیراب ہوا اسکے بعد ایک ایسا چمکتا ہوا نور ظاہر ہوا
کہ جس سے تمام آسمان کے کنارے روشن ہوگئے اور ایک عجیب صورت اسمیں سے ظاہر
ہوئی اور آواز آئی کہ عبدالقادر میں تیرا پروردگار حلال کیا میں نے تجھپر جو کچھ
اوروں پر حرام کیا ہے اور جو کچھ تجھکو مانگنا ہے مانگ میں نے کہا اعوذ باللہ
من الشیطٰن الرجیم دُور ہو اے شیطان ملعون یہ میرے کہتے ہی وہ تمام نور تاریکی
سے بدل گیا اور وہ صورت مثل دھوئیں کے ہوگئی اور آواز آئی کہ اے عبدالقادر تجھکو
جو اللہ نے علم اپنے احکاموں کا دیا ہے اس سبب سے میرے پھندے سے نکل گیا ورنہ
میں نے اس مقام پر ستر آدمیوں کو گمراہ کیا ہے میں نے کہا للہ الفضل والمنۃ
ومنہ الھدایۃ فی البدایۃ والنہایۃ **بیان وعظ آنحضرت** نقل ہے حضرت
فرماتے تھے کہ اوّل شروع شروع میں مجھپر کلام کرنے کا اتنا اژدحام ہوا کہ مجلس میں
لوگوں کی جگہہ نرہی تب میں وعظ کہنے لگا آخر وہاں بھی جگہ نرہی تب لوگوں نے شہر کے
باہر منبر رکھا اُسپر میں وعظ کہتا تھا بیشمار خلقت سوار و پیادہ وغیرہ قریب ستر ستر ہزار
کے جمع ہوتے تھے **نقل ہے** کہ جب حضرت وعظ فرماتے تھے چار سو آدمی دوات وقلم
لیکر بیٹھتے تھے تاکہ جو کچھ حضرت فرماتے جائیں وہ لکھتے جائیں۔ فرماتے تھے کہ پہلے میں
خواب میں حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ انہوں نے
اپنا لعاب دہن میرے مُنہ میں ڈالا اور مجھکو وعظ کہنے کا حکم کیا۔ **نقل ہی** کہ جب حضرت منبر پر بیٹھکر
الحمدللہ کہتے تھے اُسوقت کل ولی تمام روئے زمین میں خاموش ہوجاتے تھے اسی سبب
سے اس کلمہ کو دوبارہ کہتے تھے اور درمیان میں ساکت ہوجاتے تھے اور مجلس میں

جو لوگ دکھائی دیتے تھے اُن سے زیادہ وہ لوگ ہوتے تھے جو دکھائی نہ دیتے تھے
اور ملائکہ اور اولیاء کا بہت اژدحام ہوتا تھا حضرت کے ہمعصروں میں سے ایک
بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ جنوں کی دعوت کی جب عزیمت پوری ہوچکی
کوئی جن حاضر نہوا میں بہت حیران ہوا بہت دیر کے بعد وہ حاضر ہوئے میں نے
تاخیر کا سبب پوچھا اُنہوں نے کہا ہم حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ
میں حاضر تھے اسی سبب سے تمہارے پاس نہ آسکے میں نے کہا کیا تم بھی اُنکے وعظ
میں شریک ہوتے ہو اُنہوں نے کہا کہ ہم آدمیوں سے زیادہ شریک ہوتے ہیں
اور ہم میں سے بہت لوگ حضرت کے ہاتھ پر ایمان لائے ہیں تمکو چاہیے کہ ہمکو
اُسوقت بُلایا کرو کہ جب حضرت وعظ نہ کہتے ہوں اور اگر ایسے وقت بلاؤگے تو ہمارے
آنے میں دیر ہوگی۔ **نقل ہے** کہ حضرت کی مجلس میں اکثر یہود و نصاریٰ
حاضر ہوکر شرف اسلام حاصل کرتے تھے اور قزاق و بدعتی و فسادی حضرت کے
دست حق پرست پر توبہ کرتے تھے پانسو سے زیادہ یہود و نصاریٰ اور ایک لاکھ
سے زیادہ گنہگاروں نے توبہ کی اور اور لوگوں کا تو کیا کہنا۔ **نقل ہے** کہ جب
حضرت منبر پر تشریف لاتے ہر ایک علم و حکمت میں کلام کرتے تھے کل حاضرین حضرت
کی ہیبت و عظمت سے چپ بیٹھے رہتے تھے کسی کو کلام کرنے کی مجال نہوتی
تھی ایک مرتبہ اثناء کلام میں حضرت نے فرمایا مضے القال وعطفنا بالحال یہ
فرماتے ہی لوگوں میں ایک اضطراب و بیخودی پیدا ہوئی کوئی بیہوش ہوکر گر پڑا اور کسی
نے گریبان چاک کر کے صحرا کا راستہ لیا اور کسی نے جاں بحق تسلیم کی اکثر حضرت
کی مجلس میں سے جنازے نکلا کرتے تھے کرامتیں اور خوارق عادات حضرت کے
اور جو جو عجائب و غرائب ذات بابرکات سے ظاہر ہوئی حد حصر سے باہر ہیں اگر زمین
کے کل درختوں کی قلمیں اور کل دریاؤں کا پانی روشنائی ہو جب بھی لکھی نہ جا سکیں

حضرت کی مجلس میں کل اولیا جو زندہ تھے وہ تو جسم کے ساتھ اور جو مُردہ تھے وہ روح
کے ساتھ شریک ہوتے تھے یہانتک کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی تربیت کیواسطے
تشریف لاتے تھے اور خضر علیہ السلام کی تو اکثر ملاقات رہتی تھی اور جس سے وہ
ملاقات کرتے اسکو بھی وصیت کرتے کہ حضرت کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا کرے۔
نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت وعظ کہنے میں چند قدم ہوا پر چلے اور یہ کلام فرمایا قف
یا اسرائیلی واسمع کلام المحمدی اور پھر اپنی جگہ پر آگئے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا واقعہ تھا
حضرت نے فرمایا کہ خضر علیہ السلام اسوقت بہت جلدی کے ساتھ جاتے تھے
میں نے کہا کہ میری بات سنتے جاؤ۔ **نقل** ہے حضرت منبر پر فرماتے تھے اے
لڑکے سستی مت کر ولایت اس جگہ ہے درجے یہاں ہیں اے طالب توبہ کر خدا
کے ساتھ اے طالب خدا سے معافی مانگ اے طالب خلوص کر خدا کے ساتھ ہفتہ میں ایکبار
اور اگر ہفتہ میں نہ ہو سکے تو مہینے میں ایکبار اور نہیں تو سال بھر میں ایکبار اور اگر یہ بھی نہیں
ہو سکتا تو عمر میں ایکبار اور جب تو میرے پاس آئے تو اپنے عماد پر نگاہ مت کر نہ اپنے
زہد کو دیکھ نہ اپنی پرہیزگاری کو اور پھر مجھ سے جو کچھ اپنا حصہ ہے لے اور جان کہ میری مجلس
میں تمام اولیا کیا عام اور کیا خاص اور کل مردان غیب مجھ سے تعلیم کے واسطے آتے
ہیں اور کوئی ولی ایسا نہیں ہے کہ میری مجلس میں حاضر نہ ہوتا۔ ہاں جو زندہ ہیں
وہ جسم کے ساتھ آتے ہیں اور جو مردہ ہیں اُنکی رُوحیں آتی ہیں اور مردان غیب
کوہ قاف کے پرلی طرف سے آتے ہیں اُنکے قدم ہوا میں ہیں اور دل عشق الٰہی سے جل
رہے ہیں۔ یہ کلام سُنکر حضرت کے فرزند سید عبد الرزاق بیہوش ہو کر گر پڑے اور
پیراہن مبارک اُنکا جلنے لگا حضرت یہ دیکھکر منبر سے نیچے اوترے اور اُنکا پیراہن
بجھا کر فرمانے لگے کہ اے عبد الرزاق تو بھی اُن میں سے ہے جب مجلس برخاست
ہوئی لوگوں نے حضرت عبد الرزاق سے اس واقعہ کا ماجرا دریافت کیا آپنے فرمایا کہ

میں نے جو آنکھ اونچی کی تو دیکھا کہ ہوا میں معلق مردان غیب ایک بیخودی اور بیہوشی کے عالم میں وعظ سُن رہے ہیں کوئی بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑتا ہے اور کسی کا شوق واشتیاق سے لباس جل رہا ہے بعضے حالت صحو میں ہیں اور بعضے عالم سکر میں ہیں یہ حال دیکھکر بیہوش ہو گیا۔ **نقل ہے** کہ اُس زمانہ کے مشایخوں میں سے ایک شخص جنکو شیخ صدقہ کہتے تھے ایک دن حضرت کی خانقاہ میں حاضر ہوئے وہاں اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے حضرت کی تشریف آوری کی راہ دیکھ رہے تھے اتنے میں حضرت تشریف لائے اور منبر پر جلوہ فرما ہوئے مگر کچھ فرمایا نہیں خاموش بیٹھے رہے حضرت کے بیٹھے ہی رہنے سے لوگوں میں ایسا وجد عظیم پیدا ہوا کہ حد سے باہر تھا شیخ صدقہ کے دل میں خطرہ گذرا کہ حضرت نے تو ابھی ایک لفظ بھی نہیں فرمایا لوگوں کو اتنا اضطراب کیوں ہوا اسکا کیا سبب ہے حضرت نے انکی جانب دیکھکر فرمایا اے شخص میرا ایک مرید بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں آیا ہے اور میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے تمام حاضرین مجلس اسکی مہمانی کر رہے ہیں شیخ صدقہ کے دل میں پھر خیال آیا کہ جو شخص بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں آیا ہو اسکو پھر شیخ کی اور توبہ کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت نے پھر اُنکی طرف دیکھا اور کہا کہ اے شخص وہ لوگ توبہ کرتے ہیں جو ہوا میں اوڑتے ہیں اور وہ محتاج ہیں اس بات کے کہ میں انکو خدا کا راستہ بتاؤں پھر فرمانے لگے کہ میں وہ شخص ہوں کہ تلوار میری مشہور ہے اور میری کمان نے لوگوں کو زک دی ہے اور تیر میرا نشانے سے خطا نہیں کرتا اور نیزہ میرا پار ہو جاتا ہے۔ گھوڑا میرا زین ہے میں خدا کی جلانے والی آگ ہوں۔ میں سلب کرنے والا ہوں۔ میں وہ دریا ہوں جسکا کنارہ نہیں۔ میں رہنما وقت ہوں اور ایک دوسری مرتبہ حالت وعظ میں فرماتے تھے میں ہوں محفوظ۔ میں ہوں ملحوظ۔ اے روزہ دارو اور اے شب بیدارو اور اے پہاڑوں کے بیٹھنے والو دھنس جائیں تمہارے پہاڑ اور گر پڑیں تمہاری عبادت گاہیں

آؤ اور مجھ سے خدا کا راستہ سیکھو اور اے ابدالو اور اے اوتادو اور اے پہلوانو اور اے
طفلو آؤ اور اس دریا رفیض سے جو ناپیدا کنار ہے فیض لو۔ قسم ہے پروردگار کی کہ نیک بخت
اور بد بخت سب میرے سامنے پیش ہوتے ہیں اور میری نگاہ لوح محفوظ پر ہے میں ہوں
علم و مشاہدہ الٰہی کے دریا میں تیرنے والا میں ہوں خدا کی حجت تم سب پر نائب ہوں
میں رسول اللہ کا اور وارث ہوں انکا زمین میں۔ اے لوگو آدمیوں کے مشایخ ہیں
اور پریوں کے مشایخ ہیں اور فرشتوں کے مشایخ ہیں اور میں سب کا شیخ ہوں
نقل ہی کہ حضرت اپنے مرض موت میں فرماتے تھے مجھ میں اور تم میں کچھ نسبت نہیں ہے
مجھ میں اور خلقت میں آسمان و زمین کا فرق ہے میں خلقت کے احکام سے باہر ہوں میں
انکی عقلوں سے دور ہوں۔ اے زمین والو اے مشرق و مغرب کے رہنے والو جان لو کہ حق
تعالیٰ نے فرمایا ہے واعلم ما لا تعلمون میں انہیں سے ہوں کہ جنکو خدا جانتا ہی تم نہیں
جانتے۔ ہر روز مجھکو ستر بار الہام ہوتا ہے وانا اخترتک ولتصنع علی عینی اے عبد القادر اسواسطہ
سے جو مجھمیں اور تجھ میں ہی کلام کر مجھ سے تا کہ تیرا کلام سنا جاوے۔ اے عبد القادر بسبب اسواسطہ
کے جو مجھمیں اور تجھ میں ہے کھا اور پی اور کہہ امن میں کیا میں نے تجھکو مردود ہونے سے قسم
ہی خدا کی نکیا میں نے اور نہ کہا میں نے جبتک کہ نہ حکم ہوا مجھکو جب میں کلام کیا کروں تم
لوگوں کو چاہیے کہ اسکی تصدیق کیا کرو کیونکہ میں یقینی شئے کے ساتھ کلام کرتا ہوں جسمیں
مطلق شک نہیں ہوتا گویا کہ خدا مجھسے کہواتا ہے اور میں کہتا ہون اور خدا مجھکو دیتا ہے
اور میں لوگوں کو بخشتا ہوں اور خدا مجھکو حکم کرتا ہے اور میں تمکو حکم کرتا ہوں اب ذمہ دار
خدا ہے اور تمہارا مجھکو جھٹلانا تمہارے حق میں زہر قاتل ہے۔ تمہارے دین کو نقصان
پہنچانیوالا۔ تمہاری دنیا و آخرت کا سبب زوال ہی۔ میں سیاف ہوں میں قتال ہوں اگر مجھکو
شریعت کا لحاظ نہوتا تو خبر دیتا میں تمکو جو تم گھروں میں کھاتے ہو اور رکھتے ہو میں جانتا
ہوں جو کچھ تمہارے ظاہر و باطن میں ہے تم میرے سامنے ایسے ہو جیسے شیشی میں رنگ

نقل ہے کہ حضرت کپڑا بہت نفیس پہنتے تھے ایک دن حضرت کے خادم ابوالفضل بزاز کے پاس گئے اور کہا کہ مجھکو ایک دینار گز کا کپڑا دو نہ کم ہو نہ زیادہ ابوالفضل بزاز نے پوچھا کسکے واسطے چاہیئے خادم نے کہا حضرت شیخ عبدالقادر کے واسطے ابوالفضل کے دل میں خطرہ گذرا کہ شیخ نے خلیفہ کے واسطے بھی کپڑا نہ چھوڑا یہ خطرہ اُسکے دل میں گذرنا تھا کہ ایک میخ اُسکے پیر میں غیب سے ایسی لگی کہ قریب موت کے پہنچگیا آخر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپنے فرمایا اُس نے جو مجھپر اپنے دل میں اعتراض کیا تھا وہی اسکا اعتراض میخ بنگیا اے ابوالفضل قسم ہے خدا کی میں یہ کپڑا ہرگز نہ پہنتا مگر خدا نے کہا کہ اے عبدالقادر ایک دینار گز کا کپڑا پہن۔ اے ابوالفضل یہ کپڑا مردہ کا کفن ہے ایک ہزار موتوں کے بعد یہ کپڑا نصیب ہوا ہے پھر حضرت نے اپنا ہاتھ اُس دُکھتی جگہ پر رکھا فوراً وہ اچھا ہوگیا گویا کہ کبھی دکھا ہی نہ تھا کرامات وخوارق عادات حضرت کے حد حصر سے باہر ہیں تقریر وتحریر کو مجال اُنکے ضبط کی نہیں

نقل ہے کہ جب حضرت پیدا ہوئے رمضان کے دن تھے آپ نے والدہ کا دودھ نہ پیا لوگوں میں شہرت ہوئی کہ بعضے شریفوں میں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو دن کو ماں کا دودھ نہیں پیتا۔ نقل ہے کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے خود کو ولی کیونکر جانا آپ نے فرمایا کہ میں جب دس برس کا تھا تو میں مکتب میں جاتا تھا راستہ میں میں نے دیکھا کہ میرے چاروں طرف فرشتے چل رہے ہیں جب میں مکتب میں پہنچا تو فرشتے کہنے لگے کہ اے لڑکو اللہ کے ولی کے واسطے جگہ چھوڑ دو۔ ایکدن میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُن فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ یہ کون لڑکا ہے جسکی تم اسقدر تعظیم کرتے ہو فرشتوں نے جواب دیا کہ یہ ایک ولی ہیں خدا کے ولیوں میں سے ایک زمانے میں انکی بہت بڑی شان ہونے والی ہے یہ وہ شخص ہیں کہ جنکو عطا کریں گے بے منع اور تمکین بخشیں گے بیحجاب اور مقرب کریں گے بے مکر بعد چالیس برس کے میں نے جانا کہ وہ پوچھنے والے ایک ابدال وقت تھے میں جب چھوٹا سا تھا تو عرفہ کے دن شہر کے

فصیل کی طرف ایک گائے کے پیچھے بھاگ رہا تھا اُس گائے نے میری طرف مُنہ کرکے
کہا اے عبدالقادر تمکو اس کام کیواسطے پیدا نہیں کیا ہے اور نہ تمکو اسکا حکم کیا ہے میں
ڈرتا ہوا گھر آیا اور چھت پر چڑھگیا وہاں سے لوگوں کو دیکھا کہ میدان عرفات میں
وقوف کررہے ہیں پھر میں والدہ کی خدمت میں آیا اور اُن سے اجازت بغداد جانے
اور علم حاصل کرنے کی مانگی۔ میں جب لڑکوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا غیب سے
آواز آتی کہ اے مبارک میری طرف آمیں اُس آواز سے ڈر جاتا اور اپنی والدہ کی گود
میں جا بیٹھتا اور اب بھی میں خلوت میں اُس آواز کو سُنتا ہوں **نقل ہے** شیخ علی بن
ہیتی سے وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے زمانے میں شیخ عبدالقادر سے زیادہ کوئی شخص
کرامتوں کا ظاہر کرنے والا نہیں دیکھا جسوقت جو شخص چاہے اُنکی کرامت کا مشاہدہ
کرے۔ **نقل ہے** شیخ ابوالسعود احمد بن ابی بکر خریمی اور شیخ ابو عمر عثمان صریفینی
سے وہ کہتے تھے کہ کرامتیں شیخ عبدالقادر کی مثل موتیوں کی لڑی کے ہیں ایک دوسرے
کے ساتھ لگی ہوئی۔ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے لکھا ہے
کہ شیخ عبدالقادر سلطان طریقت تھے وجود میں تحقیق کے ساتھ تصرف کرنے والے
ہاتھ اُنکا کہلا ہوا تھا خدا کی جانب سے تصرفات اور خوارق عادات میں۔ امام عبداللہ
یافعی نے لکھا ہے کہ حضرت کی کرامتیں حد تواتر کو پہنچ گئی تھیں اور بالاتفاق سب کو
معلوم تھا کہ ایسی کسی شیخ سے ظاہر نہیں ہوئیں۔ حضرت سے کل قسم کی کرامتیں ظاہر
ہوئیں مخلوق کے ظاہر میں بھی تصرف تھا اور باطن میں بھی اور حکم اونکا جنوں اور
آدمیوں سب پر تھا اور کل پوشیدہ بھیدوں پر مطلع تھے۔ اور لوگوں کے دا[illegible]
جانتے تھے۔ جبروت کے حقائق اُنپر منکشف تھے۔ لاہوت کے اسرار [illegible]
غیبی عطیوں خدا کی بخششوں کے ساتھ مدد دینے والے تھے۔ حکم انکا زمین و آسمان
و آب و ہوا پر جاری تھا۔ لوگوں کے ارادوں کو پھیر دینا اور اشیاء کے طبائع کو

بدل دینا۔ غیب کی چیزوں کا حاضر کرنا۔ گذشتہ و آئندہ کی خبر دینا اور کل قسم کی کرامتیں
اور خوارق عادات ہمیشہ ہر خاص و عام کے سامنے اپنے قصد و ارادے سے ظاہر کرتے
تھے اور انمیں سے ہر ایک بات میں بہت سی حکایتیں اور روایتیں جنکی تحریر سے
قلم و تقریر سے زبان عاجز ہے۔ مشایخین کی کتابیں خصوصًا امام عبداللہ یافعی صاحب
کی تصانیف تو حضرت کی کرامتوں سے پُر ہیں۔ **بیان اخلاق** اخلاق حضرت
کا گویا انک لعلی خلق عظیم کا ایک حصہ تھا حضرت باوجود اس قدر و منزلت کے ہر ایک
فقیر سے تواضع کے ساتھ پیش آتے اور بہت توقیر کرتے ضعیفوں پر رحم کھاتے اور خود ابتدا
سلام کرتے مہمانوں اور طلبا کی لغزشوں سے درگذر کرتے۔ جو کوئی حضرت کے
سامنے قسم کھاتا ہرگز جھوٹ نہ بولتا اور اگر بولتا تو قبول کرتا اور حضرت اپنے علم و
کشف کو چھپاتے تھے اور مہمانوں اور ہمنشینوں کے ساتھ ایسی خوش خلقی اور کشادہ
روئی سے پیش آتے کہ کوئی نہیں پیش آسکتا اور کبھی نافرمان اور سرکشوں اور
ظالموں اور امیروں کے واسطے قیام نکرتے اور کبھی کسی وزیر و امیر کے دروازے پر نجاتے
اُس زمانے کے مشایخین میں سے کوئی بھی حضرت کے ساتھ خلق و کرم و مہربانی و حفظ
عہد وغیرہ میں برابری نکر سکتا تھا۔ **نقل** ہے کہ ایک دن حضرت خلوت میں بیٹھے ہوئے
رہے تھے کہ چھت میں سے مٹی گرنی شروع ہوئی جب گرتی حضرت جھاڑ دیتے یہانتک کہ
[illegible] سری بار جو گری تو حضرت نے اوپر نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو ایک چوہا پھینک رہا تھا حضرت کی نگاہ
پڑتے ہی اُس چوہے کا سر الگ جا پڑا اور تن الگ حضرت یہ حال دیکھکر روئے کسی نے عرض کیا
[illegible] کیوں روتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایسا نہو کہ کسی مسلمان سے مجھکو اذیت پہنچے اور اُسکا
[illegible] ایک مرتبہ آپ وضو کر رہے تھے کہ ایک چڑیا نے اڑتے میں حضرت کے
کپڑے پہ بیٹ کر دی [illegible] اُسکو دیکھا وہ فوراً نیچے گر پڑی حضرت نے اُس کپڑے کو
اتار کر دیا اور خادم کو دیکر [illegible] فقرا کو تقسیم کر دو تاکہ اسکا عوض و بدلہ

ہو جائے **نقل ہے** کہ جب حضرت کی شہرت ہوگئی آپ حج کو تشریف لیچلے جب حلہ میں جو
بغداد کے قریب گانوں ہے پہنچے فرمایا کہ یہاں ایسے شخص کا گھر ڈھونڈو جس سے زیادہ فقیر اور
بیکس و گمنام کوئی نہو تاکہ میں وہاں فروکش ہوں ہرچند وہاں کے رئیسوں اور امیروں نے بڑے
بڑے مکان و محل حضرت کے واسطے تیار کئے تھے مگر آپنے قبول نہ کیا بڑی تلاش کے بعد ایک
بڑھیا کا گھر معلوم ہوا کہ جسکے ایک لڑکی تھی اور اس سے زیادہ غریب کوئی نہ تھا حضرت نے اس سے
اجازت لیکر شب اسکے گھر میں بسر کی چلتے وقت چلنے ہدیے اور تحفے کہ حضرت کی خدمت میں قسم حیوانات
و غلہ و زر و جواہر سے پیش ہوئے تھے سب اسکو بخشدیے حضرت کے قدموں کی برکت سے وہ بڑھیا
اتنی بڑی امیر ہوگئی کہ وہاں اس جیسا کوئی نہ تھا **نقل ہے** کہ ایک سوداگر حضرت کی خدمت
حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میرے پاس زکوٰۃ سے علاوہ مال ہے میں چاہتا ہوں
کہ فقراء کو تقسیم کردوں مگر اہل و نااہل کو میں نہیں پہچانتا جسکو حضرت فرمائیں میں دیدوں
آپنے فرمایا کہ کوئی ہو اسکو دیدو خواہ وہ مستحق ہو یا نہو تاکہ خدا تمکو بھی وہ چیز دے جسکے تم مستحق
ہو اور ایسی چیزیں بھی دے جسکے تم مستحق نہیں ہو۔ **نقل ہے** کہ حضرت نے ایک فقیر کو دیکھا
کہ شکستہ خاطر ایک کونے میں بیٹھا ہے آپ نے پوچھا کیا حال ہے فقیر نے عرض کیا کہ گھاٹ
پر گیا تھا مگر کچھ پاس نہ تھا ملاح نے کشتی میں نہ بٹھایا ہنوز یہ کلام فقیر کا تمام نہ ہوا تھا کہ ایک
شخص نے آکر حضرت کو ایک تھیلی نذر کی جسمیں تیس اشرفیاں تھیں آپنے وہ تھیلی اس فقیر کو
دیدی اور کہا کہ یہ لو اور ملاح کو دو بعضے مشایخین نے حضرت کے اوصاف اسطرح لکھے ہیں
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا چہرہ چمکدار روشن اور کشادہ تھا بڑے حیامند
تھے پہلو آپکے وسیع تھے اور لوگوں کو آسانی [illegible]
کے اوپر شفقت کرتے اور جب اونکو غمگین دیکھتے انکے دفع غم کی کوشش کرتے
بیان میں آپ جیسا فصیح کوئی نہیں تھا اور بعضوں نے حضرت کی تعریف میں
لکھا ہے کہ حضرت ذکر حق کے وقت بہت روتے تھے جلدی سے آنسو لانیوالے خدا سے

بہت ڈرنے والے بڑی ہیبت والے تھے جو دُعا کرتے قبول ہو جاتی انتہا درجہ کے خوش اخلاق تھے پسینہ میں خوشبو آتی تھی۔ فحش سے زیادہ دور خدا سے زیادہ قریب خدا سے خوف کرنیوالے اپنے واسطے کسی پر غصہ نکرتے نہ کسی سائل کو رد کرتے اگرچہ آپ کے کپڑے بھی اتر جائیں توفیق اُنکی مددگار تھی تائید اونکی قوت دینے والی تھی علم انکو تہذیب دینے والا قرب الہٰی اُنکو ادب سکھانیوالا خطاب اُنکا مشیر۔ لحظہ اُسکا سفیر۔ انس اُنکا ندیم۔ بسط اُنکی نسیم۔ صدق اُنکا راتب۔ فتح اونکا اسباب۔ حلم اُنکی کاریگری۔ ذکر اُنکا وزیر۔ فکر اُنکا رازدار مکاشفہ اُنکی غذا۔ مشاہدہ اُنکا آرام۔ ظاہر اُنکا آداب شریعت باطن اُنکا اوصاف حقیقت ؛

بیان فضیلت یاران حضرت

حضرت کے یاروں اور اصحابوں اور مریدوں اور جو حضرت سے کچھ بھی نسبت رکھتے ہیں اُنکی فضیلت بہت ہے بقول خیریت متبوع سے ہے حضرت کے مریدوں میں سے ایک شخص نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کیا یارسول اللہ دُعا فرمائیے کہ میرا خاتمہ کتاب و سنت پر ہو آپ نے فرمایا کیوں نہیں ہوگا حالانکہ تیرے پیر شیخ عبدالقادر ہیں تین مرتبہ اُنہوں نے عرض کیا اور تینوں دفعہ حضرت نے یہی جواب دیا یہ واقعہ بہت عجیب و غریب ہے مختصر بیان کیا گیا۔ **نقل ہے** ایک جماعت مشائخین سے کہ حضرت شیخ عبدالقادر اپنے مریدوں کے ضامن ہیں قیامت تک ہر کوئی توبہ سے مرے گا۔ **نقل ہے** کہ ایک شیخ نے حضرت سے پوچھا کہ اگر کسی نے خود کو آپکے ساتھ منسوب کیا مگر آپ کی بیعت نکی اور نہ آپکے ہاتھ سے خرقہ پہنا تو وہ بھی آپکے یاروں میں شامل اور اُنکے فضایل میں داخل ہے یا نہیں آپ نے فرمایا کہ جس کسی نے اپنے تئیں مجھ سے منسوب کیا خدا اُسکو قبول کرلے اور اُسپر رحمت کرے

اور اگر وہ بُرے عمل کا کام کرتا ہے تو اُسکو توبہ نصیب کرے اور وہ میرے یاروں میں سے ہے

خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میرے یاروں اور میرے اہل مذہب اور میرے تابعین کو جنت میں لیجائے گا اور یہ فرماتے تھے۔ البیضۃ منا بالف والفرخ لا یقوم اور یہ بھی فرماتے تھے کہ خداوند تعالے نے مجھکو ایک فہرست دی ہے جسمیں میرے یاروں اور میرے مریدوں کے جتنے میرے سلسلہ میں قیامت تک ہوں گے نام لکھے ہوئے ہیں اور یہ فرمایا ہے کہ ان سب کو میں نے تیرے سبب سے بخشدیا۔ مالک داروغہ دوزخ سے میں نے پوچھا کہ تمہارے پاس میرے مریدوں میں سے بھی کوئی ہے اُنہوں نے کہا نہیں قسم ہے پروردگار کی میری حمایت کا ہاتھ مریدوں پر مثل آسمان کے سایہ کئے ہوئے ہے اگر میرا مرید بچتہ نہیں ہے میں خود بچتہ ہوں قسم ہے خدا کی میں خدا کے سامنے سے نہ جاؤں گا جب تک کہ مجھکو میرے یاروں کے ساتھ بہشت میں نہ لے جائیگا۔ اگر میرا مرید مشرق میں ہے اور پردہ عفت اُسکا فاش ہوگیا اور میں مغرب میں ہوں تو میں اُسکی پردہ پوشی کرونگا **نقل ہے** شیخ عدی بن مسافر کہتے تھے کہ مجھ سے جو کوئی خرقہ مانگے میں بلا تامل دیدوں مگر شیخ عبد القادر کے مریدوں کو ندوں کیونکہ یہ دریاء رحمت میں غرق ہیں اور دریا کو چھوڑ کر سقے کے پاس کون آتا ہے۔ **نقل ہے** حضرت فرماتے تھے کہ منصور حلاج کے وقت میں کوئی ایسا نہ تھا جو انکی دستگیری کرتا اور جو لغزش انکو ہوئی اُس سے روکتا اگر میں اُس وقت میں ہوتا تو میں انکو سنبھالتا اور اُنکی دستگیری کرتا جس کسی کو میرے مریدوں میں سے قیامت تک لغزش ہوگی یا اُسکا پیر ڈگمگائے گا میں اُسکی دستگیری کرونگا۔ فرماتے تھے ہر طویلے میں میرا ایک نر ہے کہ جس سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا اور ہر لشکر میں میرا سلطان ہے جسکی مخالفت نہیں ہوسکتی اور ہر منصب میں میرا ایک خلیفہ ہے جو معزول نہیں کیا جاسکتا۔ اگر تم میں سے کوئی دُعا مانگے تو میرے وسیلے سے مانگے تاکہ دُعا قبول ہو اور جو کوئی کسی سختی میں مجھ سے مدد مانگے وہ سختی دُور ہوجائے اور اگر کسی شدت میں

مجھکو پکارے شدت جاتی رہے اور جو شخص میرے وسیلہ سے اپنی حاجت خدا سے
مانگے گا پوری ہوگی۔ جو شخص دو رکعتیں ادا کرے ہر رکعت میں بعد فاتحہ گیارہ بار قل ھو اللہ
احد پڑھے پھر بعد سلام کے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر گیارہ
قدم عراق کیجانب چلے اور میرا نام لے اور اپنی حاجت مانگے خداوند تعالے حاجت
اسکی پوری کرے گا اپنے فضل وکرم سے

بیان کلام انحضرت

حضرت کا کلام ایک دریا ہے علم نا متناہی سے جسکا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ تبرکاً چند
مکتوبات جنمیں مواعظ وحکم کو حضرت نے زبان فارسی میں لکھا تھا نقل کئے جاتے ہیں
حضرت کبھی کبھی زبان فارسی بھی بولتے تھے۔ مگر وعظ حضرت کا زبان عربی میں
اکثر ہوتا تھا۔ اسی سبب سے حضرت کو ذوالبیانین واللسانین یعنے دو بیان اور دو زبان
والے اور امام الفریقین دونوں گروہوں کے امام کہتے ہیں۔ **مکتوب** اے عزیز
جب افق شہود پر شگاف ابر سے فیض یہدی اللہ نورہ من یشاء چمکنے لگے اور وصل
کی خوشبوئیں نسیم عنایت یختص برحمتہ من یشاء سے آنے لگیں اور انس کے پھولوں کے
باغ میں کھلنے لگیں اور بلبلان شوق باغ ہائے ارواح میں یا اسفےٰ علی یوسف کے
ساتھ مثل بلبل ہزار داستان کے ترنم کریں۔ پھر یہ اشتیاق جہان کے اسرار کا شعلہ بلند
کرے۔ اور فکر کے پرند میدان عظمت میں تھک کر بے پر اور عقلوں کے گھوڑے معرفت
کے جنگلوں میں بے طاقت ہوجائیں۔ فہموں کے قواعد وارکان ہیبت کے صدموں سے ملجائیں
عزموں کی کشتیاں دریاء وما قدروا اللہ حق قدرہ میں وھی تجری بھم فی موج کالجبال
کی ہولے حیرت کی گھاٹیوں میں رہجائیں۔ دریاء عشق یحبھم ویحبونہ تلاطم میں آئے ہر ایک
کی زبان پر رب انزلنی منزلا مبارکا وانت خیر المنزلین کی ندا ہو۔ کہ اتنے میں ان الذین
سبقت لھم منا الحسنیٰ کی عنایت سابقہ پہنچ جائے اور انکو جودی کے گھاٹ سے
مقعد صدق میں اتار دے مے پرستوں کی مجلس میں لیجاکر جام الست پلائے اور

للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادہ کا کھانا سامنے رکھے اور وصال کا پیالہ جام قرب سے بایدی سفرۃ وسقٰھم ربھم شرابا طھورا گردش میں آئے اور ملک بدی اور دولت سرمدی مشاہدہ کرے۔ واذا رایت ثم رایت نعیما وملکا کبیرا **مکتوب ۲**۔ اے عزیز قلب سلیم چاہئے تاکہ فاعتبروا یا اولی الابصار کی رمزوں سے مطلع ہووے اور عقل کامل چاہیے تاکہ سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم کے اسرار کی باریکیاں سمجھ میں آئیں اور سچا یقین چاہئے تاکہ معرفت کے گواہوں وان من شیئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا یفقھون تسبیحھم انہ کان حلیما غفورا کو دل کی آنکھ سے دیکھے اور وصل کی طرف بلانیوالوں واذا سالک عبادی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان کے بلاوے کو قبول کرے اور افحسبتم انما خلقناکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون کی تنبیہوں سے غفلت کی نیند ویلھیھم الامل فسوف یعلمون سے جاگے۔ اور ومالکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر کی مضبوط رسی کو پکڑے پھر ففروا الی اللہ کی کشتی پر سوار ہوکر دریا معرفت وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں مردونکی مانند غوطہ لگائے۔ اگر گوہر مقصود ہاتھ آئے ففد فاز فوزا عظیما۔ اور اگر جان جاتی رہے ففد وقع اجرہ علی اللہ **مکتوب ۳** اے عزیز جب لشکر خدمات اللہ یجتبی الیہ من یشاء کا ولایت دل پر حملہ کرتا ہے نفس امارہ کے سرکش گھوڑوں کو ریاضت کی لگام وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ سے ذلیل ومطیع کرتا ہے مفسدوں اور ظالموں کو تقویٰ کے قید خانہ میں مجاہدہ کی زنجیروں سے جکڑ دیتا ہے۔ اعبدو نکو اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے طوق گردن میں ڈالکر باہر نکالدیتا ہے۔ ارادت کے عملوں اور اختیاروں کو ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ سے ادب دیتا ہے۔ رسموں اور عادتوں اور گمراہی کے قاعدوں اور ارکانوں کو جڑسے اکھیڑ دیتا ہے۔ منادی حال زبان قال سے ندا کرتا ہے۔ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ جب دلونکی

زمین شہوتوں کی کدورت سے صاف ہو جائے اور ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ سے ہو جائے اور روحوں کے باغ الطاف کی نسیموں من یھدی اللہ فھو المھتدی سے معطر ہو جائیں۔ اسراروں کے پتے لطیفوں کے نقش و نگار اولئک کتب فی قلوبہم الایمان سے منقش و مرقوم ہو جائیں اور شہود یوم تبدل الارض غیر الارض حال کی صفت ہو جائے شوقوں کے پہاڑ جو دل کی زمین میں میخ کیطرح گڑے ہوئے تھے ہوا میں مانند ھباء منثورا کے اوڑتے پھریں پھر زبان سے یہ صدا کہے وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مر السحاب عشق کے اسرافیل صور میں پھونکدیں ونفخ فی الصور صور کی آواز سے فصعق من فی السموات ومن فی الارض کا ظہور ہو اور بشارت دینے والا لایحزنھم الفزع الاکبر۔ پہونچے اور انکو علیین میں جگہہ دے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر دعوت کرے رضوان بشراکم الیوم کی بشارت لیکر سامنے آئے جنت کے دروازے کھلجائیں اور سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین کہیں۔ یہ لوگ کہیں۔ الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوء من الجنۃ حیث نشاء فنعم اجر العاملین۔ **مکتوب**[۴] اے عزیز شہوت کی طرف بلانیوالی چیزوں سے مونہ پھیرو۔ ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ اور غفلت کی جگہوں سے باہر نکل آ۔ ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا اور فاسقوں کی صحبت سے پرہیز کر فویل للقاسیۃ قلوبہم عن ذکر اللہ اور پکارنیوالے استجیبوا لربکم من قبل ان یاتی یوم لا مرد لہ من اللہ۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ کی آواز گوش ہوش سے سن اور ساتھ ہی ایحسب الانسان ان یترک سدی کے غرور کی نیند سے ایک رات تو جاگ ولا یغرنکم باللہ الغرور۔ اور خدا کی حضور میں رہنے والے لوگوں کا جنکی شان میں رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ وارد ہے حال پوچھ۔ کعبہ مقصود کی زیارت کے واسطے سر کا پیر بنا اور میدان شوق کو قطع کر

وتبتل الیہ تبتیلا تجرید کا توشہ بنا قل اللہ ثم ذرہم ۔ اور تفویض کا راحلہ یعنے سواری بناکر
وافوض امری الی اللہ ۔ صادقوں کے ساتھ وکونوا مع الصادقین مسافر ہو۔ دنیا کے
خوبصورت مکانوں سے درگذر انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا اور ہلاکت اور فتنوں
کے راستے سے انما اموالکم واولادکم فتنۃ سلامتی کے ساتھ گذر کر ہدایت کا استمان ھذا
تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا پکڑ۔ اور عاجزی کے ساتھ زبان اضطرار سے امن
یجیب المضطر اذا دعاہ تضرع زاری کے ساتھ یہ پڑھ اھدنا الصراط المستقیم عنایت
قدیم جو بشارت دینے والی ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ساتھ
بشارت وتحیت سلام قولا من رب الرحیم کے سامنے جا اور نصر من اللہ وفتح قریب
کی سواری پر سوار ہوکر جنات خلد میں فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل جا پہونچ جہاں
ہر طرف سے نسیم وصال آتی ہے اور شراب محبت کے پیالے غیب کے ساقی ہاتھ میں
لیکر پلاتے ہیں اور کہتے ہیں ان ھذا کان لکم جزاء وکان سعیکم مشکورا پھر محبت
وانس کی کہانی کو شروع کرتے ہیں وکلم اللہ موسیٰ تکلیما اور خسارہ فلما تجلی ربہ
للجبل کو ظاہر کرکے دیکھنے والوں کی آنکھوں کو سکرات حالات سے وخر موسیٰ صعقا
خبر وانسی کی دیتا ہے اور مشاہدہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ معائنہ کرتا ہے
اور پھر عجز کے ساتھ اقرار کرکے زبان حال سے کہتا ہے لا تدرکہ الابصار وھو یدرک
الابصار۔ اب ہم مشائخین ہند کا ذکر شروع کرتے ہیں وباللہ التوفیق **طبقہ اول**

ذکر حضرت خواجہ بزرگ خواجہ خواجگان حبیب اللہ حضرت خواجہ معین الحق والملت

والدین حسن الحسینی الچشتی السنجری طاب اللہ ثراہ وجعل حظیرۃ القدس ماواہ وقدس سرہ
ونور ضریحہ سر حلقہ مشائخ کبار اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے اس ملک میں پہلے بزرگ
ہیں بیس برس حضرت خواجہ عثمان ہرونی قدس سرہ کی سفر وحضر میں خدمت کرتے رہے
اور اوسوقت نعمت خلافت سے مشرف ہوئے۔ رائے پتھورا کے زمانے میں ہندوستان

کے شہر اجمیر میں تشریف لاکر مولےٰ کی عبادت میں مشغول ہوئے۔ رائے پتھورا اوس
زمانے میں اجمیر کا راجہ تھا ایکدن پتھورا نے ایک مسلمان کو جو آپکی خدمت میں آتا جاتا تھا
ایذادی اُس نے حضرت خواجہ سے فریاد کی حضرت نے پتھورا کے پاس سفارش کیواسطے
ایک شخص کو بھیجا۔ پتھورا نے آپکے ارشاد کو قبول نہیں کیا اور کہنے لگا کہ یہ شخص جو یہاں آکر
بیٹھے رہے ہیں غیب کی باتیں بتاتے ہیں۔ یہ خبر حضرت کو بھی پہنچی آپنے فرمایا کہ پتھورا کو زندہ
گرفتار کرکے میں نے مسلمانوں کے سپرد کیا اونہی دنوں میں سلطان معزالدین سام
نے ہندوستان پر چڑھائی کی پتھورا مقابلہ پر گیا اور شکست پاکر اسیر سلطانی ہوا۔ اوس
تاریخ سے اِس ملک میں اسلام جاری ہوا کفر و فساد کی جڑ تک اوکھڑ گئی روایت ہے
کہ بعد انتقال حضرت خواجہ کی پیشانی پر یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی گئی حبیب اللہ مات فی
حب اللہ یعنے اللہ کے دوست نے اللہ کی دوستی میں انتقال کیا
نقل ہے کہ چھٹی رجب ۶۳۳ھ اور ایک روایت میں ہے کہ ذی الحج سنہ مذکور میں آپنے
انتقال فرمایا۔ اور اجمیر شریف میں مدفون ہوئے پہلے مزار حضرت خشتی تھا بعد اوسکے پتھر کا
صندوق بناکر اوسپر رکھا اور قبر شریف کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ قبر شریف اسوجہ سے بلند ہے
کہ پہلے جس شخص نے حضرت کے مقبرہ کو تعمیر کیا وہ خواجہ حسین ناگوری تھے بعد اوسکے دروازہ
خانقاہ شریف کسی بادشاہ نے بنوایا۔ بعض کلمات قدسی سمات حضرت کے جنکو حضرت
خواجہ قطب الدین بختیار اوشی نے دلیل العارفین میں جمع کیا ہے یہ ہیں۔ فرمایا عاشق کا دل
محبت کی آگ سے جلا ہوا ہے جو اوسکے اندر آتا ہے آتش محبت اُسکو جلا کر راکھ کردیتی ہے
کیونکہ کوئی آگ محبت کی آگ سے بڑھکر نہین۔ فرماتے تھے آب رواں (دریا) کی آواز سنو کہ
کیسے زور و شور سے آواز آتی ہے اور جب سمندر میں پہنچتی ہے خاموش ہوجاتی ہے۔
فرماتے تھے کہ میں نے خواجہ عثمان ہارونی رح سے سنا کہ خداتعالیٰ کے ایسے دوست ہیں
کہ اگر دنیا سے تھوڑی دیر بھی غائب ہوجائیں اس عالم کا نشان تک نہ رہے۔ فرماتے تھے

خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہونگی جان لو
کہ اوسکو خدا دوست رکھتا ہے دریا کی سی سخاوت۔ آفتاب کیسی شفقت۔ زمین کیسی تواضع
فرماتے تھے۔ نیک کام سے بہتر نیکوں کی صحبت۔ اور بُرے کام سے بدتر بدوں کی صحبت ہے
فرمایا کہ توبہ میں مُرید اُسوقت ثابت ہوتا ہے کہ بائیں طرف کا فرشتہ بیس برس تک معطل رہے
کوئی گناہ نہ لکھے کاتب سطور عرض کرتا ہے یہ قول کو حضرت کے اکابر متقدمین نے بھی
نقل کیا ہے اور حقیقت اسکی جو متاخرین سے سنی گئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ توبہ و استغفار کی حالت
میں گناہوں کا لکھا جانا نہیں ہو سکتا اسی سبب سے مشائخین نے وصیت کی ہے توبہ و استغفار کی سوتے
کیوقت تاکہ گناہوں کا لکھا جانا جو رحمت الٰہی سے ابتک موقوف تھا ظہور میں نہ آئے۔ فرمایا
کہ میں نے خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کی زبان مبارک سے سُنا کہ فقیری کا مستحق آدمی
اُسوقت ہوتا ہے کہ عالم فانی میں اوس کے کچھ باقی نہ رہے۔ فرمایا محبت کی نشانی یہ ہے کہ
فرمان بردار رہو اور ڈرتا رہے کہ کہیں دوست نکال نہ دے۔ فرمایا عارفوں کا ایک مرتبہ
ہے جب اوسمیں پہنچتے ہیں تمام عالم اور جو کچھ عالم میں ہے اپنی دونوں انگلیوں میں دیکھتے ہیں۔
فرمایا عارف وہ ہے جو چاہے اوسکے سامنے آجائے اور جو کچھ کہے اوسکا جواب سُنے۔ فرمایا
محبت میں ادنی درجہ عارف کا یہ ہے کہ صفات حق تعالیٰ اوسمیں جلوہ گر ہوں اور کمال درجہ
عارف کا یہ ہے کہ اگر کوئی اوسپر دعویٰ کرے اُلٹا اوسکو مجرم بنا دے۔ فرمایا کہ برسوں ہم کام
میں مجاور رہا آخر سوائے ہیبت کے مجھکو کچھ نصیب نہوا۔ فرمایا کہ ہمکو گناہوں سے اتنا ضرر
نہیں پہنچتا جتنا کہ مسلمان کی بیحرمتی سے پہنچتا ہے۔ فرمایا اہل معرفت کی عبادت پاس
انفاس ہے۔ فرمایا خدا تعالیٰ کے پہچاننے کی علامت خلقت سے بھاگنا اور خاموش رہنا ہے
فرمایا عارف معرفت میں نہیں پہونچتا۔ جبتک کہ معارف سے یاد نہ لائے۔ عارف وہ
شخص ہے جو اوسکی سوا سبکو دل سے نکال دے تاکہ یگانہ ہو جائے جیسے کہ دوست یگانہ ہے
فرمایا شقاوت کی علامت یہ ہے کہ گناہ کرے اور امید مقبول ہونیکی رکھے۔ فرمایا عارف کی علامت

یہ کہ خاموش اور غمگین رہے۔ فرمایا جسنے نعمت پائی سخاوت سے پائی۔ فرمایا درویش وہ شخص ہے جو کوئی
اوسکے پاس کسی حاجت کیواسطے آئے محروم نجائے۔ فرمایا عارف محبت کے رستہ میں وہ شخص ہے
جو دونوں جہان سے دل قطع کرلے۔ فرمایا جہان کی کل چیزوں سے بہتر یہ چیز ہے کہ درویشوں
کے ساتھ درویش بیٹھیں اور سب سے بُری یہ ہے کہ درویش درویشوں سے جدا ہوں پس بات علت سے
خالی نہوگی۔ فرمایا حقیقت میں متوکل وہ شخص ہے کہ رنج و محنت خلقت سے اوٹھاوے اور اُسکی کسی سے
شکایت کرے اور نہ حکایت۔ فرمایا خلقت سے میں خدا کو زیادہ پہچاننے والا وہ شخص ہے جو بہت
متحیر ہو۔ فرمایا عارف کی علامت موت کو دوست رکھنا راحت کو چھوڑنا اور مولی کے
ذکر سے اُنس پکڑنا۔ فرمایا کہ جب خدا تعالی دوستوں کو اپنے انوار سے زندہ کرتا ہے اوسکو روح
کہتے ہیں۔ فرمایا محبت کے وہ لوگ ہیں کہ وہ لوگ ہیں کہ بیواسطہ استاد کے دوست کی باتیں سُنتے ہیں
فرمایا عارف وہ شخص ہے کہ جب صبح کو اوٹھے رات کی بات یاد نہو۔ فرمایا سب وقتوں میں عمدہ وقت
وہ ہے جو وسوسوں اور خطرات سے پاک ہو۔ فرمایا علم دریا محیط ہے اور معرفت دریا کی
ایک نہر پھر خدا کہاں اور بندہ کہاں کیونکہ علم خدا کو ہے اور معرفت بندہ کو۔ فرمایا عارفین
آفتاب ہیں کہ تمام عالم پر چمکتے ہیں اور اونکے نور سے تمام جہان روشن ہے۔ فرمایا کہ منزل
قرب میں نزدیک نہیں ہوتے ہیں مگر نماز کے ساتھ کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔ کہتے ہیں
کہ اجمیر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اَجا ہندوستان کے راجاؤں میں سے ایک راجہ کا جسکی عملداری
غزنیں تک تھی۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ ہندی زبان میں اُجا آفتاب کو کہتے ہیں اور میر پہاڑ کو
کہتے ہیں کہ ہندوں کی تاریخ میں لکھا ہے کہ اول قلعہ پہاڑ پر جو ہندوستان میں بنا یہی قلعہ
اجمیر ہے اور اول تالاب جو ہندوستان میں کھودا گیا پشکر ہے اجمیر سے تین کوس ہے
اور ہندو اسکی پرستش کرتے ہیں ہر سال چھ روز تحویل عقرب کے وقت وہاں جمع ہوکر غسل کرتے
اور اپنی عمر و اولاد کو ضائع کرتے ہیں۔ اور جو لوگ انمیں قیامت کے قائل ہیں اونکا عقیدہ
ہے کہ قیامت اسی تالاب سے قایم ہوگی۔ اَجا راجہ ان سب راجاؤں سے پہلے ہوا ہے اور آخری

راجہ پتہورا تھا جبسے مسلمانوں نے اس ملک کو لیا شہر ناگو ر پتہورا ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ پتہورا
نے امیر آخور سے کہا کہ گھوڑوں کے طویلے کیواسطے کوئی لائق جگہ دیکھکر اطلاع دو کہ میں وہاں
شہر آباد کروں امیر آخور بہت پھرا جب اسجگہ پہنچا جہاں ناگور ہے ایک بکری کو دیکھا جسکو اسیوقت
بچا ہوا تھا اور ایک بھیڑیا چاہتا تھا کہ بکری اور بچے کو کھا جاوے۔ بکری اپنے بچے کی حفاظت کے
کیواسطے بھیڑیے پر حملہ کر رہی تھی امیر آخور سمجھا اسجگہ کی آب و ہوا بہت اچھی ہے وہاں ایک شہر آباد
کیا اوسکا نام توانگر رکھا۔ جب سلطان معزالدین سام کا لشکر پہونچا اور پتہورا کو قتل کیا
اوسوقت ترکوں نے اسکا نام ناگور بدلدیا۔

ذکر حضرت شہید المحبت قطب الاقطاب خواجہ قطب الملتہ والشرع والدین بختیار کاکی اوشی

قدس سرہ خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اکابر اولیا اجلہ اصفیا سے ہیں قبول عظیم
رکھتے تھے اور انتہا درجہ کے فقر و فاقہ و تجرید سے موصوف۔ خدا کی یاد میں ہروقت مستغرق
رہتے تھے۔ جو کوئی زیارت کو جاتا اول تھوڑی دیر کھڑا رہتا جب حضرت اپنے حال میں آتے
اوسکی طرف متوجہ ہوتے چند کلام کے بعد فرماتے کہ مجکو معذور رکھو اسی وقت بارہ گر پھر مشغول
ہوجاتے اسقدر جیاد حق میں مستغرق تھے۔ کہ دُنیا و مافیہا سے خبر نہ رکھتے تھے **نقل ہے** حضرت
کے پڑوس میں ایک بقال رہتا تھا آپکی اُس سے آجایت تھی اور یہ کہہ رکھا تھا کہ تین سو روپیہ
بابت قرض دینا اس سے زیادہ نہ دینا جب اللہ فتوح بھیجیگا ادا کرونگا ایک عرصہ کے بعد اپنے عہد کیا
کہ اب قرض نہ لونگا خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ایک روٹی حضرت کے مصلے کے نیچے پیدا
کردیتا جو تمام گھر کو کافی ہوتی تھی بقال سمجھا شاید حضرت مجھسے ناخوش ہیں کہ قرض نہیں لیتے
اِس حال کے دریافت کرنے کو حضرت کی بی بی کے پاس کسیکو بھیجا اونہوں نے ماجرا بیان
فرمایا اوس دن سے مصلے کے نیچے سے روٹی کا ملنا بند ہوگیا۔ **نقل ہے** حضرت شیخ نظام الدین
اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ نے
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کو پانسو درم تک قرض لینے کی اجازت دی تھی

جب کمال کو پہنچے اوسکو بھی ترک کیا نقل ہے کہ حضرت ابتدائی زمانہ میں نیند کے غلبہ
کے سبب تھوڑی دیر سو رہتے تھے آخر عمر میں وہ سونا بھی جاگنے سے بدل گیا تھا شیخ محمد نور بخش
نے سلسلۃ الذہب میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ بختیار اوشی اولیا سالکین مرتاضین مجاہدین سے ہے
خلوت و عزلت میں اور قلت کلام اور قلت منام اور قلت طعام اور ذکر بالدوام کے ساتھ
موصوف تھے اربعینات اور باطنی حالات میں انکی بڑی اہل مکاشفہ کے نزدیک اسلئے
شان ہے نقل ہے کہ حضرت ہر شب تین ہزار بار درود شریف پڑھکر سویا کرتے تھے اونہی
دنوں میں آپنے ایک عورت سے نکاح کیا تھا تین شب یہ وظیفہ حضرت سے فوت ہوا ایک شخص نے
جسکا نام رئیس تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں بختیار کاکی کو ہمارا
سلام پہنچاؤ اور یہہ کہنا کہ ہر شب جو تحفہ ہمکو بھیجتے تھے آج تین شب سے نہیں پہونچا نقل ہے
کہ شیخ علی سنجری کے گھر میں سماع ہو رہا تھا خواجہ بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ اوس محفل میں
قوال نے حضرت احمد جام کا شعر گانا شروع کیا۔ کشتگان خنجر تسلیم را + ہر زمان از غیب جان
دیگر ست + حضرت خواجہ کو اس بیت پر کمال رقت ہوئی چار روز اور چار رات عالم ذوق و
شوق و تحیر میں رہے پانچویں روز رحلت کی۔ میر حسن دہلوی نے اس واقعہ کو اپنی غزل میں
خوب ادا کیا ہے کہ ؎ جان بریں یک بیت داد آن بزرگ + آرے ایں گوہر ز کان
دیگر ست + کشتگان خنجر تسلیم را + ہر زمان از غیب جان دیگر ست + یہ واقعہ شب چہاردہم ربیع الاول
۶۳۳ھ چھ سو تینتیس میں ہوا اسی سال میں سلطان شمس الدین التمش نے وفات پائی آپ
دلیل العارفین میں لکھتے ہیں کہ جمعرات کے دن جامع مسجد اجمیر میں دولت پائے بوس خواجہ
بزرگ حاصل ہوئی درویش اور عزیزان اہل صفہ جو موجود تھے خدمت میں حاضر ہوئے اوسوقت
ملک الموت کا ذکر ہو رہا تھا فرمایا دنیا بے موت لائق رہائش نہیں لوگوں نے دریافت کیا
اسکا سبب حضرت نے فرمایا اس سبب سے کہ موت پل ہے اس رستے سے دوست دوست
کی طرف پہنچتا ہے۔ فرمایا دوستی یہ ہے کہ دل سے ہو نہ زبان کے ساتھ فرمایا عارف مشتاق آفتاب

ہیں کہ تمام عالم پر چمک رہے ہیں اور اونکے نور سے تمام عالم روشن ہے۔ اسکے بعد فرمایا اے
درویش مجھکو اسجگہ اسواسطے لائے ہیں کہ میرا مدفن یہاں ہوگا اور میں تھوڑے دنوں میں
سفر کرنیوالا ہوں۔ بعد اوسکے شیخ علی سنجری کو فرمایا کہ خلافت نامہ لکھو کہ قطب الدین
دلی میں جائیں ہندوستانکی خلافت میں نے قطب الدین کو دی اور دہلی اونکا مقام
جب خلافت نامہ تیار ہوگیا دعاگو کے ہاتھ میں دیا میں نے شکریہ ادا کیا فرمایا قریب آ
میں قریب گیا دستار و کلاہ فقیر کے سر پر رکھی اور عصا حضرت خواجہ عثمان ہارونی اور خرقہ
مقدسہ دعاگو کو پہنایا اور مصحف و مصلا و نعلین مرحمت فرمائیں اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی امانت ہے جو ہمارے خواجگان کو پہنچی تھی میں نے تمہارے سپرد کی ہیں تم
ان کو ایسے شخص کو پہونچانا کہ مجھکو قیامت کے دن اپنے سلف صالحین کے سامنے شرمندہ
نہونا پڑے اس درویش نے دوبارہ قدمبوسی کی خواجہ نے ہاتھ دعاگو کا پکڑ کے آسمان کیطرف
متوجہ کر کے کہا کہ جاؤ خدا کے سپرد کیا اور منزل پر پہنچا دیا پھر فرمایا چار چیزیں گوہر نفس میں اول
درویش جو تونگر دکھائی دے دوسرے بھوکا جو سیر (ریشکم) معلوم ہو۔ تیسرے غمگین جو خوش
معلوم ہو۔ چوتھے دشمنی کسی کے ساتھ جو دوستی معلوم ہو پھر فرمایا کہ جہاں کہیں جاؤ مرد ہی
رہو۔ پس دلی آکر میں نے سکونت اختیار کی۔ تمام عالم ہمبر وزیر سب دعاگو کیطرف رجوع
لائے بعد چالیس روز کے کسی آنے والے نے خبر دی کہ تمہارے روانہ ہونے کے بیس روز
بعد خواجہ رحمت الہی سے ملے ذکر شیخ الاسلام بہاؤ الدین ابو محمد ذکریا الملتانی القرشی
الاسدی رحمت اللہ علیہ خلیفہ ہیں حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدینؒ سہروردی آپ کابر
اولیا ہند سے ہیں کرامتیں ظاہر اور مقامات روشن اور برکتیں شامل حال رکھتے تھے۔ میر حسینی
صاحب تربتہ الارواح اور شیخ فخر الدین عراقی صاحب لمعات آپکے خلفاء میں مشہور عالم ہوگئے
نقل ہے کہ جب حضرت بغداد سے ملتان میں تشریف لائے ملتان کے اکابرین کو حسد
پیدا ہوا اونہوں نے ایک پیالہ میں دودھ بھر کے حضرت کیخدمت میں بھجا مراد یہ تھی کہ

اس شہر میں آپ کی گنجایش نہیں ہے جسطرح اس لبریز پیالے میں کوئی اور شے نہیں سما
سکتی جب وہ پیالہ حضرت کیخدمت میں پہنچا آپ اس راز کو سمجھ گئے آپنے اوسپر ایک گلاب
کا پھول رکھکر واپس کر دیا حضرت کی اس لطافت طبع کو دیکھکر وہ لوگ بہت حیران ہوئے
ملازم خدمت ہوئے آپ بہت بڑے مالدار تھے اور یہ کلام اللہ تم کا جو حضرت خلیل اللہ کی
شان میں ہے آپکی ذات پر صادق تھا واتیناہ فی الدنیا حسنۃ وانہ فی الاخرۃ لمن
الصالحین بعضے مشائخ وقت نے آپکے ساتھ فقر وغنا کے معاملہ میں گفتگو کی ہے
فرمایا کہ قرآن شریف میں وارد ہے قل متاع الدنیا قلیل اور یہ بھی معلوم ہے کہ اوسمیں سے
کسقدر میرے پاس ہے۔ فرمایا سانپ کی صحبت اوسکو ضرر کرتی ہے جو اسکا منتر نہیں
جانتا۔ نقل ہے کہ شیخ بہاؤالدین زکریا کو حضرت شیخ فریدالدین مسعود قدس سرہما
سے بہت محبت تھی وجہ یہ کہ برسوں ساتھ رہے تھے بعض مورخ کہتے ہیں کہ خالہ زادے بھائی
تھے کسینے حضرت شیخ فریدالدین کیخدمت میں آپکی جانب سے ایسی روایت بیان کی جو
جو اونکے لائق نہ تھی اسکی معذرت میں شیخ بہاؤالدین نے حضرت شیخ فریدالدین مسعود رح
کیخدمت میں رقعہ لکھا اوسمیں ایک یہ بات بھی لکھی کہ میرے اور تمہارے درمیان عشقبازی
ہے حضرت نے جواب میں لکھا کہ میرے اور آپکے درمیان عشق ہے بازی نہیں ہے
نقل ہے حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین قدس سرہ سے
فرمایا کہ حضرت شیخ فریدالدین افطار کم کرتے تھے یعنے روزے بہت رکھتے تھے اور حضرت
شیخ بہاؤالدین زکریا افطار بہت کرتے اور روزہ کم رکھتے تھے مگر عبادات دیکھو کثرت
سے فرماتے تھے اور یہ آیت اکثر پڑھا کرتے تھے کہ یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات
واعملوا صالحا حضرت نے فرمایا وہ اسی لائق تھے اون کے حق میں یہ آیت درست
تھی۔ شیخ محمد نوربخش نے سلسلۃ الذہب میں لکھا ہے شیخ بہاؤالدین ذکریا رح ملتانی
تھے ہندوستان میں ظاہر کے کل علوم کے عالم صاحب حال و مقام اور اہل کشف و مشاہدہ

اونکے سلسلے میں بہت اولیا ہوئے ہیں اونہوں نے بہت سے کافروں کو ایمان
کی طرف اور بہت سے گنہگاروں کی طاعت کیطرف ہدایت کی اور نفسانیت سے روحانیت
کی طرف پہنچایا۔ مجمع الاخبار میں حضرت کی وصیتیں لکھی ہیں فرمایا بندہ پر واجب ہے
کہ اللہ کی عبادت صدق و خلوص کے ساتھ کرے اور یہ اسطرح سے ہو کہ غیر کے خیال کو دل سے
ہٹائے اور ذکر و عبادت کو ما سوا اللہ کے تصور سے پاک کرے اور یہ حالت اوسوقت درست
ہوگی جب اپنے افعال کو درست کرے نفس سے محاسبہ لے قول فعل اور کوئی کام
نکرے مگر ضرورت کے وقت اور ہر کام کے پہلے اللہ کی حضور میں التجا کرے اوس ہی
اوس سے مدد مانگے تاکہ وہ کام خیریت سے پورا ہو۔ بعض وصایا میں جو حضرت نے
اپنے مریدوں کو فرمائی ہیں مرقوم ہیں۔ تم کو لازم ہے کہ ہمیشہ ذکر کیا کرو کیونکہ ذکر ہی
سے طالب ہونے کو محبۃ الٰہی کیطرف حاصل ہوتی ہے محبۃ ایسی آگ ہے جو ہر خس و
خاشاک کو جلا دیتی ہے جب محبت متحقق ہوگئی اوسوقت ذکر مشاہدہ کے ساتھ ہوگا
اور فلاحیۃ ذکر کثیر پر منحصر ہے قولہ والذکرو اللہ کثیرا لعلکم تفلحون حضرت نے اپنے
بعض رسائل میں لکھا ہے کہ اس ضعیف نے ایسا سنا ہے کہ شیخ شہاب الدین
ابو عبداللہ عمر بن محمد السہروردی اپنے پیر ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر رضی اللہ
عنہما کے ساتھ حرم کعبہ میں تھے شیخ ابو النجیب اوسوقت حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول
تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام آئے شیخ نے اون سے کچھ التفات نہ کیا وہ تھوڑی دیر
ٹھیر کر واپس چلے گئے جب حالت صحو میں آئے شیخ شہاب الدین نے جو اپنے پیر
کے ہمراہ اس بہی تھے عرض کیا کہ منجملہ انبیاء علیہم السلام کے ایک نبی آپکی زیارت
کو تشریف لائے اپنے اونکی جانب مطلق التفات نہ کیا شیخ نے فرمایا وہ سمجھ
تو کیا جانے حضر اگر چلے گئے پھر آ جائیں گے میرا وقت خدائے تعالیٰ کے ساتھ خاص
تھا اگر ضائع ہو جاتا مجھکو قیامت تک اوسکا افسوس رہتا اتنے میں خضر علیہ السلام

دو بارہ تشریف لائے شیخ انکا استقبال کیا بہت تواضع سے پیش آئے مُرید کو چاہیے
کہ اپنے انفاس کا نگہبان ہو ماسوائے اللہ ہر شے کو دل سے دور اور خلق کی صحبت کو اپنے پر
حرام کرے خدا کے ذکر سے مانوس ہو جسکو خدا کے ذکر سے اُنس نہیں اوسکو محبت کی بو
بھی نہیں پہونچی بعض مریدوں کو حضرت نے کہا تھا جسم کی سلامتی کم کھانے میں ۔ روح
کی سلامتی ترک دنیا میں اور دین کی سلامتی حضرت رسول خدا پر درود بھیجنے میں ہے
آپ کی وفات ۷۔ صفر ۶۶۱ھ کو ہوئی۔

سید نورالدین مبارک غزنوی رحمۃ اللہ

آپ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ ہیں مقتدائے وقت دہلی کے
شیخ الاسلام تھے سلطان شمس الدین کے زمانے میں خلقت اونکو امیر دہلی کہتی تھی۔
فوائدالفوائد میں لکھا ہے آپ فرماتے تھے ایک مرتبہ شیخ نظام الدین ابوالمؤید کے
زمانہ میں بارش نہوئی خلق اللہ نے انکو گھیر لیا کہ آپ بارش کے لئے دعا فرمائیں وہ
منبر پر گئے اور دعا کی کہ الٰہی تو نے بارش نازل نہ فرمائی پھر میں کبھی آبادی میں نہیں
رہنے کا اوسیوقت خداوند تعالیٰ نے باران رحمت سے خلقت کو سیراب کیا بعد اسکے سید قطب الدین
نے اونسے ملاقات کی اور کہا کہ مجھکو تم سے اعتقاد راسخ ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم کو خداوند
تعالیٰ سے نیاز حاصل ہے مگر تم نے یہ کیا دعا کی کہ اگر مینہ نہ برسائیگا تو میں آبادانی میں نہ رہونگا
آپ نے جواب دیا کہ میں جانتا تھا کہ مینہ برسیگا سید قطب الدین نے پوچھا آپ نے کیونکر
معلوم کیا اونہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ سلطان شمس الدین کے سامنے بالا دست نشینی
پر میرا اور سید نورالدین مبارک غزنوی کا جھگڑا ہوا مجھ سے ایک ایسا کلام صادر ہوا
جس سے وہ رنجیدہ ہوئے اسوقت جو لوگوں نے دعا کیواسطے کہا میں نے اونکی قبر پیجا
جا عرض کیا کہ اگر تم مجھ سے صلح کرلو تو میں دعا کروں اونکی قبر سے آواز آئی کہ میں نے
صلح کی تم جاؤ اور دعا کرو مینہ برسیگا نقل ہے حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی

سے کہ فرماتے تھے کہ ایک بزرگ تھے انکا سید اجل شیرازی نام تھا سید نورالدین مبارک
غزنوی کو کل نعمتیں اون سے حاصل ہوئیں تھیں اسکے بعد فرمایا کہ اوس زمانے میں ایک
سوداگر حضرت کا مرید تھا اُسنے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے گھر لڑکا پیدا
ہوا ہے وہ آپکا بندہ زادہ ہے کچھ نعمت اسکے واسطے عنایت فرمائے شیخ نے فرمایا
بہتر ہے کل بعد از فراغت نماز صبح مولود کو میرے پاس داہنے طرف سے لاکر پیش کرنا
اتفاق سے اوسیدن سید مبارک غزنوی پیدا ہوئے اور انکے والد بھی وہاں موجود تھے
اونہوں نے بھی یہ ارشاد سُنا اپنے دلمیں کہا کہ میرے ہاں بھی لڑکا آج ہی پیدا ہوا ہے
میں بھی صبح کو لاکر نظر اقدس حضرت قطب عالمؒ میں پیش کروں القصہ جب دوسرا روز ہوا
اور صبح کی نماز کا وقت آیا سوداگر کو کسی وجہ سے دیر ہوئی سید مبارک کے والد نہ دیر کی
سے اوٹھے اور منتظر تھے کہ مؤذن نے تکبیر کہی شیخ نے نماز پڑھی سید مبارک کے والد
داہنی جانب سے آئے اور سید مبارک کو شیخ کی نظر میں گذرانا یہ سب نعمتیں اُسی ایک نظر
کی سبب سے حاصل ہوئیں۔ پھر وہ سوداگر آیا شیخ نے فرمایا نعمت سیدزادہ کے نصیب میں
تھی اُسکو حاصل ہوئی۔ فرمایا کہ ایک وقت غزنی میں مینہ کی ضرورت ہوئی خلقت شیخ
محمد اجل شیرازیؒ کے پاس آئی اور کہا کہ دعا کیجیے گا کہ مینہ برسے شیخ نبات شکر گھر سے
باہر نکلے خلقت آپ کے عقب میں رواں ہوئی کہ شیخ کا گذر ایک باغ میں ہوا آپ
باغ میں تشریف لیگئے باغبان درخت کے نیچے سو رہا تھا آپنے اُسکو جگایا اور کہا
درخت سوکھے جاتے ہیں انہیں پانی کیوں نہیں دیتا باغبان نے کہا باغ میرا درخت میرے
جب مجھکو ضرورت ہوگی پانی دونگا شیخ نے فرمایا کہ اُن لوگوں کو منع نہیں کرتا
میرے پیچھے پڑے ہیں ہم بندے ہیں زمین خدا کی ہے جب وہ چاہے گا مینہ برسائے گا
آپ یہ کہکر اوٹھے پھر آئے حضرت کا واپس ہونا تھا کہ مینہ برسنا شروع ہوا مقبرہ
سید مبارک کا حوض شمسی سے جانب مشرق ہے۔

شیخ حمید الدین الصوفی السعیدی الناگوری السوالی آپکا لقب سلطان
التارکین اور کنیت ابو محمد ہے حضرت خواجہ بزرگ معین الحق و الدین کے منجملہ خلفاء اعظم
ہیں تجرید و تفرید میں آپکا قدم راسخ تھا۔ مقبول بارگاہ خداوندی تھے آپ ہمت بہت
عالی تھی نظر التفات اونکے سوائے نخوص ثلثہ کے جو تھے بڑی تھی تصوف میں اونکی
شان بہت بڑی اور بیان قواعد طریقت میں مکان اونکا بلند تھا سلسلہ نسب آپکا
حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے آپ قدمائے مشائخ ہند سے ہیں۔ عمر آپکی دراز
ہوئی۔ فرماتے تھے کہ بعد فتح دہلی کے پہلا لڑکا جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا وہ میں
ہوں حضرت خواجہ معین الدین کے زمانہ سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے زمانہ تک زندہ
رہے احتمال ہے کہ شاید ملاقات ہوئی ہو واللہ اعلم حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے اون کے
کلمات کو انکی تصنیفات سے انتخاب کر کے خود لکھا تھا صاحب سیر الاولیا نے نقل کیا ہے۔
نقل ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جسکو جو مانگنا ہو طلب
کرے وقت قبولیت کا ہے ایک شخص نے دنیا مانگی دوسرے نے عقبیٰ طلب کی خواجہ نے
شیخ حمید الدین سے ارشاد فرمایا کہ تم بھی کچھ مانگو اونہوں نے کہا کہ مجھکو کچھ درکار نہیں میں
طالب مولیٰ ہوں پھر خواجہ قطب الدین سے وہی کلمہ ارشاد فرمایا آپنے عرض کیا بندیکو کچھہ
اختیار نہیں آپ کو اختیار ہے اسکے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا۔ دُنیا کو چھوڑنے والے
عقبیٰ سے بے پروا سلطان التارکین حمید الدین صوفی ہیں اُسیوقت سے آپکا لقب
سلطان التارکین ہوا۔ نقل ہے کہ سوال میں جو ایک گاؤں ناگور کے قریب ہے آپکی
زمین اسقدر محدود تھی کہ اسمیں خیمہ کہڑا ہو جائے آپ اُسکو خود کاشت فرماتے تھے اور
پیداوار سے خود اپنا اور متعلقین کا کفاف حاصل فرماتے تھے وفات آپکی نویں ربیع الاول
۶۷۳ھ میں ہوئی مزار پاک ناگور میں ہے، آپکی حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا سے فقر و غنا
کی بابت بہت خط و کتابت ہوئی تھی اُس میں سے ایک خط کا مضمون یہ ہے۔ تمام طبقات

مشائخ کے نزدیک اور کل نصوص احادیث سے ثابت ہے کہ دنیا اور اسباب دُنیا
مانع وصال خداوند تعالیٰ ہیں اور جب سُنا جاتا ہے کہ اس زمانہ کے بعض مشائخ دنیا سے
بہرہ کافی رکھتے ہیں اور باوجود حصول دُنیا اِن سے خوارق عادات و کرامات بھی ظاہر ہوتے
ہیں مجکو اس سے بہت حیرت ہے عنایت فرما کر اس عقدہ کو کھولدیجیے۔ دوسرے مکتوب کا
مضمون یہ ہے اس احقر نے ایک مکتوب شیخ بہاؤالدین زکریا کی خدمت میں روانہ کیا
تھا اور جواب چاہا تھا اونہوں نے کسی وجہ سے اوسکا جواب تحریر نہ فرمایا اور جواب
آمدہ شافی نہ تھا میں نے درگاہ مجیب الدعوات میں دعا مانگی کہ وہ اپنے فضل سے
یہ راز مجھپر کشادہ فرمائے میری دعا قبول ہوئی جسطرح اہل شریعت طالب ثواب آخرت
ثواب حاصل کرنے کے واسطے خیرات وغیرہ کرتے ہیں مگر حقائق تقویٰ اور دقائق نفس
وہواسے جنکو ارباب طریقت جانتے ہیں محروم ہیں ایسے ہی ارباب طریقت اسرار
قرب و انوار تجلی ذاتی سے کہ مخصوص برائے طالبان مولیٰ ہے محجوب ہیں طالبان مولےٰ
کے نزدیک کشف و مشاہدہ بھی حجاب ہے پس جو کچھ ماسوائے حق ہے حقیقت میں محجوب
ہے اگرچہ وہ اُسکو محجوب نجانے۔ دوسرا مکتوب حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج کی
خدمت میں بھیجا اوسمیں لکھا ہے کہ اگر مشغول ہونیوالے جانتے میرے ذکر کو تو
نہ فوت ہوتا اون سے قرب میرا لیضحکو قلیلا ولیبکوا کثیرا اور اگر میرے قرب میں
مشغول ہونیوالے جانتے تو نہ فوت ہوتا کچھ اور بہاتے آنکھوں سے خون۔ اور
اگر جانتے میرے اُنس میں مشغول ہونیوالے نہ فوت ہوتا اون سے مجھسے البتہ کاٹ
ڈالتا میں اونکی پسلیاں آپکی تصانیف اور مکتوبات اور اشعار بھی بہت ہیں
آپکی تصانیف میں مشہور کتاب اصول الطریقہ ہے اوسمیں تحریر فرمایا ہے جو لوگ
خدا کی راہ کے چلنے والے ہیں وہ یہ تین گروہ ہیں چنانچہ قرآن شریف میں آیا
ہے الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق

بالخیرات یعنے معذور مشکور اور فانی ہیں۔ معذور وہ ہیں جو اللہ پر ایمان لانے اور
توحید پر اقرار کرنے کے بعد حضور میں حاضر نہیں ہوتے اور اگر ہوتے ہیں تو دیر میں آہستہ
جلد ہی نہیں ہوتے سادھوا سے غافل ہیں۔ مشکور وہ ہیں جو ایمان اور اقرار کے ساتھ
ہمرکاب رہتے ہیں۔ فانی وہ ہیں جنکو خطاب الست بربکم یاد ہے اور قالوا بلی کے
جواب کو نہیں بھولے اور اس جہان میں دعوت سے پہلے ہی خطاب ازلی اور جواب لم یزلی
کے حکم کو قبول کیا ہے شروع اسلام میں ان اسرار کے انتہا کو پہونچانے کے واسطے
بہت لوگ ہوئے ہیں اور ایسے پوشیدہ سفر آخرت کر گئے ہیں کہ اونکا نشان تک نہیں
بعض کو بسبب تعریف آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جانا ہے ورنہ نام و نشان اونکا کوئی
جانتا نہ تھا منجملہ اُنکے حضرت ابوبکر صدیق ہیں کہ دعوت سے پہلے رسول ص کی طلب میں
باہر نکلے اور اپنے درد کی دوا ڈھونڈی دوسرے حضرت علی مرتضیٰ ہیں کہ بالغ ہونے سے
پہلے ہی قبول دعوت کیا اور منجملہ اُنکے اویس قرنی ہیں کہ اگر رسول اللہ اونکا نام نہ لیتے
اُنکا حال و نشان معلوم نہ ہوتا دُنیا اور اموال دُنیا سے مطلق حصہ نہ لیا۔ راضی برضا تھے۔
اور منجملہ اُنکے سلمان فارسی ہیں کہ دعوت سے پہلے ہدایت کو ڈھونڈنے نکلے اور فانی
وہ ہیں جنکو معلوم ہوا کہ خداوند نعم موجود ہے اُسکو فنا نہیں سمجھکر وہ بھی طالب فنا ہوئی
اور عدم کے رستہ میں قدم رکھا اور سبق نا اُمیدی ہر چند پڑھنے کی چیز نہ تھی مگر اُسکو
سبقاً پڑھا۔ اور فنا کے راستہ میں وحید و فرید مثل الف کے ہوئے نہ روئے وجود اُنکا
رہا اور نہ رائے فنا اور عین فنا میں باقی ہوئے۔ اور جو شخص فنا میں باقی ہوا اوسکو
بقائے ابدی کہتے ہیں۔ اسی سبب سے درویش کہتے ہیں کہ ہمارے ملک کو زوال نہیں یعنے
ہمارا ملک درویشی ہے اور درویشی امر سلبی ہے نہ ایجابی اور سلب ایجاب کو ہوتا ہے یعنے
درویش خود فنا ہو گیا ہے اوسکو فنا کیا ہوگی فنا اوسکو ہوتی ہے جو باقی ہو۔ یہ رمز بہت
غامض ہے عقل میں مشکل سے آتا ہے تو اپنے اعتقاد کو نگاہ رکھ کہ صدور الاحرار

قبورالاسرار جو خزانہ معمور تھا مخزن اوسکا پوشیدہ رہتا ہے۔ اور جو خزانہ کہ خراب تھا
مخزن اوسکا خراب پر ہوتا ہے۔ فرماتے تھے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے وہ کئی حال
سے خالی نہیں یا وہ سقط یعنے کچا ہوتا ہے اگر کچا ہوا تو وہ ملک میں موقوف رہتا ہے
اور اگر پورا پیدا ہوا زندہ ہوگا یا مردہ اگر مردہ ہوا اوسکی مثال ایسی ہے جیسے مرگ طبعی سے
مرا اور مرگ طبعی سے مرنا یا تو کامل ہوگا یا ناقص۔ اگر ناقص ہے تو مرجع اوسکا دوزخ
ہے بقدر اوسکے نقصان کے اور اگر کامل مرا ہے یا تو رگ اوسکی اجتہاد باطن سے ہوگی
یا اجتہاد ظاہر سے۔ اگر اجتہاد ظاہر سے مرا ہے مرجع اوسکا اعلی مقامات ہیں اور جو
اجتہاد باطن سے مرا ہے مرجع اوسکا وہی جگہ ہے جہاں سے اسکا مبدا ہے وہیں روح
پہنچتی ہے بیچ میں کہیں نہیں ٹھہرتی۔ فرماتے تھے بعضے ارباب تحقیق کہتے ہیں کہ
خدا رنعم کو طلب کرنا چاہئے اور بعضے کہتے ہیں کہ طلب کرنا نچاہئے یہ دونوں اقوال صحیح
ہیں باطل نہیں کیونکہ باطل دو قول ہوتے ہیں جو ایک جہت سے ہوں جو لوگ کہتے
ہیں کہ طلب کرنا چاہئے اونکا مطلب یہ ہے کہ اگر طلب نہ کریگا تو یہ تعطیل ہوگی اور جو لوگ
کہتے ہیں کہ طلب کرنا چاہئے اونکا یہ مقصد ہے کہ طلب کرنے سے تشبیہ ہوتی ہے
چنانچہ دونوں باتیں درست نہیں پھر کیا کرنا چاہئے۔ تشبیہہ دینے والوں کی سی
طلب کرنی چاہئے اور معطلونکی سی ترک طلب نکرنی چاہئے نہ طلب کو چھوڑے
نہ طلب کو پکڑے۔ خدائے تعالیٰ کسی جہت میں نہیں جہاں جاکر اوسکو ڈھونڈیں کسی
مکان میں نہیں تاکہ اوس مکان کو دیکھیں۔ آینوالا نہیں کہ دعا وزاری اوسکو پکاریں۔
دور نہیں ہے کہ اوسکے نزدیک ہوں۔ گم نہیں ہے کہ اُسکو ڈھونڈتے پھریں وقت
پر موقوف نہیں ہے کہ اوس وقت کا انتظار کریں۔ جگہ پر موقوف نہیں کہ اوس جگہ کو
تلاش کریں یہ کل چیزیں نفی طلب کی ہیں اور سب حق ہیں اب اثبات کو دیکھنا چاہئے
اثبات یہ ہے کہ اپنی اصلی صفات کی نفی کرے یہانتک کہ کل صفات بشریت سے

علیحدہ ہو جائے یعنی صفات ملکیت سے کنارہ کش اور کل اشیاء سے مجرد و منفرد ہو۔ جسطرح خداوند تعالیٰ لیس کمثلہ شیٔ ہے ایسی ہی تیری طلب بھی لیس کمثلہ شیٔ ہو تبھی اثبات طلب ہے۔ جو شخص چاہے کہ عکس درست ہو اوسکو لازم ہے کہ آئینہ صاف کرے جبتک آئینہ صاف نہوگا عکس درست نہ آئے گا جو شخص حق کو طلب کرنا چاہے اوسکو لازم ہے کہ اول دلکے آئینہ کو اوصاف بشریت سے صاف کرے۔ اور وصال کا رستہ ڈھونڈنے والا لوح سینہ کو نقوش باطلہ سے پاک کرے طلب یہ نہیں ہے کہ اوسکا اثبات کرلے طلب یہ ہے کہ اپنے تئیں محو کرے۔ طلب یہ نہیں ہے کہ اوسکو ڈھونڈھنے جائے طلب یہ ہے کہ خود کو نفی کرے طلب یہ نہیں ہے کہ اوسکو ڈھونڈے طلب یہ ہے کہ خودی کو ترک کرے۔ آئینہ کو صاف کر جب آئینہ صاف ہوگا عکس صحیح پڑے گا رباعی رہ رو باید کہ در رہ راست رود + وانگاہ دراں راہ خود راست رود کج رو کہ بگو مت ہمیں راہ راست شنو + کج آں باشد کہ بے خواست رود + فرماتے تھے کہ سب مرتبوں میں پہلا مرتبہ علم کا ہے علم چاہئے کہ بے علم کے عمل درست نہیں ہوتا دوسرا مرتبہ عمل ہے کیونکہ بے عمل کے نیست کا کچھ وجود نہیں ہے تیسرا مرتبہ نیت ہے نیت صحیح چاہئے کیونکہ بغیر صحیح ہونے نیت کے عمل باطل ہے۔ چوتھا مرتبہ صدق ہے کیونکہ بغیر صدق کے عشق نہیں ہوتا۔ پانچواں مرتبہ عشق ہے کیونکہ بغیر عشق کے توجہ نہیں ہوتی چھٹا مرتبہ توجہ ہے کہ بے توجہ کے سلوک نہیں ہوتا۔ ساتواں مرتبہ سلوک ہے کیونکہ بے سلوک کے دروازہ پیشگاہ کا نہیں کھلتا۔ آٹھواں مرتبہ دروازہ پیشگاہ کا کھلنا ہے۔ دروازہ پیشگاہ کھلنا چاہئے تاکہ مقصود ظاہر ہو۔ اول مرتبہ سلوک کا یہ ہے کہ دونوں جہان سے باہر آئے۔ مقصود کیا ہے یہ ہے تو نہ ہے کل شیٔ ھالک الا وجھہ رباعی بکار بست عزا علم روان باش + در بند گیر میاش پدکانیا باش + دل مست مقام گاہ بگذار دبیا + جان منزل آخر ست روجانا باش + تیرے سال شکر ہے

باریک ودراز اور تجھکو عمر دی ہے کوتاہ وتاریک اور حکم یہ ہے کہ اس رستہ پر چل شب دنیا
اگرچہ تاریک ہے الدنیا کلہا ظلمۃ اس اندھیرے میں تیرے واسطے ایک چاند روشن کیا
ہے کہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیہم من نورہ اللہ نور السموٰت والارض واشرقت
الارض بنور ربہا ہُ اور اس چاند کو غنیمت سمجھ کیونکہ تجھکو عمر کوتاہ دی ہے خود کو
موتوں میں شمار کر اگرچہ مردہ نہیں ہے مگر مردہ سمجھ اور اس بیت کو دل سے پڑھ بیت
جاں نے ست ہر آئینہ بخواہد رفتن + اندر غم عشق قوروداوے لے تر + لیکن خواجہ بستر غفلت
پہ ہیچ خواب غفلت کے خوش نہیں ہوتے اور نہیں جانتا کہ دعوئی محبت کا کس نے
کیا ہے جو شخص محبت کا دعوی کرے اور پھر اپنے محبوب کے ساتھ رات کو نہ سوئے وہ
شخص جھوٹوں کے دفتر میں لکھا جائیگا کذب من من ادعی محبتی ثم اذا جن علیہ
اللیل نام عنی **سوال** آدمی جب مرجاتے ہیں اور جان اونکے جسم سے جدا ہوتی ہے
کیا وہ اپنی اصل کیطرف رجوع کرتی ہے یا نہیں **جواب** اصل کی طرف وہ رجوع
کرتی ہے جسنے زندگی میں اپنے مرجع کو پہچانا ہوا اور حجابوں کو جانا ہوا اور عوائق و علائق
کو معلوم کیا ہوا اور اس عالم کا عشق اوسکے اندر پیدا ہوا ہو پھر شوق اوسکی مدد کرے کہ وہ
پردوں کو اٹھاوے اور عوائق و علائق کو قطع کرے اور کل موجودات سے مونہہ پھیر کر
پیدا کرنیوالے کیطرف مونہہ کرے اور ہر مقام کا حق جیسا کہ چاہئے ادا کرے اور
موت حقیقی سے قبل از موت طبعی مرجائے جب اسطرح سے زندہ رہیگا اور اس
ترکیب سے مریگا اپنی اصل سے جا ملیگا **سوال** دنیا کیا ہے **جواب** جو کچھ خدا
کے سوا ہے وہ دنیا ہے نفس تیرا خدا کے سوا ہے اور جو کچھ نفس سے تیرے نزدیک ہے
وہی دنیا ہے آج دنیا تیرے نفس سے نزدیک ہے کل آخرت نزدیک ہوگی۔ کیا خوب کہا ہی
بیت امروز پری روی و فردا + ہر چار یکے بود تو فردا +۔ کل قیامت کو خطاب ہوگا
ولقد جئتمونا فرادی کما خلقناکم اول مرۃ دنیا نفس کا گھر ہے اور اسکے لڑائی کے کل اسباب

موجود ہیں اپنے یار دوستوں سے مدد لیتا ہے اور روح ابن عالم میں اپنے دوستوں سے دُور پڑی ہوئی ہے جبتک کہ خدا کی مدد نہیں پہنچتی کچھ نہیں کر سکتی **سوال** خدا کی مدد کب پہنچتی ہے۔ **جواب** کب تک کہتے ہیں اور کس کیواسطے آمادہ ہیں اور کسلیے واسطے مانگتے ہیں۔ **سوال** خداوند تعالی جواد مطلق ہے اور اسکا فیض ہمیشہ رہتا ہے۔ **جواب** یہ فرق جو تم دیکھتے ہو فیض اور فیض دینے والے میں نہیں ہے بلکہ فیض لینے اور فیض لینے والے میں ہے **سوال** وجود فیض بے تفاوت ہے تفاوت جو ہے وہ فیض لینے والے میں ہے ہم اس تفاوت کو کیونکر جانیں۔ **جواب** یوں سمجھنا چاہیے جیسے فرق کہ پتھر اور مٹی میں ہے کہ اصل میں ایک کا مادہ صاف ہے اور دوسرے کا مکدر جسکا مادہ صاف ہو وہ بواسطہ فیض قبول کر لیتا ہے وہ نبیوں کی روحیں ہیں یعنی جسکا واسطہ ملا ہوا ہے وہ چاہتا ہے کہ قبول کرے خواہ وہ واسطہ نبی کا ہو یا ولی کا یا حکما وعلماء کا خواہ مجاہدہ وریاضت کا واسطہ ہو اور جسکا واسطہ مکدر ہے وہ کسی واسطے سے قبول نہیں کر سکتا اور اگر بعضے تعلیماً قبول بھی کر لیں گے تو بھی تحقیق کو نہیں پہنچ سکتے۔ **سوال** جن لوگوں کا مادہ مکدر ہے خاطر کے اختیار وارادے سے ہے یا نہیں۔ **جواب** بے اختیار اور بے ارادے خاطر کے ایک پتہ نہیں درخت سے گرتا اور کوئی گھاس زمین سے نہیں اُگتی۔ **سوال** کیا حکمت تھی بعضے مادہ کے صاف اور خالص اور بعض کے مکدر اور ممزوج پیدا کرنے میں۔ **جواب**۔ خداوند تعالی فاعل مختار ہے اسکا فعل بے علت کے نہیں ہوتا کون کہہ سکتا ہے کہ یہ کیوں کیا۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون کسی کو ازل میں اُس نے قرب وکرامت کے لایق جانا اُسکو ویسا ہی پیدا کیا اور کسی کو قرب کرامت کے لایق نہ جانا اُسکو ویسا ہی پیدا کیا۔ تجھکو لازم ہے کہ یہاں سے ہاتھ اٹھا اور فلک پر سپر رکھ

رباعی۔ دنیا خوش ست رو بعقبی خوش باش ٭ آخر کہ ترا گفت بدنیا خوش باش ٭ سفر درہمت عالیت برآید روزے ٭ بگذار تو سر دو را بمولے خوش باش ٭ خلاصہ دو دنیا کے ہاتھ آنے سے خوشی اور مقصد یعنی درمیانے شخص کو عقبی کے حاصل ہونے سے۔ اور سالک کو

خوشی سونی کے بلنے سے ہوتی ہے۔ **سوال** دنیا ہے اور دین ہے فرمائے کہ دُنیا کیا ہے اور دین کیا ہے۔ **جواب**۔ ظالموں کا دین بھاگنا اور ملنا ہے۔ بھاگنا گناہوں سے اور ملنا طاعتوں سے اور مقصدوں کا دین جُدا ہونا دُنیا سے اور آرام لینا عقبیٰ میں اور سابقوں کا دین کل ما سوائے اللہ سے جُدا ہونا اور خاص خدا کا طالب ہونا۔ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون **سوال** اس تقریر سے معلوم ہوا کہ دینوں میں فرق ہے **جواب**۔ دین ایک ہی اور اسمیں فرق نہیں ہے یہ فرق جو تمکو معلوم ہوا یہ مردوں کی تفاوت سے ہے نہ دین کے فرق سے دین بہر حال ایک سے ظاہر میں ان تینوں کو ایک ایک سونہ دکھاتا ہے اور جو لوگ کہ نظر باطن سے دیکھتے ہیں۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ **سوال** شریعت اور طریقت کو ہم کیونکر ایک جانیں۔ **جواب** جیسے اپنے جان و تن کو جانتے ہو۔ طریقت شریعت کی جان ہے **سوال** حب وہی ہے اُسکے سوا کچھ نہیں پھر امر و نہی کسپر ہے۔ **جواب** الا لہ الخلق والامر۔ اُسی کے واسطے ہے خلق اور اسی کا ہے امر۔ امر اُسکا اپنے اوپر ہے اور نہی اسکی اپنی مخلوق پر یہ ہم نہیں کہتے کہ نہیں ہے بلکہ ہمہ بدوست پس ہمہ اوست یعنی سب اُسی کے سبب سے ہے پس سب وہی ہے۔ **سوال** دین کو تو میں نے جان لیا اب فرمائے کہ دُنیا کیا ہے اور دوزخ و جنت کیا ہے۔ **جواب** بہشت و دوزخ تیرے اعمال ہیں فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ آج جو عمل کر رہے ہو کل یہی عمل تشکل دکھائے جائیں گے اگر نیک اعمال کئے ہیں تو ویسی ہی صورت دکھائی جائیگی اور اگر بُرے کئے ہیں تو بُری صورت دکھائی جاویگی۔ **سوال** رستہ کیا ہے اور منزل کون سی ہے۔ **جواب**۔ یہ سوال ایسا کیا ہے کہ اسمیں بہت اسرار ہیں اور کل راستہ چلنے والوں کے کار آمد ہے اور اسکا جواب بغیر مدد امن یجیب المضطر اذا دعاہ کے نہیں کھل سکتا۔ یہ ایسا موتی ہے کہ جسکو عقلاء عالم بیندھ نہیں سکتے۔ اسکے بیان کو زبان حال اور اُسکے سننے کو گوش حال چاہئے کہ اُسکو سُن سکے اور اگر یہ حاصل نہیں تو سُن نہیں سکتا۔ کیونکہ کہنے والا دل سے کہے اور سننے والا دل سے

سُننے سوال مجھ تو فرمائیے کیونکہ بغیر کہے چارہ نہیں ہے تاکہ دل مضطرب اور جان نا امیدی
میں نہ ہے۔ جواب اللہ کی عنایت سے کہتا ہوں تم کون سی راہ و منزل سے سوال کرتے ہو
شریعت والوں کے راستہ و منزل سے یا طریقت والوں کے راستہ و منزل سے سوال
دونوں کے راستے و منزل سے فرمائیے۔ جواب۔ اچھا سنو شریعت والوں کی راہ و منزل
تو نفس و مال سے باہر آنا ہے۔ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسہم واموالہم
اور طریقت والوں کا منزل و راستہ جان و دل سے باہر آنا ہے۔ وتبتل الیہ تبتیلا اور
وحدت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جانا وان الیٰ ربک المنتہیٰ اے درویش تجھ سے کہتا ہوں کہ
تو مسافر ہے اور دیگر لوگ مقیم ہیں۔ شریعت کے مسافر کو اقامت کی نیت درست نہیں
کیونکہ شریعت کے مسافر کا خیال مال و ملک سے آگے نہیں ہوتا اور مسافر طریقت کا منہ
مالک الملک کی طرف ہوتا ہے۔ سوال مالک الملک کہاں ہے تاکہ میں دل کو اسکی طرف
متوجہ کروں جواب کہیں بھی نہیں اور سب جگہ ہے۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ
مرد کو چاہیے کہ دنیا و آخرت کو ترک کرے اور نفسانی لذتوں کو چھوڑے۔ پھر جہاں کہیں ہی
اُسکے ساتھ ہے اور جہاں جائیگا اُسکے ساتھ جائیگا اور جو کہے گا اُسی کی زبان سے کہے گا اور
جو ڈھونڈھے گا اُسی سے ڈھونڈھے گا بلکہ اُسی کو ڈھونڈھے گا یہ نہ سمجھ کہ خدا تجھ سے دُور ہے بلکہ
تو خدا سے دُور ہے جب تو خود اپنے آپ میں محو ہو گیا پھر وہ دروازہ کھل جائیگا جو کسی پر نہیں
کھلا اور تجھکو تیرے مقصود دکھلائیگا۔ سوال کسی نے دیکھا ہے جو یہ دیکھے گا۔ جواب
ہاں جسکے آنکھ ہے اس نے دیکھا ہے۔ نہیں نہیں جسکے آنکھ نہیں ہے اس نے دیکھا ہے
رباعی تا دیدہ بود دیدہ کجا آید دوست ٭ خواہی کہ شود دیدہ بروں آئی ز پوست ٭ از دیدہ
و دیدنی چو تو بگذشتی ٭ دانی کہ کسے نیست ہمہ بینی ہمہ اوست ٭ سوال یہ بات بہت مشکل
ہے سمجھ میں نہیں آتی جواب۔ جب تک تم نہ اٹھے یہ بات سمجھ میں نہیں آئیگی کیونکہ وحدت
مطلق ہے اور وحدت صورت سے منزہ اور نقش سے پاک ہے اور وہم نقش باندھنے والا اور

صورت پیدا کرنیوالا ہے اور وحدت و کثرت دونوں آپسمیں ضد ہیں اور دو ضدیں جمع
نہیں ہوسکتیں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں من عبد ما یدخل فی الوھم
فھو کافر حتی یعبد ما لا یدخل جس نے عبادت کی اُسکی جو وہم میں داخل ہو پس وہ
شخص کافر ہے جبتک کہ اُسکی عبادت نکرے جو وہم میں نہ داخل ہو۔ یہ ایسا رستہ ہے کہ کسی کو
یہاں آنے کی مجال نہیں ہے مگر جسکو خدا چاہے ایسا باریک رستہ اور ایسی اندھیری رات
اور تو سوتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں مذہب امام اعظم رح کا رکھتا ہوں پس رولے افعال پر نہ سامنے
رولے اقوال کے۔ اتنا ٹھہر کہ کل کو پردہ اُٹھ جائے اور معلوم ہو کہ خواجہ کا کیا مذہب ہے یوم
تبلی السرائر فما لہ من قوۃ ولا ناصر۔ **سوال** خداوند تعالیٰ پردہ پوش ہے بروز قیامت
اس مشت خاک کا پردہ نہیں اُٹھائیگا۔ **جواب** پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی
من القی جلباب الحیاء فلا غیبۃ لہ اس حدیث میں اس امر کا پورا بیان ہے اگر تو نے
دریافت کیا فھو المراد وگرنہ کچھ فائدہ نہیں یہ جان لے کہ کل الناس ما ما ہوگا ظاہر باطن اور
باطن ظاہر ہوگا اور اوپر نیچے کے ساتھ اور نیچا اوپر کے ساتھ بدل ہوگا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے یحشر الظالم علی صورۃ الذر لازم ہے کہ اپنے باطن کو توبہ کے ساتھ صاف
کرتا کہ قیامت کی فضیحت [illegible] سے بچے۔ دُنیا کی فضیحتی قیامت کی رسوائی سے بہت آسان
سوال [illegible] علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ الموت کفارۃ یعنی موت گناہوں کا
کفارہ [illegible]ت میں فضیحتی کے کیا معنے ہوئے۔ **جواب** بعضے گناہ ایسے ہیں جنکا
موت [illegible] ہے بعض ایسے ہیں کہ جنکا قبر میں زیادہ رہنے سے کفارہ ہوتا ہے بعض
ایسے [illegible] دوزخ میں نہ جلے معاف نہوں گے۔ مرد کو چاہیے یہاں سے اتنا نور لیجائے
[illegible] دوزخ کو بجھادے اور آتش دوزخ اُسکو نہ جلائے **سوال** دُنیا و دوزخ ہمارا
[illegible] آتش گرسنگی و برہنوائی ہم میں پڑی ہوئی ہے ؎ من سوختہ ام آتش بریاں
[illegible] دوبارہ بریاں نکنند **جواب** سوختہ آتش جاں کا چاہیے نہ سوختہ آتش بریاں

آگ سے جلے ہوئے کو آگ جلدی لے لیتی ہے وہ سوختہ آتش عشق ہے جسکے دیکھنے سے دوزخ کی آگ بجھ جاتی ہے۔ **سوال** دوزخ کی آگ کا درویشوں سے کیا کام وہ تو متکبروں اور ظالموں اور فرعونوں کے واسطے تیار کی گئی ہے النار مثوی المتکبرین **جواب** آتش دوزخ درویشوں سے کچھ میل نہیں رکھتی کیونکہ آتش فقر کی تاب بہشت بھی نہیں لا سکتی دوزخ کی تو کیا حقیقت ہے مگر فقر کیا ہے اور فقیر کون ہے۔ فقر سیاہ ہے۔ الفقر سواد الوجہ سیاہ رو ہونا چاہئے تاکہ فقر اسکے سرائے سینہ میں فروکش ہو۔ کافر نعمت ہونا چاہئے یعنی پوشیدہ صفت تاکہ جمال فقر اسکو مونہ دکھائے۔ کاد الفقر ان یکون کفراً **سوال** جس طرح سے ہو یا جیسا ہو درویش ہی ہے۔
جواب کسی فقیر کو فقیر اور کسی حقیر کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ صفات ذمیمہ پوشیدہ عدم امکان نہیں۔ مولانا شمس الدین شکر عدم قوی و قدرت کا اسطرح لکھا تھا۔ الحمد للہ علیٰ عدم الامکان اور فارسی میں فرماتے تھے مبادا کہ آدمی کا ناخون بڑھجائے اور وہ ناخون کو دیکھکر چاہے کہ کسی مسلمان کا پیٹ پھاڑ لے۔ فقیر سے کہو کہ کسکو طاقت ہے کہ الصبر مع السنین اھون من الصبر مع الفقر یعنی قحط سالی پر صبر کرنا آسان ہے فقر پر صبر کرنے سے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سی قوت چاہئے یعنی باوجود قدرت ہونے کے پھر فقر ہو اور فقر میں فخر بڑھادے **سوال** فخر ہر حال میں مذموم ہے **جواب** فقر امر عدمی ہے وجود کے ساتھ فخر کرنا مذموم ہے اور عدم کے ساتھ فخر کرنا محمود ہے اسی سبب سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ وجود دنیا و آخرت کے فخر کیا جب کام فقر پر پہنچا فرمایا الفقر فخری۔ **قاضی حمید الدین ناگوری** آپ کا نام محمد بن عطا ہے متقدمین مشایخ ہند سے ہیں علم ظاہر و باطن کے جامع تھے مصاحب حضرت خواجہ [illegible] کے اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے چنانچہ شیخ نے اپنے بعض رسایل میں میرے خلفا ہند میں بہت ہیں منجملہ اُن کے حمید الدین ناگوری ہیں واللہ اعلم اور صاحب [illegible] وسماع تھے کہ اُنکے زمانہ میں مثل اُنکے دوسرا نہ تھا۔ علمار نے یہ حالت دیکھکر خضر بنایا تھا ایسا ہی حال حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کا ہوا چنانچہ [illegible] بھی علما نے تعلق

میں مختصر بنایا اور وہی مختصر جو قاضی حمید الدین ناگوری کے واسطے لکھے تھے پیش کئے انکی تصانیف
بہت ہیں جنمیں مشہور طوالع شموس ہے اسمیں شرح اسماء حسنے کی ہے کلام انکا عمدہ ہے۔ طبیعت کے
ظریف تھے کبھی کبھی اپنے اصحاب کے ساتھ مطائبہ فرمایا کرتے تھے۔ ایکدن شیخ برہان الدین
قاضی حمید الدین اور قاضی کبیر کہ اپنے زمانہ کے اجلہ مشایخ ہیں معہ دیگر اصحاب سوار جارہے تھے
جس گھوڑے پر قاضی حمید الدین سوار تھے وہ سب میں چھوٹا اور کسی طرح اپنے ساتھ والوں کی
برابری نکرسکتا تھا۔ قاضی کبیر نے انسے کہا کہ گھوڑا تمہارا بہت چھوٹا ہے قاضی حمید الدین نے
جواب دیا مگر کبیر سے بہتر ہے۔ آپکو حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ سے بہت محبت تھی۔
فوائد الفواد میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حکایت حضرت شیخ فریدالدین مسعود کے ذوق سماع
کی ہورہی تھی آپنے فرمایا کہ ایک وقت حضرت نے چاہا کہ سماع سنا جائے قوال حاضر نہ تھے مولانا
بدرالدین اسحق کو حکم فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری نے جو مکتوب بھیجا تھا اسکو لاؤ شیخ بدرالدین
گئے اور خطوں کی تھیلی میں ہاتھ ڈالا پہلے وہی خط نکلا اسکو حضرت شیخ کی خدمت میں لائے
شیخ نے فرمایا کہ اسکو کھڑے ہوکر پڑھو انہوں نے پڑھنا شروع کیا اسمیں یہ لکھا تھا فقیر حقیر
ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندہ درویشانست واز سرو دیدہ خاک قدم ایشاں شیخ کو اتنا
سنتے ہی ذوق پیدا ہوا بعد اسکے یہ رباعی خود فرمائی جو اس مکتوب میں لکھی تھی **رباعی**
آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد ۞ آں روح کجا کہ در جلال تو رسد ۞ گیرم کہ تو پردہ برگرفتی زجمال ۞
آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد ۞ قبر انکی پائیں مزار حضرت خواجہ قطب الدینؒ بلند چبوترے
پر ہے کہ آپ کی اولاد نے حضرت کے مزار کے چبوترے کو خواجہ کے مزار سے بلند بنایا ہے۔ وفات
سنہ ۶۰۵ ہجری میں ہوئی۔ **نقل ہے** حضرت شیخ نظام اولیا سے کہ اس شہر میں سماع کا
سکہ قاضی حمید الدین ناگوری نے بٹھایا اور قاضی منہاج الدین گورگانی سے اس نے
خوب استحکام پکڑا کیونکہ وہ بھی صاحب سماع تھے۔ قاضی حمید الدین سے مدعیوں نے بہت
جھگڑا کیا مگر وہ سماع پر مستقیم رہے۔ بعد اسکے فرمایا کہ بحریوں نے قاضی حمید الدین ناگوری

سے بہت بھگڑے کئے یہاں تک کہ [illegible] شمس الدین عربی بیمار ہوئے تو قاضی حمید الدین صاحب

ناطق تھے کہ دوستوں کو منافع باطن ہونا چاہئے انکی عیادت کو انکے گھر گئے۔ خبر کی گئی کہ قاضی

حمید الدین آئے ہیں مولانا شرف الدین نے کہا یہ کہتے ہیں کہ خدا معشوق ہے میں انکا مونہ

نہیں دیکھتا اُس مجلس مذاکرہ میں امیر حسن شاعر بھی موجود تھے عرض کیا کہ یہاں معشوق سے

مقصود محبوب ہے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس امر میں بحث بہت ہے۔ حضرت شیخ نظام الدین

سے **نقل ہے** فرماتے تھے کہ قاضی حمید الدین ناگوری سے مجھکو پہنچا ہے کہ ایک دفعہ سماع

تھا قوال بھی موجود تھے مگر ذوق پیدا نہوا صاحب سماع نے کہا کہ آؤ ایک دوسرے سے صلح کرلیں

شاید اس سبب سے ذوق نہوتا ہو مگر اس سے بھی کچھ فائدہ نہوا پھر کہا کہ آؤ دیکھیں کوئی بیگانہ

نہو دیکھا تو کوئی بیگانہ بھی نہ تھا سماع کو چھوڑ کر استغفار میں مشغول ہوئے اتنے میں ایک درویش

پہنچے اور آتے ہی ایک بیت پڑھی جسکے سننے سے سب کو ذوق پیدا ہوا ایک عزیز نے اُسی حالت

میں جان بحق تسلیم کی **نقل ہے** مطالع شموس درحقیقت اُس کتاب کا جواب کا اتمام بہت

مشکل ہے ہر جگہ اسرار حقیقت موج موج اور معانی طریقت فوج فوج بیان کئے گئے ہیں

تمام مواضع اُسکے متانت و حرارت و حالت سے متشاکل و متشابہ ہیں اوّل کتاب میں اسم

ھُو کی شرح کرتے ہیں اتنی شرح کی ہے کہ کاتب حروف کا وقت اتنا نہیں جو انکو لکھ سکے

مگر جسقدر لکھا جائے وہی بہتر ہے۔ فرمایا قدس سرہ نے ھُو اشارہ ہے اور اشارہ مشاہدہ

کے ساتھ ہوتا ہے جب کوئی موجود اپنے سامنے آئے یا اُسکی خبر آئے پھر کوئی فعل اُسکے لایق

اُس سے دیکھا جائے تو عرف میں کہیں گے کہ اُس نے کیا ہے اور اچھا کیا ہے جیسے کہ حضرت

خلیل صلوات اللہ و سلامہ نے جب مونہ ستاروں سے پھیرا فرمایا انی بری مما تشرکون

پھر دل کی مونہ کو محبوب جانی کی طرف لا کے فرمایا وجہت وجھی للذی فطر السموات

والارض حنیفا۔ بعد اسکے بتوں سے بری ہونے کے اور خدا کی طرف مونہ کرنیکی بابت

پوچھا گیا کہ پھر کسکی طرف مونہ کیا فرمایا الی ربی الذی ھو یطعمنی ویسقینا۔ یعنی اپنے اُس رب

کی طرف جو مجھکو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ یہ اشارہ اگرچہ مقام تفرقہ سے ہے کیونکہ حرف اضافت اسکی دلیل ہے مگر مشار الیہ کی طلب میں جمع اور صفہ بار خلت میں شمع ہوا اور حال سلوک میں آئی انی ذاھب الی ربی سیہدین۔ فرماتے ہیں۔ کہ تمام ذرات عالم کون کی سلوک میں توجہ اسی کے ساتھ ہے کیوں کل طالب اپنے کمال کے ہیں اور کمال سوائے عالم لایزال کے نہیں ہوتا۔ اسی سبب سے سب کو عدم سے ظہور میں لایا اور سب کو اُس نور کی طرف متوجہ کیا ایک حکیم سے کسی نے سوال کیا کہ ذرات عالم کا مُنہ کسکی طرف ہے حکیم نے جواب دیا ہستی کی طرف کیونکہ ہستی سے کل چیزیں پائی جاتی ہیں۔ رباعی گر روئے دلم بسوئے او خواہد شد۔ حال دل خستہ ام نکو خواہد شد ٭ قصہ چہ کنم رشتہ امید دلم ٭ با او چو یکے شود دو تو خواہد شد ٭ شعر لی حبیب خیالہ نصب عینی ٭ واسمہ فی ضمائری مکنون ٭ ان تذکرتہ فکلی قلوب ٭ وان تاملتہ فکلی عیون ٭ بھائی عالم سکون میں جمعیت محال ہے۔ انی ذاھب الی ربی سیہدین اسکی دلیل ہے اگر اُسکے ساتھ جمع ہوتے پھر سیہدین کیوں کہتے اور حال وصول میں تفرقہ گمراہی ہے انا الحق سبحانی ان معنوں کا بھید ہے۔ قسم ہے جس مقام میں کہ انا کہنا چاہیئے وہاں ھو کہنا تفرقہ اور گمراہی ہے اور جہاں ھو کہنا چاہیئے وہاں انا کہنا محال ہے۔ فرماتے تھے۔ اگر کوئی کہنے والا انا خیر وہ مقام ھو میں کہے بر سر آتا ہے اور ہر جائے ھو کے انا کہنا دو سر آتا ہے اگر حسین بجائے انا کے ھو کہتے بیچ سر کے آتے اور توحید سے نکل جاتے جب انا کہا بر سر آئے اور ہزار ہا مرتبوں سے بڑھ گئے۔ من قتلتہ فانا دیتہ قسم ہے اشارہ کرنے میں تین چیزیں ہوتی ہیں (۱) مشیر یعنی اشارہ کرنیوالا (۲) مشار یعنی جسکی طرف اشارہ کیا جائے (۳) اشارہ اور یہ حد کثرت میں پہنچ کر ثالث ثلثہ نصاری کے قریب ہوتا ہے اور مقام توحید سے دور ہو جاتا ہے اسی سبب سے کہا گیا ہے الاشارۃ الیہ شرک والعبارۃ عنہ افک۔ رباعی آنرا کہ بسوئے تو اشارت باشد ٭ وز معنی غرت عبارت باشد ٭ با ما بہ لبسیار زسود توحید ٭ بیچارہ ہمیشہ در خسارت باشد ٭ مثال جس کا

اشارہ محسوسات کے ساتھ ہوتا ہے اور وہم کا اشارہ موہومات کے ساتھ اور عقل کا اشارہ
معقولات کے ساتھ اور وہ عزت و کبریائی والا ان سب سے کچھ نسبت نہیں رکھتا پس اُسکی
ساتھ اشارہ کرنا سوائے شرک کے اور کیا ہے۔ اگر غائب ہے پھر اشارہ کسکو کرتے ہو اور
اگر حاضر ہے تو کسکی طرف اشارہ کرتے ہو وہ خالق الخلق ہے خود نہیں دکھائی دیتا اور ہمکو
دیکھتا ہے قسم اسکی عزت کی اشارہ اُسکے ساتھ سوائے دل کی غفلت کے نہیں ہوتا لا الٰہ
الا اللہ جب دل پر کہ تجلی عام و عظمت کی ہوئی اُسکو اُسکی یاد داشت کی پروا نہیں رہتی اور
جب دل یاد کرنے سے رک جائے تو زبان بھی یاد سے بند ہو جائیگی یہاں اشارت دور ہو جائیگی
ومن ابعدهم عن الله اکثرهم ذکرا لله **مصرع** کسے سرش نمید اند زبان درکش
زباں درکش ؛ بھائی تو اپنے تئیں فراموش کر اور خاموش ہو یہ فراموشی عجب یاد کرنا ہے ۲ ذکر ربك
اذا نسیت یاد کر اپنے رب کو جب بھولے یعنی بھولے تو اپنے نفس کو۔ ایک دن شبلی رحمۃ اللہ علیہ
نے اپنے تئیں فراموش کیا اور خاموش بیٹھ گئے یہانتک کہ نماز کا وقت گذر گیا جب پھر اپنے
عالم میں آئے اس درد سے بہت بیقرار ہوئے اور یہ کہنے لگے۔ **شعر**۔ نسیت[۱] الیوم
من عشقی صلاتی ؛ فلا[۲] ادری غدائی من عشائی ؛ فذکرك[۳] سیدی اکلی وشربی ؛
ووجهك[۴] ان رأیت شفاء دائی ؛ جان لو کہ اسم ہُو ایک حرف ہی حرف واو پیش کے
دو نے ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ پس یہ اسم مقدس دلیل ہے وحدت مسمٰی پر ایسا کوئی اسم
نہیں ہے۔ قسم ہے بادشاہ یگانہ کا نام بھی یگانہ ہونا چاہیئے تاکہ بے انتہا معانی اسمیں شامل
ہوں۔ ہا کا دائرہ جب حرف مستقیم (الف) سے متصل ہوا ہے مضاف ہوا ندا محبوب کے ساتھ
اور وہ ھا ہے اور یہ ندا ہے محبوب کی اپنے محب کے واسطے مثل یا ایها الذین امنوا لمو
جب ہا کا دائرہ حرف علت سے جو نظر میں ٹھہرا معلوم ہوتا ہے متصل ہوا تب مضاف الیہ

---

[۱] آج میں اپنے عشق کے باعث سے اپنی نماز بھول گیا [۲] نہیں جانتا ہوں صبح کو شام سے۔ [۳] تیرا ذکر
اے میرے سردار میرا کھانا اور پینا ہے [۴] اور تیرا منہ اگر میں دیکھ لوں تو میرے مرض کی دوا ہے ؛ ۱۲

کے ساتھ ہوا اور وہ ہُو ہے اور ہُو ندا محب کی ہے اپنے محبوب کے واسطے بس ندا حضرت اعلیٰ کی خاص اُن عاشقوں کے واسطے ہے جو کام سے گئے گذرے ہیں انکو چاہیے کہ دوڑ کر آئیں۔ اور عاشقان دلدادہ کی ندا خاص حضرت کو چاہیے تاکہ عزت وصل سے اُسکے فیضیاب ہوں۔ ہُو کے آتی ہے عالم عشق و شوق میں دونوں طرف سے ہائے ہو بلند ہوئی۔ **رباعی**۔ آنجا کہ زعشق یار بوئے باشد ٭ لابد باشد کہ گفتگوئے باشد ٭ وانجا کہ زشوق صحبت و جوئے باشد ٭ بے شبہ زہر دو ہائے ہوئے باشد ٭ اے عزیز اسم ہُو اشارہ ہے سوجود ازلی اور ہست لم یزلی کیطرف جو موصوف ہے اوصاف کمال کی ساتھ اور مقدس ہے کل برائیوں اور زوال سے ایسا موجود جسکی اولیت کی ابتدا نہیں اور اسکی ہستی ایسی دایم ہے جسکی انتہا نہیں۔ یہ پہلا اسم ہے جو غیب کے پردوں سے عالم ظہور میں آیا جیسا کہ سورہ قل ھو اللہ احد سے ظاہر ہے۔ ہُو اسم اعظم ہے اسکے انوار کی تجلی اسرار اخص خواص حضرت جَلَّت پر ظاہر ہوتی ہے۔ اس سبب سے کہ یہ اسم اسرار اشارات سے تھا زیادتی بیان کے واسطے اسکے ساتھ اسم اللہ ملایا پس ھو اللہ ہوا۔ انوار الہیت کی تجلی ارواح خواص پر تھی اور انوار الہیت قاہر انوار عقول بشری ہیں اس سبب سے زیادتی بیان کے واسطے اسم احد اسپر زیادہ کیا۔ اور انوار احدیت کی تجلی ارباب تحقیق کے دلوں پر تھی۔ اور انوار احدیت انانیت بشری کے جلانیوالے ہیں اسواسطے زیادتی بیان کے لئے اسم صمد کو اسکے ساتھ ملایا۔ اور تجلی انوار صمدیت کی اولیاؤں کے جسم پر تھی اور انوار صمدیت رسوم انسانیت کے مٹانے والے تھے اسواسطے صفات لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد زیادتی بیان کے واسطے اسمیں ملائیں۔ اور جب کہ ان انوار کی تجلی نے کل مخلوقات کو عبودیت کی رسی میں باندھکر طوعا و کرہا درگاہ الوہیت میں حاضر کیا سب کی انتہا نظر ہدایت پر پڑی۔ ہائے ہُو کے دائرہ کو دیکھا کہ کل چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے اگرچہ عبارت کے ساتھ تمام اسماء حسنیٰ میں تھا مگر اشارہ کے ساتھ اس دائرہ میں پایا کہتے ہیں کہ یہ اسم معظم کل اسموں کی اصل ہے جیسے کہ فاتحہ ام الکتاب ہے ایسے ہی یہ اسم

معظم اُم اسامی ہے۔ پھر ہم اسکے بھید کو بیان کرتے ہیں۔ اسم ہُو دیباچہ ہے خطبوں جلال ذوالجلال کا اور شروع ہے اوصاف کمال کا۔ اِس اسم کا ذاکر اگرچہ صاحب نظر ہو اور اُسکو اسرار کی بھی خبر ہو مگر سلطان ہویت کے غلبہ سے والہٗ و حیران ہوگا اور عشق کے جنگلوں میں از خود رفتہ و بےشعور و سرگرداں ہوگا۔ اُسکی صفات میں غیبت و حضور نہیں رہتا۔ اشارہ اُسکا اُسکے ساتھ ہوتا ہے اور نظر اُسکے بھید کی دائمًا اُسکے ساتھ رہتی ہے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ ایک اکابر طریقت فرماتے ہیں کہ میں نے ایک صاحبدل کو دیکھا جب میں اُنکے پاس پہنچا انکو شہود میں غرق اور مشہود کے ساتھ مستغرق پایا اُن سے پوچھا آپ کا کیا نام ہے کہا ھُو میں نے کہا آپ کون ہیں کہا ھُو میں نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں جواب دیا ھُو میں نے کہا کہاں جائیگا کہا ھُو۔ میں نے کہا کیا ہُو کہنے سے مراد ذوالجلال متعالی ہے جسکا ملک لم یزل ولایزال ہے اِس میرے کہنے سے ایک آہ کی اور گرکر مرگئے تعجب ہے کہ جب حضرت خواجہ عالم صلے اللہ علیہ وسلم طیراک دریاء نور کے ہوئے اور عالم خودی سے دُور ہوئے اور انوار میں پوشیدہ ہوئے پھر تلاطم امواج شہود سے اوپر آئے اور سلطان غیریت نے انکو دیکھا اور وہ اپنی خودی میں موجود ہوئے فریاد کی اے اللہ کر میرے دل میں نور اور میری آنکھوں میں نور اور میرے کانوں میں نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور کر مجھکو نور نور میں۔ ع۔ سرتا پایم فدائے سرتا پایت۔ یعنی محمد کیا داور جبرئیل آباد میں یہ معنی نہیں پائے جاتے۔ مقصورہ رحمٰن کا دروازہ کھولنا چاہئے پھر ایک آئینہ اپنے سامنے رکھکر نظر کر۔ پہلے اِس سے کہ پرتو انوار جلال جلا دیں میں تیرے چہرہ کے انوار سے مشرف ہو جاؤں۔ قبل اسکے کہ بجود ہوکر تیرے حضور میں آؤں میں تیرے صفحۂ جمال کے چمکنے سے نور ہو جاؤں۔ ان معنوں میں غور و فکر چاہئے تاکہ پورا ذوق حاصل ہو۔ اے عزیز جیسے کہ اسم ہُو کا سمےٰ کیفیت سے منزہ اور ابتدا و انتہا سے پاک ہے ایسے ہی اسم ہُو بھی مخرج اور ابتدا و انتہا سے پاک و منزہ ہے کوئی اُسکے ابتدا کو

نہیں جانتا اور نہ کوئی اُسکی انتہا کو پہنچا۔ یہ صفت ہے حضرت جل جلالہ کی کہ جسکی اولیت ابتدا
سے پاک ہے اور جسکی آخریت انتہا سے منزہ ہے۔ چنانچہ ہا ھُو کا دائرہ بے ابتدائی اور بے
انتہائی سے خبر دیتا ہے۔ بھائی جب تو ہا ھُو کے دائرہ کو دیکھے گا معلوم ہوگا کہ ہر جزو اُسکا ابتدا
وانتہا کی صلاحیت رکھتا ہے یعنی کل دائرہ صلاحیت ابتدا و انتہا کی رکھتا ہے۔ اس نسبت
سے اوّل بھی وہی ہے آخر بھی وہی ہے۔ اور بحقیقت اجتماع اولیت اور آخریت ماسوائے
اللہ میں تصور نہ کرنی چاہیے۔ اس نسبت سے معلوم ہوا کہ اسم ھُو عین مسمّیٰ ہے۔ یہ رمز ہرایک
پر ظاہر نہیں ہوتی۔ **رباعی**۔ آں حلقہ کہ اوّل ست و آخر ﴿ واں نقطہ کہ باطن ست و ظاہر
خواہی کہ ببینی اے نیکو رو ﴿ در حلقہ ہا نظر کن آخر ﴿ عجب تعجب ہے حضرت جل جلالہ کو اگر اوّل
کہوں تو آخر ہے مجھ سے اور اگر آخر کہوں مجھ سے اوّل ہے اور وہ واجب ذات ہے اور وہ
روشنی دینے والا انوار شہود کا ہے۔ اور ہائے ھُو کا دائرہ جس سبب سے اوّل ہے اُسی سبب
آخر ہے اور جس سبب سے آخر ہے اُسی سبب سے اوّل ہے یہی باعث اسم ھُو کی تعظیم کا ہے
اے عزیز حرف ھُو حلق سے نکلتا ہے مگر حلق سے اُسکا کچھ میل نہیں۔ اس حرف کے کہنے والے
کو چاہیئے کہ عالم امکان سے کچھ میل نہ رکھے اور اپنا سرمایہ سوائے شکستگی اور کچھ نہ بناوے تاکہ
عالم وحدت میں جانے کے لایق ہو اور احدیت کے پردوں سے دیدار میسر ہو۔ اے عزیز
عرب کے کلام میں نام دو حرفوں سے کم نہیں ہوتا اسی باعث سے فرد مطلق کا ہمارے عالم
میں نام نہیں ہے۔ اہل بصیرت نے جب حدیث کے معنے حرف ہا میں دیکھے روئے دل سے
اُسکی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ اس حرف کے وہی معنی ہیں۔ **بیت** حرفے کہ مراد
ما از و باشد ﴿ بر دار نظر کہ ما و باشد ﴿ اس نسبت سے اسم و مسمّیٰ دونوں ایک ہوتے
ہیں۔ بھائی ہا کا حرف جان میں سے پیدا ہوتا اور پوشیدہ اسراروں میں سے جہان میں
ظاہر ہوتا ہے اور کسی جگہ میں حلول اور کسی مکان میں نزول نہیں کرتا۔ اور ہونٹ و زبان
جو سلطان دل کے وکیل ہیں اُسکے ساتھ گفتگو کرنے سے آگاہ نہیں ہوتے۔ یہ اسواسطے کہ

اسرار احدیت کھولنے والے اور انوار صمدیت کے دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ جب اسم تبدیل و
انتقال و تحول محال سے پاک ہے تو بیشک اس اسم کا مسمیٰ بھی مکان و زبان سے مقدس ہے
یہ بہت عجیب بعید ہے۔ بھائی اسم ہُو اشارہ ہے اور اشارہ ذات مشار الیہ کی طرف
ہوتا ہے نہ اُسکی صفات کی طرف اسی سبب سے واصلوں نے کہا ہے عشق ذات پر واقع ہوتا ہے
نہ صفات پر خصوصًا وہ ذات جسکا کمال اُن چیزوں پر موقوف نہو جو ذات سے علاوہ ہیں۔
ان ہی باریک معنوں سے ارباب تحقیق دلیل لیتے ہیں ذات کے تقدم پر صفات سے وہ
تقدم نہیں جس سے غیریت ثابت ہو بلکہ وہ تقدم جس سے وحدت ثابت ہو تاکہ سر توحید
یعنی اسقاط الاضافات ظاہر ہو۔ بھائی اسم ہُو اسم ذات ہے مطلق نہ مشتق اسم مشتق
غیر کی شرکت سے خالی نہیں ہوتا اور جو غیر کی شرکت سے خالی نہو وحدت کی بنیاد اُسپر نہیں
رکھی جاتی۔ اسم معظم ہُو باتفاق کل عاشقوں کے مشتق نہیں ہے سوائے وحدت کے کسی پر
مطلق نہیں ہے۔ اسی سبب سے اسم معظم ہُو ہے اور ہُو وہ ذات ہے یہ ایک لطیف رمز ہے
اے برادر مطلق وہ ہے کہ اُسکو کسی چیز کے ساتھ صفت نہ کر سکے کیونکہ ایک چیز کا وصف بیان
کرنا دوسری چیز کے ساتھ غیریت چاہتا ہے درمیان موصوف و صفت کے بسبب موصوف
کے صفت سے بے پرواہ ہونے اور صفت کے موصوف کی طرف محتاج ہونے کے۔ حاصل
یہ ہے کہ کسی چیز کی خبر عین ذات سے نہیں دیجا سکتی۔ پس ایک چیز کی خبر دوسری چیز سے
ہونی چاہیے۔ مگر اس طرح سے اسمیں تعدد و کثرت ہو جائیگی اور یہ وحدت کی نفی کرنیوالی ہے
جب یہ بات تیرے ذہن نشین ہو گئی تو اب تو یہ جان سکتا ہے کہ تمام اسماء مشتقہ ذات
بے کیف کی خبر دینے سے عاجز ہیں۔ اور اسم ہُو حقیقت احدیت فرد مطلق کی خبر دیتا ہے اور
یہ مظہر ہے خاص معنے صمدیت خدا ابر حق کا لا الٰہ الا اللہ۔ اے برادر اسماء مشتقہ صفات
پر دلالت کرتے ہیں اور صفات بغیر اضافت کے پہچانی نہیں جاتیں اور توحید اضافتوں کا

محال جمع محل بمعنی جگہ ۱۲ سر توحید یعنی توحید کا بھید اسقاط الاضافات یعنی کل اضافتوں کا اس سے ساقط کرنا۔ ۱۲

گرادیتا ہے التوحید اسقاط الاضافات **بیت** تکو گوئی تکو گفت ست در ذات
کہ التوحید اسقاط الاضافات ۞ کیا عجیب بات ہے جو اسم کسی چیز سے مشتق ہے اُسکی
طلب میں طالب کی نظر دو چیزوں پر پڑتی ہے اور عقل کا حق یہ ہے کہ جب تک ایک
چیز کی حقیقت کو دریافت نہ کرلے دوسری چیز کی طرف متوجہ نہو اور اُسکو ذریعہ اطلاع
نہ بناوے - پھر بھی اسم ہُو کسی چیز سے مشتق نہیں ہے تاکہ طالب کی دو چیزوں پر نظر رہے
اور گمان ویقین میں شامل رہے بلکہ ہُو فرد مطلق ہے اشتقاق سے پاک آتش اشتیاق
کا بھڑکانیوالا طالب کو غیر سے جدا کرکے مطلوب کے پاس پہنچانیوالا - ۱۲ الہ ۱۲ لا اللہ
پروردگار عالم نے فرمایا ہے - قل هو الله احد اس ایک آیت میں تین ناموں کو
ذکر کیا - ھو الله احد عشق کی راہ پر چلنے والے بھی تین قسم کے ہیں ظالم ومقتصد وسابق
اور نفسوں کے بھی تین مرتبہ ہیں امارہ - لوامہ - مطمئنہ - اسم ہُو مقربان سابق کے نصیب
میں ہے جو نفوس مطمئنہ رکھتے ہیں اور اُسکے انوار احدیت کے پرتو سے جلے ہوئے ہیں اور
اُسکے غیر سے آنکھیں بند رکھی ہیں اُنمیں سے ہر ایک مقام استغراق میں کل چیزوں سے
بے شعور ہیں اور مجذوب اُس نور کے لطف کے ہیں کوئی اُنمیں سے غیر کے ساتھ موافقت
نہیں کرتا بلکہ تمام آدم وادمیان وعالم وعالمیاں کو معدوم سمجھتے ہیں اسواسطے کہ یہ کل چیزیں
عالم امکان کی ہیں اور قید خانہ حدوث میں اسیر ہیں - اے عزیز نفس اسم ہُو ہمیشہ کہنا
کام منتہیوں کا ہے جنکی جان حضرت عزت پر ہزار دل سے عاشق ہے کیونکہ اسم ہُو اسم
اللہ کی منتہا ہے - اس بھید کو وہ جانتا ہے جو اُس بادشاہ پر عاشق ہے - اے عزیز جبکی
آمد ورفت محبوب کے عالم ہیبت میں ہوئی وہ اپنی انانیت نہیں کرسکتا بلکہ وہ تو مشاہدہ
جلال سے پگھل جاتا ہے اور اپنی خودی سے بالکل بے شعور ہو جاتا ہے اور خاص اُس نور
کے سایہ میں رہتا ہے اُسکی طرف مقامات وکرامات وسکر وصحو واثبات ومحو وفنا وبقا
خوف ورجا وبسط وقبض ونقل وفرض اُنس وہیبت سرور وہیبت اضافت نکرنا چاہیے

محبوب جو بے نشان ہے خود بھی بے نشان ہونا چاہیے۔ اور مثل خوشبو کے پھول میں پوشیدہ وظاہر رہنا چاہیے۔ اس ضعیف سے ایک عزیز اہل طریقت نے کہا کہ میں روم کے مندر وں سے ایک مندر میں گیا وہاں میں نے ایک راہب جو میرے حال سے واقف تھا ملاقات کی وہ مجھکو ایک جگہہ لیگیا وہاں میں نے ایک شخص کو کھڑے ہوئے دیکھا اُسکی ہیبت میرے دل پر چھاگئی اُس راہب نے کہا یہ بارہ برس سے اسی طرح مشاہدہ جمال میں کھڑے ہیں ہر روز صبح کے وقت یکایک اسم ہُو کی آواز میرے کان میں پہنچتی ہے اور جب یہ اسم ہُو کہتے ہیں ایک چمکتا ہوا نور انکی زبان سے نکلتا ہے جیسے آفتاب طلوع ہوتا ہے اے عزیز بیشک ہُو کا کہنے والا والہ وحیران ہوتا ہے محبوب بے نشان کے مشاہدہ میں مستغرق محبوب کی ہُویّت اُسکی انانیت کو توڑ دیتی اور اُسکے چہرہ کی تجلی اُسکو جلادیتی ہے اور اگر یہ (ہُو کا کہنے والا) مقام استغراق سے مقام استہلاک میں گر پڑا بس پھر تو محبوب کے اندر گم اور بے نشان ہوگیا اور تمام اسرار اُسپر ظاہر ہوگئے جیسے قطرہ دریا میں ملگیا عشق اُسکے ساتھ ہرگز اشارہ نہیں کیا جاسکتا اور اسرار اُسکو عبارت نہیں کرسکتے اور اگر مقام استغراق سے مقام اصطلام میں جا پہنچا دونوں عالم کا ملک اُسکو مسلم ہوگیا۔

بیت بندہ جائے رسد کہ محو شود ؛ بعد ازاں کار جز خدائے نیست ؛ اس مقام میں رستہ چلنے والوں کو جو سنائی دے وہ آتا ہے پہلے مقام میں اپنے سے اُسکے ساتھ کرے اور کہوے ہُو اور اس مقام میں اُسکو اپنے ساتھ اشارہ کرے اور کہوے ؎

آں عزیز یکہ از مطلق گفت ؛ راست جنید گو انا الحق گفت ؛ بعض مشایخ کا قول ہے جس نے ہُو کے معنے جانے بھول گیا اسکے سوا کل اسموں کو یعنی جو کوئی فردیت ہا کے معنے سمجھا نظر اُسکی عالم وحدت پر پڑتی ہے کثرت و اضافت سے پرہیز کرتا ہے اور دامن بیگانگی سے جھڑ جاتا ہے۔ جب ایک ایک کو دیکھتا ہے وحدت کے پردوں پر حاضر ہوتا ہے اپنی خودی سے بے شعور ہوکر نور کے سایہ میں رہتا ہے اور والہ و حیران ہوکر حیرت حق

ہیں وجود اُسکا ہنیں ہوتا کہ بحر شہود میں غرق ہوجاتا ہے اور فرد مطلق میں مستغرق ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو اس باہیبت مقام میں کہاں اور ناموں کی یاد داشت رہ سکتی ہے۔ اے برادر جس کسی نے اُسکو پہچانا ہے بیچونی سے پہچانا ہے اور بیچوں کے ساتھ اشارہ کرنا محال ہے اور بیچون سے عبارت گمراہی ہے۔ لا الہ الا اللہ من احب شیئاً اکثر ذکرہ جو شخص جس چیز کو دوست رکھتا ہے اُسکا ذکر بہت کرتا ہے لیکن ہدایت عشق میں جب قدم مقام گفتگو میں ہو پھر جب عالم کے ساتھ جاوے اُسمیں پہنچ جائے ابعدھم عن اللہ اکثرھم ذکراللہ جمال دکھاوے بیچارہ عاشق درد دل سے برابر یہ کہوے **شعر** گر عاقلی حدیث تو کم کُنی ؛ راہ سر گفتگوئے کم کُنی ؛ پس سوختہ چند فراہم کُنی ؛ بر گفتہ بگریم و ماتم کُنی ؛ انتہا کا میں لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک ان معنوں کا حاصل ہے قسم ہے اگر اُن معنوں کی ہدایت کے ساتھ جنکا کھولنا گونگا بنا دیتا ہے انتہار مکاشف میں ہوتا تو ہر روز سو بار استغفار پڑھنی پڑتی۔ وانی لاستغفر اللہ کل یوم مائۃ مرۃ ننانوے بار تو ہر نام کے واسطے اور ایک بار استغفار اُس استغفار کے واسطے پڑھے۔ اے برادر جس شخص کی مقام تحمید میں فصاحت ہنیں رہتی وہ مقام توحید میں کیسے دم مار سکتا ہے لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک **شعر**۔ احب مناجات الحبیب باوجہ ولکن لسان العاشقین کلیل ؛

ذکر شیخ جلال الدین تبریزی اکمل

مشایخین سے ہیں مناقب انکے مشایخ چشت کی کتابوں سے معلوم ہوتے ہیں۔

فوائد الفواید میں حضرت سلطان المشایخ سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ جلال الدین تبریزی شیخ ابو سعید تبریزی کے مرید تھے۔ اپنے پیر کی وفات کے بعد حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہے ایسی خدمت کی کہ کسی غلام و مرید نے نکی ہوگی۔ شیخ شہاب الدین ہر سال حج کو جاتے تھے اور بوڑھے ضعیف ہوگئے تھے۔ ٹھنڈا کھانا اُنکے مزاج کے موافق نہوتا تھا۔ شیخ جلال الدین نے ایک چولھا اس ترکیب سے بنایا تھا کہ اُسمیں آگ جلاکر اُسپر ہنڈیا

رکھکے سر پر لیکر چلتے جب شیخ کھانا مانگتے گرما گرم کھانا پیش کرتے اور انکو حضرت خواجہ قطب الدین
اور شیخ بہاؤالدین سے بھی بہت محبت تھی انکے ذکر سے مشایخین چشت کی کتابیں معمور
ہیں اسی زمانہ میں حضرت دہلی میں تشریف لائے شیخ نجم الدین صغریٰ نے انسے عداوت کی۔
اور انکو ایک امر شنیع کے ساتھ تہمت لگائی۔ شیخ نجم الدین صغریٰ کی قبر مولانا برہان الدین بلخی
کی قبر کے برابر ہے۔ شیخ نجم الدین صغریٰ نے ایسا فتنہ برپا کیا کہ انکو بنگالہ کی جانب جانا پڑا جب
بنگالہ میں پہنچے ایکدن پانی کے کنارہ بیٹھے ہوئے تھے اٹھکر تازہ وضو کیا اور حاضرین سے کہا
کہ شیخ الاسلام دہلی کی نماز پڑھیں انہوں نے اسوقت انتقال کیا ہے جب نماز سے فارغ
ہوئے حاضرین کی طرف منہ کرکے فرمایا کہ اگر شیخ الاسلام دہلی نے مجھکو دہلی سے باہر کیا
میرے شیخ نے اسکو جہان سے باہر کیا۔ فوایدالفواد میں حضرت سلطان المشایخ سے نقل ہی
کہ جب شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہٗ دہلی میں آئے پھر تھوڑے دن کے بعد چلے گئے
اور کہا کہ جب میں اس شہر میں آیا تھا خالص سونا تھا اور اب چاندی ہوں اب آگے دیکھا چاہیے
کیا ہوتا ہے۔ وہیں نقل فرماتے ہیں کہ شیخ جلال الدین تبریزی جب بداؤں میں پہنچے
ایک مکان کی دہلیز میں بیٹھے ہوئے تھے ایک دہی بیچنے والا دہی کا ہنڈا سر پر رکھے ہوئے اُس
دروازہ کے سامنے سے جاتا تھا یہ دہی بیچنے والا ڈاکو تھا جب اسکی نظر حضرت شیخ کے منہ پر پڑی
پہلی ہی نظر میں اسکے باطن کو درست کردیا پھر جب شیخ نے اسمیں تیز نگاہ کی وہ کہنے لگا کہ
دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ایسے باکمال آدمی ہیں اور اسی وقت ایمان لایا وہ شخص
مسلمان ہو کر گھر گیا وہاں سے ایک لاکھ جیتل لایا اور حضرت کی نظر کی حضرت نے قبول کیا
اور فرمایا کہ انکو تو ہی رکھ جہاں میں کہوں وہاں خرچ کرنا اور اس چاندی کو ہر ایک شخص کو
دینا شروع کیا کسی کو سو درم اور کسی کو پچاس اور کسی کو دس جب کسی کو کم دیتے تو اسکو پانچ
سے کم نہ دیتے یہانتک کہ تھوڑے دنوں میں وہ سب ہو چکے۔ ابن علی کہتے ہیں میرے
دل میں گذرا کہ ایک درم باقی ہے اور شیخ پانچ درم سے کم نہیں دیتے کہ اتنے میں ایک سایل

آیا اور سوال کیا شیخ نے فرمایا وہ ایک درم جو باقی ہے اسکو دیدو۔ اُسی کتاب میں نقل ہی
کہ ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین سفر حج سے واپس ہوکر بغداد میں آئے بغداد کے لوگ
خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر ایک نے نقد و جنس سے نذر گذرانی اسی درمیان میں
ایک بڑھیا آئی اور اپنی پرانی چادر کی گرہ کھولکر ایک درم نکالکر شیخ کی نذر کیا شیخ نے وہ
درم لیکر ان سب تحفوں وہدیوں کے اوپر رکھا اور سب حاضرین سے کہا جو چیز جسکو پسند
ہو لیلو ہر ایک نے نقد و جنس جو کچھ پسند آیا لیلیا شیخ جلال الدین بھی وہاں حاضر تھے اُنسے
بھی یہی فرمایا انہوں نے وہ ہی ایک درم جو بڑھیا نذر کر گئی تھی اُٹھالیا۔ شیخ شہاب الدین
نے تعجب یہ دیکھا فرمایا کہ یہ سب تمنے ہی لیا۔ منقول ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ اور شیخ
بہاؤالدین زکریاؒ نے ملکر بہت سیاحت کی ہے جب اُس شہر میں پہنچے جہاں شیخ فریدالدین
عطار رہتے تھے شیخ بہاؤالدین کی یہ عادت تھی کہ جب منزل پر پہنچتے عبادت میں مشغول
ہوجاتے اور شیخ جلال الدین شہر کی سیر کرتے۔ اُنہوں نے شیخ فریدالدین عطار کو دیکھا
کہ انوار کمالات میں محو ہیں جب رات کو خوابگاہ میں آئے تو شیخ بہاؤالدین سے کہا کہ
آج میں نے ایسے شہباز کو دیکھا ہے جسکے دیکھنے سے میں ازخود رفتہ ہوگیا ہوں۔ شیخ
بہاؤالدین نے کہا کہ جلال باکمال پیر کو تمنے یاد کیا ہوتا کہا اُنکے سامنے کوئی چیز یاد نہیں
آئی اُس تاریخ سے شیخ بہاؤالدین اور شیخ جلال الدین میں مفارقت ہوئی۔ فوائد الفواد
میں نقل ہے کہ شیخ جلال الدین نے شیخ بہاؤالدین کو مکتوب لکھا اُسمیں یہ مضمون تھا
من احب[ا] افخاذ النساء لہ یفلح ابداً اور جس نے دل صنعت[ب] میں لگایا وہ دنیا کا بندہ
ہوگیا۔ جوامع کلم میں جو ملفوظ حضرت سید محمد گیسودراز قدس سرہ کا ہے لکھتے ہیں کہ شیخ
فریدالدین قدس سرہ بچپن میں اکثر مستغرق رہتے تھے یہانتک کہ لوگ انکو دیوانہ بچہ
کہتے تھے ایک مرتبہ شیخ جلال الدین اُس مقام پر پہنچے اور لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی

[ا] جس نے عورتوں کی رانوں کو دوست رکھا وہ کبھی فلاح نہیں پائیگا ۱۲ [ب] صنعت عجائبات دنیاوی۔ ۱۲

درویش ہے لوگوں نے کہا ایک لڑکا ہے دیوانہ کی شکل جامع مسجد میں پڑا رہتا ہے شیخ جلال الدین
انکے دیکھنے کو آئے ہاتھ میں ایک انار تھا وہ انکو دیا وہ روزے سے تھے آخر اُسکو لوگوں پر تقسیم کردیا
اُسمیں سے ایک دانہ جو گر پڑا تھا وہ گیا اُس سے حضرت نے روزہ افطار کیا اُسکے کھانے سے اتنی
برکت پائی کہ فرمانے لگے کہ اگر میں تمام انار کو کھاتا تو کسقدر فائدہ ہوتا جب حضرت خواجہ قطب الدین
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ حکایت بیان کی حضرت نے فرمایا فرید جو کچھ تھا اُس ایک دانہ
میں تھا جو تیرے واسطے رکھ چھوڑا سیر الاولیا میں لکھتے ہیں کہ شیخ جلال الدین اور حضرت شیخ
فرید جب کلام کر رہے تھے شیخ فرید الدین کا ازار پارہ پارہ تھا ہوا سے اڑتا تھا حضرت اُسکو
درست کرتے تھے یہ حال دیکھکر شیخ جلال الدین نے فرمایا کہ بخارا میں ایک درویش تعلیم علم
میں مشغول تھے اور اُنکے پاس سات برس تک ازار بھی نہ تھا خاطر جمع رکھ دیکھ کہ کیا ہوتا ہے
حضرت سلطان المشایخ فرماتے ہیں کہ شیخ جلال الدین نے اُس درویش سے خود کو مراد لیا
شیخ کا مزار پاک بنگالہ میں ہے اُسکی زیارت ہوتی ہے اور اُس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین ابو المؤید قدس سرہ

مشہور بزرگوں میں سے ہیں سلطان شمس الدین کے عہد میں تھے حضرت سلطان المشایخ
نے بھی اُنکو دیکھا تھا امیر حسن نے فواید الفواد میں لکھا ہے کہ بندہ نے عرض داشت کی کہ حضور
بھی کبھی اُنکے وعظ میں شریک ہوئے ہیں فرمایا ہاں مگر اُسوقت میں بچہ تھا اُن معانی کی اتنی
یاد نہ تھی ایک روز میں اُنکے وعظ میں گیا اُنکو میں نے مسجد کے دروازہ میں جوتیاں پہنے ہوئے
دیکھا پھر اُنہوں نے جوتیاں اوتار کر ہاتھ میں لیلیں پھر مسجد میں آکر دوگانہ پڑھا انکی طرح
میں نے کسی کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا پھر منبر پر چڑھ گئے ایک مقری یعنی قران شریف پڑھنے
والے جنکو قاسم کہتے تھے نہایت خوشخوان تھے اُنہوں نے ایک آیت پڑھی بعد اُسکے شیخ
نظام الدین ابو المؤید نے شروع کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے والد کے خط سے لکھا ہوا دیکھا ہے
ہنوز اور کوئی کلام نہیں کیا تھا کہ اسی کلام سے اتنا اثر کیا کہ سب لوگوں کو اسقدر کیفیت ہوئی

کہ رونے لگے پھر یہ دو مصرع پڑھے ~ برعشق تو دو بر تو نظر خواہم کرد ÷ جان در غم تو زیر و زبر خواہم کرد ÷ یہ کہتے ہی خلقت سے نعرہ ہائے ہائے بلند ہوئے پھر انہی دو نو مصرعوں کو تین چار بار تکرار کیا پھر فرمایا اے مسلمانو اس رباعی کے دو مصرع اور یاد نہیں آتے (یہ بات اپنی عاجزی کے طور پر بیان کی) قاسم مقری نے وہ دونوں مصرع یاد دلائے ~ پر درد دلے ذرہ خاک خواہم برد ÷ پر عشق سر زگور بر خواہم کرد ÷ یہ رباعی پڑھکر منبر سے نیچے اتر آسئے شیخ نظام الدین ابو المویدکے دادا کو شمس العارفین کہتے ہیں اور شیخ جمال کولوی جنکا مزار کول میں ہے انکی اولاد سے ہیں ÷

ذکر شیخ برہان الدین محمود بن ابی الخیر اسعد البلخی رحمتہ اللہ علیہ

سلطان غیاث الدین بلبن کے وقت میں اکابر علما سے تھے اور علم و دانش و وجد و سماع کے ساتھ موصوف تھے۔ جامع تھے علوم شریعت و علوم طریقت میں۔ شعر کیطرف بھی کچھ میل رکھتے تھے کچھ اشعار درویشانہ انکے نقل کئے جاتے ہیں۔ **بیت** گر کرمت عام شد رفت ز برہان عذاب ÷ ور بعدل حکم شد وہ کہ چہا دید نی ستنہ ÷ انہوں نے مشارق کی سند مصنف سے حاصل کی تھی۔ **نقل ہے** وہ فرماتے تھے کہ میں چھوٹا سا تھا قیاساً چھ یا سات سال کی عمر ہوگی اپنے والد کے ساتھ جا رہا تھا کہ اتنے میں غلغلہ مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ کا سُنا میرے والد کسی کوچہ میں چلے گئے میں وہاں کھڑا رہا جب مولانا برہان الدین مرغینانی کی سواری قریب پہنچی میں نے آگے بڑھکر سلام کیا اُنہوں نے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ خدا مجھ سے یہ کہوا تا ہے کہ یہ لڑکا علامہ ہوگا میں نے یہ بات سُنی اور اسی طرح انکی رکاب میں روانہ ہوا پھر مولانا برہان الدین مرغینانی نے فرمایا خدا مجھ سے یہ کہوا تا ہے کہ یہ لڑکا ایسا ہوگا کہ اسکے گھر پر بادشاہ آئیں گے۔ **نقل ہے** کہ وہ بارہا فرماتے تھے خدا مجھ سے کسی کبیرہ گناہ کو نہیں پوچھے گا مگر ایک کبیرہ کو لوگوں نے پوچھا وہ کونسا کبیرہ ہے کہا چنگ کا سننا کیونکہ چنگ میں نے بہت سُنا ہے اور اگر اب بھی ہو تو سنوں مزار انکی

حوض شمسی کے شرق کی جانب ہی جسکو تختہ نور کہتے ہیں زیارت کیجاتی ہے اور اس سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں اس دیار کے آدمی اس مزار پاک کی خاک بتبرک اپنے بچوں کو کھلاتے ہیں تاکہ اسکی برکت سے علم کے دروازے انپر کھلیں اس باعث انکی مزار پائیں سے شکستہ ہوجاتی ہے کئی مرتبہ بنائی بھی گئی اور پھر شکستہ ہوگئی رحمۃ اللہ علیہ :۔

ذکر شیخ احمد نہروانی رحمتہ اللہ علیہ

مرید قاضی حمید الدین ناگوری کے ایک مرد بزرگ بافندہ تھے۔ شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا بہت کم کسی کو پسند کرتے تھے مگر شیخ احمد کی شان میں فرماتے تھے کہ اگر مشغولی شیخ احمد کی وزن کیجائے تو دس صوفیوں کی مشغولی کے برابر ہو۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں جس مجلس میں کہ حضرت خواجہ قطب الدین کا واقعہ ہوا شیخ احمد نہروانی بھی موجود تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی شیخ احمد نہروانی کو حال پیدا ہوتا تھا کہ اپنے آپ سے غائب ہوجاتے اور اپنے کام بافندگی سے ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ ایک دن قاضی حمید الدین ناگوری قدس سرہ اُنکے دیکھنے کو آئے چلتے وقت قاضی حمید الدین نے کہا احمد کب تک اس کام میں رہوگے یہ کہکر چلے آگئے اُسی وقت شیخ احمد اُٹھے کہ میخ کو مضبوط کریں میخ ڈھیلی تھی ہاتھ میخ پر گرا اور ٹوٹ گیا۔ شیخ احمد نے ہندی زبان میں کہا اس پیر نے میرا ہاتھ توڑ ڈالا بعدہ شیخ احمد کل کاروبار چھوڑ کر خدا کے ساتھ مشغول ہوئے قبر انکی بدایوں شریف میں ہی رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شیخ محمد ترک نارنولی رحمتہ اللہ علیہ

اصل باشندے ترکستان کے تھے وہاں سے ہندوستان میں آئے اور نارنول میں سکونت اختیار کی مرید حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ہیں ملفوظات مشایخ میں اُنکا ذکر میں نے نہیں دیکھا مگر اُس شہر کے عوام اُنکو پیر ترک اور ترک سلطان کہتے ہیں مقبرہ اُنکا ملجا رخواص عام ہے ترکستان سے جب ہندوستان میں آئے قصبہ نارنول میں ایک حوض تھا اُس حوض کے کنارہ پر اُنکا مزار ہے اور اب وہ حوض ٹوٹ گیا اور اُس جگہ شہر آباد ہوگیا ہے۔ مجرد تھے متوکل

اور کسی کو مرید نہیں کیا۔ روایت ہے کہ شہر نارنول میں مسلمان تھوڑے اور ہندو بہت تھے اور مسلمانوں
سے انکو خاص عناد تھا۔ عید کے روز جب مسلمان نماز میں مصروف تھے ہندوؤں نے یکبارگی حملہ
کر کے بہت مسلمانوں کو شہید کیا۔ شیخ احمد بھی شہید ہو گئے۔ اکثر شہدا انکو حوض تہنہ پال کے کنارہ
دفن کیا اور شیخ جہاں رہتے تھے وہیں دفن ہوئے اُس گنج شہیداں میں دو شہید ہیں ایک کا
مزار بلندی پر ہے انکو بلند شہید کہتے ہیں دوسرے کا مزار نشیب میں ہے انکو نشیب شہید
کہتے ہیں دونوں قرآن شریف کے حافظ تھے کہتے ہیں کہ بعضے صالحین نے انکی قبروں میں سے
آواز قرآن شریف پڑھنے کی سُنی ہے گویا دَور کر رہے ہیں۔ **نقل** ہے کہ ایک مرتبہ حضرت
شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کو بادشاہ نے زبردستی ملک ٹھٹھہ کی جانب روانہ کیا۔ نارنول کے راستہ سے
ٹھٹھہ کو چلے جب نارنول سے ایک کوس پہنچے سواری سے نیچے اوتر کر شیخ محمد ترک کے روضہ
کی طرف روانہ ہوئے روضہ کے اندر ایک پتھر لگا ہوا ہے تھوڑی دیر اُسکے مقابل کھڑے رہے
پھر شیخ کی قبر کی طرف متوجہ ہوئے جب زیارت سے فارغ ہوئے لوگوں نے عرض کیا اسمیں
کیا بھید تھا کہ اول آپ پتھر کے مقابل کھڑے ہوئے پھر قبر کی طرف گئے فرمایا کیا خوش نصیب
ہے وہ خدمتگار جسکی پرورش کے واسطے اُسکے آقا اُسکے گھر میں آویں میں نے حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی روح مبارک کو اس پتھر پر جلوہ افروز دیکھا جبتک وہ معنی مجھ پر منکشف رہا میں
اُس پتھر کی طرف متوجہ رہا جب وہ میری نظر سے پوشیدہ ہو گئے میں قبر شیخ کی طرف متوجہ
ہوا پھر حضرت شیخ نصیر الدین محمود مراقبہ میں گئے اور سر اُٹھا کر فرمایا جس کسی کو کوئی سخت مہم
پیش آئے وہ اس روضہ کی طرف متوجہ ہو امید ہے کہ وہ مہم آسان ہو جاوے۔ ایک بیباک
بھی وہاں موجود تھے اُنہوں نے عرض کیا کہ اب خود آپ ہی کو مہم درپیش ہے۔ آپنے فرمایا
اسی سبب سے میں کہتا ہوں کہ میری دشواری کو حق تعالیٰ انکی برکت سے آسان کرے وہ تین
منزل نارنول سے نگذرے تھے کہ بادشاہ کا واقعہ گذرا اور حضرت واپس دہلی میں تشریف
لے آئے وہ پتھر اب تک اُنکی مزار کے مقابل ہے لوگ زیارت کرتے ہیں رحمتہ اللہ علیہ ۔

شیخ ترک بیابانی رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے ہیں واللہ اعلم اُنکے حالات کچھ معلوم نہیں ہوئے جو لکھے جاتے مزارانکا قلعہ دہلی کے نزدیک جانب فیروز آباد ہے رحمۃ اللہ علیہ ؛

ذکر شیخ شاہی موئے تاب رحمۃ اللہ علیہ

بدایوں میں رہتے تھے قاضی حمید الدین ناگوری انکو شاہ روشن ضمیر کہتے تھے اور انکو خرقہ دیکر شیخ محمود موئنہ دوز کی خدمت میں بھیجا اور کہلا بھیجا یہ کام کیا ہے آپ کی پسند ہی یا نہیں اُنہوں نے جواب دیا جو چیز تمکو پسند ہے مجھکو بھی پسند ہی۔ کہتے ہیں کہ ایک دن انکے دوست دھوپ میں بیٹھے تھے اسقدر گرمی تھی کہ اُنکے بدن سے پسینہ ٹپکنے لگا۔ شیخ شاہی نے فرمایا حجام کو بلاؤ لوگوں نے عرض کیا حجام کو کیا کیجے گا فرمایا جتنا پسینہ میرے دوستوں کا ٹپکا ہے اُتنا خون نکلواؤں گا خیر المجالس میں یہ نقل پوری لکھی ہی کہتے ہیں کہ ایکدن انکے دوست انکو باہر لیگئے اور وہاں چانول پکائے۔ شیخ نے اُس کھانے کو دیکھکر کہا اسمیں خیانت ہوئی ہے میں نہ کھاؤں گا دوستوں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کسی نے خیانت نہیں کی دو شخص جنہوں نے شیر برنج پکایا تھا حاضر ہوئے اور عرض کیا دودھ میں جوش آگیا تھا کوئی برتن نہ تھا جسمیں نکالتے زمین پر گرنے لگا ناچار ہمنے کھالیا اس خوف سے کہ زمین پر گر کر خراب ہو جائیگا۔ شیخ نے فرمایا جو کھانا یاروں کے کھانے سے پہلے کھایا جائے وہ خیانت ہے اور اُنکا عذر نہ سُنا وہ شرمندہ ہو کر دھوپ میں جا کھڑے ہوئے یہانتک کہ پسینہ آنے لگا تب فرمایا کہ میں نے معاف کیا مگر پھر ایسا نہو وے پھر حجام کو بلا کر فرمایا جتنا میرے یاروں کا پسینہ بہا ہے اُتنا ہی میرا خون زمین پر بہا دو۔ حضرت سلطان المشایخ شیخ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ محبت تو اتنی کہ اُنکے پسینہ کے عوض اپنا خون بہایا اور انصاف اسقدر کہ اُنکا عذر نہ سُنا۔ **نقل** ہے کہ ایک مرتبہ شیخ نظام الدین ابو المؤید رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے اور کسی طرح آرام نہوا تب لاچار شیخ

شاہی موئے تاب کو بلا کر فرمایا۔ میں بیمار ہوں تم ہمت کرو کہ میری بیماری جاتی رہے۔ شیخ
شاہی نے عرض کیا کہ آپ برگزیدہ ہیں اور میں ایک بازاری شخص ہوں بھلا میں کیا کر سکتا ہوں
ہرچند بہت عذر کیا مگر انہوں نے نہ مانا آخر شیخ شاہی نے کہا کہ میرے دو دوست ہیں انکو
بھی بلالو چنانچہ وہ بھی حاضر ہوئے انہیں سے ایک کا لقب شرف تھا دوسرے کرد درزی تھے شیخ
شاہی نے انسے کہا کہ مولانا نظام الدین نے مجھسے دعا کے واسطے کہا ہے تم بھی میری مدد
کرو سر سے ناف تک اوپر کا حصہ میں لیتا ہوں نیچے کا نصف حصہ ناف سے پاؤں تک ایک
ایک صاحب لیلو۔ القصہ یہ تینوں حضرات مشغول ہوئے تھوڑے عرصہ میں مولانا نظام الدین
تندرست ہو گئے۔ **ذکر شیخ بدر الدین موئے تاب رحمۃ اللہ علیہ**
بھائی تھے شیخ شاہی موئے تاب کے۔ شیخ شاہی کی وصیت کے موافق حضرت خواجہ
قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے فرمایا آؤ اے شیخ بدر الدین صاحب
ولایت۔ قبر انکی عیدگاہ شمسی کے پیچھے بدایوں میں ہے رحمۃ اللہ علیہ۔
ذکر خواجہ محمود موئینہ دوز رحمۃ اللہ علیہ۔ مرید قاضی حمید الدین ناگوری کے
اور حضرت خواجہ قطب الدین کے مصاحب تھے بہت کم ایسی مجلس ہوتی تھی جس میں
وہ شریک نہوتے ہوں انکا ذکر ملفوظات میں بہت ہے مزار انکا حضرت خواجہ کے مزار
کے پاس ہے اس دروازہ کے باہر جس میں سے حوض شمسی کو راستہ جاتا ہے جب کسی کو حاجت
درپیش ہو انکے مقبرہ میں سے ایک پتھر اکھیڑ کر اپنے گھر میں رکھ لے جب حاجت پوری ہو جائے
اسکے ہموزن شکر تقسیم کر دے رحمۃ اللہ علیہ۔ **ذکر مولانا مجد الدین حاجی رحمۃ اللہ علیہ**
میں نے کہیں ملفوظات میں انکا ذکر نہیں دیکھا۔ مگر بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ یہ بزرگ
خاندان سہروردیہ سے مرید حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے بارہ حج کرنے کے
بعد دہلی میں آئے سلطان شمس الدین نے انکو اپنی سلطنت کا صدر الصدور مقرر کیا مگر
وہ اس عہدہ سے خوش نہیں تھے دو برس اس منصب کا کام بہت عدالت اور امانت و

درستی کے ساتھ کرتے رہے پھر سلطان سے التماس کیا کہ اب بندہ کو معاف کیجیے سلطان
نے انکی التماس کو قبول کیا اور عہدہ صدر الصدوری سے انکو خلاصی دی ایام تشریق کے
جو دن کو کھانے پینے کے ہیں اُس مُلک کے لوگ اُنکی مزار پر جمع ہوتے ہیں اور اس جمع
ہونیکو ختم مولانا مجد حاجی کہتے ہیں۔ **ذکر شاہ خضر رحمۃ اللہ علیہ** مشرب اُنکا
قلندریہ تھا اصل میں روم کے رہنے والے ہیں۔ کرامات و خوارقِ عادات ان سے
بہت ظہور میں آئی تھیں حالانکہ اُسوقت تک کسی کے مرید نہوئے تھے۔ جب ہندوستان
میں تشریف لائے حضرت خواجہ قطب الدین قطب الاقطاب اوشی قدس سرہ کے مرید
ہوئے۔ خواجہ نے کلاہ و خرقہ عطا کر کے رخصت کیا اسکے بعد اُنہیں اتفاق جونپور جانے
کا ہوا جب سرلے ہرپور میں پہنچے شاہ قطب اُنکے مرید ہوئے شاہ خضر نے اُنکو خلافت
عطا کی اور پھر روم کی طرف متوجہ ہوئے اُنکا سلسلہ ہندوستان میں اب تک موجود
ہے جسکو چشتیہ قلندریہ کہتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ **ذکر شیخ بدر الدین غزنوی
رحمۃ اللہ علیہ**۔ خلیفہ ہیں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ کے صاحب
سماع اور اپنے وقت کے مقتدا تھے اکثر وعظ بھی فرماتے تھے اور اُسمیں محبت کا بیان
کرتے تھے حضرت شیخ فرید الدین اکثر اُنکے وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ پہلے غزنین سے
لاہور میں آئے پھر وہاں سے دہلی آکر حضرت خواجہ کے مرید ہوئے۔ سیر الاولیا میں
حضرت سلطان المشایخ سے نقل ہے کہ شیخ بدر الدین کی خضر علیہ السلام سے ملاقات
تھی ایکدن اُنکے والد نے انسے کہا اگر میری ملاقات خضر علیہ السلام سے کرا دو تو بہتر ہے
آپنے قبول کیا اور ایکدن اثنائے وعظ میں اپنے والد صاحب کو ایک شخص کیطرف
جو بلند جگہ پر لوگوں سے دُور بیٹھا تھا اشارہ کیا کہ خضر علیہ السلام یہی ہیں اُنہوں نے
کہا وعظ کے بعد انسے ملاقات کروں گا۔ جب وعظ ہو چکا شیخ بدر الدین غزنوی کے والد
اُس بلند جگہ گئے وہاں دیکھا تو کوئی بھی نہ تھا حضرت سلطان المشایخ فرماتے ہیں کہ

شیخ بدرالدینؒ سے سُنا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین یہ رباعی بہت پڑھا کرتے تھے۔ رباعی
سودائے تو اندر دل دیوانۂ ماست ٭ ہر جا کہ حدیث تست افسانۂ ماست ٭ بیگانہ کہ از تو
گفت آں خویش من ست ٭ خویشے کہ نہ از تو گفت بیگانہ ماست ٭ اور حضرت فرماتے تھے
کہ شیخ بدرالدین غزنوی بہت مسن یعنی ضعیف ہو گئے تھے لوگوں نے از راہ طنز اُن سے کہا
کہ شیخ ضعیف رقص کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ شیخ نہیں رقص کرتا یہ عشق رقص کرتا ہے
جس کسی کو عشق ہے اسکو رقص ضرور ہے۔ شیخ بدرالدین بڑھاپے سے ہل نسکتے تھے مگر جب سماع
ہوتا تو ایسا رقص کرتے جیسے دس برس کا لڑکا مزار اُنکا حضرت خواجہؒ کی مزار کے پائیں ہے
رحمۃ اللہ علیہ۔ **ذکر مولانا ناصح الدین رحمۃ اللہ علیہ** فرزند اور صاحب سجادہ
حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں سیرالاولیا میں حضرت سلطان
المشایخ سے نقل ہے ایک شخص بشیر نام بدایوں سے دہلی میں مولانا ناصح الدین سے خرقہ
لینے کے واسطے آیا۔ اس نیت سے مجلس حوض سلطان کے کنارے قایم کی وہاں اکثر
درویش جمع ہوئے اُس شخص نے حوض سلطان کو دیکھکر کہا یہ حوض چھوٹا ہے بدایوں میں
حوض ساغر اس سے اچھا ہے۔ محمد کبیر اسوقت موجود تھے انہوں نے مولانا ناصح الدین سے
کہا اسکو خرقہ ندیا کیونکہ یہ کذاب ہے۔ **ذکر شیخ فخرالدین قدس سرہ**۔ حضرت
خواجہ بزرگ معین الدین چشتیؒ کے فرزند ہیں موضع ماندل قریب اجمیر شریف میں کھیتی
کیا کرتے تھے ملفوظات مشایخ چشتیہ میں ہے کہ حضرت خواجہ کے فرزندوں کا ایک گاؤں
جاگیر تھا اُسمیں زراعت کرتے تھے حاکم وقت نے مزاحمت کی اس وجہ سے حضرت خواجہ
بزرگؒ کئی مرتبہ دہلی تشریف لائے فخرالدینؒ نے اپنے والد سے بیس برس کے بعد
انتقال فرمایا۔ قصبہ سروار میں جو اجمیر شریف سے سولہ کوس دُور ہے حوض کے
کنارہ پر اُنکا مزار ہے ٭

طبقہ دوم ذکر میں حضرت خواجہ فرید الحق والشرع والملۃ والسنۃ والدین گنج شکر اور انکے ہمعصروں اور مریدوں کے۔ **ذکر حضرت شیخ الشیوخ فرید الدین مسعود قدس سرہ العزیز** مرید و خلیفہ ہیں حضرت خواجہ قطب الدین کے اور حضرت خواجہ بزرگ رح سے بھی نعمت پائی ہے نہایت فقر و فاقہ و ریاضت و مجاہدہ و کشف و کرامات رکھتے تھے ذوق و محبت میں آپ کی ذات ایک علامت تھی۔ ہمیشہ اپنے پوشیدہ رکھنے کی کوشش فرماتے اور چشم خلایق سے پوشیدہ رہنے کی کوشش میں ایک شہر سے دوسرے شہر کو جاتے آخر اجودھن میں جہاں کے آدمی تند خو ظاہر پرست درویشوں کے منکر تھے سکونت اختیار کی اور فرمایا یہ جگہ میرے رہنے کی لایق ہے وہاں کسی نے حضرت کا حال نہ پوچھا شہر کے باہر ایک کریل کے درخت کے نیچے یاد الٰہی میں اکثر مشغول رہتے اور کبھی مسجد جامع میں تشریف رکھتے وہاں آپ کے کئی فرزند پیدا ہوئے بہت فاقے اور محنتیں کھینچیں آخر چونکہ دلیل قوی رکھتے تھے پوشیدہ نہ رہ سکے۔ **نقل ہے** کہ ایک مرتبہ حضرت کا جامہ بہت بوسیدہ ہوگیا تھا ایک شخص نے آکر ایک کرتہ نظر کیا وہ کرتہ حضرت نے پہن لیا اور وہ جامہ بوسیدہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کو دیکر فرمایا جو ذوق مجھکو اس پرانے کرتے میں حاصل تھا اس نئے کرتہ میں نہیں ہے۔ **نقل ہے** کہ اکثر حضرت شربت سے روزہ افطار کرتے تھے ایک پیالہ شربت کا جسمیں تھوڑی کشمش ہوتی تھی حاضر کیا جاتا تھا آپ اسمیں سے نصف بلکہ دو تہائی حاضرین میں تقسیم کرتے باقی خود نوش فرماتے پھر اسمیں سے بھی کسی کو عنایت کرتے پھر دو روغنی روٹیاں حاضر کیجاتیں اسمیں سے بھی ایک ٹکڑا نوش فرماکر باقی حاضرین کو تقسیم فرماتے بعدہ کھانا حاضر کیا جاتا جسمیں ہر قسم کا کھانا ہوتا تھا اور لوگ کھاتے مگر حضرت خود نہ کھاتے اور استراحت کے وقت وہی کمبل جسپر دن کو جلوس فرماتے تھے وہی رات کو آپ کا بستر خواب ہوتا تھا۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ سے نقل ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر اکثر زنبیل کی روٹی کھاتے تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود فرماتے تھے کہ

برسوں حضرت خواجہ فریدالدین گنجشکر کی خدمت میں زنبیل گردانی کی گئی۔ حضرت شیخ نظام الدین
اولیاؒ سے منقول ہے کہ جس رات ہم شیخ کی خدمت میں ٹینٹ پیٹ بھر کر کھاتے تھے وہ دن
ہمکو عید ہوتا تھا اور جب ٹینٹ کا موسم نہوتا تو رات کو چادر ہلائی جاتی تھی۔ حضرت شیخ
نظام الدین اولیاؒ کی خدمت میں بھی برسوں زنبیل گردانی کی گئی ہے۔ بعدہ فرمایا یہ کھایا ہم
جب اس مرتبہ کو پہنچے ہیں۔ **نقل ہے** کہ ایکدفعہ خادم نے حضرت کے کھانیکے واسطے نمک
قرض لیا جب کھانا خدمت میں پیش ہوا آپنے نور باطن سے دریافت کرکے فرمایا کہ اس
کھانے میں کچھ تصرف ہوا ہے مجھکو یہ کھانا جایز نہیں۔ **نقل ہے** ایکروز حضرت کی
بیبیوں میں سے ایک بی بی حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ فلاں فرزند بھوک کے باعث قریب
ہلاکت ہے آپ نے فرمایا بندہ فرید کیا کرے اگر تقدیر الہی میں یوں ہی ہے اسکے پیر میں ایک
رسّی باندھکر پھینکدو۔ **منقول ہے** کہ جب انہوں نے مجاہدہ کرنا چاہا حضرت خواجہ
قطب الدین سے عرض کیا حضرت نے روزہ طے کا حکم فرمایا آپنے تین دن تک کچھ نہ کھایا
تیسرے روز افطار کے وقت ایک شخص چند روٹیاں لیکر حاضر ہوا آپنے اسکو رزق غیب
سمجھکر نوش کیا اس کھانیکو حضرت کی طبیعت نے قبول نہ کیا اسی وقت قے کردی اور اس
واقعہ کو حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے فرمایا مسعود بعد تین روز کے
شرابی کے کھانے سے تونے افطار کیا مگر خدا نے تجھپر عنایت کی جو وہ کھانا تیرے معدہ میں
نہ رہا اب تین روز اور روزہ رکھ پھر جو کچھ غیب سے ملے اس سے افطار کر جب تین روز کا
روزہ رکھ چکے افطار کا وقت پہنچا کوئی چیز میسر نہوئی جس سے افطار کرتے یہانتک کہ پہر
بھر رات گذر گئی اور ضعف غالب ہوا گرمی سے نفس جلنے لگا آپ نے اس حالت اضطراب
میں زمین پر ہاتھ ڈالکر چند کنکر اٹھا کر منہ میں ڈالے منہ میں پڑتے ہی وہ کنکر شکر ہوگئے حضرت
نے یہ حال دیکھکر خیال کیا کہ شاید اسمیں کچھ مکر ہو ان کنکروں کو منہ سے نکالکر پھینکدیا اور
پھر یاد الہی میں مشغول ہوئے یہانتک کہ آدھی رات گذر گئی ضعف نے بہت ہی غلبہ کیا

آپ نے ہاتھ پھر زمین پر ڈالکر کنکر اُٹھا کر مُنہ میں رکھی وہ بھی شکر ہو گئے یہانتک کہ تین بار یہی
معاملہ ہوا۔ اب حضرت کو یہ معلوم ہوا کہ یہ مکر نہیں بلکہ حق ہے جب صبح ہوئی حضرت خواجہ کی
خدمت میں حاضر ہوئے آپنے فرمایا تمنے بہت اچھا کیا اُس رزق سے افطار کیا جو غیب سے
تھا جاؤ شکر کی طرح میٹھے رہو گے اُسدن سے حضرت کو گنج شکر کہنے لگے۔ سیر الاولیا میں ایک
اور وجہ تسمیہ گنج شکر لکھی ہے مشہور ہے ایک مرتبہ ایک سوداگر حضرت کے سامنے سے شکر
لیکر جاتا تھا آپ نے اُس سے شکر طلب کی اُس نے عرض کیا یہ شکر نہیں ہے بلکہ نمک ہے
آپنے فرمایا نمک ہی ہوگا جب وہ سوداگر منزل مقصود پر پہنچا اور اُن بوروں کو کھولا سب
نمک ہو گیا۔ یہ حال دیکھکر سوداگر نے حاضر خدمت ہوکر بعد عذر عرض کیا کہ دراصل وہ نمک
نہ تھا شکر تھی آپنے ارشاد فرمایا خیر اگر شکر ہے پھر شکر ہو جائیگی۔ چنانچہ وہ نمک پھر شکر ہو گیا۔
محمد بیرم خان نے جو باوجود اپنے عالی منصبی اور علو شان کے درویشوں سے عقیدت رکھتے اور
انکی انتہا تعظیم و تکریم کرتے تھے اس قصہ کو نظم کیا ہے ؎ کان نمک جہان شکر شیخ بحر و بر +
انکہ از نمک شکر کند و از نمک شکر + رباعی کان نمک و گنج شکر شیخ فرید + از گنج شکر کان نمک
گردید پدید + در کان نمک کرد نظر گشت شکر + شیریں تر ازیں کرامتے کس نشنید + پھر حضرت نے
قصبہ اُچ کی جامع مسجد حاج میں چلہ معکوس کھینچا چالیس شب و روز ایک درخت میں جو اُس
کنوئیں پر تھا رسّا باندھکر اُلٹے لٹکے رہے جب دن ہوتا باہر نکل آتے۔ حضرت سلطان شیخ نظام الدین
اولیا سے نقل ہے فرماتے تھے کہ میں نے ایک دانشمند سے جنکا نام ضیاؤ الدین تھا اور وہ
منارہ کے نیچے وعظ کہتے تھے سُنا ہی کہ ایک دن میں حضرت خواجہ شیخ فرید الدین کی خدمت
میں حاضر ہوا اور میں سوائے علم خلاف کے اور کچھ نہ جانتا تھا اپنے دل میں سوچنے لگا کہ اگر
حضرت نے کسی اور علم کے متعلق مجھ سے سوال کیا تو میں کیا جواب دوں گا جب حضرت
کے سامنے گیا حضرت نے پوچھا تنقیح مناط کیا ہوتی ہے اور تنقیح مناط ایک علم خلاف کا مسلہ
ہے میں خوش ہوا اور اُسکا بیان میں نے شروع کیا اور اُسمیں جو کچھ نفی اثبات تھی سب میں نے

بیان کی وفات حضرت کی پانچویں محرم ۶۶۴ہجری میں ہوئی وقت وفات آپ کی عمر پچانوے سال کی تھی۔ **نقل ہی** کہ پانچویں محرم کی رات کو آپ پر مرض کا غلبہ ہوا عشا کی نماز آپ نے جماعت سے پڑھی اور پھر بیہوش ہوگئے ایک ساعت کے بعد ہوش میں آلے اور فرمایا عشا کی نماز میں نے پڑھ لی حاضرین نے عرض کیا حضرت ہاں۔ آپ نے فرمایا ایک مرتبہ اور پڑھلوں پھر کون جانے کیا ہو۔ پھر تیسری مرتبہ اور پڑھی اور فرمایا یا حی یا قیوم اور جان بحق تسلیم کی حضرت گنج شکر قدس سرہٗ کے ملفوظ جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ نے جمع فرمائے ہیں اُنمیں لکھا ہے کہ چار چیزوں کو سات سو پیروں سے پوچھا گیا سبنے ایک ہی جواب دیا۔ (۱) آدمیوں میں بڑا عقلمند کون ہے۔ گناہوں کو ترک کرنیوالا (۲) سب سے ہوشیار کون ہے جو کسی چیز سے پریشان نہو (۳) بڑا غنی کون ہے۔ قناعت کرنیوالا (۴) سب سے زیادہ فقیر کون ہے۔ قناعت کو چھوڑنیوالا۔ فرمایا ہے اللہ کو شرم آتی ہے اس بات سے کہ بندہ اُس سے دُعا مانگے اور وہ اُسکو خالی پھیر دے۔ اگر ہے تو غم نہیں اور نہیں ہے تو غم نہیں۔ نامرادی کی رات مردوں کی شب معراج ہے۔ فرمایا اپنے گرم کام کو لوگوں کے کہنے سے ٹھنڈا نکر دنیا چاہئے شیخ الاسلام جلال الدین نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کلام دلوں کو نشہ میں کر دیتا ہے اگر کلام کا اول عام خدا کے واسطے ہو تب تو اُسکو کہہ اور نہیں تو چپ رہ۔ فرمایا جب فقیر کپڑے پہنے سمجھے کہ کفن پہنتا ہوں۔ فرمایا وہ ظاہر کر کہ جو پوشیدہ تیرے دل میں ہے نہیں تو پوشیدہ کو ظاہر کر دینگے۔ فرمایا حق کے جذبوں میں سے ایک جذبہ جن والنس کی عبادت سے بہتر ہے فرمایا حضرت نبی کریم علیہ التحیات والتسلیم کا فرمان ہے خوشی ہو اُس شخص کو جسکے عیب نے اُسکو لوگوں کے عیبوں سے بچا رکھا ہے۔ فرمایا صوفی سے کل چیزیں صاف ہوتی ہیں اور کوئی شئے اُسکو مکدر نہیں کر سکتی۔ فرمایا اگر تم بزرگوں کا سا درجہ چاہتے ہو تو بادشاہونکی اولاد سے پرہیز کرو ؎ دوشینہ بشم دل حزینم بگرفت ٭ واندیشہ یار نازنینم بگرفت ٭ گفتم بسر و دیدہ بروم بردر تو ٭ اشکم بدو ید و آستینم بگرفت ٭ **نقل ہی** کہ حضرت کے سامنے

حرمت وحلتِ سماع میں گفتگو ہو رہی تھی فرمایا سبحان اللہ کوئی تو جلکر راکھ ہو جائے اور دوسرے ابھی اختلاف ہی میں ہیں۔ الآفة فی التدبیر والسلامة فی التسلیم۔ یعنی تدبیر میں آفت ہے اور تسلیم میں سلامتی ہے۔ پھر فرمایا آدمیوں میں شریف علماء ہیں اور فقیر تو شریفوں کے شریف ہیں۔ فقیر علماء میں ایسا ہے جیسے چودھویں رات کا چاند ستاروں میں۔ فرمایا سب سے بدتر وہ ہے جو کھانے اور پہننے میں مشغول ہو۔ **نقل ہے** کسی شخص نے حضرت شیخ فریدالدینؒ سے عرض کیا کہ آپ سلطان غیاث الدین بلبن سے سفارش فرمائیں آپ نے سلطان کو یہ رقعہ لکھا اس شخص کی حاجت ہے خدا کی طرف پھر تمہاری طرف اگر تم اسکو کچھ دو گے تو فی الحقیقة دینے والا خدا ہے اور تم مشکور ہوگے۔ اور اگر تم کچھ نہ دو گے تو فی الحقیقة باز رکھنے والا خدا ہے اور تم معذور رہو گے ؛

ذکر خیر حضرت تاج المقربین بدر الملة والشرع والدین رحمة للعالمین ملک الفقراء المساکین امام الصدیقین سلطان المحبوبین مراد العاشقین مقصود المشتاقین انیس الغریبین باسط الیدین بالفضل والاکرام رافع العینین بالاحسان والانعام سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت خواجہ سید السند نظام الدین محمد بن سید احمد بن سید علی البخاری البدایونی طاب اللہ ثراہ وجعل حظیرة القرب ماواہ وقدس سرہ جو خلیفہ حضرت شیخ فرید الحق والدین قدس سرہٗ کے ہیں

نام پاک آپ کا محمد بن احمد بن علی البخاری ہے اور لقب سلطان المشائخ محبوب الٰہی اور نظام الدین اولیاء تمام ہندوستان خصوصاً اور کل روئے زمین عموماً آپ کے فیضان و برکات سے پُر ہے حضرت کے جد امجد حضرت خواجہ علی بخاری اور نانا بزرگوار حضرت خواجہ عرب قدس سرہم بخارا سے اوّل لاہور میں رونق افروز ہوئے وہاں سے پھر بدایوں میں

تشریف لاکر اُس سرزمین کو اپنی سکونت سے ممتاز فرمایا حضرت کے والد ماجد نے آپکو کہ آپ ہنوز سن تمیز کو نہ پہنچے تھے اس دار ناپائیدار میں تنہا چھوڑ کر قرب الہٰی کی طرف نہضت فرمائی جب آپ کچھ ہوشیار ہوئے تب والدہ شریفہ نے آپ کو مکتب میں بٹھایا۔ قرآن شریف ختم کرکے کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ جب عمر شریف بارہ برس کی ہوئی لغت کی کتاب پڑھتے تھے کہ ایک شخص ابوبکر قوال حضرت کے اُستاد شریف کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں نے ملتان میں شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سماع کیا ہے اور یہ قول پڑھا۔ لقد لسعت حیۃ الھویٰ کبدی دوسرا مصرع یاد نہ آیا وہ شیخ نے یاد دلایا پھر اُس نے شیخ بہاؤالدین زکریا کے مناقب بیان کرنے شروع کئے کہ وہاں ذکر ایسا ہوتا ہے اور عبادت ایسی ہوتی ہے یہانتک کہ اُنکی لونڈیاں چکی پیسنے میں ذکر کرتی ہیں اور ایسے ہی بہت باتیں بنائیں۔ پھر بیان کیا کہ وہاں سے میں اجودھن میں آیا وہاں حضرت شیخ الشیوخ شیخ فرید الحق والشرع والدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا ایسے بادشاہ کو دیکھا کہ کچھ کہہ نہیں سکتا اور بہت تعریف بیان کی اُسکے اس کلام کے سُنتے ہی حضرت کے دل میں جناب باباصاحب کی محبت وارادت پیدا ہوئی کہ از خود رفتہ ہوگئے اور یہ محبت روز بروز نشو ونما پاتی رہی یہانتک کہ اُٹھتے اور بیٹھتے کھاتے اور پیتے اور سوتے لیٹتے اُنہی کا ذکر کرتے تھے۔ پھر دہلی میں آکر دوبارہ تحصیل علم کی اور مقامات حریری مولانا شمس الملک سے جو صدر ولایت تھی حفظ کی — اور علم حدیث بھی پڑھا حضرت کا لقب طالبعلموں میں نظام الدین بحاث محفل شکن تھا بعدہ شوق ارادت حضرت شیخ نے غلبہ کیا اور آپ اجودھن شریف میں حاضر ہوئے اُسوقت عمر شریف آپکی بیس سال کی تھی۔ چھ پارہ قرآن شریف کے تجوید کے ساتھ اور چھ باب عوارف کے اور تمہید ابوشکور سالمی اور چند کتابیں حضرت شیخ کی خدمت میں پڑھیں نقل ہے حضرت فرماتے تھے کہ جب میں نے حضرت شیخ کی سعادت پائبوس حاصل کی اول یہ

کلام حضرت کی زبان سے سُنا۔ **بیت** اے آتش فراقت دلہا خراب کردہ ؛ سیلاب
اشتیاقت جانہا خراب کردہ ؛ پھر میں نے چاہا کہ اشتیاق خدمت کو بیان کروں مگر دہشت
حضرت کی اسقدر غالب تھی کہ فقط اتنا کہہ سکا کہ اشتیاق پابوس بہت غالب تھا حضرت
شیخ نے جب اسقدر اثر وحشت مجھ میں پایا فرمایا الکل داخل دہشتہ (ہر داخل ہونے والے کیلئے وحشت ہے) اسی روز میں شرف
بیعت سے ممتاز ہوا۔ پھر میں نے عرض داشت کی کہ کیا فرمان ہے اگر ارشاد ہو پڑھنے پڑھانے
کو موقوف کرکے اوراد و نوافل میں مشغول ہوں۔ فرمایا میں کسی کو پڑھنے پڑھانے سے منع نہیں
کرتا یہ بھی کرو وہ بھی کرو جو غالب ہو جائے۔ درویش کو علم چاہیے۔ بعدہ حضرت سلطان المشائخ
نعمت خلافت سے مشرف ہو کر دہلی میں تشریف لائے اور حضرت شیخ کی زندگی میں تین بار
انکی خدمت میں حاضر ہوئے مگر رحلت کے وقت موجود نہ تھے جیسے کہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ
علیہ حضرت خواجہ قطب الدین کے اور حضرت خواجہ قطب الدین حضرت خواجہ معین الدین
کی وفات کے وقت حاضر نہ تھے۔ پھر دہلی میں باشارہ غیبی غیاث پور میں جہاں حضرت
کی خانقاہ ہے سکونت اختیار کی **نقل ہے** حضرت فرماتے تھے جب معزالدین کیقباد نے
نیا شہر بسایا خلقت کا میرے پاس بہت انبوہ ہوا بادشاہ و امرا و رؤسا سب میرے پاس
آنے لگے میں نے قصد کیا کہ اب یہاں سے کہیں اور چلنا چاہیے اسی اندیشہ میں تھا کہ
عصر کی نماز میں ایک جوان صاحب حسن و جمال بہت نحیف آیا اور اول اس نے مجھ سے
یہ کلام کیا۔ **بیت** آنروز کہ مہ شدی نمیدانستی ؛ کانگشت نمائی عالمے خواہی شد پھر
کہنے لگا اول چاہیے کہ خود مشہور نہو اور جب خدا اسکو مشہور کرے پھر وہ کام دیکھے کہ
جس سے کل روز قیامت حضرت رسول کریم علیہ التحیات والتسلیم کے سامنے شرمندہ نہو
اور یہ کیا حوصلہ اور جوانمردی ہے کہ خلقت سے کنارہ کش ہو کر یاد الہی میں مشغول ہوں۔
حوصلہ و جوانمردی یہ ہے کہ خلقت میں رہے اور پھر یاد حق سے غافل نہو۔ جب وہ شخص
یہ کلام کرچکا میں نے قدرے کھانا پیش کیا اُس شخص نے نہ کھایا تب میں نے اپنے دل میں

ینت کی کہ اب نہیں جاؤں گا جب اُس نے تھوڑا پانی پیا اور چلا گیا۔ پھر تو اسقدر رجوع خلایق ہوا اور اسقدر فتوحات کے دروازے کشادہ ہوئے کہ تمام عالم حضرت کے احسانات و انعامات سے پُر ہو گیا مگر خود اسقدر مجاہدہ کرتے کہ آخر عمر میں جب سِن حضرت کا قریب نوّے سال کے پہنچا ہمیشہ روزہ رکھتے اور افطار کے وقت بہت ہی قلیل کھانا تناول فرماتے اور سحر کے وقت کبھی کھا لیتے اور اکثر نہ کھاتے تھے خادم نے عرض کیا کہ مخدوم افطار کیوقت تو اسقدر قلیل نوش کرتے ہیں اگر سحر کو نہ کھائیں گے تو ضعف بہت ہو جائیگا خادم کے اس کلام سے حضرت بہت روئے اور فرمایا کتنے درویش اور مسکین مسجدوں کے کونوں اور دکانوں میں بھوکے فاقہ سے پڑے ہیں میرے حلق میں کھانا کیونکر اُتر سکتا ہی خادم جسطرح حضرت کے سامنے کھانا رکھتے تھے ویسے ہی اُٹھا لیتے تھے۔ **نقل ہے** حضرت فرماتے تھے کہ میں ایکبار کشتی میں حضرت شیخ کے ساتھ سوار تھا۔ حضرت نے مجھکو فرمایا یہاں آؤ تمنے کچھ کہنا ہے جب دہلی میں جاؤ مجاہدہ میں رہنا بیکار رہنا کچھ بات نہیں ہے۔ روزہ رکھنا اور حج و زکوٰۃ و صلوٰۃ نصف راہ ہے پھر فرمایا کہ میں نے خدا سے دُعا کی ہے کہ تم جو کچھ مانگو وہ ملے گا پھر فرمایا تمہارے واسطے میں نے کچھ دنیا بھی مانگی ہے۔ اور خلافت دیتے وقت فرمایا کہ مجاہدہ کرنا چاہئے تاکہ راستے کیواسطے توشہ ہو۔ ایک روز حضرت حجرہ شریف میں تشریف رکھتے تھے چہرہ مبارک متغیر تھا اور اس بیت کو پڑھ رہے تھے۔ **رباعی** خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیم ÷ خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم ÷ مقصود من خستہ ز کونین توئی از بہر تو میرم و برائے تو زیم ÷ پھر سجدہ میں سر رکھا جب چند مرتبہ میں نے یہی حال دیکھا حضرت شیخ کے قدموں پر سر رکھا حضرت نے فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو میں نے جو کچھ عرض کیا وہ مجھکو بخشا۔ پھر میں پچھتایا کہ میں نے یہ کیوں نہ مانگا کہ سماع میں میرا انتقال ہو۔ **نقل ہے** حضرت حجرہ میں رات کو تنہا رہتے تھے اور تمام شب راز و نیاز میں مشغول ہوتے جب صبح ہوتی جس کسی کی نظر حضرت کے جمال پر پڑتی خیال کرتا کہ نشہ میں از حد مست ہیں

اور رات کی بیداری کے بعد حضرت کی آنکھیں سرخ ہوتی تھیں۔ امیر خسرو نے یہ بیت
اپنے پیر کی تعریف میں کہی ہے۔ **بیت**۔ تو شبانہ می نمائی بہر کہ بودی امشب کہ
ہنوز چشم مستت اثرے خمار دارد۔ **نقل** ہے حضرت فرماتے تھے مجھکو خواب میں ایک
کتاب ملی جسمیں لکھا تھا جہانتک تجھسے ہوسکے دل کو راحت پہنچانا کیونکہ مومن کا دل ظہور
ربوبیت کی جگہ ہے اور فرماتے تھے بازار قیامت میں کسی اسباب و مال کا اتنا رواج نہوگا جتنا
کہ دریافت حال دلوں کا ہوگا۔ **نقل** ہے کہ ایک وقت آپ قیلولہ کر رہے تھے ایک درویش
آئے لوگوں نے انکو ویسے ہی واپس کر دیا آپنے حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ کو خواب میں دیکھا
کہ فرماتے ہیں اگر گھر میں کوئی چیز نہیں ہے نہو مگر حسن رعایت آنیوالے کے ساتھ ضرور ہے
یہ کہاں آیا ہے کہ اسکو ویسے ہی خستہ جگر [illegible] ہیں۔ جب حضرت بیدار ہوئے حال دریافت
کیا دربان پر خفا ہوئے اور فرمایا میں نے حضرت شیخ کو غصہ میں دیکھا اور مجھپر عتاب کیا پھر
جب قیلولہ سے اٹھتے دو چیزوں کو دریافت کرتے ایک تو یہ کہ سایہ ڈھلا ہے یا نہیں دوسرے
یہ کہ کوئی آنیوالا آیا ہے یا نہیں۔ **نقل** ہے چند آدمیوں نے حضرت کی ملازمت کا
قصد کیا اور ہر ایک نے بطور تحفہ چیزیں خریدیں انہی میں ایک طالبعلم بھی تھا اُس نے سوچا
یہ کل چیزیں شیخ کے سامنے رکھی جائینگی اور خادم اٹھالینگے تھوڑی مٹی اُس طالبعلم
نے ایک پڑیا میں باندھکر اُن ہدایا کے ساتھ خدمت میں پیش کی جب خادم نے وہ سب
اٹھانے چاہا کہ اُس پڑیا کو بھی اٹھائے آپنے فرمایا اسکو چھوڑ دو یہ میرے واسطے سرمہ لائے
ہیں طالبعلم حضرت کے فرمانے سے بہت شرمندہ ہوا اور توبہ کی حضرت نے اُسپر صحبت
عنایت فرمائی اور کہا جب تمکو کوئی ضرورت ہو مجھسے کہنا۔ **نقل** ہے کہ ایک شخص اپنے
قصبہ سے حضرت کی زیارت کیواسطے چلا جب قصبہ بوندی میں پہنچا وہاں ایک درویش
شیخ موہن نام رہتے تھے اُنسے ملاقات کی اُنہوں نے پوچھا کہاں جاؤ گے اُس شخص نے
حضرت کا نام لیا اُنہوں نے کہا حضرت سے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ ہر شب جمعہ کو کعبہ

شریف میں ملاقات ہوتی ہے جب وہ شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کل حال عرض کیا آپ نے بہت غصہ ہو کر فرمایا درویش عزیز ہے مگر زبان قابو میں نہیں رکھتا۔

نقل ہے ایک مرتبہ سلطان علاؤالدین نے بارادہ امتحان چند کاغذات حضرت کی خدمت میں بھیجے جس میں کچھ امور سلطنت لکھے تھے انہیں سے ایک فصل کا یہ مضمون تھا چونکہ بندگی حضرت شیخ تمام عالم کے مخدوم ہیں جس کسی کو دنیا و دین کی حاجت ہوتی ہے خدمت اقدس سے برآتی ہے۔ حق تعالیٰ نے دنیاوی سلطنت کے اختیار میرے ہاتھ میں دیے ہیں امیدوار ہوں کہ جو ملکی کام یا مصلحت درپیش ہو خدمت حضرت شیخ میں پیش کروں تاکہ جسمیں خیریت سلطنت ہو اُس سے مطلع فرمائیں یہ کاغذ لکھکر خضر خان کو جو سب بیٹوں میں پیارا اور حضرت شیخ کا مرید تھا دیکر روانہ کیا۔ خضر خان نے وہ کاغذ حضرت شیخ کے ہاتھ میں دیا حضرت نے اُسے نہ پڑھا اور حاضرین مجلس سے فرمایا کہ فاتحہ پڑھو۔ پھر فرمایا درویشوں کو بادشاہوں کے کاموں سے کیا سروکار ہے درویش ہوں اور شہر سے علیحدہ ایک کونے میں پڑا ہوں۔ بادشاہوں اور جملہ مسلمانوں کے واسطے دعا میں مشغول ہوں اگر آئندہ بادشاہ نے پھر مجھکو کوئی ایسی بات لکھی تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ ارض اللہ واسعۃ جب یہ خبر سلطان کو پہنچی بہت خوش ہوا اور حضرت کا معتقد ہو کر التماس زیارت کیا آپ نے قبول نفرمایا اور ارشاد کیا کہ میں غائبانہ دعا میں مشغول ہوں اور غائب کی دعا بہت اثر رکھتی ہے۔ سلطان علاؤالدین نے پھر بہت الحاح کیا آپنے فرمایا اس ضعیف کے گھر کے دو دروازے ہیں اگر بادشاہ ایک دروازہ سے اندر آئیگا میں دوسرے دروازے سے باہر چلا جاؤں گا

نقل ہے حضرت فرماتے تھے جب میں نے سماع میں کوئی صفت سنی اُسکو اکثر حضرت شیخ کبیر کے اخلاق پسندیدہ و اوصاف حمیدہ پر حمل کیا حضرت شیخ کی زندگی میں قوالوں سے یہ بیت میں نے سنی تھی ؎ بخرام بدین غنج مبادا که بچشم بد رسد گزند سے ایسکے سننے سے مجھکو حضرت شیخ کی کمال بزرگی و

لطافت اسقدر یاد آئی کہ از خود رفتہ ہوگیا پھر تھوڑے دن بھی نہ گذرے تھے کہ حضرت
واصل رحمت حق ہوئے۔ **نقل ہے** ایک شخص نے حضرت کی مجلس میں ذکر کیا کہ فلاں
موضع میں آپ کے مریدوں نے مجمع ہو کر مجلس کی ہے اور انمیں مزامیر بھی ہیں آپ نے
فرمایا انہوں نے اچھا نہیں کیا ہے کہ مجلس میں مزامیر اور محرمات سے کوئی قسم نہونی چاہیئے
فرمایا شیخ اوحدالدین کرمانی شیخ شہاب الدین کے پاس آئے شیخ نے اپنا مصلا لپیٹ
کر زانو کے نیچے رکھ لیا (یہ رسم مشائخین کے نزدیک بڑی تعظیم کی ہے) جب رات ہوئی
شیخ اوحدالدین نے سماع کی خواہش کی شیخ شہاب الدین نے قوالوں کو بلایا اور سماع
کی مجلس تیار کر کے خود ایک گوشہ میں جاکر عبادت میں مشغول ہوگئے **نقل ہے** ایک
شخص نے حضرت کو رقعہ لکھا خط بہت خراب تھا حضرت کو پڑھنے میں دیر ہوئی فرمایا
مولانا یہ تمہارا خط ہے مولانا بہت شرم کے ساتھ عرض کرنے لگے حضرت ہاں میرا
خط طبعی ہے آپ نے فرمایا نہیں طبع **نقل ہے** کہ حضرت نے رحلت سے چالیس روز
پہلے سے کچھ نہ کھایا تھا اور آخری وقت یہ فرماتے تھے نماز کا وقت ہوگیا اور میں نے نماز
پڑھ لی اگر لوگ کہتے کہ پڑھ لی تو فرماتے پھر پڑھتا ہوں اور پھر نماز کو دوبارہ پڑھا اور فرمایا
میں جاتا ہوں میں جاتا ہوں میں جاتا ہوں اور اقبال خادم سے فرمایا جو چیز گھر میں
خواہ کسی قسم کی ہو تقسیم کر دو اور اگر کوئی چیز رہگئی تو اسکی جوابدہی تمہارے ذمہ ہوگی
خادم نے سب کو تقسیم کر دیا مگر تھوڑا سا غلہ جو درویشوں کے واسطے رکھا ہوا تھا رکھ
چھوڑا۔ حضرت نے فرمایا اس ریگ مُردہ کو کیوں رکھ چھوڑا ہے اسکو بھی دُور کر دو اور
مکان میں جھاڑو دیدو خانقاہ میں سے انبار کے انبار باہر کر دئے گئے تمام شہر نے اکٹھا
ہو کر لوٹ لیا حاضرین و متعلقین حضرت نے عرض کیا کہ ہم مسکینوں کا مخدوم کے بعد
کیا حال ہوگا فرمایا تمکو میرے روضہ سے اسقدر پہنچے گا کہ تمہاری حاجتیں بند نہوں گی
عرض کیا کہ ہم میں تقسیم کون کریگا فرمایا جو اپنے حصہ سے دست بردار ہو۔ وفات حضرت

کی چہار شنبہ کے دن بعد طلوع آفتاب کے اٹھارہ ماہ ربیع الثانی ۱۲۵۵ھ ہجری میں ہوئی
رحمۃ اللہ علیہ۔ فرمایا۔ رستہ چلنے والا کمال کا رخ کرتا ہے یعنی سالک جب تک سلوک
میں ہے امیدوار کمال کا ہے۔ پھر فرمایا۔ ایک سالک ہے ایک واقف اور ایک راجع
سالک راستہ چلنے والا ہے اور واقف وہ ہے جو رستہ چلنے میں ٹھہر جاوے اسوقت
پر کسی نے پوچھا کہ کیا وقفہ بھی ہوتا ہے آپ نے ارشاد کیا ہاں جب سالک سے طاعت میں
کوئی فتور ہو جاتا ہے اور ذوق طاعت اسکو حاصل نہیں ہوتا وہی وقفہ ہے اگر اُس نے
جلدی سے اُس فتور کو جان لیا اور توبہ و انابت کی تو پھر سالک ہو سکتا ہے اور اگر معاذ اللہ
خدا کی اُسکو وقفہ معلوم نہوا اور اُسی حال پر رہا خوف ہے کہ کہیں راجع نہو جاوے۔ پھر اُسکو
سات قسم پر بیان فرمایا۔ اعراض۔ حجاب۔ تفاصل۔ سلب مزید۔ سلب قدیم۔ تسلی۔ عداوت
فرمایا دو دوست ہوتے ہیں عاشق و معشوق ایک دوسرے کی محبت میں مستغرق۔ اگر
اس درمیان میں عاشق سے کوئی حرکت ایسی سرزد ہو جو معشوق کو ناگوار ہو معشوق اُس سے
اعراض کرے گا یعنی مُنہ پھیر لیگا۔ تب عاشق کو چاہیئے کہ فوراً استغفار میں مشغول ہو اور معذرت
کرے یہانتک کہ معشوق اُس سے حجاب کرے گا یعنی اپنے اُسکے درمیان میں پردہ ڈالدیگا
اُسوقت عاشق کو چاہیئے کہ توبہ کرے اور اگر اسمیں بھی دیر کی تب تفاصل ہوگا اور جو پھر بھی
توبہ نہ کی تب سلب مزید ہو جائیگا یعنی اُس سے اوراد و وظائف کا ذوق طاعت جاتا رہیگا
اور اگر جب بھی عذر نہ کیا اور اُسی حالت پر رہا تب یہ سلب قدیم ہو جائیگا جو کچھ طاعت کی
راحت باقی تھی وہ بھی جاتی رہے گی اگر اب بھی توبہ میں تقصیر کی تب تسلی ہو جائیگی یعنی
دوست کو دوست کی جدائی کی پرواہ نہو گی پھر اگر اسپر بھی کچھ فکر نکیا تب عداوت ہو جائیگی
اللہ اُس سے پناہ میں رکھے۔ فرمایا سماع نہ بالکل حلال ہے نہ بالکل حرام۔ ایک بزرگ سے
کسی نے دریافت کیا سماع کیسا ہے اُنہوں نے فرمایا میں جب جواب دوں جب سماع کو
کو جان لوں۔ سماع ایک موزوں آواز ہے بھلا وہ کیونکر حرام ہو سکتا ہے اور سماع

مزامیر حرام ہے۔ فرمایا۔ بعضے درویش ایک جگہ مرید ہوتے ہیں پھر اُسپر اکتفا نکرکے دوسروں
سے بیعت کرتے اور خرقہ لیتے ہیں میرے نزدیک یہ کچھ چیز نہیں بیعت وہی ہے جو اوّل
مرتبہ کی اگرچہ وہ پیر ایک غیر مشہور کیوں نہو۔ حضرت سے کسی نے سُوال کیا کہ منصور حلاج
کے معاملہ میں کیا حکم ہے فرمایا وہ مردود تھے۔ پہلے خیر نساج کے مرید ہوئے پھر انکو ترک
کرکے حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست بیعت کی حضرت جنید نے فرمایا
تم مرید خیر نساج کے ہو میں تمکو مرید نہیں کرتا اور انکو رد کردیا حضرت جنید مقتدائے وقت
تھے اُنکا رد کرنا سب کا رد کرنا ہوگیا۔ **قطعہ** گرچہ ایزد دہد ہدایت دیں ٭ بندہ را اجتہاد باید
کرد ٭ نامۂ کاں بحشر خواہی خواند ٭ ہم ازینجا سواد باید کرد ٭ فرمایا۔ اگر مرید شیخ سے کہے
میں آپ کا مرید ہوں اور شیخ کہے تو میرا مرید نہیں ہے وہ مرید ہوجائیگا اور اگر شیخ کہے
تو میرا مرید ہے اور وہ کہے میں مرید نہیں ہوں مرید نہوگا کیونکہ ارادت فعل مرید کا ہے
نہ فعل شیخ کا۔ فرمایا۔ سعادت کے قفل کی بہت کنجیاں ہیں اگر ایک کنجی سے نہ کھلے دوسری
کنجی لگانی چاہیئے۔ صبح صادق صبح کا نام ہے اور صبح عاشقاں شام ہے۔ مغرب عشا کے مابین
وقت کو ذکر الٰہی سے زندہ رکھنا اسی جگہ سے ثابت ہے۔ فرمایا جو کپڑا خدمت شیخ سے عطا
ہو اُسکو کسی کو نہ دینا چاہیئے۔ اگر اُسکو دھو ڈالیں تو کچھ حرج نہیں اور اگر نہ دھوئیں تو بہتر
ہے۔ فرماتے تھے اگر پیر کی دی ہوئی چیزوں کی وصیت کرے کہ اُسکی قبر میں رکھدیں تو بھی
بہتر ہے اور اگر کسی فرزند صالح کو جو لایق ہو دیدے تو بھی اختیار ہے۔ سیر الاولیا میں
نقل ہے کہ جب حضرت سلطان المشایخ کو قبر کے اندر اوتارا خرقہ حضرت شیخ فرید الحق
قدس سرہٗ کا اُنکے تمام بدن پر ڈھکدیا اور مصلائے حضرت شیخ کو انکے سر کے نیچے رکھا۔ فرمایا
فردائے قیامت بعضے اس فرقہ کے لوگ چوروں کے شامل ہوکر اٹھیں گے اور کہیں گے
کہ ہمنے چوری نہیں کی حکم ہوگا تمنے لباس یعنی خرقہ مردان خدا کا پہنا اور عمل نہ کیا آخر وہ لوگ
پیروں کی شفاعت سے بخشے جائینگے۔ فرمایا اس ضعیف نے بہت سے خرقے دئے ہیں

اُنہیں سے چار خرقے ارادت دی ہیں باقی سب خرقۂ تبرک۔ فرماتے تھے سلوک کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سلوک کے سو مرتبہ رکھے ہیں سترھواں مرتبہ کشف وکرامت کا ہے اگر سالک اُسی میں رہگیا وہ تراسی مرتبے کیونکر طے کرسکیگا پس کرامت سے نظر ہٹانی چاہیے فرمایا جب حضرت شیخ نے مجھکو خلافت دی فرمایا خدا نے تمکو علم دیا اور عقل دی اور عشق دیا جس شخص میں یہ تینوں چیزیں ہوں وہ مشایخ کبار کی خلافت کے لایق ہے اور اُسی سے یہ کام خوب ہوتا ہے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین **ذکر شیخ نجیب الدین متوکل** رحمۃ اللہ علیہ۔ بھائی اور خلیفہ حضرت شیخ فریدالدین رح کے ہیں بہت سخت مجاہدہ کرتے تھے اور بڑے متوکل تھے ستر برس شہر میں رہے اور کوئی صورت معاش نرکھتے تھے۔ باوجود عیال واطفال کے ہمیشہ خوش رہتے اور یہ بھی نہ جانتے تھے کہ آج کونسا دن ہے اور کونسا مہینہ ہے اور یہ کون درم ہے۔ ایک مرتبہ عید کے روز حضرت کے دولتخانہ میں چند درویش آکر جمع ہوئے حضرت کے پاس کوئی چیز نہ تھی جو درویشوں کی تواضع کرتے حضرت مکان کی چھت پر تشریف لیگئے اور عبادت میں مشغول ہو گئے اور اپنے دل میں کہتے تھے کہ یہ عید کا دن اور میرے بچوں کے حلق میں ایک دانہ تک نہیں گیا اور نہ مسافروں کی کچھ تواضع ہوئی اسی خیال میں تھے کہ ایک بزرگ چھت پر آئے اور یہ بیت پڑھنے لگے **بیت** بادل گفتم دلا خضر را بینی ؛ دل گفت اگر مرا نماید بینم ؛ اور کھانا حضرت کے آگے رکھکر کہا کہ تمہارے توکل کا نقارہ تو عرش پر بج رہا ہے اور تم ایسے خیال میں مشغول ہو۔ آپ نے فرمایا خدا خوب جانتا ہے کہ میں نے اپنے واسطے یہ خیال نہیں کیا بلکہ اپنے مہمانوں کے واسطے کیا تھا۔ غالبًا وہ شخص حضرت خضر تھے۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ میں مرید ہونے سے پہلے حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایکبار اخلاص دفاتحہ پڑھئے اسواسطے کہ میں کہیں کا قاضی ہوجاؤں حضرت شیخ نے سُنی اَنسنی کردی میں نے دوبارہ عرض کیا آپ نے تبسم کیا اور فرمایا تم قاضی نہو

بلکہ او رچیز ہو۔ **نقل ہے** کہ ایک دن شیخ نجیب الدین نے حضرت شیخ فرید الدین کی خدمت میں عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ آپ مناجات میں یا رب کہتے ہیں اور لبیک عبدی سنتے ہیں حضرت شیخ نے فرمایا خیر بعدہ فرمایا الا رجاف مقدمۃ الکونین پھر شیخ نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس خضر علیہ السلام آتے ہیں آپ نے فرمایا پھر اور کیا پوچھتے ہو عرض کیا کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ابدال بھی آتے ہیں اسکے جواب میں حضرت نے کچھ ارشاد نہ کیا اور فرمایا تم بھی تو ابدال ہو۔ ایک روز ایک فقیر انکے پاس آئے اور کہا کہ نجیب الدین متوکل آپ ہی ہیں آپ نے فرمایا ہاں نجیب الدین متاکل تو میں ہوں۔ قبر شریف انکی حضرت خواجہ قطب الدین کی مزار شریف کے راستہ میں مقابل بجلی منڈل کے ہے جو بنایا ہوا سلطان محمد عادل کا ہے۔ اسی جگہہ انکا مکان اور حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کا مکان تھا

ذکر سید جلال الدین بخاری قدس سرہ انکو سید جلال سرخ بھی کہتے ہیں مرید حضرت شیخ بہاؤالدین کے تھے اور دادا ہیں سید جلال کے جنکا لقب مخدوم جہانیان جہاں گشت ہے بخارا سے بھکر میں تشریف لائے اور سید بدر الدین بھکری سے جو وہاں کے مشہور بزرگان دین سے تھے قرابت کی کہتے ہیں آپ کو خواب میں حضرت رسول کریم علیہ التحیات والتسلیم کی جانب سے بشارت سید بدر الدین کی دختر سے شادی کرنیکی ملی اسی طرح سید بدر الدین کو بھی خواب میں اشارہ ہوا انہوں نے اپنے جگر گوشہ قرۃ العین کو انکے نکاح میں دیدیا چند روز وہاں رہے پھر حاسدوں کے حسد باعث اچہ میں تشریف لائے اللہ تعالیٰ نے انکو اولاد صوری و معنوی عطا کی اور فتوحات و برکات کے دروازے انپر کھولے قبر بھی انکی اچہ میں ہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شاہ کردیز قدس سرہ۔ کردیز کے سیدوں میں سے ہیں ملتان میں آکر سکونت اختیار کی وہیں انکا مزار زیارتگاہ خلق اللہ ہے۔ **نقل ہے** کہ وہ قبر میں سے ہاتھ نکال کے لوگوں کو مرید کرتے تھے چنانچہ اب بھی انکی قبر میں ہاتھ نکالنے کی جگہ ہے۔ آپ ملتان کے متقدمین مشائخ میں اور شیخ بہاؤالدین زکریا کے ہمعصر ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

۱؎ متوکل کے معنی توکل والا اور درست متاکل کے معنی کھانے والا ۱۲

ذکر شیخ صدرالدین بن شیخ بہاؤالدین زکریا بعد اپنے والد کے

مسند خلافت پر رونق افروز اور ارشاد و تربیت خلق میں مشغول ہوئے بہت سے اولیا
اُنکے سلک ارادت میں داخل ہیں۔ میر حسینی نے کہ اُنکے مرید تھے کنز الرموز میں اُن کی
اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی تعریف کی ہے۔ اُنکی تعریف میں کہا ہے
مثنوی۔ آں بلند آوازۂ عالم پناہ ٭ سرور دیں افتخار صدر گاہ ٭ صدر دین و دولت
آں مقبول حق ٭ نہ فلک از خوان جودش یک طبق ٭ آب حیواں قطرہ بحر دلش ٭ چوں
خضر علم لدنی حاصلش ٭ معتبر چوں قول او افعال او ٭ ہم بیان او گواہ حال او ٭ مقتدائے
دیں قبول خاص و عام ٭ دولتش گفتہ تولی خیر الانام ٭ ملک معنی جملہ در فرمان او ٭ ہم
بکسب و ہم بمیراث آن او ٭ اور حضرت شیخ بہاؤالدین کی تعریف میں کہا ہے۔ **بیت**
من کہ روا از نیک و بد بر تافتم ٭ ایں سعادت از قبولش یافتم ٭ کنوز الفوائد کہ شیخ صدرالدین
کا ملفوظ ہے جسکو اُنکے ایک مرید شیخ ضیاؤالدین نے جمع کیا ہے اس کنز الفوائد میں لکھا ہے
شیخ صدرالدین کی چند وصیتیں جو اُنہوں نے اپنے بعض مریدوں کو کی تھیں لکھی جاتی ہیں
کلام قدسی کی تفسیر میں۔ رسول کریم خداوند تعالیٰ سے حکایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
لا الہ الا اللہ میرا حصن ہے جو میرے حصن میں آگیا وہ میرے عذاب سے امن میں ہوگیا
ایک حصن ہے اور ایک حصار ہے حصار وہ ہے جو گرداگرد ہو مگر حفاظت نکرے اور حصن
وہ ہے جو گرداگرد ہو اور حفاظت بھی کرے۔ اس حصن میں آنا تین قسم کا ہے (۱) ظاہر (۲)
باطن (۳) حقیقت۔ ظاہر یہ ہے کہ ضرر کا خوف اور نفع کی امید سوائے خدا کے سب سے ترک
کرے یہانتک کہ اگر تمام عالم اُسکا دشمن ہو جائے یا دوست بنجائے تو ایک ذرہ برابر بھی
نفع یا ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ چنانچہ خداوند قدیر فرماتا ہے۔ وان یمسسک اللہ بضر فلا
کاشف لہ الا ھو وان یردک بخیر فلا راد لفضلہ۔ باطن یہ ہے کہ تحقیق جان لے کہ
جو کچھ موت سے پہلے اس زندگانی میں پہنچتا ہے ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے اور قلم اسکو رقم

کرچکا ہے۔ کل من علیہا فان اور اسکی ہستی ونیستی کی طرف التفات نکرے حقیقت یہ ہے کہ جنت کی آرزو اور دوزخ کا ڈر دل میں نہ لائے سوائے خدا کے اور کچھ طلب نہ رکھے تاکہ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر میں پہنچے اور جنت خود اسکے پیچھے پیچھے ہو۔ اور دوزخ اس سے بھاگے۔ اور دوسری جگہ لکھا ہے۔ حضرت شیخ صدرالدین نے اپنے بعض مریدوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ پہلا قدم رسول اللہ کی متابعت میں ایمان لانا ہے اور ایمان لانے پر ثابت نہیں رہ سکتا جب تک کہ دل سے اعتقاد کرکے شک وشبہ کو مٹا دے اور زبان سے اقرار کرے طوع ورغبت اور محبت اور معرفت کے ساتھ کہ خدا تعالےٰ ایک ہے ذات میں اور یگانہ ہے صفات میں اپنی صفتوں میں آپ ہی ہمیشہ موصوف ہے کمال کے ساتھ تمام اسماء وصفات افعال کے ساتھ قدیم ہے پاک و منزہ ہے ادراک اوہام وافہام سے۔ مقدس ہے حدوث وعوارض واجسام سے تمام عالم کا آفریدگار ہے چونی اور چگونی اسکی ذات وصفات پر درست نہیں کسی طرح سے کسی چیز کے ساتھ وہ نہیں رہتا اور نہ کسی طرح سے کوئی چیز اسکے ساتھ رہ سکتی ہے۔ پیغمبر اسکے بھیجے ہوئے ہیں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سب میں بزرگ ہیں اُنھوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سب سچ ہے اسمیں کچھ فرق نہیں خواہ اُس تک عقل پہنچے یا نہ پہنچے اگر نہ پہنچے تب بھی تسلیم کرلینا چاہیے تاکہ اعتقاد درست ہو اور اگر موافق آیات واخبار کے تاویل کرے تب بھی جایز ہے۔ اور صحت ایمان کی علامت یہ ہے کہ اگر نیکی کرے خوش ہو اور اگر برائی کرے تو وہ برا معلوم ہو اور ایمان میں استقامت کی علامت یقین ہے اور خدا ورسول اسکے نزدیک سب سے زیادہ دوست ہوں ذوق وحال کے ساتھ نہ علم وایمان سے۔ اور بعض وصیتوں میں فرمایا ہے کہ کوئی سانس بے ذکر کے باہر نہ آوے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے سانس بے ذکر کے ضایع ہوتا ہے اور وسوسہ اور خیالات نفسانی سے ذکر میں دور رہے اگر اسی طرح ہمیشہ ذاکر رہے گا تو وسوسے اور خیالات ذکر کے نور سے سوختہ ہو جائیں گے اور ذکر کا نور دل میں اُتر آئے گا اور

حقیقتِ ذکر دل میں بیٹھ جائیگی اور ذکر مشاہدہ مذکور کے ساتھ ہونے لگے گا دل نور ذکر سے منور
ہو جائیگا یہی ہے طالبوں کا مقصود اور سالکوں کا مقصد۔ **مصرع** این کار دولت ست
کنوں کرا رسد؟ اور بعضی وصیتوں میں ہو کہ فرمایا خداوند تعالی نے یا ایہا الذین
آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا جب خداوند تعالی کسی بندے کے ساتھ بھلائی چاہتا ہو اور
اسکو سعید کرتا ہو تب توفیق دیتا ہے اسکو ہمیشہ ذکر کرنے کی زبان کے ساتھ دل کے موافقت
سے پھر اسکو دل کی طرف ایسا متوجہ کرتا ہے کہ اگر زبان چپ ہو جائے دل چپ نہو اسی کو
ذکر کثیر کہتے ہیں اور یہ حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ نفاق خفی سے انسان بری نہو جائے
اور نفاق خفی یہ ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں زیادہ منافق
قاری ہیں اس نفاق سے یہ مراد ہے کہ غیر اللہ کے ساتھ باطن کا تعلق ہو جب بندہ توفیق
دیا جاتا ہے ظاہر کے مجرد کر دینے کو ان چیزوں سے جو حلال نہیں ہیں۔ اور بزرگی دیا جاتا ہی
باطن کے پاک کر دینے کو خواطر ردیہ اور اخلاق مذمومہ سے تو قریب ہے کہ نور ذکر سے اسکا
باطن آراستہ ہو جائے اور شیطانی وسوسے بالکل منقطع ہو جائیں اور باطن میں نور ذکر
روشن ہو جائے یہانتک کہ پھر ذکر مشاہدہ مذکور کے ساتھ ہونے لگے یہی مرتبہ عظمی اور
ہمت کبریٰ ہے جسکی جانب بڑی ہمت والوں کی گردنیں دراز ہوتی ہیں واللہ الموفق
والمعین۔ **ذکر شیخ رکن الدین ابو الفتح بن شیخ صدر الدین بن شیخ الاسلام**
شیخ بہاؤ الدین ذکریا کے پوتے اور صاحب سجادہ یعنی قایم مقام حضرت شیخ بہاؤ الدین قدس سرہ
کے ہیں فوائد صوفیہ میں جو اُن کے ایک مرید نے لکھا ہے انکا بہت ذکر کیا ہے۔
مجمع الاخبار میں لکھا ہے کہ انہوں نے بعض رسالوں میں جو اپنے بعض مریدوں کو بھیجے
تھے انمیں یہ مضمون ہو کہ مجموع آدمی دو چیزوں سے عبارت ہے صورت اور صفت حکم صفت
کے اوپر ہے نہ صورت پر ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اعمالکم و لکن ینظر الی قلوبکم
و نیاتکم۔ مگر ظہور حکم صفت تحقیق کے ساتھ دار آخرت میں ہوگا کیونکہ وہاں حقایق اشیاء

ظاہر ہونگی اور ہر صورت ہر ایک شخص کی جو اُسکے لایق ہے متلاشی ہو گی جو شخص جس صورت کے لایق ہے اُسکو اُسی صورت میں حشر کریں گے جیسے کہ بلعم باعور باوجود ایسی طاعت وعبادت کے کتے کی شکل میں حشر کیا جائیگا اور ایسے ہی جو لوگ ظالم ہیں اپنے تئیں بھیڑیے کی صورت میں دیکھیں گے غرض اسی طرح سے تکبر والا چیتے کی صورت میں اور بخیل وبیحیا خنزیر کی شکل میں خود کو دیکھیں گے۔ فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید جبتک کہ انسان اپنے تئیں ناپاک خصلتوں سے پاک کرے وہ بہایم میں داخل ہے اولئک کالانعام بل ھم اضل اور تزکیہ نفس بغیر التجا واستعانت کے بارگاہ الہی میں حاصل نہیں ہوتا وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور الرحیم جبتک خدا کا فضل دستگیری نہ کرے تزکیہ نفس حاصل نہیں ہوتا ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم من احد ابدا اور اس فضل ورحمت کے ظہور کی علامت یہ ہے کہ اول اپنے عیب دکھائی دیں اور انوار عظمت دل پر تجلی کریں تاکہ تمام دنیا وما فیہا اُسکی نظر میں خاک معلوم ہو اور اہل دُنیا کی دل میں جگہہ نہ رہے جب یہ حالت اسپر مستولی ہو جائیگی تو یقیناً کل اوصاف بہائم ودرندگان کہ جنمیں اہل دنیا گرفتار ہیں نفرت ہوگی اور بجائے اُنکے اخلاق مَلکی ظاہر ہوں گے یعنی ظلم وغضب وکبر وبخل وحرص کی جگہہ عفو وتواضع حلم وسخاوت وایثار پیدا ہونگے ہنوز ابھی نکات معاملہ دین طلب کرنیوالوں کا ہے اور خدا کے طالب کا معاملہ اس سے بھی اوپر ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ خاص انہیں کے واسطے ہے ہر ایک کا فہم وہاں تک نہیں پہنچتا ہے عہدیست مرمرا کہ نگیرم بجز تو دوست ٭ شرطیست مرمرا کہ نخواہم بجز تو ہیچ ٭ مجمع الاحبار میں یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ رکن الدین نے اپنے بعض رسایل میں جو بعض مریدوں کو بھیجے تھے لکھا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک وقت فرماتے تھے کہ میں نے کبھی کسی کے ساتھ نیکی یا بدی نہیں کی تمام حاضرین نے متعجب ہو کر عرض کیا یا امیر المومنین بدی تو آپ سے شاید کسی کے

ساتھ نہوئی ہو۔ مگر نیکی کو آپ کیا فرماتے ہیں۔ حضرت نے ارشاد کیا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا۔ پس فی الحقیقت جو نیکی وبدی مجھ سے ظہور میں آئی وہ فی الحقیقۃ میرے واسطے ہے نہ دوسرے کے لئے اور یہیں سے بزرگوں نے کہا ہے صلاح این کس صلاح اوبس ست ؎ چوں میدانی ہر آنچہ کاری دروے ٭ آخر بہمہ حال نکو کاری بہ ٭ شیخ رکن الدین کی وصیتوں میں سے یہ بھی ہے۔ متابعت اعمال پر یہ ہے کہ جوارح کو ممنوعات ومکارہ شرعیہ سے قولاً وفعلاً بند کرے اور بیہودہ مجلسوں سے پرہیز کرے طالب کو جو چیز یاد الٰہی سے باز رکھے وہی بیہودہ ولایعنی ہے بطالوں کی صحبت سے احتراز کرے جو شخص خدا کا طالب نہیں ہے وہی بطال ہے۔ ایک دن سلطان غیاث الدین نے مولانا ظہیر الدین لنگ سے پوچھا کہ تمنے کبھی حضرت مولانا رکن الدین سے کوئی کرامت دیکھی ہے اُنہوں نے کہا ہاں جمعہ کے دن میں نے خلقت کو دیکھا کہ شیخ کے ہاتھ پیر چومتے ہیں میرے دل میں خطرہ گذرا کہ شاید شیخ تسخیر رکھتے ہیں میں بھی ایک دانشمند ہوں میرے پاس کوئی نہیں آتا۔ صبح کو جا کر شیخ سے سوال کروں گا کہ کلّی کرنے اور ناک میں پانی دینے میں کیا حکمت ہے رات کو خواب میں دیکھا کہ شیخ میرے حلق میں حلوا اُتار رہے ہیں اور صبح تک مٹھاس اُسکی میرے حلق میں باقی رہی۔ جب خدمت شیخ میں حاضر ہوا شیخ نے فرمایا میں تمہاری راہ دیکھ رہا تھا۔ پھر فرمایا جنابت دو قسم پر ہے ایک جنابت دل کی دوسری جنابت بدن کی۔ بدن کی جنابت وہ ہے جو عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے حاصل ہو اور دل کی جنابت نالایقوں کی صحبت سے ہوتی ہے۔ بدن کی جنابت تو پانی سے پاک ہوجاتی ہے اور دل کی جنابت آنسوؤں سے دھوئی جاتی ہے۔ پھر فرمایا پانی میں تین صفتیں ہونی چاہئیں تب وہ پاک کرنیکے لایق ہوتا ہے مزہ اور رنگ اور بُو اسی سبب سے شریعت نے کلّی کرنی اور ناک میں پانی دینے کو مقدم کیا تاکہ کلّی کرنے میں مزہ اور ناک میں پانی دینے سے بو معلوم ہو۔ یہ بات سنتے ہی مولانا ظہیر الدین کے بدن سے خون جاری ہوا

پھر شیخ نے فرمایا جیسا کہ شیطان نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شکل نہیں بن سکتا ایسے ہی شیخ حقیقی کی شکل بھی نہیں بن سکتا کیونکہ شیخ کو پوری متابعت نبی کریم کی حاصل ہوتی ہے۔ پھر فرمایا مولانا ظہیر الدین علوم قال سے تو تم مالا مال ہو مگر علوم حال سے بالکل خالی ہو۔ شیخ رکن الدین سلطان قطب الدین بن علاؤ الدین کے زمانہ میں دہلی میں تشریف لائے۔ حضرت خواجہ سلطان المشایخ محبوب الٰہی اسوقت سجادہ ارشاد وتربیت پر جلوہ افروز تھے اپنی خانقاہ سے حوض خاص علائی تک آنکے استقبال کو تشریف لیگئے۔ شیخ رکن الدین کی خدمت میں جب سلطان قطب الدین حاضر ہوا عرض کیا کہ اوّل آپکا استقبال کس شخص نے کیا آپ نے فرمایا جو سب سے بہتر ہیں۔ سلطان قطب الدین کو حضرت خواجہ سلطان المشایخ سے بسبب اپنی بدبختی کے حسد تھا بعضے کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین کو بلانیکی غرض یہی تھی کہ حضرت سلطان المشایخ کی کسر شان ہو۔ شیخ رکن الدین نے اس کلام سے اُسکے وہم کو مٹا دیا اور اُسکو نا امید کردیا۔ سیر الاولیا میں مذکور ہے کہ اس واقعہ کے بعد ان دونوں بزرگوں کی جامع مسجد میں ملاقات ہوئی اول حضرت شیخ نظام الدین اولیا اپنی نماز کی جگہہ سے اُٹھے اور شیخ رکن الدین کے پاس تشریف لیجاکر ملاقات کی پھر شیخ رکن الدین حضرت کی خدمت میں آلئے اور تھوڑے عرصہ صحبت رہی اسکے بعد ایک روز حضرت شیخ نظام الدین اولیا اُس مقبرہ میں جو حضرت کے واسطے بنایا گیا تھا تشریف رکھتے تھے کہ اتنے میں شیخ رکن الدین کے آنے کی خبر ہوئی حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ نے اُسوقت حکم کھانے کا فرما کر مجلس مرتب کی۔ غالباً شیخ رکن الدین کے پیر میں کچھ تکلیف تھی جو پالکی میں جسمیں آئے تھے سوار رہے جب دونو بزرگواروں میں صحبت گرم ہوئی شیخ عماد الدین اسمٰعیل برادر شیخ رکن الدین نے عرض کیا کہ ایسے بزرگواروں کے اجتماع کا وقت بھلا کب میسر ہوتا ہے امید ہے کہ ہم مسکینوں کو اُس سے نفع پہنچے میری خاطر میں یہ بات ہے کہ حضرت رسول کریم علیہ التحیات

والتسلیم کی مدینہ شریف میں ہجرت کرنے میں کیا حکمت تھی۔ شیخ رکن الدین نے فرمایا
حکمت حضرت رسول کریم کی ہجرت مدینہ میں یہ تھی کہ بعضے کمالات و درجات جناب رسالت
کا ظہور عالم فعل میں صحبت اصحاب صفہ پر موقوف رکھا گیا تھا۔ حضرت سلطان المشایخ
محبوب الٰہی نے ارشاد کیا فقیر کی خاطر میں ایسا معلوم ہوتا ہے حکمت یہ تھی کہ بعضے فقراء مدینہ
جو سعادت صحبت حضرت کی حاصل کرنے سے معذور تھے بسبب ہجرت فرمانے آنحضرت
کے اس نعمت سے مشرف ہوں۔ کہتے ہیں کہ غرض اس حکایت سے ان بزرگواروں کی ایک
دوسرے کی تواضع تھی بمقصود شیخ رکن الدین کا یہ معلوم ہوا کہ میرا یہاں آنا استفادہ اور
طلب کمال کے واسطے تھا اور غرض حضرت سلطان المشایخ کی یہ تھی کہ انکا آنا افادہ اور
تکمیل کے واسطے تھا محرر سطور عفا اللہ عنہ کہتا ہے اسمیں شک نہیں کہ کمال آنحضرت کا
موقوف صحبت اصحاب صفہ پر تھا اور یہی ارشاد و تکمیل ہے جسکے باعث سے ثواب و عوض
اور کمال درجات ہے نہ کمال ذاتی حاشا پس مآل دونوں کلام کا ایک ہوا بعدہ کھانا
حاضر کیا گیا جب کھانے سے فارغ ہوئے اقبال خادم نے چند پارچہ قماش اعلیٰ کے اور سو اشرفیاں
ایک ایسے باریک کپڑے میں کہ جسمیں سے انکا عکس باہر پڑتا تھا لپیٹ کر شیخ رکن الدین کے
پیر کے نیچے رکھدیں شیخ رکن الدین نے فرمایا استر ذھبک (یعنی اپنے سونے کو ڈھکو)۔
حضرت شیخ نظام الدین اولیا نے جواب میں فرمایا استر ذھابک و مذھبک اپنے سونے
کو اور طریقے کو ڈھکو۔ تاکہ عوام کی نظر سے پوشیدہ رہے۔ شیخ رکن الدین نے اسکے لینے
میں تامل کیا حضرت شیخ نظام الدین اولیا نے اسکو شیخ عماد کے سپرد کیا۔ دوسری مرتبہ
شیخ رکن الدین حضرت کے حالت مرض میں عیادت کیواسطے تشریف لائے اور فرمایا کہ
یہ دن عشرہ ذی الحجہ کا ہے ہر ایک شخص حج کی سعادت کیواسطے کوشش کرتا ہے میں نے
یہ کوشش کی کہ حضرت سلطان المشایخ کی زیارت حاصل کروں کہ تھوڑے عرصہ کے بعد
حضرت خواجہ سلطان المشایخ محبوب الٰہی نے رحلت کی نماز جنازہ کی شیخ رکن الدین نے

پڑھائی اور فرمایا لظاہرًا میرے یہاں تین سال رہنے میں یہ حکمت تھی کہ اس نعمت سے
مشرف ہوں پھر چندہی روز بعد وطن کو تشریف لیگئے۔ خیر المجالس میں حضرت شیخ مخدوم
نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے نقل کرتے ہیں فرمایا جس زمانہ میں کہ شیخ الاسلام رکن الدین
ملتان سے دہلی میں تشریف لائے ایک گروہ قلندریوں اور جوالقیوں کا خدمت میں
حاضر ہوا قلندریوں نے کہا شیخ ہمکو شربت پلاؤ شیخ نے انکو کچھ دیا جوالقیوں نے کہا شیخ
ہمکو خرچ دو شیخ نے انکو بھی کچھ عنایت کیا پھر فرمایا سردار قوم کو تین چیزیں چاہئیں اوّل
مال چاہئے تاکہ اس گروہ میں سے جو لوگ طلب کریں وہ انکو دیوے قلندریوں نے اسوقت
مجھ سے شربت مانگا اگر میرے پاس کچھ نہوتا میں کہاں سے دیتا دوسرے علم چاہیے تاکہ علمار کی
صحبت میں بیٹھے اُنسے علم کی گفتگو کرے تیسرے حال چاہیے تاکہ درویشوں کے ساتھ حال کے
سبب سے جنبش کرے۔

ذکر شیخ صلاح الدین درویش رحمۃ اللہ علیہ

مرید و خلیفہ شیخ صدر الدین کے ہیں بڑے عالی مرتبہ بزرگ تھے ہمعصر و ہمسایہ حضرت شیخ
مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے ہیں۔ سلطان محمد بن تغلق سے جو مشایخین کو ایذا ئیں
پہنچیں حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی نے بوصیت اپنے مشایخ کے تحمل کیا بخلاف
شیخ صلاح الدین کے کہ وہ سختی کے ساتھ سلطان سے پیش آئے۔ ملتان سے دہلی میں
آکر متوطن ہوئے اور وفات پائی مقبرہ اُنکا حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے مقبرہ
شریف کے نزدیک ہے عرس اُنکا بائیسویں صفر کو ہوتا ہے۔ اُنکی ایک مناجات ہے جسکو
لوگ مناجات شیخ صلاح کہتے ہیں اسمیں وہ لکھتے ہیں۔ الٰہی بحرمت اُسوقت وائن ساعت
کہ جب تو نے صلاح درویش کو فیل سفید کہا تھا۔ الٰہی بحرمت اسوقت وساعت کے
کہ تو نے صلاح درویش کو بڑ کے درخت کے نیچے امروہہ میں کہا تھا کہ اللہ تجھکو سلام
کہتا ہے اور اِس قسم کے بہت کلام ہیں **نقل ہے** کہ ایک جوان گھوڑے پر سوار جاتا
تھا گھوڑا بہت خوبصورت اور خوش شکل تھا جوان نے اُسکو ایک کوڑا اس زور سے مارا کہ

گھوڑے کی سرین پر اسکا نشان ہوگیا شیخ اُس جوان پر اتنے غصہ ہوئے کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ جب دیکھا تو اُس تازیانہ کا زخم شیخ کے جسم پر تھا رحمۃ اللہ علیہ ؛

ذکر مولانا بدرالدین اسحٰق بن علی بن اسحٰق الدہلوی خادم وخلیفہ وداماد شیخ فریدالدین قدس سرہما کے ہیں۔ زہد وورع وفقر وعشق میں بے نظیر تھے ابتداء عمر میں دہلی میں تحصیل علم کرتے تھے طالبعلموں میں بسبب ذہن طبعی وذکاوت کے ممتاز تھے۔ کل کتابیں تمام کر کے بخارا کی طرف متوجہ ہوئے جب اجودھن میں پہنچے آوازہ کمالات حضرت شیخ فریدالدین کا سنکر مشتاق زیارت ہوئے اور اپنے ایک دوست کے ساتھ جو حضرت باباصاحب کی خدمت میں نیاز رکھتا تھا حاضر ہوئے اپنے تمام کمالاتوں کو جو بہت محنت ومشقت سے حاصل کئے تھے بمجرد دیدار حضرت کے دل سے نسیاً منسیا کر دیا۔ حضرت شیخ نے جب انکو قابل دیکھا خادمی اور دامادی سے مخصوص فرمایا اور تربیت کر کے خرقہ خلافت عنایت کیا۔ کہتے ہیں کہ وہ اکثر اوقات روتے رہتے تھے۔ ایک روز یہ بیت پڑھتے تھے **بیت** پیش صلابت غمش روح نطق نمیزند ؛ اے زہزار صوہ کم بس تو نواچہ میزنی تمام دن اسی بیت کے ذوق میں رہے تحیر کی حالت میں نماز شام کا وقت آیا شیخ نے انکو امام بنایا انہوں نے بجائے قراءت کے یہی بیت پڑھی اور بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے پھر شیخ نے انہی کو امام بنایا انکا ایک رسالہ ہے جسکا نام اسرار الاولیا ہے اُسمیں ملفوظات حضرت گنج شکرؒ کے جمع کئے ہیں اور علم تصریف میں ایک کتاب نظم کی ہے جسمیں کمال فصاحت وغایۃ تبحر سے کام لیا ہے۔ آخر میں چند بیتیں لکھی ہیں جنکو سیرالاولیا میں نقل کیا ہے اور آخر کتاب میں اپنی قلم سے چند سطریں حضرت سلطان المشائخ کے التماس سے لکھی ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے سنا مجھسے اور پڑھا اس نظم کو عزیز امام مجاہد نظام الدین محمد بن احمد نے جنکی خصلتیں بہت پسندیدہ اور شمائل علیہ ہیں شامل ہاور آثار انکے تمام جہان پر پھیلے ہوئے ہیں اور فضایل وانوار انکے سب پر عام ہیں اور میں اگرچہ تھوڑی پونجی والا ہوں

مگر اس نظم کا اتفاق ایسے شخص کے حکم سے ہوا ہے جسکا حکم بجالانا واجب ہے مثل سعی چیونٹی کی سامنے سلیمان علیہ السلام کے اور اُنہوں نے کہ ہمیشہ رہے فضل اُنکا التماس کیا مجھ سے ان چند سطروں کا باوجود اپنی عالی قدری کے پس لکھا میں نے انکو اپنے خط سے اُنکی تعمیل حکم میں اور میں اضعف الفقرا ہوں خدا غنی کی طرف اسحٰق بن علی الدہلوی اس امید پر کہ میرے حق میں دُعا خیر کریں۔ مدفن اُنکا صحن جامع مسجد اجودھن میں ہے جہاں وہ تشریف رکھتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ ؛

ذکر شیخ جمال الدین احمد ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ نسب آپ کا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر کے بڑے خلیفہ اور جامع کمالات ظاہری و باطنی ہیں بارہ برس تک حضرت شیخ فریدالدین انکی محبت سے ہانسی میں رہے اور اُنکے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ جمال میرا جمال ہے۔ اور کبھی فرماتے جمال میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سر کے گرد پھروں۔ اور جب کسی کو حضرت خلافت دیتے خلافت نامہ اُنکے پاس بھیجتے اگر وہ قبول کرتے تب خلافت درست ہوتی اور اور اگر وہ رد کر دیتے شیخ بھی رد کر دیتے اور فرماتے جمال کے پارہ کئے ہوئے کو فرید نہیں سی سکتا ایک روز ایک شخص ہانسی سے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپنے فرمایا میرا جمال کیسا ہے عرض کیا مخدوم جس روز سے حضور کے مرید ہوئے ہیں کل اسباب و رمواضع و شغل کتابت کو بالکلیہ ترک کیا ہے اور سخت فاقہ اور بلائیں کھینچتے ہیں اس کلام سے حضرت شیخ فریدالدین بہت خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ بہت خوش رہتے ہیں۔ **نقل ہی** کہ اُنہوں نے جب سے یہ حدیث سُنی القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران یعنی قبر ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یا ایک گڑھا ہے دوزخ کے گڑھوں میں سے اس وعید کے باعث بہت خوف میں رہتے تھے جب انتقال ہو گیا لوگوں نے چاہا کہ مزار شریف کے اوپر گنبد بنائیں کھودتے کھودتے جب لحد کے نزدیک پہنچے دیکھا کہ قبر میں ایک غرفہ یعنی کھڑکی قبلہ کی جانب کھلی ہوئی ہے جسمیں سے جنت کی خوشبو آتی ہے لوگ یہ دیکھتے ہی حاضر

سے علیحدہ ہو گئے اور اُس جگہہ کو بند کر کے اوپر عمارت بنادی حضرت کے بعض رسائل و اشعار بھی لوگوں میں پائے جاتے ہیں جنمیں سے ایک رسالہ عربی کا ہے جسمیں متفرق کلمات جمع کئے ہیں ملہمات اسکا نام ہے اُسمیں لکھتے ہیں فقر ایسا خلق شریف ہے کہ اس سے صلاح اور عفت اور زہد اور ورع اور تقویٰ اور طاعت اور عبادت اور جوع اور فاقہ اور سکینہ اور قناعت اور مروۃ اور فتوت اور دیانتہ اور صیانتہ اور امانتہ اور سہر اور تہجد اور خضوع اور خشوع اور تذلل اور تواضع اور تحمل اور کظم اور عفو اور اغماض اور اشفاق اور انفاق اور ایثار اور اطعام اور اکرام اور احسان اور اعراض اور اخلاص اور انقطاع اور انفصال اور صدق اور صبر اور سکوت اور حلم اور رضا اور حیا اور بذل اور جود اور سخاوت اور خشیتہ اور خوف اور رجا اور ریاضت اور مجاہدہ اور مراقبہ اور موافقہ اور مرافقتہ اور مداومہ اور معاملہ اور توحید اور تہذیب اور تجرید اور تفرید اور سکوت اور وقار اور مدارات اور مواسات اور عنایت اور رعایت اور شفقت اور حفاوۃ اور شفاعت اور لطف اور کرم اور تفقد اور شکر اور فکر اور ذکر اور حرمتہ اور ادب اور اعتصام اور احترام اور طلب اور رغبت اور غیرت اور بصیرت اور یقظہ اور حکمتہ اور حسبتہ اور ہمتہ اور معرفتہ اور حقیقت اور خدمت اور تسلیم اور تفویض اور توکل اور تبتل اور یقین اور غنا، اور استقامت اور حسن خلق پیدا ہوتی ہے۔ جس فقیر میں یہ سب صفتیں پائی جائیں وہی فقیر کامل ہے اور اگر یہ صفتیں نہوں وہ ہرگز فقیر نہیں۔ مزار انکا قصبہ ہانسی میں ہے مزار شریف میں آپ اور آپ کی اولاد سے تین اور بزرگ مدفون ہیں۔ **نقل ہے** کہ بعد وفات کے انکو خواب میں دیکھا در یافت کیا فرمایا جب مجھکو قبر میں لیگئے ایک فرشتہ نے آکر پیغام پہنچایا کہ تمکو صلوٰۃ البروج کی برکت جو بعد شام آپ پڑھا کرتے تھے بخشدیا (صلوٰۃ البروج ایک نماز ہے کہ نماز مغرب کے بعد دو رکعت ایک سلام سے پہلی رکعت میں سورہ بروج اور دوسری رکعت میں سورہ طارق معہ سورہ بروج و آیت الکرسی پڑھی جاتی ہے)۔

ذکر شیخ برہان الدین الصوفی

بن شیخ جمال الدین ہانسوی۔ جب شیخ جمال الدین نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی شیخ برہان الدین صغیر سن تھے حضرت شیخ فریدالدین کی خدمت میں پیش ہوئے حضرت نے انکے حال پر بہت لطف وعنایت فرمائی اور مصلا وعصا اور خلافت نامہ دیکر حضرت شیخ نظام الدین اولیار کی خدمت کی وصیت کی چنانچہ وہ ہر سال حاضر ہوکر تربیت پاتے اور جب تک حضرت شیخ نظام الدین اولیار زندہ رہے کسی کو مرید نہ کیا۔ شیخ جمال الدین کے ایک اور فرزند تھے دانشمند وہ دیوانے ہوگئے تھے حضرت شیخ نظام الدین اولیار فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی ہشیاری کی بات بھی کہتے تھے ایکدن میں نے سنا کہتے تھے العلم حجاب اللہ الاکبر میں نے جانا کہ یہ مجذوب حقیقی ہیں میں نے اُنسے اس کلام کی توضیح پوچھی کہنے لگے علم دون حق ہے اور جو دون حق ہے وہی حجاب حق ہے۔

ذکر شیخ عارف۔ مرید حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر کے ہیں کہتے ہیں کہ بادشاہ اُچہ نے اُن کے ہاتھ سو تنکہ حضرت شیخ کی خدمت میں نذر کیواسطے روانہ کئے تھے جب وہ حاضر خدمت ہوئے پچاس تنکہ خود رکھ لئے اور پچاس نذر کئے حضرت شیخ نے تبسم کیا اور فرمایا عارف تمنے خوب قسمت برادرانہ کی عارف بیحد شرمندہ ہوئے اور بہت عذر کیا اور اسی وقت مرید ہوئے۔ پھر ایسے راسخ الخدمت ہوئے اور استقامت حاصل کی کہ حضرت شیخ نے انکو اجازت بیعت دیکر حدود سیستان میں روانہ کیا رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شیخ صابر۔ سیر الاولیا میں لکھتے ہیں کہ ایک درویش ثابت قدم اور صاحب نعمت مرید حضرت شیخ فریدالدین کے تھے حضرت شیخ نے انکو اجازت دیتے وقت فرمایا شیخ صابر تم زندگی اچھی گذرانو گے اور ایسا ہی ہوا کہ جب تک زندہ رہے عیش وخوشی کے ساتھ زندگی گذاری۔ یہ ایک مرد خوشباش اور کشادہ پیشانی تھے غالبًا یہ شیخ صابر اُن شیخ علی صابر کے علاوہ ہیں جو داماد حضرت شیخ کے ہیں قبر انکی قصبہ کلیر میں ہے اور سلسلہ شیخ عبدالقدوس کا انپر منتہی ہوتا ہے اور انکا ذکر صاحب سیر الاولیا نے مطلقًا نہیں کیا

اور جو ذکر ہے وہ انہی شیخ صابر کا ہے سیر الاولیا میں انکا ذکرہ کرنا خالی غرابت سے نہیں
اور شاید یہ شیخ صابر وہی شیخ علی صابر ہیں واللہ اعلم۔ **ذکر خواجہ نصیر الدین** بڑے
صاحبزادے حضرت شیخ فرید الدین کے ہیں تمام عمر اپنی عبادت الہٰی میں صرف کی اور
زراعت سے کہ قوت حلال ہے ایام زلیست بسر کئے رحمۃ اللہ علیہ۔ **ذکر مولانا
شہاب الدین** بن شیخ فرید الدین وفور علم و فضایل کے ساتھ آراستہ تھے
حضرت شیخ نظام الدین اولیا سے منقول ہے کہ مجھ میں اور مولانا شہاب الدین میں
محبت بہت مستحکم تھی ایک وقت نسخہ عوارف حضرت شیخ فرید الدین کے سامنے رکھا
ہوا تھا اور حضرت شیخ بیان فرما رہے تھے چونکہ نسخہ کا خط بہت باریک اور شکستہ تھا حضرت
شیخ کو آپکے بیان میں ایک گونہ توقف ہوا میں نے ایک دوسرا نسخہ حضرت شیخ نجیب الدین
متوکل کے پاس دیکھا تھا وہ مجھکو یاد آیا میں نے کہا شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس
نسخہ صحیح ہے میری یہ بات حضرت شیخ کی ناگوار خاطر گذری زبان مبارک سے فرمایا
کہ درویش کو غلط نسخہ کے صحیح کرنے کی طاقت نہیں ہے میں یہ نہ سمجھا کہ یہ لفظ کس کی
نسبت فرمایا جب ظاہر ہوا کہ میری نسبت فرمایا ہے میں نے سر برہنہ کیا اور شیخ کے پیروں
میں سر رکھا ہر چند معذرت کی مگر کچھ اثر قبولیت کا ظاہر نہوا میں نے عرض کیا نعوذ باللہ
میری اس سے یہ مراد ہو میں نے ایک نسخہ دیکھا تھا وہ بطور حکایت عرض کیا مگر کچھ اثر
رضامندی کا ظاہر نہوا میں بہت بیقرار ہوا مجلس سے اٹھا کر اس دن سے زیادہ غم مجھکو
کبھی نہیں پہنچا تھا۔ ایک کنوئیں پر پہنچا ارادہ کیا کہ اسمیں گر پڑوں مگر بدنامی کے خوف سے
حیرت میں تھا آخر مولانا شہاب الدین نے میرا حال عرض خدمت کیا اسوقت حضرت
خوش ہوئے اور مجھکو طلب فرما کر بہت مرحمت فرمائی اور فرمایا یہ میں نے تمہارے
کمال حال کے واسطے کیا تھا کیونکہ پیر مشاطہ مرید ہے اور اسی وقت خلعت خاص سے
مشرف فرمایا۔ **ذکر مولانا شیخ بدر الدین سلیمان** حضرت کی اولاد میں

سب سے زیادہ مشہور ہیں بعد وفات حضرت شیخ سب بھائیوں کے اتفاق سے سجادہ پر بیٹھے نسبت
وارادت انکی خاندان چشت سے ہے خواجہ روزا اور خواجہ عزیز جو خلفاء خاندان چشت سے تھے
حضرت شیخ کے صدر حیات میں تشریف لائے تھے شیخ نے تبرکاً وتیمناً مولانا شہاب الدین
اور شیخ بدرالدین کو انکے ہاتھ سے کلاہ ارادت پہنوا کر مرید کرایا تھا۔ **ذکر خواجہ
نظام الدین** رحمہ اللہ علیہ۔ حضرت شیخ کو کل اولاد سے زیادہ محبت تھی یہ سپاہی پیشہ
تھے حضرت شیخ کی رحلت کے وقت سلطان غیاث الدین بلبن کے ساتھ قصبہ پٹیالی میں
تھے جس شب حضرت شیخ نے رحلت کی یہ تشریف لے آئے مگر دروازہ شہر پناہ بند تھا اندر
نہ آسکے جب صبح کو جنازہ لیکر باہر نکلے اُنسے ملاقات ہوئی۔ اُنکے اور بھائیوں کی رائے تھی
کہ حضرت کے جنازے کو گنج شہیداں میں دفن کریں مگر اُنکی رائے وہاں ہوئی جہاں اب
حضرت کا مزار ہے اور یہی رائے سب کو پسند آئی۔ کفاروں کی لڑائی میں یہ بزرگ شہید
ہوئے کوئی نشان اُنکا معلوم نہیں رحمۃ اللہ علیہ **ذکر خواجہ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ**
آپ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں سخاوت و بخشش میں مشہور
تھے آپ کا طریق ملامتیہ تھا۔ خلقت کے ساتھ کچھ اور اور اللہ تعالے کے ساتھ اُسکے
برعکس معاملہ رکھتے تھے۔ سیرالاولیا میں لکھا ہے کہ آپ کو امروہہ کے راستہ میں مرد غیب
لیگئے۔ **ذکر مولانا داؤد پالھی**۔ ضلع ردولی کے ایک گانوں میں رہتے تھے مرید
حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ کے تھے حضرت سلطان المشائخ نے انکا ذکر بہت کیا
بلکہ فرمایا ہے کہ ایک روز مجھکو اور مولانا داؤد کو خدمت شیخ سے ایک وقت رخصت ملی اور
ہم اکٹھے باہر آئے وہ رستہ میں بہت تیز قدم اٹھاتے تھے اور آگے پہنچکر نماز میں مشغول ہوجاتے
جب میں اُنکے پاس پہنچا مجھکو چونکہ اُنکی حالت معلوم تھی میں اُنسے ایک دو کوس آگے بڑھ
جاتا وہ پھر مجھ سے ایک دو کوس آگے بڑھ کے نماز میں مشغول ہوجاتے اور اُس جنگل و بیابان
میں رستہ نہ بھولتے۔ **نقل ہے** کہ وہ صبح کو نماز کے بعد جنگل میں تشریف لیجاتے اور

یادِ حق میں مشغول ہوتے صحرائی ہرن وغیرہ جانور انکے گرد اگرد آکر بیٹھ جاتے اور آپکی مشغولی کو دیکھتے رہتے تھے ؛ **ذکر مولانا رضی الدین منصور** بڑے بزرگ تھے حضرت مخدوم نصیر الدین محمود فرماتے ہیں اودہ میں ایک بزرگ بیمار ہوئے انکی عیادت کو مولانا داؤد مذکور اور مولانا رضی الدین آئے مریض کی ایسی حالت تھی کہ تجہیز و تکفین کی تیاریں ہو رہی تھی ان دونوں بزرگواروں نے آکر فرمایا اب ہم آگئے ہم انکو تندرست کر کے چھوڑیں گے مولانا رضی الدین نے کہا ایک طرف مریض کی آپ لیجیے اور ایک طرف میں لیتا ہوں چنانچہ مولانا داؤد نے سر کی جانب کا نصف حصہ لیا اور مولانا رضی الدین پیر کی جانب بیٹھے اور کچھ پڑھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مریض کا ہاتھ پکڑ کے کہا اُٹھ وہ بالکل تندرست ہوکر اُٹھ کھڑا ہوا ؛ **ذکر مولانا کمال الدین زاہد**۔ کمال ورع و تقویٰ و دیانت کے ساتھ موصوف تھے حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ نے مشارق کو اُن سے مسند کیا اور اُنہوں نے مولانا برہان الدین بلخی سے اور انہوں نے مصنف سے مولانا کمال الدین زاہد نے اجازت نامہ جو حضرت سلطان المشائخ کو عطا کیا تھا اپنے ہاتھ سے لکھا تھا نقل اُسکی سیر الاولیا میں مسطور ہے **نقل ہے** سلطان غیاث الدین بلبن کو تمنا تھی کہ مولانا کمال الدین زاہد کو اپنی امامت دیں اسواسطے مولانا کو اپنے سامنے بلایا اور کہا کہ مجھکو آپ کے کمال علم و دیانت پر پورا اعتقاد ہے اگر میرا منصب امامت آپ قبول کریں محض کرم ہو اور مجھکو اپنی نماز کے قبول ہونے پر بھروسہ ہو۔ مولانا نے فرمایا میرے پاس سوائے نماز کے اور کچھ نہیں رہا ہے اب بادشاہ کی یہ مرضی ہے کہ اُسکو بھی مجھ سے چھین لے مولانا نے یہ جواب اسقدر صلابت و وجاہت سے دیا کہ سلطان خاموش ہو گئے اور بہت معذرت کے ساتھ رخصت کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ ؛ **ذکر شیخ نور الدین** ملک یار پران ایک شیخ بزرگ تھے رہنے والے لاڑ کے اپنے پیر کی اجازت سے دہلی میں تشریف لائے سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ کے مشائخین سے ہیں

حضرت سلطان المشایخ اُن کے روضہ کی زیارت کیواسطے تشریف لیگئے تھے یقیناً اُنسے حیات میں بھی ملاقات ہوئی ہوگی۔ سیرالاولیا میں **نقل ہے** حضرت سلطان المشایخ فرماتے تھے میں جمعہ کی نماز پڑھنے کیلوکہری کی جامع مسجد میں جاتا تھا ایک روز روزہ داری اور گرمی کے رستہ میں دوران سرہوا ایک دکان پر بیٹھ گیا اور خیال کیا کہ اگر کوئی مرکب ہوتا تو اُسپر سوار ہوکر جاتا اور یہ بیت شیخ سعدی کی دل میں گذری ع ما قدم از سرکنیم در طلب دوستان راہ بجائے نبرد ہرکہ باقدام رفت؛ پھر میں نے اس خطرہ سے توبہ کی تین روز کے بعد شیخ ملکیار پران رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ میرے پاس ایک گھوڑی لیکر آئے اور کہا اُسکو قبول کیجے میں نے کہا میں بھلا تم سے کیونکر لوں تم خود ایک درویش ہو اُنہوں نے عرض کیا تیسرا روز ہے کہ میرے پیر نے مجھ سے خواب میں فرمایا کہ ایک گھوڑی جاکر شیخ نظام الدین اولیاء کی نظر کرو میں نے جواب میں کہا کہ یہ تمہارے شیخ نے فرمایا ہے اگر میرے شیخ مجھے ارشاد فرمائیں تو میں قبول کروں۔ وہ دوبارہ پھر لائے میں سمجھا کہ یہ خدا کا بھیجا ہوا ہے اُس دن سے میرے ہاں گھوڑے کم نہوئے۔ کہتے ہیں جسوقت ملکیار پران دہلی میں تشریف لائے جس جگہ انکا مزار ہے وہیں رہے۔ شیخ ابابکر طوسی قلندر نے اُنسے جھگڑا کیا اُنہوں نے کہا میں اپنے پیر کا بھیجا ہوا ہوں اسپر اُنہوں نے حجت طلب کی دہلی سے جہاں اُنکے پیر تھے بہت مسافت تھی تھوڑے عرصہ میں وہاں سے خبر لے آئے اُس سبب سے انکو ملکیار پران کہتے ہیں واللہ اعلم

ذکر شیخ ضیاءُ الدین رومی۔ مشایخ کبار سے ہیں مرید خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے۔ سلطان قطب الدین بن علاءالدین اُنکا مرید تھا کہتے ہیں اُنکے سوم کے روز حضرت سلطان المشایخ تشریف لیگئے وہاں سلطان قطب الدین بھی تھا حضرت کی تعظیم نہ کی نہ جواب سلام کا دیا۔ **نقل ہے** حضرت سلطان المشایخ فرماتے ہیں میں نے مولانا ضیاءُ الدین رومی سے سُنا ہے فرماتے تھے میرا ایک دوست تھا اُسکو سماع میں حال و ذوق بہت ہوتا تھا بعد وفات میں نے اُسکو خواب میں دیکھا کہ

جنت کے ایک نہایت رفیع مکان میں بیٹھا ہے مگر غمگین ہیں میں نے انکو اُس مکان کی مبارکباد دی اور پوچھا کہ غمگین کیوں ہو کہا یہ سب لذتیں تو میں نے پائیں مگر جو لذت و حالت سماع میں حاصل ہوتی تھی وہ نہیں پائی روضہ انکا حضرت خواجہ قطب الدین کے راستہ میں بجی منڈل کے سامنے ہے رحمۃ اللہ علیہ۔ **ذکر شیخ شرف الدین کرمانی** قصبہ سرسی کے رہنے والے تھے حضرت شیخ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں میں نے جنید قوال سے سُنا ہے کہ اُس نے اُنکے سامنے ایک بیت پڑھی جس سے اُنہوں نے ایک آہ کی اور جان بحق تسلیم ہوئی۔ **ذکر سید مولہ** غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں دہلی میں آئے مرید اور معتقدین انکے بہت تھے لوگوں کو کھانا دیتے اور کرامتیں دکھاتے تھے۔ بہت لوگوں کو اُنپر کیمیا بنانے کا گمان تھا اور بعضوں کو کرامت کا۔ بعضے شعبدوں سے بتاتے تھے اُنکو شیخ ابا بکر طوسی کے قلندروں نے سلطان جلال الدین کے زمانے میں مار ڈالا اُنکے قتل کے روز گرد و غبار بہت تھا اتنا کہ تمام عالم تاریک ہوگیا جیسے قیامت قایم ہوگئی اور سلطان جلال الدین کو اس حال کے دیکھنے سے اعتقاد پیدا ہوگیا واللہ اعلم۔ **ذکر شیخ ابا بکر طوسی حیدری** مشرب انکا قلندریہ تھا انیں اور حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی میں بہت محبت تھی جب ہانسی سے حضرت خواجہ قطب الاقطاب کی زیارت کو دہلی میں تشریف لاتے شیخ ابو بکر طوسی کی خانقاہ میں دریائے جمنا کے کنارہ ٹھہرتے درویشانہ صحبت رکھتے اور سماع سنتے حضرت سلطان المشائخ بھی وہاں تشریف لیجا کر مجلس میں شریک ہوتے تھے **نقل ہے** کہ ایک دفعہ شیخ جمال الدین تشریف لائے مولانا حسام الدین جو شیخ القضاۃ والخطبا دہلی تھے اور انکے مرید تھے استقبال کو گئے۔ شیخ ابو بکر طوسی نے کہا کہ شیخ جمال الدین سے کہو کہ میں حج کو جاتا ہوں شروع ملاقات میں مولانا جمال الدین نے شیخ حسام الدین سے پوچھا میرا وہ باز سفید کیسا ہے یعنی شیخ ابا بکر طوسی۔ مولانا حسام الدین نے کہا اُنکا حج کا ارادہ ہے شیخ جمال الدین نے وہیں سے مولانا حسام الدین کو الٹا بھیجا اور کہا تم جاؤ میں بھی

تمہارے پیچھے آتا ہوں اور یہ رباعی لکھدی **رباعی** سرہانے ترا سرم نثار اولی تر و یک سر چہ بود بلکہ ہزار اولی تر ۔ در غار وطن بساز چو بکر از انکہ ۔ بوبکر محمدی بغار اولی تر ۔ مزار اُنکا اُنہی کی خانقاہ میں ہے۔ زیارت ہوتی ہے۔

ذکر شیخ فرید الدین پوتے سلطان التارکین حضرت شیخ حمید الدین صوفی کے ہیں مرید خلیفہ و صاحب سجادہ اپنے دادا بزرگوار کے تھے۔ اُنہی کے ظل عنایت میں تربیت پائی۔ سرور الصدور نام ملفوظ حضرت شیخ حمید الدین کا جمع کیا ہے۔ سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں ناگور سے دہلی میں تشریف لاکر مقیم ہوئے مزار اُنکا پُرانی دہلی میں ہے۔ بیچ ہنڈل کی شرقی جانب جہاں اُنکا گھر تھا اور وہیں سنگ خراس پڑا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ شیخ نے حالت سماع میں اسکو گردن میں ڈال لیا تھا اور اسی طرح ناگور سے دہلی میں تشریف لائے تھے واللہ اعلم

ذکر شیخ عبد العزیز فرزند شیخ حمید الدین کے ہیں جوانی کے عالم میں حالت سماع میں جان بحق تسلیم کی لیلتہ الرغائب کو ایک صوفی کے ہاں مجلس تھی سماع ہو رہا تھا قوال نے یہ بیت پڑھی **بیت** جان بدہ جان بدہ جان بدہ ۔ فائدہ در گفتن بسیار چیست ۔ اسکے سنتے ہی نعرہ کیا اور جان دی۔ انکے تین فرزند تھے شیخ وحید اور شیخ فرید اور شیخ نجیب انمیں سے ہر ایک کے حق میں شیخ حمید الدین نے ایک ایک بات فرمائی تھی۔ شیخ وحید کو فرمایا وحید وحید ہے میری طرح چنانچہ ویسا ہی ظہور ہوا جیسا کہ انہوں نے فرمایا تھا یعنی وہ مجرد اور بے تعلق و آوارہ رہے۔ فرمایا فرید صاحب سجادہ میرا ہے اور نجیب صاحب دیوان ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔

ذکر شیخ علی کرد سیر الاولیا میں لکھا ہے حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے ایکدفعہ میں ہانسی پہنچا اُس زمانہ میں حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر قدس سرہ صوم داودی یعنی ایک دن چھوڑکر دوسرے روز روزہ رکھتے تھے ایکروز افطار کے دن شیخ علی کو اپنے یہاں مہمان کیا جب دونوں بزرگ ہم لقمہ ہوئے شیخ علی کے دل میں خیال آیا کہ اگر حضرت صوم دوام

یعنی ہمیشہ روزہ رکھتے تو بہتر ہوتا حضرت شیخ الشیوخ کو نورِ باطن سے یہ خطرہ ظاہر ہوا
فوراً کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ وطن شیخ علی کا میرٹھ تھا اور وہیں انکا مزار ہے۔ **ذکر
مولانا نور ترک**۔ انکا ذکر طبقات ناصری میں قاضی منہاج الدین نے دوسری طرح
سے لکھا ہے جس سے انکی حالت دگرگوں اور مذہب کی خرابی معلوم ہوتی ہے مگر فوائد الفواد
میں حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ سے منقول ہے کہ بعض علماء نے انکے بارے میں بطور
دِگر لکھا ہے مگر وہ آسمان کے پانی سے زیادہ پاک تھے علماء شہر سے تعصب رکھتے تھے
کیونکہ علماء کے افعال و اقوال محض دنیاوی بنیاد پر مبنی ہوتے ہیں۔ مولانا نور ترک کا کلام
سخت موثر تھا کسی کے مرید نہیں تھے جو کچھ کہتے تھے قوت علم و مجاہدہ سے کہتے تھے انکا
ایک غلام رضا پانی بھرا کرتا تھا اور اپنی مزدوری ہر روز ایک درم آپ کو دیتا تھا اسمیں
انکی قوت بسری ہوتی تھی ایک روز رضیہ سلطان نے بطور نذر کچھ روپیہ شیخ کی خدمت میں
بھیجا شیخ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اُس چھڑی کو اُسپر مار کر کہنے لگے یہ کیا ہے اسکو میرے
سامنے سے لیجاؤ۔ پھر یہاں سے مکہ شریف تشریف لیگئے وہاں ایک ہندستانی نے دو من
چانول آپ کی نذر کئے آپ نے قبول فرمالئے اُسکے دل میں خطرہ گذرا کہ یہ تو وہ بزرگ ہیں
جنہوں نے رضیہ سلطان کے زر کثیر کو رد کر دیا تھا میرے ان قلیل چانولوں کو کیوں قبول
فرمایا۔ مولانا نور ترک نے کہا اے خواجہ مکہ کو دہلی نہ سمجھو اور اسوقت میں جوان تھا اب بوڑھا
ہوگیا ہوں وہ قوت جوانی کی کہاں ہے اور یہاں غلہ بھی کم ہے۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ
فرماتے ہیں میں نے حضرت شیخ فرید الدین سے سُنا فرماتے تھے کہ میں نے مولانا نور ترک کا
وعظ ہانسی میں سُنا تھا جس وقت میں آپ کے وعظ کی مجلس میں حاضر ہوا میں رنگین اور
بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا مجھ سے انکی کبھی کی ملاقات بھی نہیں تھی مجھکو دیکھتے ہی کہا
مسلمانو! صراف سخن آگئے اور پھر ایسی مدح شروع کی کہ کسی بادشاہ کی کسی نے نہ کی ہوگی۔
ذکر مولانا مخلص الدین۔ حضرت مخدوم نصیر الدینؒ فرماتے ہیں مضافات بداؤں

ہیں کسرک نام موضع میں رہتے تھے حافظ قرآن اور صاحب ولایت تھے ایک دن اپنے شاگردوں
کے ساتھ سیر کو گئے تھے راستہ میں آگے درخت پھل رہے تھے شاگردوں نے پھلوں کو توڑ لیا
اور آپ کی خدمت میں لے آئے مولانا کی جو نظر پڑی پوچھا کیا تمہارے ہاتھ میں ککڑیاں ہیں
عرض کیا کہ حضرت آک ہی مولانا نے کہا نہیں ککڑیاں ہیں شاگردوں نے کہا حضرت ہمنے اپنے
ہاتھ سے توڑے ہیں اور یہ ککڑی کا موسم بھی نہیں ہے آپ کیسے فرماتے ہیں مولانا نے کہا لاؤ
مجھے دو اور اسکو لیکر چاقو سے تراش کرکے سب کو تقسیم کیا اب جو اسکو کھایا تو واقعی ککڑی تھی
حضرت شیخ نصیر الدین مخدوم سے کسی نے عرض کیا کہ خواجہ عزیز کڑ کی اور مولانا مخلص الدین
ہمعصر تھے آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں مگر خواجہ عزیز کڑ کی بہت بڑے بزرگ تھے پھر فرمایا
بدایوں میں بہت بزرگ گذرے ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ **خواجہ علی** مرید
شیخ جلال الدین تبریزی کے تھے صاحب نعمت و صاحب کرامت مشہور ہیں **نقل ہے**
کہ جب حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ نے تحصیل علم تمام کی حضرت کی والدہ نے
اپنے ہاتھ سے سوت کاتا اور دستار بنوائی۔ کھانا پکایا اور علماء و مشائخ شہر کی دعوت کی حضرت
شیخ نظام الدین اولیا اپنے دونوں ہاتھوں پر دستار رکھ کے مجلس میں آئے اور شیخ علی کے
سامنے رکھدی شیخ علی نے ایک پیچ دستار کا اپنے ہاتھ سے حضرت کے سر پر باندھا اور دوسرا
پیچ حضرت شیخ نظام الدین کے ہاتھ میں دیدیا حضرت نے وہ دستار کرامت سر پر باندھ کے
سر شیخ علی کے پیروں میں رکھا شیخ علی نے دعا کی کہ خدا آنکو علماء میں یگانہ زمانہ کرے۔ اور
انتہا ہمت کو پہنچائے (شیخ علی کی ابتدائی حالت حضرت شیخ جلال الدین کے ذکر میں تحریر
ہو چکی ہے) شیخ جلال الدین نے رخصت کے وقت فرمایا کہ شیخ بدایوں کی خلقت کو
تمہاری پناہ میں دیا۔ خیر المجالس میں حضرت مخدوم نصیر الدین سے نقل ہے فرماتے تھے
بدایوں میں دو علی مولے تھے ایک علی مولے خورد اور دوسرے علی مولی بزرگ اور یہ
علی مولی جو مرید حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کے ہیں جنکو بوقت دستار بندی حضرت

سلطان المشائخ کے بتلایا تھا وہی علمی بزرگ تھے فرماتے ہیں کہ علم مولے کچھ نہ جانتے تھے فقط نماز پنجوقتی پڑھتے تھے اسکے سوا کوئی مزید عبادت نہ تھی مگر سچ بولتے تھے تمام مشائخ و علماء انکسے فیض حاصل کرتے تھے اور انکے قدم چومتے تھے انمیں ایسی قبولیت پیدا ہوئی تھی کہ جو کوئی انکو دیکھتا جانتا کہ یہ مرد خدا ہیں **ذکر خواجہ حسن افغان** شیخ بہاو الدین زکریا کے مرید ہیں حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں وہ صاحب ولایت اور بہت بڑے بزرگ تھے ایک دفعہ وہ گشت کرتے ہوئے ایک مسجد میں پہنچے موذن نے تکبیر کہی امام آگے بڑھا ایک خلقت جماعت میں کھڑی ہوئی خواجہ حسن بھی شریک ہوئے جب نماز تمام ہوئی اور خلقت چلی گئی یہ امام کے پاس گئے اور کہا اے خواجہ تمنے نماز شروع کی اور میں تمہارے ساتھ ہوا تم یہاں سے دہلی گئے وہاں تمنے غلام خریدے اور پھر وہاں سے واپس دوسرے شہر میں آئے اور وہاں سے چلکر ملتان پہنچے میں تمہارے پیچھے پریشان ہوتا پھرا آخر (بتلاؤ تو) یہ کیسی نماز ہے۔ **ذکر شیخ تقی الدین محمد** حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں یہ مرد صاحب حال اور ہمیشہ مستغرق بحال رہتے تھے کسی چیز کی انکو خبر نہ تھی یہ بھی نجانتے تھے یہ کونسا مہینہ ہے اور کونسا دن ہے۔ ایکدن انکے پاس ایک شخص کاغذ لایا اور کہا شیخ اسمیں اپنا نام لکھدو شیخ نے قلم اٹھایا اور متحیر ہوکر رہگئے خادم سمجھے کہ شیخ اپنا نام بھول گئے عرض کیا آپکا نام شیخ محمد ہے۔ تب شیخ نے اپنا نام لکھا۔ ایکدن آپ جامع مسجد میں جاتے تھے جب مسجد کے دروازہ میں پہنچے متحیر کھڑے ہوگئے خادم سمجھے کہ شیخ اپنا داہنا پاؤں بھول گئے خادم نے اپنا ہاتھ شیخ کے داہنے پیر پر رکھکر کہا کہ شیخ داہنا پیر یہ ہے اسوقت شیخ نے پیر مسجد میں رکھا رحمۃ اللہ علیہ **ذکر شیخ برہان الدین نسفی**۔ فوائد الفواد میں ہے کہ وہ بزرگ کامل حال تھے جب کوئی شاگرد انکے پاس آتا اول کہتے کہ مجھسے تین شرطیں کرلو پھر میں تمکو سبق پڑھاؤں گا۔ اول تو یہ کہ کھانا ایک وقت کھانا تاکہ علم کے لئے جگہ رہے دوسرے یہ کہ ناغہ نکرنا اگر ایکدن ناغہ کروگے دوسرے دن نہیں پڑھاؤنگا۔ تیسرے یہ کہ

اگر کہیں رستے میں مجھکو ملجاؤ تو بہت سلام کر کے الگ ہو جانا ہاتھ پیر رستے میں نہ چومنا اور نہ زیادہ تعظیم کرنا۔ **ذکر مولانا علاؤ الدین اصولی** بہت بڑے بزرگ اور حضرت سلطان المشایخ کے اُستادوں میں ہیں۔ خیر المجالس میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشایخ نے قدوری مولانا علاؤ الدین سے تمام کی مولانا نے فرمایا شیخ نظام الدین اپنی دستار باندھو شیخ تین چار گز کی دستار باندھتے تھے بڑی دستار میسر نہ تھی یہ تمام قصہ خواجہ علی کے ذکر میں مذکور ہوا۔ فواید الفواد میں فرماتے ہیں کہ مولانا علاؤ الدین جب بچے تھے اور بدایوں کی گلیوں میں پھرتے رہتے تھے کہ شیخ جلال الدین تبریزی کی نظر انپر پڑی انکو بلا کر جو کپڑے آپ پہنے ہوئے تھے وہ اُتارے اور انکو پہنائے یہ تمام بزرگی و برکت انکی اسی سبب سے تھی۔ کہتے ہیں کہ مولانا کی ایک کنیز تھی نئی خریدی ہوئی وہ روتی تھی مولانا نے پوچھا کیوں روتی ہے اُس نے کہا میرا ایک بچہ ہے اُس سے جدا ہو گئی ہوں مولانا نے اُسکو گھر سے باہر نکال کے موضع موسٹی کے راستہ پر کہ جو وطن اُسکا تھا چھوڑ دیا۔ فواید الفواد میں ہے کہ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر جب اس حرف پر پہنچے چشم پُر آب کی اور فرمایا علما ظاہر اس بات کے منکر ہیں مگر جاننا چاہئے کہ انہوں نے کیا کیا قبر انکی بدایوں میں زیارت گاہ خلق ہے۔ خیر المجالس میں حضرت شیخ مخدوم نصیر الدین فرماتے ہیں کہ مولانا علاؤ الدین کسی سے کوئی چیز قبول نہ کرتے تھے مگر بوقت حاجت اگر کوئی شخص لاتا تو بقدر ضرورت لیلیتے باقی واپس کر دیتے۔ ایک روز مولانا کو فاقہ تھا اور کھل کھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک نائی آیا مولانا کو یہ منظور نہ تھا کہ نائی انکے فاقہ پر مطلع ہو اُس کھل کے ٹکڑہ کو اٹھا کر دستار میں چھپا لیا۔ نائی نے جب حجامت بنائی وہ کھلی نکل پڑی اُس نائی نے یہ حال جا کر لوگوں سے کہا چنانچہ ایک شخص نے کئی من غلہ اور کئی کپتے گھی کے اور ایک ہزار جیتل مولانا کی خدمت میں ارسال کئے مولانا نے انکو قبول نہ کیا اور نائی کو بلا کر بہت جھڑکا اور ملامت کر کے فرمایا کہ آیندہ میرے پاس نہ آنا اُس نائی نے لوگوں کو سفارش کیواسطے بلایا اور بہت معذرت کی کہا میں درویشوں کا بھید فاش نہیں کرونگا تب اُسکو آنیکی اجازت دی اور قصور معاف کیا

معاف کیا **ذکر مولانا شمس الملک** اپنے زمانہ کے علم وفضل میں ممتاز زمانہ تھے
حضرت سلطان المشایخ نے اُنسے مقامات حریری پڑھی تھی اکثر علماء شہر انکے شاگرد تھے
حضرت شیخ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں جب میں سبق ناغہ کرتا اور دوسرے دن اُنکے سامنے
جاتا فرماتے ؎ آخر کم از آنکہ گاہے گاہے ؛ آئی وبما کنی نگاہے ؛ تاج زمرد جو اُس زمانے
کے شاعروں میں سے تھا انکی شان میں کہتا ہے ؎ صدرا کنوں بکام دل دوستان
شوی ؛ مستوفی ممالک ہندوستان شوی ؛ **ذکر قاضی جمال بداؤنی ثم الملتانی**
ایک بزرگ تھے حضرت سلطان المشایخ شیخ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ
اُنہوں نے خواب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نواح بدایوں میں ایک جگہ وضو
کرتے دیکھا فوراً اُٹھکر اُس جگہہ گئے دیکھا کہ زمین تر تھی لوگوں سے کہا میری قبر یہیں
بنانا۔ جب فوت ہوئے وہیں دفن کئے گئے **ذکر شیخ صوفی بدہنی** حضرت
سلطان المشایخ فرماتے ہیں۔ ایک بزرگ تھے کیتھل میں انکو شیخ صوفی بدہنی کہتے تھے
بہت بڑے تارک تھے یہانتک کہ اتنا کپڑا بھی نہ رکھتے تھے کہ جس سے ستر عورت کریں
پھر فرمایا اگر کوئی شخص کھانا پینا کہ جس سے بدن قایم رہتا ہے ترک کرے یا کپڑا جس سے
ستر کا ڈھکنا ہے چھوڑ دے اُسکو عذاب ہوگا۔ چنانچہ شیخ بدہنی ایسے ہی تھے خیر المجالس
میں حضرت شیخ نصیر الدین محمود سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ صوفی بدہنی کو ذوق طاعت
بہت تھا مسجد کی محراب میں رہتے اور رات دن نماز پڑھتے اسکے سوا دوسرا کام نہ تھا
خلقت اُنکے پاس بہت آتی تھی ایک دن چند دانشمند آئے اُنسے پوچھا جنت میں بھی نماز
ہوگی اُنہوں نے کہا جنت کھانے پینے عیش وآرام کی جگہہ ہے وہاں عبادت کہاں
عبادت کا گھر دُنیا ہے۔ شیخ صوفی نے کہا ایسی جنت میرے کس کام کی جہاں نماز نہو
اور ایک لفظ ہندی کا ایسا سخت کہا جو لکھنے کے لایق نہیں۔ پھر حضرت مخدوم نے چند
الفاظ اُنکی تعریف میں فرمائے کہ ایک روز ایک شخص صوفی بدہنی کے پاس آیا صوفی بدہنی

ایک بلند جگہہ پر تشریف رکھتے تھے انکی ملاقات سے پہلے اس شخص کی ایک مرد غیب سے
ملاقات ہوئی اس شخص نے اُنسے دریافت کیا کہ صوفی بدہنی کیسے شخص ہیں مرد غیب نے
کہا مرد بزرگ ہیں مگر افسوس اتنا ہی کہکر پھر اُس مرد غیب نے استغفار کی اور کہا استغفر اللہ
وہ شخص جو صوفی بدہنی کے پاس آئے تھے صوفی بدہنی سے کہنے لگے کہ وہ مرد غیب آپکی
نسبت کچھ کہنا چاہتا تھا اگر وہ استغفار نکرتا تو میں اُسکو اُس بلندی پر سے ایسا پھینکتا
کہ اُسکی گردن ٹوٹ جاتی دوسری **حکایت** فرمائی کہ جب صوفی بدہنی مشغول ہوتے تھے
تو سر الگ اور پیر الگ غرض ہر ایک عضو علیحدہ ہوجاتا کسی نے عرض کیا صوفی بدہنی کس
زمانہ میں تھے فرمایا حضرت شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ کے عہد دولت میں ہوئے ہیں
لوگ کہتے ہیں کہ انکے گنبد پر کسی نے کوا بیٹھتے نہیں دیکھا اور نہ وہاں سے گذرتا ہے واللہ اعلم
لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین اور شیخ صوفی چنگیز خانی مغلوں کے ہاتھ
گرفتار ہوگئے اُسدن کسی قیدی کو کھانیکو نہ ملا تھا خواجہ نے اپنی بغل میں سے کاک اور شیخ
بدہنی نے پانی کا آبخورہ نکالکر سب کو تقسیم کرنا شروع کیا اس سبب سے حضرت خواجہ کو کاکی اور
شیخ صوفی کو بدہنی کہ زبان ہندی میں آبخورے سے مراد ہے کہتے ہیں۔ **ذکر شیخ
شہاب الدین خطیب ہانسوی** حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ وہ
بڑے بزرگ تھے ہر شب سورہ بقر پڑھکر سوتے تھے کہنے لگے کہ ایک شب جو میں نے یہ
سورہ پڑھی گھر کے کونے میں سے آواز آئی **بیت** دارمی سرما وگرنہ دو دراز برما؛
مادوست کشیم و تو نداری سرما؛ گھر والے سب سوتے تھے میں حیران ہوگیا کہ یہ کون
کہہ رہا ہے حالانکہ گھر میں کوئی ایسا نہیں تھا جسکی طرف یہ خیال کرتا آخر پھر دوبارہ آواز سنی
فرمایا۔ وہ مناجات کیا کرتے تھے کہ خداوندا میں نے تیرے بہت عہد پورے کئے ہیں تو
بھی میرے عہد کو پورا کر کہ میرے مرنے کے وقت سوائے میرے اور تیرے ملک الموت بھی
نہو۔ چنانچہ وہ اسی طرح سے مرے جیسے وہ چاہتے تھے۔ **ذکر شیخ احمد بداونی**

حضرت شیخ المشایخ خواجہ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ یہ میرے دوست تھے بہت صالح اور درویشوں کے معتقد ابدال صفت اگرچہ امّی (یعنی ان پڑھ) تھے مگر تمام دن تحقیق مسایل میں رہتے تھے جب انکا انتقال ہوا میں نے انکو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے ویسے ہی مسایل پوچھ رہے ہیں جیسے زندگی میں پوچھتے تھے میں نے اُنسے کہا تم جو یہ مسایل پوچھتے ہو یہ زندگی میں کام آتے ہیں یا مرنے کے بعد۔ میں نے جو یہ بات کہی تو کہنے لگے کہ تم اولیاء اللہ کو مُردہ کہتے ہو۔ ذکر قاضی منہاج جرجانی صاحب طبقات ناصری ہیں بزرگ اور علامہ روزگار تھے سماع سے بہت شوق رکھتے تھے جب قاضی ہوئے تو یہ کام بہت مستحکم ہو گیا حضرت سلطان المشایخ فرماتے ہیں میں اُنکے وعظ میں ہر ہفتہ جاتا تھا ایک دن انہوں نے یہ رباعی پڑھی رباعی لب بر لب لعل دلبراں خوش کردن ؛ و آہنگ سر زلف مشوش کردن ؛ امروز خوش است لیک فردا خوش نیست ؛ خود را چو خسے طعمۂ آتش کردن ؛ میں نے یہ رباعی سُنکر تھوڑی دیر بیخود رہا پھر ہوش میں آگیا۔ ذکر مولانا احمد حافظ۔ ایک دانشمند اور باخدا تھے حضرت سلطان المشایخ فرماتے ہیں میرا ایک مرتبہ قصد حضرت شیخ فریدالحق والدین قدس سرہ کی زیارت کا تھا سفر کے راستے میں میرا انسے اتفاق ملاقات کا ہوا مجھ سے کہا حضرت شیخ کے روضہ پر جب پہنچو میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ میں دنیا نہیں طلب کرتا کیونکہ اسکے طلبگار بہت ہیں اور عقبیٰ بھی ایسے ہی ہے میں یہ چاہتا ہوں۔ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین

طبقہ سوم

حضرت شیخ نصیرالدین مخدوم چراغ دہلی اور اُنکے معاصر اولیاء کے حالات سے ہمارے زمانہ تک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ؛ ذکر حضرت مستغرق بحر شہود مخدوم خواجہ شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی اودھی چشتی قدس سرہ حضرت

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کے مشہور اور بڑے خلیفہ ہیں صاحب سر
اور وارث احوال تھے دہلی کی ولایت حضرت سلطان المشائخ کے بعد انکی طرف منتقل
ہوئی اپنے شیخ کے بہت تابع تھے طریقہ انکا فقر و صبر و رضا و تسلیم تھا۔ **نقل ہے** کہ ایک دن
حضرت امیر خسرو سے جو حضرت محبوب الٰہی کے ہمراز تھے التماس کیا کہ میری جانب سے خدمت
شیخ میں عرض کیجئے کہ میں اودھ میں رہتا ہوں اور خلقت کی مزاحمت سے مشغول نہیں
رہ سکتا اگر فرمان ہو کسی جنگل میں فراغ خاطر سے عبادت کروں۔ حضرت امیر خسرو کا معمول
تھا کہ عشا کی نماز کے بعد شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور کل حال عرض کرتے اُسیوقت
حضرت مخدوم نصیر الدین کی عرضداشت بھی گذارش کی حضرت نے ارشاد کیا اُنسے کہدو
کہ تمکو خلقت میں رہنا اور اُنکے ظلم و زیادتی کو برداشت کرنا چاہیے اور اس ظلم و زیادتی کا
بدل بخشش اور عطا سے کرنا۔ **روایت** کرتے ہیں کہ ایک وقت حضرت شیخ نے اُنکو
خلوت میں طلب کیا فرمایا تمہارے دل میں کیا ہے اور تمہارا مقصود اس کام سے کیا ہے
اور تمہارے والد کیا کام کرتے تھے۔ عرض کیا میرا مقصود دعاء درازی عمر حضرت خواجہ
اور درویشوں کی جوتیاں سیدھی کرنا ہے۔ میرے والد کے بہت غلام تھے اور وہ روئی
کی سوداگری کرتے تھے۔ پھر حضرت شیخ نے فرمایا سنو جب میں اپنے شیخ حضرت خواجہ
فرید الحق والدین کی خدمت میں حاضر ہوا ایک دن اجودھن میں ایک دانشمند جو میرے
ہم سبق بھی تھے مجھکو ملے اُنہوں نے میرے کپڑے کو بوسیدہ اور میلا دیکھکر کہا اے نظام الدین
یہ کیسا روز بد تمہارے سامنے آیا جو تمہارا حال ایسا ہو گیا۔ اگر اس شہر میں تم کچھ تعلیم کا
سلسلہ جاری کرتے تو اسباب معیشت تمکو فراغت سے میسر آتا میں نے انکا یہ کلام سنکر کچھ
جواب نہ دیا اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ارشاد کیا نظام الدین اگر
تمہارے دوستوں میں سے کوئی تمسے پوچھے کہ یہ کیا روز بد ہے جو تمکو پیش آیا اور تعلیم کو
کیوں چھوڑ دیا جس سے ایام فراغت کے ساتھ گذرتے تو تم کیا جواب دو میں نے عرض کیا

جو کچھ فرمان ہو فرمایا یہ کہدینا ؎ نہ ہمرہے تو مرا راہ خویش گیرو برو ٭ ترا سعادت بادا
مرا نگونساری ٭ پھر فرمایا ایک خوان کھانے کا بھر کر لاؤ اور نظام الدین تم اپنے سر پر رکھکر
اُن کے پاس لیجاؤ میں نے ایسا ہی کیا اُنہوں نے میری بہت تعریف کی اور کہا کہ تمکو یہ
صحبت مبارک ہو۔ شیخ نصیر الدین فرماتے ہیں کہ حضرت نے ایسی ایسی مجھکو بہت سی تلقین
کیں پھر ریاضت اور مجاہدہ کو فرمایا چنانچہ دس دس، روز یونہی گذر جاتے تھے کہ میں کچھ نہ کھاتا
تھا اور اکثر اوقات جب شہوت مزاحمت کرتی تھی تو کچھ ترشی کھا لیتا۔ کہتے ہیں کہ سلطان محمد
تغلق حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کو باوجود ایسے عالی رتبہ ہونیکے بہت ایذائیں دیتا
اور اپنے ساتھ سفر میں لیجاتا تھا یہانتک کہ محمد تغلق نے ایک وقت انکو اپنا داروغہ توشہ خانہ
بنایا اور وہ ان سب ظلموں کو بسبب وصیت اپنے پیر کے سہتے تھے اور دم نہ مارتے تھے وفات
انکی اٹھارہ ماہ رمضان ۷۵۷ہجری میں ہوئی۔ ایک دفعہ محمد تغلق نے حضرت کے واسطے
کھانا سونے چاندی کے برتنوں میں بھیجا اور غرض یہ تھی کہ اگر حضرت نہ کھائیں گے میں
یہ کہونگا کہ میرا کھانا نہ کھایا اور اگر کھالیا تو یہ کہوں گا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھایا
غرض دونوں طرح سے حضرت کا ستانا منظور تھا جب وہ کھانا حضرت کے سامنے پیش ہوا
آپ نے سالن برتن میں سے ہتھیلی پر لیکر نوش کیا دشمن مایوس ہو کر چلے گئے۔ خیر المجالس
میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرضداشت کی کہ میں نے حضرت
خواجہ عثمان ہارونی کے ملفوظات میں لکھا ہوا دیکھا ہے وہ فرماتے ہیں جو شخص دو مادہ
گاؤ ذبح کرے اسکا عذاب ایسا ہے جیسے ایک خون کیا اور چار مادہ گاؤ کا ذبح کرنا ایسا ہے
جیسے دو خون کئے اور جو کوئی دس بکریوں کو ذبح کرے وہ بھی ایک خون کے برابر ہے
اول حضرت نے فرمایا ہارونی نہیں ہے ہردنی ہے ہرون ایک گاؤں ہے حضرت وہیں
کے تھے پھر فرمایا یہ حضرت کا ملفوظ نہیں ہے یہ نسخہ میرے پاس بھی لائے تھے جنمیں
ایسے ایسے الفاظ بہت ہیں جو حضرت کے قول سے مناسبت نہیں رکھتے پھر فرمایا حضرت

شیخ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی کیونکہ حضرت شیخ الاسلام
فرید الدین اور شیخ الاسلام قطب الدین اور خواجگان چشتؒ سے کسی نے کوئی کتاب تصنیف
نہیں کی نقل ہے کہ ایکدن حضرت سلطان المشایخ کے مریدوں نے مجلس کی تھی اور ایسا
ساتھ دف کے گانا سنتے تھے حضرت شیخ نصیر الدین بھی مجلس میں تھے آپ اُٹھ کھڑے ہوئے
یاروں نے بیٹھنے کی تکلیف دی آپ نے فرمایا خلاف سنت ہے احباب نے کہا کہ سماع سے
منکر ہو گئے اور پیر کے طریقے سے پھرتے ہو۔ آپ نے فرمایا قول مشایخ حجت نہیں ہے دلیل
کتاب و حدیث سے ہونی چاہئے بعض لوگوں نے حضرت شیخ کی خدمت میں یہ بات پہنچائی
کہ شیخ محمود ایسا کہتے ہیں آپ نے فرمایا وہ سچ کہتے ہیں اور حق وہی ہے جو وہ کہتے ہیں۔
سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشایخ کی مجلس میں مزامیر نہوتا تھا اور نہ تالیاں
بجاتے تھے اور اگر کوئی خبر کرتا کہ فلاں اشخاص مزامیر سنتے ہیں آپ فرماتے تھے اچھا نہیں
کرتے۔ خیر المجالس میں لکھتے ہیں کہ ایک عزیز حضرت مخدوم نصیر الدین کی خدمت میں آ کر
عرض کرنے لگا کہ یہ کہاں جایز ہے کہ مجلس میں مزامیر اور دف اور نائی اور رباب ہو اور
صوفی رقص کریں۔ خواجہ نے فرمایا مزامیر بالاجماع مباح نہیں ہے اگر کوئی طریقت سے
گرے شریعت میں رہے اور اگر شریعت کا بھی نہوگا تو پھر کہاں کا رہیگا اوّل تو سماع ہی
میں اختلاف ہے علماء کے نزدیک شرطوں کے ساتھ اہل سماع کو مباح ہے اور مزامیر سے
بالاتفاق حرام ہے۔ جوامع الکلم میں لکھا ہے کہ ایکدن حضرت شیخ نصیر الدین کو خانقاہ
میں اس بیت پر کمال ذوق ہوا۔ **بیت** جفا بر عاشقاں گفتی نخواہم کرد ہم کردی :: فلم بر
بیدلاں گفتی نخواہم راند ہم راندی :: مولانا مغیث شاعر نے ایک رسالہ لکھا ہے جسمیں اس
محفل کا پورا حال بیان کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بیت کچھ حقیقت نہیں رکھتی اگر جور و
جفا خداوند تعالےٰ کی نسبت کیجائے کفر لازم آئیگا اور اسی قسم کے بہت کلمے لکھے ہیں جب
یہ رسالہ لکھکر مولانا معین الدین عمرانی کے پاس لیگئے اُنہوں نے خدمت حضرت شیخ میں

پیش کیا حضرت شیخ نے اُسکو دیکھکر کچھ ارشاد نفرمایا اور مولانا معین الدین کو بُلاکر واپس دیدیا
اسکے بعد دوسرے روز ایک درگاہ سماع تھا حضرت شیخ نے اس بیت پر بہت اضطراب کے
ساتھ رقص کیا **رباعی** ما طبل مغانہ دوش بیباک زدیم ؛ عالی علمش بر سر افلاک زدیم ؛
از بہر یکے مغ بچہ میخوارہ ؛ صد بار کلاہ توبہ بر خاک زدیم ؛ پھر بہت بیقراری کے ساتھ چھت
پر تشریف لیجا کر بیٹھ گئے اور مولانا مغیث کو طلب کیا مولانا مغیث ازخود رفتہ ہو رہے تھے
اُنکو سامنے لاکر کھڑا کیا گیا حضرت نے فرمایا ہاں مولانا یہ بھی لکھو کہ یہ کیا جہل ہے یہ فرماکر
مولانا کو رخصت کیا کہ مولانا کو اسکے بعد خانقاہ میں آنا نصیب نہوا اور بعد تھوڑے عرصہ کے
مرگئے **نقل ہے** حضرت شیخ نصیر الدین محمود فرماتے تھے میں کس لایق ہوں کہ شیخت
کروں اب یہ کام بچوں کا کھیل ہوگیا ہے اور یہ بیت حضرت شیخ ثنائی کی پڑھی **بیت**
مسلماناں مسلماناں مسلمانی مسلمانی ؛ ازیں آئیں بے دیناں پشیمانی پشیمانی ؛ فرماتے تھے ایمان
کا غم کھانا چاہیئے کرامت کے درپے نہونا چاہیئے۔ اور فرماتے تھے میں حیران ہوں کہ خلقت
بے مشاہدہ کے کیونکر جیتی ہے۔ **نقل ہے** میر سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے
تھے کہ ایکبار میرے خواجہ کے زمانہ حیات میں دہلی میں کال پڑا خواجہ استسقا کے واسطے
باہر آئے تضرع وزاری و نماز و دُعا جو سلف سے مروی ہے کی گئی مگر کچھ فائدہ نہوا آخر
الٹے پھر آئے میں نے اس روز پابوسی کی حضرت نے فرمایا تم وہاں تھے میں نے عرض کی
حضور کے تصدق سے موجود تھا فرمایا دیکھا تمنے کہ مجھکو آج کیا کیا کہتے ہیں روز خلقت
میری پناہ میں آتی ہے اور میرا پیچھا لیتی ہے جو کچھ میں نے کیا کسی نے مجھکو کسی شے کے
ساتھ نخریدا آخر کیا کرتا اُلٹا پھر آیا۔ فرمایا میں بچہ تھا مسجد میں ایک معلم کے پاس قرآن
شریف پڑھتا تھا اُس مسجد میں ایک بکاین کا درخت تھا اُسپر ایک کوا بیٹھکر بولا کرتا تھا
جو کچھ وہ بولتا میں سمجھتا تھا۔ خیر المجالس میں لکھا ہے ایک عزیز نے آکر سوال کیا درویشوں
کو جو حال ہوتا ہے اسکی اصل کیا ہے فرمایا حال نتیجہ اعمال کا ہے اور عمل دو قسم کے ہیں

عمل جوارح اور وہ معلوم ہیں۔ اور عمل قلب جسکو مراقبہ کہتے ہیں اور مراقبہ یہ ہے کہ لازم کرے تو اپنے دل کو علم اس بات کا کہ خدا دیکھتا ہے تیری طرف۔ پھر فرمایا کہ انوار اول عالم علوی سے ارواح پر نازل ہوتے ہیں اور ارواح سے اثر انکا دلوں پر ہوتا ہے اور وہاں سے جوارح پر۔ جوارح قلب کے تابع ہیں اور جسوقت قلب متحرک ہوتا ہے جوارح بھی حرکت میں آتے ہیں۔ پھر اسی عزیز نے سوال کیا کہ عوارف میں صاحب حال کو متوسط ذکر کیا ہے اور اس نے یہ روایت عوارف کی نقل کی اَلْمُبْتَدِیُ صَاحِبُ وَقْتٍ وَالْمُتَوَسِّطُ صَاحِبُ حَالٍ وَ الْمُنْتَہِیُ صَاحِبُ نَفَاسٍ مبتدی صاحب وقت متوسط صاحب حال ہے اور منتہی صاحب انفاس ہے اور عزیزوں کو جو حاضر تھے مشکل ہوئے یعنی یہ مسئلہ سمجھ میں نہ آیا عرض حضرت کی حضرت نے اس سایل کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا تمنے جو کچھ اس مسئلہ میں معلومات حاصل کی ہوں بیان کرو تمنے عوارف پڑھی ہے۔ اُنھوں نے کچھ جواب ندیا تب حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے ارشاد فرمایا مبتدی صاحب وقت ہے صاحب وقت کون ہوتا ہے وہ صوفی جو اپنے وقت کو غنیمت سمجھے اور یہ جانے کہ اور وقت حاصل ہوگا یا نہوگا پس جو شخص یہ جانتا ہے کہ میرا وقت یہی ہے وہ اپنے وقت کو غنیمت سمجھتا ہے تلاوت یا نماز یا ذکر یا فکر کے ساتھ جب سالک اپنے حفظ اوقات پر مستقیم ہوا اور اوقات کو ذکر وغیرہ سے معمور رکھے اور اسپر استقامت پائے امید ہے کہ صاحب حال ہوجائے۔ مواہب نتیجہ مکاسب کے ہیں اور وہ حال اثر انوار کا ہے جو عالم علوی سے ارواح پر نازل ہوتے ہیں پھر اُنکا اثر قلب پر پہنچتا ہے اور وہاں سے جوارح میں سرایت کرتا ہے۔ حال ہمیشہ نہیں رہتا اگر ہمیشہ رہے تو وہ مقام ہے پھر فرمایا منتہی صاحب انفاس ہے۔ فرمایا ارباب طریقت نے اسکے اور معنے بیان کئے ہیں یعنی جو کچھ وہ کہے یا اُسکے دل میں گذرے خدا تعالے وہی کرے پھر فرمایا یہ اصطلاحی ہے اصطلاح صوفیہ میں صاحب وقت اُسکو کہتے ہیں جسکو کبھی کبھی حال پیدا ہو مگر غالب نہووے مبتدی صاحب وقت یہی ہے اور متوسط

صاحب حال وہ ہے جسکو حال اکثر اوقات میں غالب ہو اور منتہی صاحب انفاس وہ ہے جسکے
انفاس کے ساتھ حال ہو کوئی سانس ایسا نہ آوے جسکی ساتھ حال نہو گویا حال اسکو مقام
ہو جاوے بعدہ حضرت شیخ نے ایک آہ سرد کھینچکر یہ حدیث پڑھی قوله علیه السلام ان
لربکم فی ایام دهرکم نفحات الا فتعرضوا لها فرمایا جب بیدار ہوتے ہیں صبح کو اسکی
خوشبو پاتے ہیں۔ اگر درویش رات کو بھوکا سووے اور آخر شب میں بیدار ہو کر ذکر الہی میں
مشغول ہو اور اسکے دل میں غیر کا خیال نہو انوار کا روح پر نزول ہوتے ہوئے مشاہدہ کریگا
کوئی بھی شخص ترک علایق کر کے مجاہدہ اختیار کرے اسکو یہ حال پیدا ہو جائیگا اسمیں کچھ
شبہ نہیں ہے پھر حضرت نے یہ بیت پڑھی ؎ نظر در دیدہا ناقص فتادہ ست ٭
وگرنہ یار من از کس نہان نیست ٭ بعدہ ارشاد کیا کہ اس کلام میں اصل نفس کی محافظت
ہی حالت مراقبہ میں صوفی کو چاہیے کہ نفس کو نگاہ رکھے تاکہ باطن اسکا جمع ہو اور اگر نفس کو چھوڑ دیگا
گا باطن پریشان ہو جائیگا۔ فرمایا صوفی وہ ہے جسکے سانس گنے ہوئے ہوں منتہی صاحب نفس
کے ایک بھی معنی ہیں اور جوگی جسکو سدہ بھی کہتے ہیں گنتی کے سانس لیتے ہیں پھر حضرت
شیخ نے ایک ٹھنڈا سانس سینے مبارک سے کھینچکر فرمایا میری اور تمہاری مثال اُس درویش
جیسی کب ہو سکتی ہے جو بھوکا نان بائی کی دوکان کے آگے سے گذرے اور طرح طرح کے
کھانے دیکھے اور انکی خوشبو اسکو پہنچے اور وہ کھڑا ہو کر کہے کہ یہ کھانا تم ہی کھاؤ مجھکو مشغولی
وخلوت سے فرصت کھانیکی کہاں تمام روز مجھکو خلقت کے ساتھ رہنا چاہیے۔ بلکہ قیلولہ بھی
میسر نہیں ہوتا بارہا میں چاہتا ہوں کہ قیلولہ کروں مگر نہیں کرنے دیتے ہیں کہ کوئی آنیوالا
آیا ہے اب جو تمکو فرصت ہے کیوں نہیں مشغول ہوتے فرمایا رات کو نو میں کچھ پڑھ بھی
لیتا ہوں مگر دن کو کچھ بھی نہیں کر سکتا مگر میں نا امید نہیں ہوں یہ کلام آپنے نہایت شکستہ
خاطری سے فرمایا اور رونے لگے اور یہ بیت پڑھی ؎ ایں دلو تہی کہ در چہ آمد اختتام ٭
نو امید نیم کہ پر بر آید روزے ٭ فرمایا نظر دل پر رکھ کے دل کو خدا کی طرف متوجہ کرے اور

اُسمیں مشغول ہو کے غیر حق کو دل سے دُور کر کے بیٹھے پھر دیکھیے کیا پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا درویش
جو آستین کو چھوٹا کرتے ہیں اُس سے یہ مراد ہے کہ صوفی جب سلوک میں آیا تقاضا کیا اس
بات کا کہ اپنے ہاتھ کو کاٹ ڈالے تاکہ کسی مخلوق کے سامنے نہ پھیلاوے اور جو شے کہ قابل
لینے کے نہیں ہے اُسکو نہ لے مگر جب ہاتھ کو قلم کر دے گا تو کتنی عبادتوں سے محروم ہو جائیگا
جیسے وضو و غسل اور مسلمان بھائیوں سے مصافحہ۔ پھر اب کیا کرنا چاہیے آستین کو جو ہاتھ
کے پاس ہے قطع کر دیتے تاکہ وہ وقت پر یاد دلا دے اور یہی رمز کرتے کے دامن کترتے
اور سر کے بال تراشنے میں ہے۔ یعنی جب طریقت میں آیا لازم ہے کہ سر کے بال کتروا ڈالے
کیونکہ پہلا قدم اِس راستہ میں سر بازی ہے مگر جب سر کو قلم کر دے گا پھر تو سب چیزوں
سے رہجائیگا پھر اب کیا کرنا چاہیے کہ بال کتروا دے کیونکہ جس نے سر کے بال کٹوا دیے
گویا سر کو کاٹ ڈالا جس طرح سر کٹے ہوئے سے کوئی کام نہیں ہو سکتا اسی طرح مناسب ہے
کہ اِس سے بھی کوئی نامشروع کام وجود میں نہ آئے کسی نے عرض کیا کہ حضرت جاھدوا
فینا سے کیا مراد ہے فرمایا سُنو اور اُسکی ایسی تفسیر بیان فرمائی کہ حاضرین میں سے
کسی کا فہم وہاں تک نہ پہنچا۔ پھر فرمایا تم لوگ نہ سمجھے ہوگی خیر آسانی عبارت سے قابل فہم بیان
کرتا ہوں کہ جاھدوا فینا یعنی لاجلنا وجاھدوا فی اللہ اے لاجل اللہ کلمہ فی
میں شدت اتصال ہے جو کلمہ لام میں نہیں ہے فی ظرفیت کیواسطے ہے اور ظرف میں
مظروف ہے۔ اسکے گواہی کے لئے آپ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ
وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ فقراء اور مساکین
بھوک سند کرنیکو لیتے ہیں اور رقاب میں فک قیمت ہے اور رقیت حکم موت کا رکھتی ہے
جس نے غلام آزاد کیا گویا مُردہ کو زندہ کیا چونکہ اسمیں حاجت زیادہ تھی لہذا فی کا کلمہ کہا
اور اوروں میں لام کا کلمہ کسواسطے کہ رقاب میں شدت ہے اسمیں نہیں یہ بیان علم نحو و
معانی کا تھا۔ مشایخ رحمۃ اللہ علیہم کا بیان یہ ہے مجاہدہ جو کیا جاتا ہے وہ تین وجوہات سے

خالی نہیں ہے یا تو دوزخ کے خوف سے یا بہشت کی طمع سے یا خاص خداوند تعالےٰ کی
ذات پاک کے واسطے وہ مجاہدی تولتہ ہیں اور مجاہدہ فی اللہ یہ ہے کہ مجاہدات لتہ سے سخت
ہونا چاہئے تاکہ مجاہدے کا حق پورا ہو وجاھدوا فی اللہ حق جہادہٖ فرمایا مطلوب کی
قدر نہیں جانتے ہیں اسلئے مجاہدہ نہیں کرتے فرمایا اعمال کی قبولیت مجاہدہ پر موقوف
ہے جو عمل کیا جائے اور اسمیں جذبہ نہو وہ عمل ہرگز قبول نہوگا اور جب جذبہ شامل حال ہوگا
اسوقت جو عمل کرے گا وہی قبول ہوگا اور جذبہ کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے بچپن میں ہو یا
جوانی میں یا بڑھاپے میں۔ اور جذبہ کے کئی مرتبے ہیں (۱) عوام کا جذبہ اعمال کی توفیق
پانا (۲) خاصوں کا جذبہ قلب کی توجہ ہے خدا کی طرف اسکے غیر سے نظر کو منقطع کرکے کسی نے
عرض کیا اول شب افضل ہے یا آخر شب۔ فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے سال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل ما افضل الاوقات فقال لا ادری ولکن
اذا منصی نصف اللیل ترتعد الملائکۃ وتھتز العرش ان لربکم فی ایام و
ھرکم نفحات الا فتعرضوا لھا۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رایت ربی
لیلۃ المعراج فی احسن صورۃ۔ یعنی میں نے اپنے رب کو لیلۃ المعراج میں اچھی صورت میں
دیکھا۔ رسول خدا نے اچھی صورت سے اپنی صورت مراد لی ہے یعنی جب میں نے اسکو دیکھا
تو میری صورت اچھی تھی جیسے کہتے ہیں دیکھا میں نے شیر کو سوار یعنی جب میں سوار تھا۔ یعنی
اسوقت میری صورت بہت اچھی تھی کیونکہ معراج تھی اور انبیاؤں سے ملاقات ہوئی اور
بشارت اور نزول نور اور قرب باری میں پہنچا تھا بہرحال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و
جمال نہایت پاکیزہ تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مراد ربی سے سیدی ہے یعنی دیکھا میں نے سید
اپنے جبرئیل کو اچھی صورت میں۔ اور اسپر گواہی کے واسطے حضرت ابوہریرہ کا قول لائے کہ
ایک وقت کہتے تھے دیکھا میں نے اپنے رب کو کہ مدینہ کے کوچوں میں پھر رہا ہے ایک سرخ حلہ
پہنے ہوئے اور پیروں میں جوتیاں ہیں لوگوں نے کہا کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے

انہوں نے تبسم کیا اور کہا دیکھا میں نے اپنے رب کو یعنی سید حسن کو رضی اللہ عنہ جب صورت کے بیان میں کلام واقع ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کا کیا مطلب ہے آپ نے فرمایا تھا عاید ہے آدم کی طرف کیونکہ جو صورت کہ آدم کی اللہ نے بنائی تھی قد اور بلندی وغیرہ میں بخلاف اور آدمیوں کی صورت کے کیونکہ وہ پہلے بچے ہوتے ہیں پھر جوان پھر بڈھے اور آدم علیہ السلام ایک صورت پر رہے انکی صورت میں تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ حضرت مخدوم خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے حلقہ ارادت میں جتنے فضلا و کملا تھے اُن سب میں مولانا مظہر یکتا و زمانہ تھے اور حضرت شیخ کی مرحمت و شفقت اُنپر خاص تھی حضرت شیخ کی تعریف میں اُنہوں نے چند اشعار کہے تھے وہ یہ ہیں ؎ دوش انزماں کہ از افق مغرب شتا ۭ خورشید خواند سورہ والنجم اذا ہوے ۭ شمع فلک زباں فرو برد اندر آب ۭ دو در زمین نشانہ فرو برد برسما ۭ گفتی مگر کہ یوسف خورشید شد بجاہ ۭ کز تیرگی چو دیدۂ یعقوب شد ہوا ۭ بادی بر آمد از لب دریا کہ دامنش ۭ گرد سیاہ سرمہ سمیر بخت بر فضا ۭ چوں ساعتے از شب دیجور بر گذشت ۭ بنشست باد و ابر آمد بانجلا یک یک ستارہ بر سر گردوں فروغ داد ۭ چوں در بہشت طلعت تاباں آنقیا ۭ فراش صنع از ید قدرت بر آورد ۭ قندیلہائے نور بریں نیلگوں جنا ۭ می جست نرم نرم نسیم از کنار باغ ۭ گوئی پیام دوست ہمیں داد در خفا ۭ گر کیمیار دولت جاوید آرزوست ۭ یا گلشن بہشت ازیں شاخ بے نما ۭ جسمت خسے نگر نفسے خواجہ نوبہار ۭ جانت مسی ثمر نظر شیخ کیمیا ۭ بر دوست او اگر نتوانی نہاد دست ۭ بارے بدار ایں سر خاکی بزیر پا ۭ والا نصیر ملت و دین و دول کہ ہست ۭ نعم النصیر از پس یزداں برو سزا ۭ اور حضرت شیخ کا یہ مرثیہ کہا ہے ؎ ز دور محنت ایں نہ سپہر زنگاری ۭ کدام دل کہ نہ خوں گشت از جگر خواری ۭ کجا بجام طرب مجلسے بنا کردند ۭ کہ از سپہر نبارید سنگ قہاری ۭ وفا ز عالم فانی مجو کہ مشہور ند ۭ فلک بجیرہ کشی اختران بغداری ۭ خزینۂ الیست سپہر از نفوس انسانی ۭ دفینۂ الیست زمین از

تبان فرخاری ❊ تو ایعزیزکه در ملک مال مغروری ❊ مباش ایمن اگر عاقلی و ہوشیاری ❊ چہ
دانی انکہ در اوراق کارخانہ غیب ❊ قضا چہ نقش برآرد ز کلک جباری ❊ زمانہ صلح کند با دل
تو با خصمے ❊ فلک بدشمنی آید بہ پیش با یاری ❊ چو وقت آں برسد ہیچکس نگیرد دست ❊ نماند
بے ملکی نے سپاہ سالاری ❊ بقاء بقاء خدا ایست و ملک ملک خدا است ❊ کہ نیست قایم و
دایم بجز باری ❊ ز دست چرخ ندانم کجا کنم فریاد ❊ کہ برگذشت بہ ما جور او ز بسیاری ❊ جہان نماند
خواجہ نصیر دین محمود ❊ ہزار گونہ فغاں کرد نوحہ و زاری ❊ بقیہ سلف و یادگار اہل کرم ❊ کہ گرد
ختم خلافت بمالک بیداری ❊ ہمیشہ ملکا منعما خداوندا ❊ بحق نعمت قراں و دولت قاری ❊
برحمت تو کہ عام ست در جہاں بانی ❊ بعزت تو کہ خاص ست در جہانداری ❊ کہ روح اعظم رحمت
آں شیخ پیشوا و کرام ❊ کہ مقتدا و جہاں بودہ است ز اخیاری ❊ ندیم قربت خود کن غریق ر
خویش ❊ مجاور رسل و انبیا ز مختاری ❊ بساط صحن دہ از حلہاے فردوسے ❊ غلاف قبر کن از
پردہ ہاے غفاری ❊ اور حمید شاعر قلندر جامع کتاب خیر المجالس بھی حضرت کے خدمتگار
اور حاضرین مجلس سے ہیں اصل میں مرید حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ
کے تھے کبھی کبھی اپنے والد کے ساتھ حضور کی مجلس اقدس میں حاضر ہوتے تھے نیز حضرت کے
بعض خلفاء کی صحبت میں رہکر اپنی قابلیت کے موافق فیض لیا اگرچہ شعر انکے اس قابل نہیں کہ
انکے ساتھ یاد کیے جائیں مگر اسی نام سے مشہور ہو گئے اور زیادہ شہرت انکی حمید قلندر رہے
اول خدمت میں مولانا برہان الدین غریب کے رہے اور انکے ملفوظات جمع کیے پھر حضرت مخدوم
نصیر الدین کی ملازمت میں آئے اور انکے ملفوظات جمع کر کے خیر المجالس نام رکھا ابتدا ر
تالیف خیر المجالس ۷۵۵ھ ہجری میں کی اور تمام اسکا ۷۵۶ھ ہجری میں۔ رحمۃ اللہ علیہ ❊

ذکر شیخ سراج الدین عثمان

رحمۃ اللہ علیہ مشہور با خی سراج حضرت شیخ نظام الدین
اولیا کے مشہور خلفاء میں سے ہیں اس ملک میں انکا اور حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی
کا سلسلہ مشہور ہے۔ یہ ابتداء جوانی میں کہ ہنوز ڈاڑھی بھی نہ نکلی تھی حضرت کے حلقہ بگوش

ہوئے اور خدمتگاروں کے زمرہ میں پرورش پائی چند سال کے بعد اپنی والدہ کے دیکھنے کو
مقام لکھنوتی میں کہ اب وہ باسم گور مشہور ہے جایا کرتے اور چند روز رہکر واپس آجاتے انکو
خلافت دیتے وقت حضرت شیخ نے فرمایا اول اس کام میں علم درکار ہے اور انکو چنداں علم نہ تھا
مولانا فخر الدین زرادی نے عرض کیا کہ میں انکو چھ ماہ میں عالم بنادوں گا چنانچہ وہ مولانا فخر الدین
زرادی کی خدمت میں رہے مولانا نے انکے واسطے علم صرف میں کتاب تصنیف کی اور صرف
عثمانی نام رکھا پھر مولانا رکن الدین سے کافیہ مفصل قدوری اور مجمع البحرین پڑھی اور حضرت
سلطان المشایخ قدس سرہ کی وفات کے تین سال بعد تک علم تحصیل کیا اور حضرت کے
کتب خانہ میں سے بعض کتابیں جو وقف تھیں اور جامہ اور خلافت نامہ جو خدمت شیخ سے
عنایت ہوا تھا اپنے ساتھ لیگئے اور اس ملک کو اپنے جمال جہاں آرا سے منور کیا اُنکے باب میں
حضرت شیخ سے بہ نفس صادر ہوا تھا کہ وہ آئینہ ہندوستان ہیں۔ **نقل ہے** کہ انہوں نے
بعض ملبوس کو جو خدمت شیخ سے پائی تھی دفن کرکے قبر بنائی اور وصیت کی کہ مجھکو اس
قبر کے پائیں دفن کرنا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا خلفا اُنکے بہت مشہور ہیں۔ ملفوظات شیخ علاء الدین
مانکپوری میں لکھا ہے کہ ایک درویش سہروردی شیخ سراج الدین عثمان اودہی کے مہمان
ہوئے جب رات ہوئی عشا کی نماز کے بعد شیخ سراج الدین نے کپڑے بدن سے اوتارے اور
بستر پر لیٹ گئے وہ درویش تمام شب عبادت میں مشغول رہے صبح کو جو شیخ اُٹھے رات کے وضو
سے نماز پڑھی اُس درویش نے کہا تعجب ہے کہ تمام رات سوتے رہے اور صبح کو بے وضو نماز
پڑھی حضرت شیخ نے انکی تواضع بہت کی اور فرمایا آپ برگزیدہ ہیں آپ تمام رات کام میں
مصروف رہے اور میں مالدار ہوں اُس مال کی نگہبانی کرتا ہوں ؎ اگر عاشق بہ مسجد
در نیاید ٭ دل عاشق ہمیشہ در نماز ست ٭ **ذکر حضرت قطب الدین منور** ۔ بن
شیخ برہان الدین بن شیخ جمال الدین ہانسوی از اعظم خلفاء حضرت سلطان المشایخ محبوب
الٰہی ہیں جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے مزاج مبارک میں تکلف بالکل نہ تھا خلقت سے

غوغا واژدحام کا خیال نہ رکھتے تھے تمام عمر اپنے اختیار سے حجرے سے باہر نہیں نکلے اور کسی امرا کے گھر پر نہیں گئے توکل پر بسر اوقات کی۔ **منقول ہے** سلطان محمد تغلق نے ایک دفعہ قاضی کمال الدین صدر جہان کو چند مواضع کا فرمان بطور نذر دیکر حضرت کی خدمت میں بھیجا تاکہ حضرت کو فریب ہوے کر جیسی کہ اسکی عادت تھی ایذا پہنچائے۔ جب صدر جہان حضرت شیخ قطب الدین منور کی خدمت میں حاضر ہوئے بادشاہ کا پیغام پہنچایا اور وہ فرمان سامنے رکھا آپ نے فرمایا جب سلطان نصیر الدین بن شمس الدین اُچہ اور ملتان کی طرف گئی غیاث الدین کو جو ملک الامرا تھے حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہٗ کی خدمت میں چند موضعوں کا فرمان دیکر بھیجا آپ نے فرمایا میرے پیروں نے ان چیزوں کو قبول نہیں کیا انکے طالب بہت ہیں اُنکو دو۔ اب میں بھی اُنکا مرید ہوں مجھکو بھی وہی کرنا چاہیے جو اُنہوں نے کیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت کی دوبارہ محمد تغلق سے ملاقات ہوئی اور یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک دفعہ محمد تغلق ہانسی کی طرف گیا اور رہتی میں جو ہانسی سے چار کوس ہے اُتر کر نظام ندرباری کو جسکا عرف مخلص الملک تھا اور یہ نہایت سخت اور بد مزاج شخص تھا ہانسی کی فصیل دیکھنے کو بھیجا کہ ہانسی شکستہ ہے اور مرمت ہونی چاہیے۔ نظام فصیل کے نیچے گشت کرتا ہوا حضرت کے دولت خانہ کے نیچے سے گذرا پوچھا یہ کس کا مکان ہے لوگوں نے کہا حضرت شیخ قطب الدین منور خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کا مکان ہے اُس نے کہا تعجب ہے کہ بادشاہ یہاں آئے اور یہ شخص دیکھنے کو نہ آئیں۔ اور جب سلطان کے پاس الٹا پھر کے گیا بیان کیا کہ یہاں ایک شیخ ہیں خلفاء حضرت سلطان المشائخ سے حضور کی زیارت کو نہیں آئے۔ سلطان محمد تغلق کو نخوت سلطنت بہت تھی شیخ حسن سربرہنہ کو جو ایک عالیجاہ شخص تھے حضرت قطب الدین منور کی طلب میں بھیجا۔ حسن سربرہنہ حضرت کی دہلیز میں آکر بیٹھ گئے حضرت کے صاحبزادے نور الدین باہر آئے اور کہا کہ بندگی شیخ تمکو طلب کرتے ہیں حسن سربرہنہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مصافحہ کرکے بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ

حضرت کو سلطان نے طلب کیا ہے حضرت نے فرمایا اس مطلب میں مجھکو اختیار ہے یا
نہیں اُنہوں نے کہا مجھکو تو فرمان ہے کہ آپ کو لیجاؤں حضرت نے فرمایا الحمد للہ کہ میں
اپنے اختیار سے نہیں جاتا اور اپنے گھر والوں کی طرف مُنہ کرکے فرمایا میں نے تمکو خدا کے
سپرد کیا اور مصلےٰ دوش مبارک پر رکھکے عصا ہاتھ میں لیکر پیادہ پا روانہ ہوئے حسن سربرہنہ
نے جو حضرت میں واصلوں کی علامت دیکھی عرض کیا کہ حضور پیادہ پا کیوں چلتے ہیں
گھوڑے تو موجود ہیں آپ نے فرمایا مجھکو حاجت نہیں ہے میں پیدل چل سکتا ہوں جب
اپنے آباؤ اجداد کے مزاروں کے قریب پہنچے حسن سربرہنہ سے کہا میں زیارت کرلوں تم اجازت
دیتے ہو حسن نے کہا بہت بہتر ہے۔ آپ نے والد اور جد بزرگوار کی مزار کے پائیں کھڑے
ہوکر عرض کی کہ میں اپنے گھر سے اپنے اختیار سے باہر نہیں نکلا ہوں مجھکو زبردستی لئے جاتے
ہیں چند آدمیوں کو جو خدا نے میرے سپرد کئے ہیں بیخرچ چھوڑ آیا ہوں۔ جب روضہ مبارک
سے باہر آئے ایک شخص کچھ چاندی لیکر حاضر ہوا آپ نے فرمایا اسکو میرے گھر میں پہنچا دو کیونکہ
کچھ خرچ نہیں ہے۔ جب سلطان کے لشکر میں پہنچے حسن سربرہنہ نے جو کچھ دیکھا تھا سلطان سے
عرض کیا۔ سلطان نے کچھ نہ سُنا اور حضرت کو سامنے بھی نہ بُلایا وہیں سے دہلی کو کوچ کردیا
جب دہلی میں پہنچا حضرت شیخ کو ملاقات کے واسطے طلب کیا۔ شیخ نے سلطان کے پاس
جاتے وقت سلطان فیروز شاہ سے جو اُن دنوں میں باربک کے نائب تھے فرمایا میں درویش
ہوں بادشاہوں کی مجلس میں جانے کے آداب میں نہیں جانتا اور نہ اُنسے گفتگو کرنے کا
طریقہ مجھے معلوم ہے جیسا اشارہ ہو ویسا کیا جاوے۔ اُنہوں نے کہا میں نے آپکے واسطے
سلطان کی خدمت میں بہت کچھ کہا ہے جب یہ بات ہے تو خدمت شیخ کی تواضع اور
اخلاق سے کچھ فروگذاشت نہ کرے گا۔ جب سلطان کو یہ معلوم ہوا کہ اسوقت حضرت شیخ
تشریف لاتے ہیں بیٹھا ہوا تھا کھڑا ہوگیا اور کمان ہاتھ میں لیکر تیر اندازی کرنے لگا۔ جب
حضرت شیخ کو دیکھا تاب نہ لا سکا بہت تعظیم کے ساتھ پیش آیا اور مصافحہ کیا حضرت شیخ

قطب الدین نے پہلی ہی ملاقات میں سلطان کے ہاتھ کو ایسا مضبوط پکڑا کہ وہ بادشاہ جبار
جسکی تیغ نظلم کے نیچے کتنے مشایخین وعلمار آئے تھے حضرت کا معتقد ہوا اور کہنے لگا کہ میں آپ کے
شہر میں حاضر ہوا آپ نے کچھ تربیت نفرمائی اور نہ اپنی ملاقات سے مشرف کیا شیخ نے فرمایا اول
ہانسی کو دیکھو بعدہ درویش بچہ ہانسی کو اور یہ درویش اپنے تئیں اس لایق نہیں سمجھتا کہ بادشاہوں
سے ملاقات کرے ایک گوشہ میں بادشاہوں اور کل اہل اسلام کے واسطے دعاگوئی میں مشغول
ہے اسکو معذور رکھنا چاہیے محمد تغلق کا دل حضرت کی اس پُر زور تقریر سے بہت نرم ہوا فیروز سے
کہا جسطرح حضرت شیخ کی مرضی ہو ویسا ہی کرنا چاہیے حضرت شیخ منور نے فرمایا میرا مقصود فقر
ہے اور باپ دادا کا گوشہ - پھر فیروز اور ضیاء برنی کو جو پہلے سلطان کی خدمت میں رہتے تھے
حضرت کے پاس ایک لاکھ تنکہ دیکر بھیجا آپ نے فرمایا نعوذ باللہ یہ درویش ایک لاکھ تنکہ کیا
کریگا اور قبول نکیا اُنہوں نے سلطان سے جاکر کہا کہ شیخ ایک لاکھ تنکہ قبول نہیں کرتے سلطان
نے پھر پچاس ہزار بھیجے آپ نے وہ بھی قبول نہ کیے آخر نوبت دو ہزار پر پہنچی آپ نے فرمایا
نعوذ باللہ میں ہرگز قبول نکروں گا درویش کو دو سیر کھچڑی اور ایک سیر روغن کافی ہے اسکو
ہزاروں کیا کرنے ہیں اُنہوں نے کہا ہم اس سے کم سلطان کی خدمت میں ذکر نہیں کرسکتے
آخر مجبور حضرت نے اُسکو قبول کیا اور اپنے پیروں کے مزاروں پر اور فقیروں میں خرچ کردیا
بعد چند روز کے ہانسی کو واپس چلے گئے مزار اُنکی گنبد کے اندر اُنکے والد کے مزار کے پاس ہے
رحمۃ اللہ علیہ - **ذکر شیخ نور الدین** بن شیخ قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہما **نقل ہے**
جب شیخ قطب الدین منور کو سلطان محمد تغلق نے اپنے پاس طلب کیا اُسوقت شیخ نور الدین
خورد سال تھے شیخ کے پیچھے پیچھے یہ بھی گئے مگر بادشاہ کی ہیبت اور رعب نے اُنکے دل میں
اثر کیا حضرت شیخ قطب الدین منور اس حال سے مطلع ہوئے اور فرمایا یا نور الدین العظمۃ
والکبریاء للہ یعنی عظمت اور بزرگی اللہ ہی کے واسطے ہے شیخ نور الدین فرماتے ہیں
کہ یہ قول سنتے ہی میرے دل میں سے کل ہیبت اور رعب جاتا رہا رحمۃ اللہ علیہ - قبر اُن کی

انکے اباؤ اجداد کے پاس ہے۔ **ذکر شیخ حسام الدین ملتانی** یہ بھی حضرت
سلطان المشائخ کے خلیفہ ہیں انکا طریقہ اہل سلف کا سا تھا زہد و ورع و فقر ہیں سب سے
ممتاز تھے اور عیالدار بھی تھے حضرت سلطان المشائخ نے انکے حق میں فرمایا ہے کہ شہر دہلی
انکی حمایت میں ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ رستے میں جارہے تھے کہ مصلا دوش مبارک
سے گر پڑا اور انکو خبر نہوئی جب تھوڑی دور گئے پیچھے سے کسی نے آواز دی شیخ شیخ یہ چونکہ
اپنے تئیں شیخ نجانتے تھے اس سبب سے پیچھے مڑکے ندیکھا آخر وہ شخص دوڑ کے حضرت کے پاس آیا
اور کہا کہ میں نے آپ کو کئی مرتبہ آواز دی کہ شیخ مصلا لیلو مگر آپ نے نہ سُنا حضرت نے فرمایا
اے عزیز میں شیخ نہیں ہوں میں ایک ملا فقیر ہوں کہتے ہیں کہ وہ شریعت میں ہدایہ اور
بزدوی اور طریقت میں قوت القلوب اور احیاء العلوم اپنے ذکر میں رکھتے تھے۔ **نقل ہے**
جب وہ خانہ کعبہ سے اولٹے پھر کر اپنے شیخ کی خدمت میں آئے شیخ نے فرمایا جو کوئی چاہے کہ
خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہو جاوے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیواسطے علیحدہ
نیت کر کے جاوے تاکہ زیارت خاص آں سرور عالم کی میسر ہو اور طفیل میں زیارت نہو۔
مولانا حسام الدین نے جب یہ ارشاد سُنا اُسی وقت سفر کا قصد کیا اور دوسرے دن مدینہ
شریف کو راہی ہوئے۔ خیر المجالس میں لکھا ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود فرماتے تھے کہ ایک وقت
مولانا حسام الدین اور مولانا جمال الدین نصرت خانی اور مولانا شرف الدین علیہم الرحمتہ
حضرت شیخ طاب ثراہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت شیخ نے مولانا حسام الدین کیطرف
متوجہ ہو کے فرمایا اگر کوئی دن کو روزہ رکھے اور رات کو نماز پڑھے بیوہ عورت کے برابر
کام کرتا ہے یعنی اتنا تو بیوہ عورت بھی کر سکتی ہے مگر وہ مشغولی جو بندگان خدا کرتے ہیں
اور جسکے سبب سے خدا تک پہنچے ہیں وہ اسکے علاوہ ہے۔ مولانا حسام الدین اور تمام یار منتظر
رہے کہ حضرت شیخ بیان فرمائیں مگر حضرت خواجہ نے اُس مجلس میں کچھ نفرمایا مگر اتنا فرمایا
کہ تم سے بھی کہونگا یہانتک کہ چھ مہینے گذر گئے آخر ایک روز یہی سب دوست جمع ہوئے

اسوقت محمد کاتب جو سلطان محمد علاؤالدین کے چوبدار تھے اور حضرت شیخ کے مرید تھے آئے
اور زمین بوسی کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت خواجہ نے اُن سے پوچھا کہاں تھے عرض کیا اسواسطے
میں تھا آج سلطان علاؤالدین نے پچاس ہزار تنکہ بندگانِ خدا کو تقسیم کئے ہیں حضرت
خواجہ نے مولانا حسام الدین کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا انعام سلطان بہتر ہے یا وفاء وعدہ
جو تمہارے بیچ ہے سب یاروں نے سر زمین پر رکھکر عرض کیا کہ وفاء وعدہ پھر حضرت خواجہ
قدس سرہ نے فرمایا مشغولی سالکان کی بنیاد چھ چیزوں پر ہے اوّل خلوت چاہیے کہ
خلوت سے باہر نہ آوے بواسطہ ازالہ شامت اور قبض اور طلب خواہش کے۔ دوسرے
ہمیشہ وضو سے رہے مگر جسوقت نیند غالب ہو فی الفور سو رہے اور اُٹھتے ہی جلدی سے وضو
کرلے۔ تیسرے ہمیشہ روزے رکھے چوتھے ہمیشہ غیر حق کے ذکر سے خاموش رہے۔ پانچویں
ہمیشہ ذکر کرے دل کے ربط کے ساتھ اپنے شیخ سے اور یہی عبارت ہے تعلق قلب مرید
سے۔ چھٹے خواطر کی غیر حق سے۔ **نقل ہے** کہ جب انکو شرف خلافت سے مشرف کیا اُنہوں
نے وصیت طلب کی حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین نے دست
مبارک آستین سے نکال کے مولانا کی طرف اشارہ کیا۔ ترک دنیا ترک دنیا ترک دنیا اور
فرمایا زیادہ مریدوں کی کوشش نکرنا۔ عرض کی اگر حکم ہو دریا کے کنارے یا جنگل میں سکونت
اختیار کروں کیونکہ شہروں میں کنوؤں کا پانی ہے جس سے وضو کرنے سے سیری نہیں ہوتی
فرمایا نہیں شہر ہی میں رہو۔ منجملہ اور آدمیوں کے ایک آدمی بنکر کیونکہ اگر شہر سے باہر جاکے
سکونت اختیار کروگے اور لوگ تمہارے نشان پر پہنچیں گے کہ فلاں درویش فلاں جگہ
بیٹھے ہیں اور تمہارے وقت میں حرج ہوگا اور کنوؤں کے پانی میں اختلاف ہے از روئے
شرع کے اسمیں وسعت و رخصت ہے۔ دوسری یہ بات عرض کی کہ بندے کو جو کچھ
فتوح پہنچتی ہے اسمیں سے کچھ فرزندوں کے حصہ میں کرتا ہوں اور تھوڑا وارد و صادر کے
واسطے رکھتا ہوں اور بعضی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کئی کئی روز گذر جاتے ہیں اور کچھ نہیں پہنچتا

لڑکے بچے جھگڑا کرتے ہیں اور آنیوالے محروم چلے جاتے ہیں اُسوقت میں کچھ قرض کروں یا نہیں
فرمایا تدبیر میں پڑجاؤ گے پھر درویشی کیونکر کرو گے۔ درویش وہ ہے کہ اگر کوئی چیز موجود ہو
خرچ کردے اور اگر نہو تو صبر کرے اور نامرادی پر کام کرے اور تدبیر سے نکلجائے۔ پھر فرمایا
درویش کو ہر دروازہ کا نہونا چاہیئے۔ ہر دری دو قسم ہیں صوری اور معنوی۔ صوری تو وہ
درویش ہیں جو دروازوں پر پھرتے ہیں اور مانگتے ہیں۔ معنوی وہ درویش ہیں جو گھر کے
گوشے میں مشغول رہتے ہیں اور اُنکے دل میں یہ ہوتا ہے کہ ہمکو زید و عمر سے کچھ فائدہ پہنچے گا۔
ہر دری صوری بہتر ہے ہر دری معنوی سے کیونکہ ہر دری صوری جیسا باطن میں ہے ویسا ہی
ظاہر میں ہے بخلاف ہر دری معنوی کے کیونکہ اُس نے ظاہر میں اپنے تئیں خدا کے ساتھ
مشغول کر رکھا ہے اور باطن میں دربدر پھرتا ہے۔ ایک وقت عرض کیا کہ مخدوم خلقت
کرامت طلب کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کرامت استقامت ہے غیب کے دروازے پر تم
اپنے کام میں مشغول رہو خواہ کتنی ہی کرامت طلب کریں۔ کہتے ہیں کہ جس سال سلطان محمد نے
شہر دہلی کے آدمیوں کو دیوگیر نیا شہر آباد کرنے کے واسطے بھیجا مولانا حسام الدین گجرات میں
گئے اور وہیں رحمت الہی سے واصل ہوئے اور شہر پٹن میں جو گجرات کا قدیم شہر ہی مدفون
ہوئے مزار اُنکا مشہور ہے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر مولانا فخر الدین زرادی

حضرت سلطان المشائخ کے بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ جامع علم و تقوےٰ و ذوق و عشق کے تھے
امر دین میں بڑے سخت اور کمال عظمت رکھتے تھے آپ نے اول مولانا فخر الدین ہانسوی
کے پاس دہلی میں پڑھا جوش طبیعت و فصاحت عبارت میں ممتاز ان اہل شہر سے بڑھ گئے
آخر حضرت سلطان المشائخ کے مرید اور طالبعلموں کے زمرہ سے نکلکر درویشوں کے سلسلہ
میں داخل ہوئے غیاث پور میں سکونت اختیار کی بعد وفات حضرت شیخ کے دریائے جمنا کے
کنارے جہاں اب فیروز آباد ہے مشغول ہوئے اور حوض علائی پر بھی رہے اور ایک
مدت تک بند بنا ار پر جو پہاڑ کے اندر ہے رہے وہاں جنگل تھا شیروں کے رہنے کی جگہ

پھر حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی زیارت کیواسطے اجمیر شریف میں حاضر ہوئے وہاں سے اجودھن شریف حضرت خواجہ فریدالدین کی زیارت کیواسطے تشریف لے گئے - اکثر اوقات سفر میں رہتے جنگل و بیابان میں خدا کی عبادت کرتے اور ہمیشہ روزہ رکھتے تھے **نقل ہے** مولانا فخرالدین رزادی نے حضرت سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ کلام اللہ میں مشغول ہونا بہتر ہے یا ذکر میں آپ نے فرمایا ذاکر کو وصول جلدی ہوتا ہے مگر خوف زوال کا ہے اور تالی کو وصول دیر میں ہوتا ہے مگر خوف زوال نہیں ہے۔ **نقل ہے** حضرت شیخ نصیرالدین فرماتے تھے جو مجھکو ایک مہینہ یا دو مہینہ میں کشود ہوتی تھی وہ مولانا فخرالدین کو ایک دو ساعت میں ہو جاتی تھی جس زمانہ میں کہ دہلی کے لوگ دیوگیر کو گئے تھے وہ بھی تشریف لیگئے اور دہانسے خانہ کعبہ کی زیارت کو گئے پھر وہاں سے بغداد میں آئے اور علم حدیث بحث کیا پھر دہلی وطن قدیم کا شوق غالب ہوا بوقت واپسی کشتی میں سوار ہوئے وہ کشتی غرق ہو گئی مولانا بھی درجہ شہادت کو پہنچے **نقل ہے** جن دنوں میں محمد تغلق نے خلق دہلی کو دیوگیر کی جانب بھیجا اور یہ چاہا کہ ملک ترکستان اور خراسان کو ضبط کر کے چنگیز خانیوں کو وہانسے نکالدے تمام صدور اور اکابر شہر کو حکم دیا کہ جمع ہوں اور ایک بارگاہ کلاں نصب کر کے اُسکے نیچے منبر رکھا اپنے بیٹھنے کیواسطے تاکہ خلقت کو جہاد کی ترغیب دے اُسی دن حضرت مولانا فخرالدین رزادیؒ اور شیخ شمس الدین یحییٰؒ اور شیخ نصیرالدین محمودؒ کو بھی بلایا خواجہ قطب الدین دبیر جو حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں میں اور حضرت فخرالدین زرادی کے شاگرد تھے مولانا کو سب سے آگے بادشاہ کے دربار میں لیگئے مولانا بارہا فرماتے تھے میں اپنے سر کو اس مرد کے سامنے پڑا ہوا دیکھتا ہوں اسکے ساتھ موافقت کرنی نہیں چاہتا جب مولانا کی سلطان سے ملاقات ہوئی خواجہ قطب الدین دبیر نے مولانا کی جوتیاں اٹھا کر بغل میں لیلیں اور کھڑے ہو گئے سلطان محمد نے یہ دیکھکر کچھ نہ کہا اور مولانا فخرالدین رزادی کے ساتھ باتوں میں مشغول ہوا اور کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ چنگیز خانیوں کو نکالدوں آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں آپ کو

موافقت کرنی چاہیے۔ مولانا نے فرمایا انشاء اللہ سلطان نے کہا یہ بات شک کی ہے مولانا نے کہا آئندہ بیں یہی کہا جاتا ہے۔ سلطان محمد نے اس کلام سے بہت پیچ و تاب کھایا اور کہا آپ مجھکو نصیحت کیجیے تاکہ میں اسپر کاربند ہوں۔ فرمایا غصہ کو۔ سلطان نے کہا کونسا غصہ آپنے فرمایا درندگانہ۔ سلطان اس کلام سے بہت پر غضب ہوا اور حکم کیا کہ کھانا لاؤ جب کھانا حاضر ہوا مولانا نے کراہت کے ساتھ کھایا جب دسترخوان برخواست ہوا جو جو بزرگ وہاں موجود تھے اُنکے واسطے ایک ایک جامہ صوف اور ایک ایک بدرہ سیم حاضر کیا شیخ نصیر الدین محمود اور مولانا شمس الدین یحییٰ اور دیگر بزرگوں نے جیسا کہ مشہور ہے ہاتھ میں لیکر باہر نکلے مگر مولانا فخر الدین زرادی کا جامہ و سیم اُنکے پاس پیش ہونے سے پہلے خواجہ قطب الدین دبیر نے خود لیلیا۔ وہ جانتے تھے کہ مولانا نہیں لیں گے اور اس سبب سے انکی ہتک ہوگی جب یہ سب بزرگ واپس ہو گئے سلطان محمد نے خواجہ قطب الدین دبیر سے کہا اے بدبخت یہ کیا حرکت تو نے کی فخر الدین زرادی کو میری تلوار سے خلاصی دی اُنہوں نے کہا وہ میرے اُستاد ہیں اور میرے پیر کے خلیفہ ہیں مجھکو چاہیے کہ اُنکے ادب کو نگاہ رکھوں۔ سلطان نے کہا ایسے کفر آمیز عقیدوں کو چھوڑ ورنہ تجھکو مار ڈالوں گا اُنہوں نے کہا زہے دولت کہ میں اپنے مخدوم کے باعث مارا جاؤں رحمۃ اللہ علیہ **ذکر مولانا فخر الدین مروزی** حافظ قرآن شریف تھے کمال ورع و تقویٰ کے ساتھ آراستہ ہمیشہ قرآن شریف لکھتے اور خلقت سے الگ رہتے تھے حضرت سلطان المشایخ کے مریدوں اور مصاحبوں میں سے تھے کہتے ہیں کہ اُنکی مرادان غیب سے ملاقات تھی۔ **نقل ہے** کہ ایک وقت اُنہوں نے شیخ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھکو پیاس غالب ہوئی اور کوئی موجود نہ تھا جس سے میں پانی مانگتا غیب سے ایک کوزہ پانی کا بھرا ہوا موجود ہوا میں نے اسکو توڑ دیا اور پانی بہا دیا اور یہ کہا کہ میں کرامت کا پانی نہیں پیتا۔ شیخ نے فرمایا پینا چاہیے ایسا بہت ہوتا ہے چنانچہ ایک وقت مجھکو کنگھی کرنے کی ضرورت ہوئی کوئی شخص نہ تھا جس سے کنگھی مانگتا اتنے میں دیوار شق ہوئی اور کنگھی باہر آئی میں نے

لی اور سرمیں کرلی۔ حضرت مخدوم نصیرالدین سے نقل ہے فرماتے تھے جب مولانا فخرالدین
مروزی کتابت کرتے لوگوں سے پوچھتے اس کتاب کا کیا بھاؤ ہے لوگ کہتے فی جزچھ جیتل
وہ فرماتے میں چار جیتل سے زیادہ نہیں لیتا۔ اگر کوئی شخص چار جیتل سے زیادہ دیتا ہرگز
نہ لیتے جب ضعیف ہوگئے کتابت نہ کرسکے قاضی حمیدالدین ملک التجار نے سلطان علاؤالدین
سے عرض داشت کی کہ یہاں ایک بزرگ ہیں اتنے تک اُنھوں نے کتابت سے گذران کی اب
باعث ضعف پیری کے کتابت نہیں کرسکتے بیت المال سے اُنکا کچھ مقرر ہونا چاہیے سلطان
نے ایک تنکہ روز مقرر کیا اُنھوں نے فرمایا میں قبول نہیں کرتا وہی شش گانے مجھکو دیدو۔
آخر بہت حیلہ وحجت سے شش گانے قبول کیے رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ نظام الدین اولیا نے اپنے
خط مبارک سے اُنکو رقعہ لکھا تھا خداوند تعالیٰ کی محبت کے بیان میں چنانچہ نسخہ اُسکا یہ ہے
اتفاق اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کا ہے کہ بڑا مقصود اور اہم مطلوب خلقت بشری
سے محبت رب العالمین ہے اور وہ دو قسم پر ہے (۱) محبت ذات (۲) محبت صفات۔ محبت
ذات مواہب سے اور محبت صفات مکاسب سے ہے۔ جو چیز مواہب سے ہے اُسمیں بندے کو تعلق
نہیں۔ اور جو چیز مکاسب سے ہے اُسمیں محبت کے کسب کرنیکا طریقہ دوام ذکر ہے دل کو ماسوائے
حق سے خالی کرے مگر اُسکو فراغ خاطر ضرور ہے اور فراغ خاطر کی مانع چار چیزیں ہیں اور جو
چیز شرط کو مانع ہے مشروط کو بھی مانع ہے اول خلق دوم دنیا سوم نفس چہارم شیطان
خلقت کو دفع کرنے کا طریق عزلت اور گوشہ نشینی ہے اور دنیا کے دفع کرنیکا طریق قناعت
ہے اور طریقہ دفع نفس وشیطان خدا کی طرف التجا کرنا ہے ساعت بساعت والسلام
اور مشہور یہ ہے کہ طریقہ دفع شیطان کا ذکر ہے اور طریقہ دفع نفس کا خدا کی طرف
التجا کرنا ہے۔ **ذکر حضرت مولانا علاؤالدین نیلی** آودہ کے علما میں سے تھے
روشنی صفائی کامل رکھتے تھے مولانا فریدالدین شافعی سے جو اودہ میں شیخ الاسلام تھے کشاف
پڑھی مولانا شمس الدین یحییٰ اور علماء اودہ بھی اس پڑھنے میں شریک تھے۔ لباس علما کا

پہنتے تھے اور اوصاف صوفیاء کرام کے رکھتے تھے اگرچہ حضرت سلطان المشایخ نے انکو اجازت
بیعت عطا فرمائی تھی مگر پھر بھی کسی کو مرید نہیں کیا اور کہتے تھے کہ اگر حضرت سلطان المشایخ
تخت زندگانی پر جلوہ افروز ہوتے ہیں یہ خلافت نامہ انکی خدمت میں بھیج دیتا اور عرض کرتا
کہ یہ امر مجھ سے انجام نہیں ہو سکتا اور اپنے مرشد یعنی حضرت محبوب الہٰی سے بہت زیادہ محبت
رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آخر عمر میں فوائد الفواد کو اُنہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور اکثر
اوقات اُسکو دیکھتے رہتے تھے یہانتک کہ وظیفہ بنا لیا تھا۔ کسی نے اُنسے پوچھا آپ کے پاس
اتنی کتابیں تصوف و سلوک کی ہیں مگر آپ کسی کو ایسی رغبت سے نہیں دیکھتے جیسا اسکو
دیکھتے ہیں آپ نے جواب دیا اگرچہ تصوف اور سلوک کی کتابوں سے ایک جہان معمور ہے
مگر میرے مخدوم کے ملفوظات جنکے باعث سے میری نجات ہے مجھکو کہاں میسر ہو سکتے ہیں

بیت مرا نسیم تو باید صبا کجاست کہ نیست ٭ کجاست زلف تو مشک خطا کجا ست کہ نیست

ذکر حضرت شیخ برہان الدین غریب

مزار انکا چبوترہ یاران میں ہے رحمۃ اللہ علیہ ٭ صاحب ذوق و شوق تھے سماع میں بہت غلو رکھتے تھے اُس زمانہ کے تمام فاضل مثل
حضرت امیر خسرو اور امیر حسن اور اُنکے سوا جتنے اہل مذاق و خوش طبع لوگ تھے سب انکی
محبت میں اسیر تھے حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی جب شہر میں تشریف لائے تھے
انہیں کے پاس ٹھہرے تھے۔ انکو اپنے پیر و مرشد سے بہت بڑا اعتقاد تھا تمام عمر میں کبھی
غیاثپور کی طرف پشت نہیں کی۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیا کے خلیفہ ہیں انکی خلافت کا
قصہ سیر الاولیا میں اسطرح لکھا ہے کہ مولانا خواجہ مبشر جو حضرت محبوب الہٰی کے قدیم خدمتگار
تھے اور سید حسن اور سید خاموش نے کہا مولانا برہان الدین پُرانے مرید ہیں اور سب سے
زیادہ اعتقاد رکھتے ہیں انکی خلافت کا ذکر حضرت شیخ کی خدمت میں ضرور کرنا چاہیے۔ آخر
سب نے اتفاق کرکے انکو خدمت میں لیجا کر عرض کیا کہ مولانا برہان الدین غریب حضور کے
قدیم غلام ہیں اور حضرت مخدوم کی پابوسی میں حاضر رہتے ہیں اب حضور کی مرحمت کے امیدوار

ہیں مولانا نے اسوقت زمین خدمت کو بوسہ دیا حضرت خواجہ اقبال خادم نے کلاہ و پیراہن
جو حضرت شیخ کی خدمت سے عطا ہوا تھا خدمت میں حاضر کر کے حضرت کا دست مبارک
اسپر رکھ کے حضرت کے روبرو مولانا برہان الدین غریب کو پہنا دیا اور کہا تم بھی خلیفہ ہو اسوقت
حضرت خواجہ نظام الدین اولیا خاموش تھے اور خاموشی دلیل رضامندی کی ہے۔ **نقل ہے**
کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا مولانا برہان الدین غریب سے ناراض ہوئے اس
سبب سے کہ جب یہ ضعیف ہوئے اور یوں بھی دُبلے پتلے نحنی آدمی تھے ایک کمبل کو دوتہ کر کے
اسپر بیٹھا کرتے تھے علی زنبیلی اور ملک نصرت نے جو سلطان علاوالدین کے رشتہ دار تھے شیخ
علاوالدین کے مرید ہوئے تھے حضرت سلطان المشایخ کی خدمت میں اس قصہ کو اسطرح عرض
کیا کہ مولانا برہان الدین مشایخوں کی طرح سجادہ شیخی پر بیٹھتے ہیں۔ حضرت شیخ یہ بات سنکر بہت
رنجیدہ ہوئے اور جب مولانا برہان الدین خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے آنسے گفتگو نہ فرمائی
تھی جب وہ جماعت خانہ میں آئی اقبال خادم نے حضرت شیخ کا انکو پیغام پہنچایا کہ تم یہاں بیٹھو
وہ یہ بات سنتے ہی بہت پریشان و سراسیمہ ہوئے اور گھر میں جاکر تعزیت میں بیٹھ گئے تمام شہر
کے لوگ انکے دیکھنے کو آنے لگے تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت امیر خسرو دستار گردن میں لٹکا کر
حضرت شیخ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے حضرت نے دریافت کیا ترک کیا ہے عرض کیا مولانا برہان الدین
کی معافی چاہتا ہوں آپ نے تبسم فرما کر پوچھا وہ کہاں ہیں اتنے میں مولانا برہان الدین دستار
گردن میں ڈالکر حاضر ہوئے اور زمین خدمت پر نہایت عجز و انکساری سے سر ارادت رکھا
حضرت شیخ نے تقصیر معاف کی مولانا تجدید بیعت سے مشرف ہوئے۔ مولانا برہان الدین غریب
حضرت شیخ کے انتقال کے بعد چند سال زندہ رہے خلق خدا کو مرید کرتے اور فیض پہنچاتے تھے
آخر دیوگیر میں جاکر رحمت الٰہی سے واصل ہوئے قبر انکی وہیں ہے برہانپور شہر اُنہی کے نام
سے مشہور ہے وہاں کے تمام بادشاہ اُنکے معتقد ہیں۔ **ذکر مولانا علی شاہ جاندار**
حضرت سلطان المشایخ خواجہ نظام الدین اولیا کے مرید تھے انکی ایک کتاب ہے خلاصۃ اللطائف

اسمیں لکھتے ہیں میں نے اپنے شیخ اور مخدوم حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کو مراقبہ میں دیکھا جب میں نے
ارادہ کیا کہ انکی مجلس داخل ہوں میں نے معائنہ کیا کہ اسطرح خاموش بیٹھے ہیں کہ کوئی عضو حرکت نہیں
کرتا آنکھیں کھلی ہوئی تھیں مگر مجھکو نہیں پہچانا اور مجھ سے فرمایا تم کون ہو جب میں نے یہ حال دیکھا
ارادہ کیا کہ الٹا چلا آؤں اور وہ اپنی آنکھوں کو اسطرح پھراتے تھے جیسے لٹ والا پھراتا ہے پھر فرمایا
فقیر کو لایق ہے اپنے قلب میں اسطرح تصور کرکے نہایت خشوع کے ساتھ بیٹھے کہ گویا خدا کے سامنے
بیٹھا ہے پھر مجھکو حکم کیا کہ جاؤ مجلس میں بیٹھو میں اسوقت مشغول ہوں۔ **ذکر شیخ علاوالدین رح**
بن شیخ بدرالدین سلیمان تیسرے صاحب سجادہ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنجشکر رح کے ہیں سولہ
برس کی عمر میں سجادہ پر بیٹھے تھے اور چون برس حق سجادگی نہایت استقامت کے ساتھ ادا کیا
انکی زندگی ہی میں انکی عظمت وکرامت کا آوازہ تمام عالم میں پھیل گیا تھا سوائے جامع مسجد
کے اور کہیں نجاتے تھے امراء اور ملوک سے بالکل بے پروا ہمیشہ روزہ رکھتے اور ایک پہر رات گئی
افطار کرتے کھانا بہت ہی کم کھاتے تھے اور سخاوت اور بخشش میں مشہور زمانہ اور طہارت اور
لطافت میں یکتا و یگانہ تھے حضرت امیر خسرو نے انکی تعریف میں یہ قصیدہ کہا ہے ؎
علاء دنیا و دین شیخ و شیخزادہ عصر ؛ کہ شد بمرتبہ قایم مقام شیخ فرید ؛ ز تاب نور تجلی چو کرد روشن
عرق ؛ ہزار چشمہ خورشید از جبین بچکید ؛ مگر کہ دید ثریا بلندی قدرش ؛ کہ تا قیامت خواہد بر آسمان
خندید ؛ مہی بروشنی از بدر زادہ خورشید ؛ ز بدر زادہ خورشید تا بدار کہ دید ؛ چو ساکنان سپہر
از حوادث امین گشت ؛ کسے کہ در بنہ ذیل عصمت تو خزید ؛ ز بہر سبحۂ تو چرخ مہرہ ز انجم کرد ؛ ز مشتری
رگ جانش بہائے رشتہ کشید ؛ زہے بخفتم شب در سواد مدحت تو ؛ چو پیر در شب قدر و چو طفل
در شب عید ؛ حیات بخش جہانے دم مسیحے تست ؛ چہ حاجت گفتن خسرو کہ عمر تو بمزید ؛ مقبرہ
انکا حضرت شیخ فریدالحق قدس سرہ کے روضہ کے پاس ہے انکے مزار پر محمد تغلق نے کہ اُن کا
مرید اور بہت معتقد تھا بڑا عالیشان گنبد اور عمارت بنائی ہے ؛ **ذکر خواجہ محمد**
بن مولانا بدرالدین اسحٰق نواسہ حضرت مولانا فریدالحق والدین کے ہیں کل علوم کے جامع او

کل فنون پر حاوی تھے۔ علم حکمت میں بھی دخل رکھتے تھے اور موسیقی بھی اعلیٰ درجہ کے جانتے تھے طاعت اور عبادت میں بہت ذوق وشوق رکھتے تھے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے انکو امام بنا یا تھا کہتے ہیں انہوں نے شیخ کے ملفوظات سے ایک کتاب جمع کی ہے جسکا نام انوار المجالس ہے ایک دفعہ حضرت شیخ ابوبکر طوسی کی خانقاہ میں سماع تھا اور حضرت سلطان المشایخ بھی وہاں موجود تھے ہر چند قوالوں نے کوشش کی مگر حاضرین کو کچھ ذوق پیدا نہوا شیخ نے فرمایا سماع کو چھوڑدو اور کچھ نہ کچھ متقدمین کا ذکر کرتے ہیں ایک ذوق پیدا ہوا شیخ علی زنبیلی نے شیخ نظام الدین پانی پتی کی طرف جو شیخ بدرالدین غزنوی کے بیٹے دیکھکر کہا میں آپ سے کچھ سننا چاہتا ہوں حضرت شیخ نظام الدین اولیا نے بھی خواجہ محمد امام کی طرف اشارہ کیا دونوں بزرگوار قوالوں کی جگہہ بیٹھے گئے اور غزل شروع کی جب اس بیت پر پہنچے **بیت** ہر نیخر دی کہ مینی امشب۔ ازمن ہمہ در کنار روز۔ حضرت خواجہ کو کیفیت ہوئی اور اُس نے سب میں اثر کیا۔ **ذکر خواجہ عزیز الدین صوفی**۔ انکی والدہ حضرت شیخ فرید الحق کی صاحبزادی ہیں اُنہوں نے بھی حضرت شیخ کے ملفوظات جمع کرکے تحفۃ الابرار وکرامۃ الاخیار نام رکھا ہے یہ شاگرد ہیں حضرت قاضی محی الدین کاشانی کے اور صنعت کتابت میں بے نظیر تھے۔ **نقل ہے** وہ کہتے تھے کہ میں ایک وقت حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کو دیکھا قبلہ کی طرف منہ کئے بیٹھے ہیں اور آنکھیں آسمان کی جانب کھلی ہوئی ہیں یعنی جمال حق تعالیٰ میں مستغرق ہیں میں ڈرا کہ میں ایسے وقت اس مقام میں کیوں آگیا نہ ٹھہر سکتا ہوں نہ اُلٹا پھر سکتا ہوں خیر اسی کشمکش و پیچ میں ایک ساعت کھڑا رہا اور اسوقت کوئی خادم بھی موجود نہ تھا کہ اتنے میں حضرت شیخ کو لرزہ ہوا جیسے چڑیا لرزتی ہے اور پھر اپنے عالم میں آگئے اور آنکھوں پر ہاتھ ملکے پوچھا تو کون ہے میں نے عرض کیا عزیز ہے آپنے بہت شفقت فرمائی اور بہت عنایت کی۔ **ذکر حضرت خواجہ تقی الدین نوح** رحمۃ اللہ علیہ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ کے بھانجے کے صاحبزادے ہیں اور حافظ قرآن تھے **نقل ہے** کہ ایکدن انکو حالت مرض میں طلب کیا اور خلافت

دیگر وصیت کی کہ جو کچھ تمہارے پاس پہنچے اُسکو نگاہ رکھنا اور اگر کچھ نہو تو دل کو پریشان نہ کرنا کیونکہ
خدا دینے والا ہے اور کسی کی بُرائی نہ چاہنا اور ظلم کو بخشش کے ساتھ بدل کرنا اور گاؤں جاگیر
نہ لینا کیونکہ درویش گاؤں جاگیر نہیں رکھتے اگر تم ایسا کروگے تو تمہارے دروازہ پر بادشاہ
آئیں گے اُنکا انتقال حضرت شیخ کی حیات ہی میں جوانی کے عالم میں ہوگیا۔ **ذکر حضرت سید
محمود کرمانی**۔ یہ حضرت کرمان سے تجارت کیواسطے لاہور میں آئے تھے واپسی کے وقت جب
اجودھن میں پہنچے حضرت خواجہ فریدالدین کی پابوسی سے مشرف ہوئے اور وہاں سے ملتان گئے
ملتان میں اُنکے چچا سید احمد کرمانی رہتے تھے اس آمد و رفت میں انکو حضرت شیخ سے ایک محبت
ہوگئی یہانتک کہ کل مال و اسباب جو کہ ان سے لائے تھے سب کو ترک کیا اور ملتان میں اپنے
چچا کے پاس آئے اور وہاں سے حضرت شیخ کی خدمت کا قصد کیا اُنکے چچا نے اُنسے کہا یہاں حضرت
شیخ بہاؤالدین زکریا بھی بڑے بزرگ ہیں اُنہوں نے کہا اُنسے محبت نہیں ہوتی آخر اجودھن میں
حاضر ہوئے اور مرید ہوکر بہت ریاضتیں کیں پھر بعد وفات حضرت شیخ کے حضرت خواجہ نظام الدین
اولیا کی خدمت میں حاضر ہوکر یارانِ اعلیٰ کے زمرہ میں داخل ہوئے اور جمعہ کی رات کو ۷۱۱ھ
میں رحلت کی مزار انکا چبوترہ یاران میں ہے رحمۃ اللہ علیہ۔ **ذکر سیّد محمد بن سید مبارک
بن سید محمد الکرمانی** جامع کتاب سیر الاولیا ہیں اس کتاب میں مشائخین چشتیہ کا حال ہے یہ بچپن میں
حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوکر بعض مجلسوں میں بھی شریک ہوئے تھے بعد حضرت محبوب الٰہی
مخدوم نصیرالدین چراغ دہلی سے تربیت پائی تھی اور بہت مرتبہ حضرت شیخ کے جمال سے خواب میں
مشرف ہوئے اور تجدید بیعت بھی کی تھی اُن کے آباؤ اجداد حضرت شیخ کے متوسلین سے تھے اور
اُس کتاب میں اُنہوں نے جو کچھ نقل کیا ہے وہ اپنے آباؤ اجداد کے حوالے سے لکھا ہے رحمۃ اللہ علیہ
ذکر مولانا شمس الدین یحییٰ قدس سرہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے اعاظم خلفاء
سے ہیں بہت ممتاز اور بڑے بزرگ علماء میں مشہور تھے شہر کے آدمی اُنکی شاگردی سے فخر کرتے
تھے۔ کہتے ہیں اُنہوں نے مشارق کی شرح لکھی ہے اور اُسمیں نقل کیا ہے کہ کبھی کسی نبی کو جمائی

پہنچ گئی۔ اودھ سے دہلی میں تحصیل علم کے واسطے آئے تھے یہاں حضرت شیخ کی کرامات کا شہرہ
سنکر ایکدن یہ اور مولانا صدرالدین ناوی آپ کی خدمت میں آئے حضرت شیخ نے دریافت فرمایا
شہر میں رہتے ہو اور کچھ پڑھتے ہو عرض کیا جی ہاں مولانا ظہیر الدین بھکری کی خدمت میں اصول
بزدوی پڑھتا ہوں حضرت شیخ نے بعض مقامات سے جو مشکل مشہور ہیں دریافت کئے اُنہوں نے
عرض کیا کہ ہمارا سبق یہیں تک پہنچا ہے اور یہ مسئلہ حل نہیں ہوا حضرت شیخ نے اُس مسئلہ کو
نہایت آسانی کے ساتھ حل کردیا اُسوقت سے انہیں حضرت سے اعتقاد پیدا ہوا اور ایک مدت کے
بعد مرید ہو کر درجہ کمال کو پہنچے انکے مزاج میں بالکل تکلف اور رسموں کی رعایت وعادت وغیرہ
نہ تھی اور نہ شادی کی تھی خلیفہ ہونے کے بعد بہت کم مرید کئے اور مرید کرنے سے بہت پرہیز کرتے تھے
اور فرماتے تھے کہ اگر حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کا لکھا ہوا اس کاغذ میں نہوتا میں ہرگز یہ کام نکرتا
کہتے ہیں کہ حضرت شیخ مخدوم نصیر الدین نے انکی مدح میں یہ شعر کہا ہے **شعر** سالت العلم من
احیاک حقا * فقال العلم شمس الدین یحییٰ * **نقل ہے** کہ جس زمانہ میں محمد تغلق کی تیغ قہر وسیاست
تمام خلایق میں خصوصاً گروہ مشایخ پر کھنچی ہوئی تھی مولانا شمس الدین یحییٰ کو بلا کر کہا تم جیسے دانشمند
یہاں کیا کرتے ہو کشمیر میں جا کر بتخانوں میں بیٹھو اور خلق خدا کو اسلام کی دعوت کرو۔ مولانا سلطان
کے پاس سے واپس آئے اور اسباب سفر کا تہیہ کیا اور لوگوں سے کہا کہ میں نے اپنے شیخ کو خواب
میں دیکھا ہے کہ مجھکو بلاتے ہیں لوگ مجھکو کہاں بھیجتے ہیں اور میں اپنے پیر کی خدمت میں جاتا ہوں
چنانچہ اُسکے دوسرے دن اُنکے سینہ پر ایک دنبل نکلا جس سے وہ بیمار ہوئے یہ خبر سلطان کو پہنچی
حکم دیا انکو میرے سامنے لاؤ شاید بہانہ کیا ہو اسی اثنا میں اس عالم سے رحلت کی مزار انکی چبوترہ
یاران میں ہے * **ذکر حضرت عالم اکمل** فاضل اجل استاد شہر قاضی محی الدین الکاشانی
رحمۃ اللہ علیہ مرید حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ہیں زہد و تقویٰ و وفور علم کے ساتھ موصوف
و مشہور اور اکثر علماء شہر کے استاد تھے ابتدا حال میں کل تعلقات دنیادی کو ترک کردیا تھا اور
جاگیری سندوں کو پھاڑ ڈالا اور فقر و مجاہدہ کو اختیار کیا حضرت سلطان المشایخ کی خدمت میں اُنکو

کلام کرنیکا بڑا رسوخ حاصل تھا انکا خلافت نامہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے لکھا تھا جسکا
مضمون یہ ہے تمکو چاہئے کہ تارک دنیا ہو اور دنیا اور اہل دنیا کی طرف مائل نہو اور گاؤں جاگیر
اور بادشاہوں کے صلہ وغیرہ کو قبول نکرو اور جسوقت مسافر تمہارے پاس آئے اور تمہارے پاس
کچھ نہو تو تم اُسوقت کو غنیمت اور نعمت الٰہی سمجھو اگر تم ایسا کروگے اور مجھکو یقین ہے کہ تم ایسا ہی
کروگے تب تم میرے خلیفہ ہو اور اگر تم ایسا نکروگے تو اللہ میرا خلیفہ ہے؛ **نقل ہے** کہ قاضی
محی الدین کاشانی نے حضرت شیخ سے سوال کیا کہ مرید کا مراقبہ حضرت عزت کو اور حضرت رسالت
کو اور پیر کو جمع ہوسکتا ہے یا علیحدہ ہوتا ہے آپنے فرمایا جمع بھی ممکن ہے اور علیحدہ بھی مفید ہے
اگر جمع کرنا چاہے تو جانے کہ میں خدا کے سامنے حاضر ہوں اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم داہنی
طرف اور شیخ بائیں طرف ہے۔ **نقل ہے** کہ جب شدت فقر وفاقہ نے انپر غلبہ کیا اور
حضرت کے متعلقین بھی کثرت سے تھے جنکو حضرت نے بہت ناز ونعمت سے پرورش
کیا تھا تاب لاسکے اس امر کو کسی نے سلطان علاؤالدین تک پہنچایا سلطان نے قضات
اودہ جو انکی موروثی تھی انکو سپرد کی یہ خبر قاضی محی الدین کو پہنچی یہ پیر کی خدمت میں حاضر
ہوئے اور عرض کیا کہ غیب سے یہ معاملہ ہوا ہے بغیر میری خواہش کے اب جو حکم حضور کا ہو
آپنے فرمایا ضرور یہ خیال تمہارے دل میں گذرا ہوگا جب یہ ظہور ہوا۔ حضرت قاضی کو اس
باعث حیات سے نفرت اور زندگانی سے تشویش پیدا ہوئی اور یوں بھی کہتے ہیں کہ حضرت
شیخ نے اُس خلافت نامہ کو اُنسے طلب کرکے سال بھر تک اپنے پاس رکھا اور خفا رہے آخر
ایک سال کے بعد قاضی محی الدین کو تجدید بیعت سے مشرف کیا اور خوش ہوکر اعزاز سابق سے مشرف
فرمایا لیکن اُنہوں نے حضرت سلطان المشائخ کی حیات ہی میں انتقال کیا رحمتہ اللہ علیہ

ذکر مولانا وحید الدین یوسف۔ حضرت محبوب الٰہی کے خلیفہ ہیں اور حضرت کو اُنسے
بہت محبت تھی ارادت وخلافت میں اوروں سے سبقت لیگئے تھے حضرت نے جب اکثر
معزز ارادتمندوں کو عطیہ خلافت سے مشرف کیا انکو بھی تجدید خلافت سے ممتاز فرمایا اُنکی

خوارق عادات اور کرامتیں بہت تھیں۔ کہتے ہیں جب یہ اپنے گھر سے حضرت کی خدمت میں حاضر
ہوتے انکے دل میں خیال آتا کہ پیر کی خدمت میں پیر سے چلنا چاہئیے چنانچہ حق تعالے نے انکو اوڑنے
کی طاقت دیدی کہ کبھی وہ اوڑکر اور کبھی سکر یل حاضر ہوتے تھے اور اپنے پیر کے حکم سے چندیری میں
جا رہے تھے وہیں انکا مزار ہے اور وہاں کے بہت لوگ انکے مرید ہیں۔ **ذکر حضرت مولانا
وجیہ الدین پائلی**۔ دانشمند متبحر اور استاد وقت تھے زہد وورع میں ممتاز تھے اور
آخر میں حضرت سلطان المشایخ کے مرید ہوئے اور بہت بڑا اعتقاد رکھتے تھے۔ **نقل ہے**
وہ کہتے تھے میں ایک مرتبہ پانی پت جاتا تھا راستہ میں ایک صوفی پیدا ہوئے میرے دل میں
ایک قسم کا انکار انکی طرف سے آیا انہوں نے مجھ سے کہا مولانا اگر کوئی مشکل مسئلہ ہو تو پوچھو مجھکو
چند مسئلہ مشکل تھے وہ میں نے پوچھے جواب شافی دیا حتی کہ تسلی ہوگئی اور قضا وقدر کے مسئلہ
کو بھی خوب بیان کیا پھر بحث کے بعد مجھ سے پوچھا تم کسکے مرید ہو میں نے کہا حضرت شیخ نظام الدین
اولیا کا انہوں نے جواب دیا شیخ نظام الدین ہمارے قطب ہیں۔ **نقل ہے** کہ ایک دفعہ شیخ نے
فرمایا مولانا میرے اور تمہارے اور خدا کے درمیان میں بھی ایک زبان ہے مزار مولانا وجیہ الدین
کی حوض شمسی کے کنارہ پر قاضی کمال الدین صدر جہاں اور قتلغ خاں کے خطیرہ میں ہے اور
یہ مولانا سے نسبت شاگردی رکھتے تھے رحمۃ اللہ علیہ۔ **ذکر حضرت امیر خسرو**
دہلوی۔ حضرت کا لقب سلطان الشعرا اور برہان الفضلا ہے وادی سخنوری میں یگانہ عالم
اور فرزانہ بنی آدم ہیں فن سخن میں ایک عالم ہیں خداوند تعالے کے عالموں میں سے جسکی انتہا
نہیں جو مضامین اور اطوار سخن اور طرز معانی انکو حاصل تھا کسی کو شعرا متقدمین ومتاخرین
سے حاصل نہوا اپنے شیخ کے فرمان کے موافق طرز سخن رکھتے تھے حضرت کا فرمان تھا کہ
اصفہانی طرز پر کہو اور وہ باوجود ایسے فضایل کے صفات تصوف سے موصوف تھے اگرچہ
بادشاہوں سے تعلق اور امرا سے میل جول رکھتے تھے مگر نہ یہ کہ اسی طرف کے ہو رہیں اور
یہ انکی برکت سمجھنا چاہئے کیونکہ گنہگاروں کے دل میں برکت نہیں ہوتی اور نہ انکے قول

کی طرف قبول قلب وجذب خاطر ہو۔ نقل ہے کہ وہ ہر رات میں تہجد کے وقت سات سیپارہ
پڑھتے تھے ایک دن حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ مشغولی کا کیا حال ہے عرض کیا مخدوم بعض
وقت آخر شب میں گریہ مستولی ہوتا ہے آپ نے فرمایا الحمدللہ تھوڑا ظاہر ہونا شروع ہوا ہے۔
سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ جب امیر خسرو پیدا ہوئے اُنکے پڑوس میں ایک مجذوب رہتے تھے
انکو ایک کپڑے میں لپیٹ کر اُنکے پاس لیگئے اُنہوں نے کہا ایسے شخص کو لائے ہو جو خاقانی سے
بھی دو قدم آگے ہوگا شاید انکا مقصد شعر اور غزل میں ہوگا کیونکہ وہ قصیدوں کی طرز میں جیسا
کہ بعض مخدوموں نے فرمایا ہے خاقانی تک پہنچے تھے اور یاران و مریدان قدیم سے حضرت
سلطان المشایخ کے ہیں بہت اعتقاد اور محبت شیخ سے رکھتے تھے اور شیخ کو بھی اُنسے بہت
الفت تھی کسی کو اتنا قرب اور محرمیت حضرت سے نہ تھی جتنی کہ حضرت امیر خسرو کو تھی ہر
شب کو عشا کے بعد شیخ کی خلوت خاص میں جاتے اور ہر قسم کی باتیں کرتے جس کسی کی درخواست
ہوتی وہ حضرت کی خدمت میں پیش کرتے۔ ایک دفعہ جو حضرت شیخ نے اپنے خط خاص سے
لکھا ہے یہ ہے جوارح کی محافظت امور نامرضیہ شرعیہ سے ضرور چاہئے اور اپنے اوقات کی
رعایت میں ضرور کوشش کرے اور عمر عزیز کو جو سبب تحصیل کل تیری مراد کا ہے غنیمت سمجھے
اور اپنے روزگار کو واہی کاموں میں مصروف نکرے اگر اپنے دل میں کچھ انشراح پیدا ہو
اُسپر چلے کیونکہ وہ طریقت میں اصل معتبر ہے اور کل کاموں میں پہلے استخارہ کرے صاحب
سیر الاولیا کہتے ہیں کہ امیر خسرو کو حضرت شیخ سے جو جو رحمتیں ہوئیں انکو ایک نسخہ میں
جمع کیا ہے اور وہ نسخہ یہ ہے۔ ایک دفعہ حضرت سلطان المشایخ قدس سرہٗ نے اس بندہ کو
فرمایا کہ میں سب سے تنگ ہوتا ہوں مگر تم سے تنگ نہیں ہوتا دوسری مرتبہ فرمایا میں سب سے تنگ
آتا ہوں یہانتک کہ اپنے آپ سے بھی تنگ آتا ہوں مگر تجھ سے تنگ نہیں آتا۔ ایک شخص نے حضرت
شیخ کی خدمت میں درخواست کی کہ جیسی عنایت کی نظریں امیر خسرو پر ہیں انمیں سے ایک
میرے اوپر بھی ہو حضرت شیخ نے کچھ جواب دیا اور پھر مجھ سے فرمایا کہ میرے دل میں اسوقت

یہ آیا اُس شخص سے کہوں کہ اتنی قابلیت تو پیدا کر ایک مرتبہ حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے ارشاد
ہوا میرے لئے دُعا کرو کہ تمہاری بقا موقوف ہے میری بقا پر اور چاہئے کہ تمکو میرے پہلو میں دفن
کریں یہ کلام چند مرتبہ حضرت سے سنکر یاد کیا ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ایسا ہی ہوگا انشاء اللہ
اور حضرت خواجہ نے بندہ سے عہد مستقل کیا ہے کہ بہشت میں نجاؤں گا جب تک کہ تجھکو اپنی ہمراہ
نہ لیجاؤں گا ایک دفعہ حضرت خواجہ نے خواب میں دیکھا کہ بندہ کے پائیں حضرت شیخ نجیب الدین متوکل
کے پیش خانہ کے قریب پانی نہایت پاکیزہ و لطیف جاری ہے اور دُعاگو ایک وکا پچہ میں بلندی پر
میٹھا ہے مگر وہ وقت نہایت فرحت و خوشی کا ہے اُسوقت میرے دل میں کہ خیال گذرا تمہارے واسطے
خدا سے کوئی نعمت مانگوں چنانچہ مجھکو امید ہے کہ میری دُعا قبول ہوئی ہے اور تمہارے اندر اب عنقریب
وہ حال پیدا ہوگا انشاء اللہ۔ اور بندہ نے ایک وقت زبان مبارک خواجہ سے سُنا ہے کہ میرے دلمیں
کوئی کہتا ہے کہ خسرو کو محمد کا لیس کہو بندہ کو یہ خطاب غیب سے ملا ہے اور مخبر صادق نے یہ خبر دی کہ
اس نام سے بندہ کو بہت نعمتوں کی امید ہے اگر چاہا خدا ارحم بندہ نے حضرت خواجہ نے بندہ کو ترک اللہ
کا خطاب دیا ہے اور اس خطاب کے بارے میں اتنی فرمان باز یب و زینت خط مبارک شیخ سے صادر
ہوئے ہیں کہ بندہ نے انکو تعویذ بنا کر رکھ چھوڑا ہے تاکہ دفن کے وقت بھی بندہ کے پاس ہوں
اور فردائے قیامت انکے وسیلہ سے خدا اس بیچارہ کو بخشے انشاء اللہ خواجہ نے بندہ کو طلب کرکے فرمایا
میں نے ایک خواب دیکھا ہے اُسکو سنو کہ شب جمعہ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ صدر الدین بن شیخ
الاسلام بہاؤ الدین زکریا میرے پاس آئے میں نے بہت تواضع کی مگر خود انہوں نے اتنی تواضع کی
جسکا میں بیان نہیں کر سکتا اسی اثنا میں میں نے دیکھا خسرو دور سے پیدا ہوا اور میرے پاس آکر
معرفت کا بیان کرنا شروع کر دیا اتنے میں صلاح موذن نے کہی اور میں بیدار ہوگیا جب یہ خواب ملاحظہ
فرمایا دیکھا تمنے یہ کیا مرتبہ ہے مجھ بیچارے نے نہایت عاجزی و زاری سے عرض کیا کہ مجھ ناچیز کو
اس مرتبہ کی کیا لیاقت آخر تو حضور ہی کا عطا کیا ہوا ہے حضرت خواجہ کو میری اس عرض سے گریہ ہوا
اور بہت آواز سے روئے بندہ حضرت کے رونے سے بہت پریشان ہوا اور رونے لگا پھر

حضرت خواجہ نے کلاہ خاص طلب فرما کر اپنے دست مبارک سے بندہ کو پہنائی اور فرمایا کلمات مشایخ
کو نظر رکھنا اور یہ دو بیتیں حضرت نے امیر خسرو کی تعریف میں فرمائیں **رباعی** خسرو کہ بہ نظم و نثر
مثلش کم خاست ۔ ملکیت ملک سخن آن خسرو راست ۔ این خسرو ماست ناصر خسرو نیست ۔
زیرا کہ خدا ناصر خسرو ماست ۔ جو وقت کہ حضرت باغ بہشت کو تشریف لیگئے امیر خسرو موجود نہ تھے
تغلق کے ساتھ لکھنوتی گئے ہوئے تھے جب سفر سے واپس آئے دیوانے ہوگئے اور گریبان چاک کیا
اور کہتے تھے کہ میں اپنے واسطے روتا ہوں کیونکہ میری موت قریب ہے۔ وفات حضرت شیخ کی اٹھارہ
ربیع الآخر ۷۲۵ ہجری کو اور وفات امیر خسرو کی اٹھارہ شوال سنہ مذکور میں چھ مہینہ حضرت شیخ کے
بعدہ زندہ رہے رحمۃ اللہ علیہ ۔ **ذکر حضرت خواجہ امیر حسن بن علاء سنجری دہلوی**
تمام فضلاء زمانے میں عزت رکھتے تھے اور حضرت کے مریدوں میں بہت ممتاز تھے حسن معاملہ اور
صفائی باطن وغیرہ میں یگانہ زمانہ اور اوصاف تصوف کے ساتھ موصوف تھے انکو بہ نسبت حضرت
امیر خسرو کے ایک گونہ تقدم ہے اگرچہ دونو صاحب ہمعصر و مصاحب یکدوسرے کے تھے امیر حسن کے
اکثر قصاید سلطان غیاث الدین بلبن کی تعریف میں ہیں اور امیر خسرو کے اکثر اشعار غیاث الدین
بلبن کے زمانہ کے خان شہید کی تعریف میں ہیں جو انکا بیٹا اور ملتان کا حاکم تھا اور انہی کے
پاس حضرت امیر خسرو رہتے تھے ان خان شہید نے حضرت مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی کو
شیراز سے بلایا تھا مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ میں اب ضعیف ہوگیا ہوں مجھکو اب ہندوستان
کی سیر کرنیکی ہوس باقی نہیں رہی یہ جو لوگ حضرت امیر خسرو اور شیخ سعدی کی ملاقات بیان کرتے ہیں
اسکی کچھ اصل نہیں ۔ حضرت امیر حسن کی ایک کتاب ہے فوائد الفواد جسمیں حضرت شیخ کے ملفوظات نہایت
لطافت و متانت و پاکیزگی الفاظ و معانی سے جمع کیے ہیں یہ کتاب حضرت شیخ کے کل مریدان و خلفاء
میں دستور العمل ہے امیر خسرو کہتے تھے کاش کہ میری کل تصنیفیں حسن کے نام سے ہوتیں اور فوائد الفواد
میرے نام سے ہوتی یہ کلام محبت کا ہے فوائد الفواد میں لکھتے ہیں کہ ایک دن واسطے سعادت پابوسی خواجہ
کے حاضر ہوا ہم دہلیز پر تشریف رکھتے تھے میں دربان کے پاس بیٹھ گیا ایک ساعت کے بعد بندہ کیطرف

نظر کر کے فرمایا ذکر کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے بندہ نے سر زمین پر رکھکر عرض کیا میں نے تو یہی در پکڑا ہے
فرمایا پکڑا ہے اور مضبوط پکڑا ہے اور فوائد الفواد میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ جمعرات اٹھارہ ماہ مبارک رجب
۷۱۱ھ ہجری کو سعادت پابوس حاصل ہوئی اسی رات کو بندہ نے خواب دیکھا تھا اسکو خدمت میں عرض
کیا خواب یہ تھا کہ گویا صبح کی نماز کا وقت ہے اور میں وضو کر رہا ہوں وقت تنگ ہے اور میں بہت جلدی
کر رہا ہوں سنت گزار چکا ہوں اور جماعت کی راہ دیکھ رہا ہوں آخر جلدی سے چلا تاکہ جماعت کو حاصل
کروں اس جلدی میں خیال کرتا ہوں کہ کہیں سورج نہ نکل آئے ورنہ نماز کا وقت جاتا رہیگا اور گویا میں نے
سورج کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ شیخ کے وقت پاک کیواسطے ابھی نہ نکلیو یہ کہکر میں بہت خوش ہوا
اور آنکھ کھل گئی خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر یہ بات سنکر چشم پرآب ہوئے اور اسکے مناسب بات بیان کی۔ ایکدفعہ
سماع میں کلام ہو رہا تھا بندہ نے عرضداشت کی کہ اس شکستہ خاطر کو اپنے کام میں حیرت ہے اس سبب کہ جو
طاعت و عبادت چاہئے میرے پاس نہیں اور نہ درویشوں کی سی اوراد و مشغولی ہے مگر جب سماع سنتا ہوں
تو ایک وقت و راحت پیدا ہوتی ہے اور جبوقت تک حضور کی خدمت اقدس میں حاضر رہتا ہوں
خواہش نفس و دنیا دل میں نہیں گذرتی فرمایا اسوقت دل علایق دنیا سے خالی ہوتا ہے میں نے عرض کیا
جی ہاں ہوتا ہے پھر فرمایا سماع دو قسم ہے ہاجم اور غیر ہاجم۔ ہاجم وہ ہے کہ سماع سنتے ہی ہجوم کرے مثلاً
کوئی آواز یا کوئی بیت سُنے اور وہ اسکو جنبش میں لاوے اسکو ہاجم کہتے ہیں اور اسکی شرح نہیں ہوسکتی ہے
اور غیر ہاجم وہ ہے کہ اسکو کسی پر محمول کرے اللہ پر یا پیر پر یا جو جگہ اسکے دل پر گذرے۔ یکشنبہ بیسویں ربیع الاول
۷۱۳ھ کو سعادت پابوس حاصل ہوئی ہشت اعتقادوں کا ذکر تھا وہ لوگ جو کعبہ شریف کی زیارت
کو جاتے ہیں اور پھر واپس آکر کاروبار دنیاوی میں مشغول ہوتے ہیں بندہ نے عرض کیا کہ مجھکو اس
گروہ سے تعجب ہے کہ جو خدمت مخدوم میں پیوند کرتے ہیں اور پھر اور طرف جاتے ہیں جسوقت یہ بات
عرض کی اسوقت ملیح جو میرے دوست ہیں حاضر تھے عرضداشت کی کہ اس شکستہ نے ان ملیح سے جو
میرے دوست ہیں ایک بات سُنی ہے جس نے میرے دل میں بڑا اثر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حج کو وہ جاوے
جسکے پیر نہو۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر یہ بات سُنکر چشم پرآب ہوئے اور زبان مبارک سے یہ مصرع فرمایا۔ مصرع

اس بارہ بسوئے کعبہ رود واں رہ بسوئے دوست بہ پھر کلام تلاوت قرآن شریف میں واقع ہوا بندہ نے
عرضداشت کی جب میں قرآن شریف پڑھتا ہوں جتنا پہلے معلوم ہوتا ہے اس سے زیادہ اور انکشاف
ہوتا ہے اور اگر اس اثنا میں دل میں کوئی خطرہ گذرتا ہے میں اپنے دل سے کہتا ہوں کہ یہ کیا اندیشہ ہے
اور اپنے دل کو واضح کے ساتھ مشغول کرتا ہوں اور اسی وقت ایک آیت پر پہنچتا ہوں جو اس اندیشہ کو
مانع ہوتی ہے کوئی ایسی آیت نظر آتی ہے جس سے وہ مشکل حل ہو جاتی ہے حضرت خواجہ نے فرمایا ایسے
وقت کو نگاہ رکھنا سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ ایک دن امیر حسن نے خدمت شیخ میں عرض کی کہ نعمت
رویت جسکا وعدہ مومنوں سے ہے اسکے حاصل ہونیکے بعد اور نعمتوں کو کوئی کیا دیکھے گا لفظ مبارک سے
فرمایا سخت کوتاہ نظری ہو وہ جو بعد اسکے اور کسی چیز کو دیکھے۔ مولد ومنشا امیر حسن کا دہلی ہے اپنی مدت
حیات میں مجردانہ زندگی بسر کی آخر عمر میں دیوگیر چلے گئے مزار انکا وہیں ہے رحمۃ اللہ علیہ ۞ **ذکر
خواجہ شمس الدین**۔ حضرت امیر خسرو کے بھانجے ہیں فاضل روزگار تھے اور حضرت خواجہ
سلطان المشایخ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ تکبیر تحریمہ کے وقت جبتک جمال شیخ نہ دیکھ لیتے نیت
نماز نہ باندھتے صف سے منہ باہر نکالکر حضرت شیخ کے چہرہ مبارک کو دیکھ لیتے پھر تحریمہ باندھتے شیخ انکے مرض
موت میں عیادت کو تشریف لیگئے راستے میں تھے کہ خبر وفات پہنچی آپ نے فرمایا الحمدللہ کہ دوست دوست سے
ملے مزار انکی پائیں حضرت امیر خسرو کے ہے جیسا مشہور ہے واللہ اعلم۔ **ذکر خواجہ ضیاء الدین برنی**
صاحب تاریخ فیروزشاہی اور مرید حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ہیں حضرت انکے حال پر عنایت
وشفقت بہت فرماتے تھے ہر طرح کے کلمات وحکایات انکو یاد تھے اور لطائف وظرائف سے بہت
شوق تھا علماء وشعراء ومشائخین کی صحبت سے بہت انسیت رکھتے تھے خصوصاً حضرت امیر خسرو
اور امیر حسن سے بہت محبت تھی اکثر انکی مجالس میں شریک ہوکر انکی صحبت سے فیض حاصل کرتے
حضرت شیخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوکر غیاث پور ہی میں سکونت اختیار کی آخر میں چونکہ طبع
لطیف وخاطر ظریف رکھتے تھے محمد تغلق کے پاس متمکن ہوئے اور محمد تغلق کے بعد فیروزشاہ کے
زمانہ میں اپنے احتیاج کے ساتھ کفایت کرکے گوشہ عزلت میں بیٹھ گئے اور رحلت کے وقت اموال

دنیا سے بالکل پاک صاف تشریف لیگئے سوا ایک بورئے کے جو اُنکے جنازہ پر پڑا ہوا تھا اور کچھ نہ تھا
مزار اُنکا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے پائیں اپنی والدہ کے پاس ہے۔ صاحب سیر الاولیاء
کہتے ہیں کہ مولانا ضیاء الدین برنی نے اپنے حسرت نامہ میں لکھا ہے میں ایک وقت حضرت خواجہ
نظام الدین اولیا قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اشراق سے چاشت تک حضرت کے کلام
جان بخش کے استماع میں مشغول تھا۔ اُس روز اکثر بزرگان خدا خدمت ارادت میں حضرت شیخ کے
داخل ہوئے اُسوقت میرے دل میں خیال گذرا کہ بزرگان سلف مرید کرنے میں احتیاط کرتے تھے اور
حضرت شیخ اپنے کرم عام سے ہر عام و خاص کی دستگیری کرتے ہیں اور ہر ایک کو دست بیعت دیتے ہیں
میں نے چاہا کہ حضرت سے سوال کروں چونکہ حضرت پر سارا عالم منکشف تھا میرے خطرہ پر واقف ہوئے
اور فرمایا ہر چیز کو مجھ سے پوچھتے ہو مگر یہ نہیں پوچھتے کہ میں ہر ایک آنیوالے کو بلا دریافت کیوں دست بیعت
دیتا ہوں فرمایا حق تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے ہر زمانہ میں ایک خاصیت رکھی ہے کہ وہ اُس زمانہ
کے آدمیوں کی رسم و عادت ہوتی ہے جدا اور زمانے کے آدمیوں کی نہیں ہوتی اصل ارادت میں مرید
کا غیر حق سے منقطع ہونا اور حق تعالےٰ کے ساتھ مشغول ہونا ہے بزرگان سلف جب تک انقطاع
کلی نہ دیکھتے تھے مرید نکرتے تھے مگر شیخ ابو سعید ابو الخیر اور اُنکے زمانہ سے شیخ سیف الدین تک اور شیخ
شہاب الدین سہروردی سے شیخ فرید الدین تک ان شاہان دین کے دروازوں پر ہر قسم کے لوگوں
کا ہجوم ہوتا تھا بادشاہ و امیر وغیرہ سب اپنی نجات کیواسطے ان عاشقان خدا کی پناہ میں آتے تھے
اور یہ مشایخ دست بیعت ہر خاص و عام کو دیتے تھے کسی کی یہ طاقت نہیں کہ دوستان خدا کے
معاملہ کو اپنے اوپر قیاس کرے کہ انہوں نے اس طرح کیوں مرید کئے ہیں میں بھی کروں اب میں
تمہارے سوال کا جواب دیتا ہوں میں جو مرید کرنے میں احتیاط نہیں کرتا اسکا ایک تو یہ سبب ہے
کہ میں متواتر سنتا ہوں کہ بہت لوگ جو میرے پاس آتے ہیں گناہوں سے باز رہتے ہیں اور جماعت
سے نماز پڑھتے ہیں اور اوراد و نوافل میں مشغول ہوتے ہیں اگر میں انسے اول ہی حقیقت ارادت کی
شرطیں بیان کروں تو اُنسے اتنے کار خیر صادر نہوں اور دوسرے یہ کہ حاضر میں چھوڑوں اور ساتھ التماس

کے اور یا وسیلہ کے اُٹھاؤں میں یا کوئی شفیع درمیان لاؤں مجھکو ایک شیخ کامل مکمل نے بیعت
کی اجازت دی ہے میں دیکھتا ہوں کہ اگر کوئی مسلمان عاجزی و بیقراری و مسکینی کے ساتھ میرے درپر
آئے اور کہے کہ میں نے کل گناہوں سے توبہ کی ہے تو وہ ضرور سچا ہوگا میں دست بیعت دیتا ہوں
اور میں نے سچے لوگوں سے سُنا ہے کہ میری بیعت لوگوں کو گناہ سے باز رکھتی ہے اور ان سب سے
قوی سبب یہ ہے کہ ایک دن شیخ فرید الحق والدین نے دوات وقلم اپنے سامنے سے اُٹھا کر مجھے دی اور
فرمایا تعویذ لکھکر حاجت مندوں کو دو جب مجھ میں اثر ملامت مشاہدہ کیا فرمایا تم ابھی دُعا کے لکھنے سے
ملول ہوتے ہو جب تمہارے دروازے پر بہت حاجتمند آئیں گے تب تمہارا کیا حال ہوگا میں نے
سر شیخ کے قدموں میں رکھا اور بہت رویا شیخ نے مجھ پر بہت مرحمت فرمائی اور عطائے خلافت سے مشرف
فرمایا میں نے عرض کیا کہ میں ایک شخص متعلم ہوں اختلاط خلق سے نفرت کرنیوالا اور یہ کام بہت بڑا
مجھ بیچارہ کی طاقت سے باہر ہے مخدوم کی نظر شفقت میرے کام میں کافی ہے جب یہ میری عرض سُنی
سے فرمایا یہ کام تم سے اچھی طرح پورا ہوگا میں نے اسمیں بہت الحاح کیا خواجہ کو میرے عذر سننے سے ایک
حال پیدا ہوا اور سیدھے ہو کر بیٹھے اور مجھکو اپنے قریب طلب کر کے اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم کیا اور فرمایا
نظام جان قیامت کے دن بندہ مسعود کو بارگاہ بے نیازی میں آبرو ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو میں تم سے
عہد کرتا ہوں کہ جنت میں قدم نرکھوں گا جب تک کہ تمہارے مریدوں کو ساتھ نہ لوں گا یہ حرف فرما کر
حضرت سلطان المشائخ نے تبسم کیا اور فرمایا مجھکو اس طرح خلافت دی ہے اور یہ کام کبھی اچھا ہوتا ہے
اور کبھی بُرا ہوتا ہے میں نہیں جانتا ہوں کہ جو لوگ تمام عمر اس کام کی طلب میں رہتے ہیں اور حیلہ
و بہانہ و دروغ سے اس نازک کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں اُنسے کیونکر ہوتا ہے میں نے برائے العین دیکھا
ہے کہ میرے شیخ واصلان خدا سے تھے اور جس شراب سے کہ بایزید اور جنید اور دیگر واصلان نے
جام ہائے شوق نوش کئے ہیں اُنہوں نے بھی پی تھے اور جن لوگوں کو میں دست بیعت دیتا ہوں
اُن کے حق میں ایسے کلام فرمائے ہیں اور عہد کئے ہیں پس میں بیعت سے منع نہیں کر سکتا۔ ذکر
خواجہ ضیاء نخشبی بدایوں میں رہتے اور ایک گوشہ میں تنہا اپنے کاموں میں مشغول تھے

انکی تصنیفات بہت ہیں مثل سلک السلوک عشرہ مبشرہ وکلیات وجزویات وطوطی نامہ تمام کتابیں انکی ایسی متشابہا ورمتشاکل واقع ہوئی ہیں خصوصًا سلک السلوک بہت شیرین ورنگین کتاب ہے بزرگوں کی حکایتوں اور مشائخین کے اقوال سے بھری ہوئی ہے اور اکثر تصانیف قطعات سے بھری ہوئی ہیں اور تمام قطعہ ایک ہی طریقہ اور ایک ہی نہج پر واقع ہوئے ہیں جیسے کہ یہ قطعہ نخشبی چند رو با زمانہ بسازؔ ورنہ خود را نشانہ ساختن ست ؛ عاقلان زمانہ میگویند ؛ عاقلی با زمانہ ساختن ست ؛ انکے حال سے یہ ظاہر ہے کہ وہ خلقت سے علیحدہ رہتے تھے اور کسی سے اعتقاد وانکار نہ رکھتے تھے حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ میں تین شخص ضیا نام تھے (۱) ضیا سنامی جو منکر شیخ تھے (۲) ضیا برنی جو معتقد و مرید تھے (۳) ضیا نخشبی کو نہ منکر تھے نہ معتقد سُنا گیا ہے کہ وہ تھے مرید شیخ فرید کے جو نبیرہ اور خلیفہ سلطان التارکین شیخ حمید الدین کے ہیں واللہ اعلم وفات اُنکی ۷۵۱ ہجری میں ہوئی سلک السلوک میں فرماتے ہیں کہ ایک دن خواجہ نے ایک لونڈی خریدی جب رات ہوئی لونڈی سے کہا اے کنیزک میرا بچھونا درست کر تاکہ میں سو رہوں اس لونڈی نے کہا اے مولے کیا تمہارے بھی مولے ہے اُنہوں نے کہا ہاں لونڈی نے کہا کیا وہ بھی سوتا ہے اُنہوں نے کہا نہیں اُس نے کہا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارا مولے تو جاگے اور تم سو رہو۔ بزرجمہر سے پوچھا گیا کہ کونسا جاندار سرکش ہے کہا انسان جسکے آگے موت ہے اور خطر ہے اور اللہ تعالے اُسکا راضی کرنیوالا ہے اور انبیاء اُسکو بلانے والے ہیں اور کتابیں اُسکو چلاتی ہیں اور پھر بھی وہ سرکش ہے۔ سُنو سُنو ایک قصہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تمہاری قوم میں جتنے نیک ہیں اُنکو بدوں سے الگ کرو موسیٰ علیہ السلام نے آواز دی بہت لوگ باہر آئے حکم ہوا انہیں سے نیکوں کو چُن لو موسیٰ علیہ السلام نے اُنہیں سے ستر آدمی نکالے فرمان ہوا موسیٰ انہیں سے بھی چنو چنانچہ ستر میں سے سات چنے پھر فرمان ہوا کہ انہیں سے بھی تین انہیں سے تین چنے حکم ہوا اے موسیٰ یہ تینوں سب سے برے ہیں خدا کے نزدیک کیونکہ جیسا انہوں نے سُنا کہ تم نیکوں کو پکارتے ہو تو اُنہوں نے اپنے تئیں نیکوں میں سمجھا اے عزیز یہ ستر ہے کہ اگر کوئی طاعت نکرے تو بہتر ہے اس سے کہ طاعت کرے مگر فخر نکرے شریعت میں مدعا علیہ کو قید کرتے ہیں

اور طریقت میں مدعی کو قید خانہ بھیجتے ہیں **قطعہ نخشبی** تا نظر بخود نکنی ٭ مثل ایں کار مرد نکنند
ہر کرا سوئے خود نگہہ باشد ٭ ہیچکس سوئے او نگہہ نکند ٭ اے عزیز اس زمانہ سے پہلے ایسے ہوئے
ہیں جنکو دوسرے کے گناہ سنکر بخار آجاتا تھا اور ہمکو اپنے گناہ سے پسینہ تک نہیں آتا یہ رسم ہے
کہ بہار کے موسم میں لوگ لہو ولعب عیش ونشاط میں مشغول ہوتے ہیں اسی طرح جب موسم
بہار آتا معروف کرخی رنجور ہوتے اور فرماتے کہ اب موسم بہار آیا لوگ لہو ولعب میں مشغول
ہوں گے۔ ایک درویش کامل مسجد میں نماز پڑھتے تھے کہ مینہ برسنے لگا دل میں انکے خیال مسجد کے
اندر کا آیا مسجد کے گوشہ میں سے آواز آئی اے درویش سن تیری ایسی نماز کا ہمپر کچھ احسان نہیں
جو اچھی چیز ہے اسکو گھر میں بھیجتا ہے اور جو بری چیز ہے اسکو ہمارے واسطے رکھتا ہے احکام طریقت
کے حکام جنکا سارا جہان محکوم ہے یوں فرماتے ہیں کوئی اگر محکوم ہووے بہتر ہے اس سے کہ اپنے
نفس کا محکوم ہو اسی سبب سے ایک سجادہ نشین جو ہر جمعہ کو اپنی خانقاہ سے باہر نکلتے تھے جس کسی کو
دیکھتے پوچھتے کہ مسجد کا راستہ کونسا ہے ایک دفعہ ایک شخص نے کہا تمکو برسوں مسجد جاتے ہوگئے مگر
رستہ یاد نہیں انہوں نے کہا میں جانتا ہوں مگر محکوم ہوکر چلنا بہتر ہے حاکم ہونے سے چاہئے کہ اپنی
ذات کو دوسروں کی طفیل میں سمجھے سنو وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ کعب احبار مسجد میں سب صفوں
کے پیچھے کھڑے ہوتے انسے پوچھا اسمیں کیا بھید ہے کہا میں نے توریت میں دیکھا ہے کہ امت محمد
صلے اللہ علیہ وسلم میں ایسے لوگ ہوں گے کہ جب وہ مسجد میں سر رکھیں گے اور ہنوز انہوں نے
سر نہ اٹھایا ہوگا کہ انکے پچھلوں کو خدا بخشدیگا میں اسی سبب سے سب کے پیچھے ہوتا ہوں تاکہ انکے سجدہ سے
میرا کام بنجائے۔ **قطعہ نخشبی** در میان مبین خود را ٭ قطرہ را چہ سیلے میخوانی ٭ ہمہ کس در طفیل تو گردند
گر تو خود در طفیل کس دانی ٭ سنو جب شیخ المشایخ عبداللہ خفیف بیمار ہوئے ایک طبیب بھی اسوقت
آن پہنچے اور کہنے لگے شیخ کیا علت ہے فرمایا وجود ہے جب علت جاتی رہے۔ محمد واسع جنکی نگاہ
میں جہان وسیع ایک چیونٹی سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا ہے کہتے ہیں اگر گناہ میں بدبو ہوتی کوئی شخص
میرے نزدیک میرے پاس بیٹھ نہ سکتا۔ خواجہ ابوالحسن خرقانی فرماتے ہیں قرب القرب جسمیں ہم ہیں بعد البعد

ہے۔ اے عزیز جو شخص پانی سے قریب ہوتا ہے وہی جلدی ڈوبتا ہے اور جو آگ سے قریب ہے تا ہے وہی پہلے
جلتا ہے۔ ایک شخص زبیدہ کے دروازہ پر گیا اور کہا میں زبیدہ پر عاشق ہوں یہ خبر زبیدہ کو پہنچی انکو
اندر بلایا اور کہنے لگی کہ خبردار پھر کبھی ایسی بات نہ کہنا جوان نے کہا یہ ممکن نہیں مجھ سے نہیں رہا جاتا زبیدہ
نے کہا اچھا دو ہزار درم لیلو اور یہ کہنا چھوڑ دو وہ ہرگز راضی نہوا یہانتک۔ کہ دس ہزار پر نوبت پہنچی جب
دس ہزار کا نام سُنا جھٹ راضی ہو گیا کہ میں اب نہیں کہنے کا زبیدہ نے یہ حال دیکھکر حکم دیا اسکو سولی
دیدو یہ سزا ہے اسکی جو ہماری محبت کا جھوٹا دعوے کرے۔ شفو ایک بزرگ تھے انکی عادت تھی کہ ہمیشہ داہنے
بائیں دیکھا کرتے تھے ایک دفعہ طواف کر رہے تھے کہ پیچھے سے کسی نے آواز دی اُنہوں نے چاہا کہ پیچھے
مڑکے دیکھیں ہاتف نے آواز دی ہمارے دوستوں میں سے جس نے ہمارے غیر کی طرف التفات کیا
وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اے عزیز اگر ہزار برس اس رستہ میں قدم ماریگا اور پھر تیرے دل میں خیال آیا
کہ یہ قبول ہونا چاہئے تو ہنوز تو جاہ طلب ہی رہا راہ طلب نہ رہا جو شخص کہ بازار میں راہ بول سے باہر آیا ہے
اسکو جاہ سے کیا کام بیچارہ چند کو ماں ہیں اور چار سنون سے وجود میں لائی ہیں ضعیف سے ضعیف
مٹی سے مٹی مفلس سے مفلس عاجز سے عاجز متحیر سے متحیر پھر اُسکی گریبان کھینچکر پہلوانوں کے دنگل میں لائے
ہیں ایک طرف سے امر کھینچتا ہے اور ایک طرف سے حکم گھسیٹتا ہے بھائی اگر تو منزل پر پہنچنا چاہتا ہے
اپنے تئیں لوگوں میں مت شمار کر۔ جو لوگ طاعت سے تونگر ہیں وہ اپنے تئیں مفلس سمجھتے ہیں جو لوگ
کہ تمام عمر مفلس رہے وہ اپنے تئیں کیسے تونگر سمجھ سکتے ہیں اے طالب اگر مردان راہ کو ڈھونڈھتا ہے
تو اُن کو کپڑوں میں مت ڈھونڈ کیونکہ صاحب صفہ خلوت کو جب پلہ منجنیق میں رکھتے ہیں برہنہ کر دیتے
ہیں۔ یہ کیا بات ہے ابراہیم علیہ السلام تمام ایمان تھے اور ایمان عریاں ہے سُنو سنو جب ابراہیم
علیہ السلام آگ میں پہنچے آگ کو ایسا مسکین پایا کہ آپ کو اُنکا دل جلگیا۔ اسی مقام پر فرمایا ہے حضرت
لولاک لما نے کسی کے راستہ میں اتنے قہر کے کانٹے نہیں بوئے گئے جتنے کہ ہمارے رستہ میں نہ تو وہ
بلا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالدیا نہ وہ محنت ہے کہ زکریا علیہ السلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے
چیر ڈالا۔ بلا و محنت وہ ہے جو ہمارے سر پڑی ہے اور تمام اہل آسمان و زمین پر منقام کیا ہے او

آدم کی مباہات کے گناہ میرے دامن شفاعت میں باندھے ہیں بے راہوں کا رستہ مجھکو چلنا چاہیئے
اور مجرموں کی عذرخواہی کرنی چاہیے کاملوں کا کام کرنا چاہیئے کبھی مسند قاب قوسین پر بٹھاتے ہیں
اور کبھی ابوجہل کے ظلم سہنے کو بھیجتے ہیں کبھی میرا لقب شاہد و مبشر رکھتے ہیں اور کبھی ساحر و مجنون
کہلواتے ہیں کبھی تو جبرئیل کو رکابداری میں بھیجتے ہیں اور کبھی بغیر عہدنامہ کے مکہ میں نہیں پہنچنے
دیتے کبھی تمام خزانے میرے حجرہ کے دروازہ میں رکھتے ہیں اور کبھی تھوڑے سے جَو کیواسطے ابوشحمہ کے
پاس بھیجتے ہیں کبھی خیبر کا دروازہ میرے ایک چاکر کے ہاتھ سے کھولتے ہیں اور کبھی میرا دانت پتھر سے
تڑوا دیتے ہیں یہ سب باتیں اسواسطے ہیں کہ لوگ جان لیں کہ ہمارا راستہ ایسا پُربلا ہے اگر اُسمیں
چلنا چاہیے تو سر کا پیر بنا ورنہ اس راستہ سے الگ کو ہٹ جا یہ رستہ ان پیروں سے چلنے کا نہیں ہے
بشر حافی کہ سر و پا برہنہ رہتے تھے کہتے ہیں کہ مجھکو ایسا سخت تازیانہ کسی نے نہیں مارا جیسا کہ حسن بصری
کی لڑکی نے مارا ایک دن میں حسن کے دروازہ پر گیا اور دروازہ پر ہاتھ مارا اندر سے لڑکی نے کہا دروازہ
پر کون ہے میں نے کہا بشر حافی۔ لڑکی نے کہا اے خواجہ تم ابھی بازار میں جاؤ اور جوتی خرید کر پہن لو
اور پھر اپنے کو بشر حافی نہ کہنا۔ کہتے ہیں کہ روز قیامت کو اگر سعادت دیدار وجوہ یومئذ ناضرۃ الی
ربہا ناظرہ کے بعد عاشق مشاہدہ سے باز رہیں گے یا باز رکھے جائیں گے اگر باز رہیں گے تو یہ
ملامت ہے اور اگر باز رکھے جائیں گے تو بخل ہے۔ جواب یہ ہے کہ نہ انکو باز رکھیں گے اور نہ وہ
باز رہیں گے مگر جمال کو دیکھکر اُسکے ساتھ ہونگے اور جلال کو دیکھکر اُس سے پرہیز کرینگے سنو آدم کو
آٹھ بہشتیں دی وہ انسے بھاگا پھر ایک ذرہ عشق کا اُسمیں ظاہر کیا وہ ہمیشہ کو ملگیا ہاں آدم کی
لغزش عشق کی مشغولی سے تھی اور شیطان کی لغزش بے پروائی سے **قطعہ** نخشبی از فراغ بیرون نیست
غم دل جز چراغ دل نبود ؛ دل فارغ نشان بیکاریست ؛ عاشقان را فراغ دل نبود ؛ رابعہ
بصریہ سے کسی نے پوچھا تم شیطان کو دشمن سمجھتی ہو جواب دیا نہیں پوچھا کیوں کہا میں دوست
میں ایسی مشغول ہوں کہ مجھکو دشمن یاد بھی نہیں آتا۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا دنیا کس کے
مانند ہے اُنہوں نے کہا دُنیا اس لایق نہیں کہ اُسکے کوئی مانند ہو۔ ایک شخص ایک درویش کے

پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں آپکے ساتھ چند روز رہنا چاہتا ہوں اُس درویش نے کہا جب میں
ہی نہونگا پھر کس جسکے پاس رہوگے اُس شخص نے کہا خدا کے ساتھ کہا بس یہی سمجھو کہ میں نہیں ہوں
ابھی خدا کے ساتھ ہوجاؤ۔ ایک دنیادار نے ایک درویش کے گھر سے پانی مانگا گرم پانی انکو لاکر دیا
یہ اُسکو پیکر کہنے لگے کیا گرم اور بدمزہ پانی ہے۔ درویش نے کہا اے خواجہ ہم قیدی ہیں اور قیدی
کبھی اچھا پانی نہیں پیتے۔ یحییٰ معاذ رازی کو بعد وفات کے خواب میں دیکھا پوچھا عالم بالا میں تمہارے
ساتھ کیا معاملہ ہوا کہا جب میں وہاں پہنچا حکم ہوا دنیا سے کیا لایا میں نے کہا قیدخانہ سے تو چلا آتا ہوں
لاؤں گا کیا۔ اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو ستر برس قیدخانہ میں کیوں رہتا۔ ایک دفعہ مریدوں کے ایک
بڑے گروہ نے پیر سے پوچھا کونسے طریق سے ہم آئیں کہ خدا تک پہنچیں کہا تم کس طریقہ سے آئے ہو تمکو
رستہ ہی نہیں دیا۔ کہتے ہیں مروت والا وہ ہے جو بے مروتوں سے رنجیدہ نہو۔ ایک بزرگ فرماتے
ہیں لمامات الفضیل ذهب الحزن من الارض پیران طریقت میں سے ایک بزرگ کہتے
ہیں کہ دس برس تو میں نے روکر گرم پانی بہایا اور دس برس خون اور اب دس سال سے ہنستا ہوں
شبلی کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا سوال منکر و نکیر سے کیونکر خلاصی پائی کہا تم اگر اسوقت ہوتے تو
دیکھتے کہ وہ میرے سامنے کیونکر آئے مجھ سے پوچھا کہو تمہارا خدا کون ہے۔ میں نے کہا میرا خدا وہ ہے
جس نے مجھسے مع تمام ملائکہ کے میرے باپ کو سجدہ کرایا میں اُسوقت اپنے باپ کی پشت میں سے
مع کل بھائیوں کے دیکھ رہا تھا۔ وہ کہنے لگے ہمکو انکے سامنے سے نکل جانا چاہیئے ہم انسے سوال کرتے
ہیں اور یہ کل ذریات آدم کی طرف سے جواب دیتے ہیں۔ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب یہ سنکر جبریل بہت خاطر شکستہ ہوئے حضرت
نے فرمایا خاطر جمع رکھو۔ ولا نبی مرسل اپنے تئیں بھی اُٹھا دیا سو جب کہ انکش قاب قوسین
او ادنیٰ۔ اُس عالم سے اُلٹے پھرے جبریل نے پوچھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس عالم سے جو
واپس آتے ہو کیا دیکھا فرمایا اے برادر یہ کیا پوچھنے کا موقعہ ہے محمد محمد سے پوچھتا ہے کہ کیا دیکھا
جانا جسنے جانا اور سمجھا جو سمجھا۔ خواجہ علی سباح فرماتے ہیں مجھکو اسکے سوا اور کچھ پروا نہیں ہے

کہ کوئی خدا کی باتیں کہے اور میں سنوں یا میں کہوں اور کوئی سنے۔ ایک دفعہ ایک یہودی نے حضرت
حسن بصری سے پوچھا آپ مجھکو کیا کہتے ہیں فرمایا خدا کا دشمن کہا اور اپنے تئیں کہا خدا کا دوست یہودی
نے کہا ہرگز نام پر مغرور نہونا کیونکہ میرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اُسکا نام خالد رکھا اور خالد
ہمیشہ رہتا ہے مگر وہ اول ہی دن مرگیا۔ تونگروں کو تونگری سے چار چیزیں پہنچتی ہیں (۱) رنج تن (۲)
مشغولی دل (۳) نقصان دین (۴) حساب قیامت اور درویشوں کو درویشی سے چار چیزیں پہنچتی
ہیں (۱) آسایش تن (۲) فراغت دل (۳) سلامتی دین (۴) رستگاری قیامت۔ اے درویش
ایکدن صبح سے شام تک اپنے نفس سے جنگ کر اور دیکھ کہ کیا ظاہر ہوتا ہے مرد وہ لوگ ہیں جو نفس سے
جنگ کرتے ہیں جسکی صلح ہی نہیں ہوتی۔ عزیز میرے جو اپنے نفس سے ہمیشہ جنگ اور حساب کرتا رہے
اُسکے نفس سے کل دعوے جاتے رہتے ہیں۔ سنو سنو ایک بے نیاز بقال نے عقلی ترازو کے پاسنگ ہونیکے
لایق آسمان ہے ایک شخص کو شیر پر سوار اور سانپ کا کوڑا بنائے ہوئے دیکھا فرمایا یہ آسان ہے اور ترازو
کے دونوں پلوں میں بیٹھنا مشکل ہے۔ حضرت ابراہیم ادہم فرماتے ہیں میں فقر کو ڈھونڈنے نکلا تھا خود
تونگری میرے سامنے آئی۔ ایک شخص کہتے تھے میں ایسا جانتا ہوں کہ تمام دُنیا خراب ہے اگر آباد ہوتی
کوئی مجھکو جو کام میں کرتا ہوں اُس سے منع کرتا اور کہتا کہ تم یہ کیا کرتے ہو دُنیا کی آبادی مردان دین سے
ہوتی ہے جب مردان دین گم ہوگئے گویا دُنیا خراب ہوگئی۔ خواجہ جنید کو خواب میں دیکھا پوچھا آپنے
کام کو کہاں تک پہنچایا ہے کہا عاقبت کا کام بہت مشکل ہے میں دُنیا میں اتنا گمان نکرتا تھا سنو سنو۔
ایک بزرگ نے چاہا کہ بازار میں جائیں اور کچھ خریدیں دینار کو گھر میں تولا جب بازار میں لیگئے تو گھر کے وزن سے
کم نکلا اُن بزرگ کو رونا شروع ہوا لوگوں نے کہا کیوں روتے ہو کہا جب گھر کی چیزیں ٹھیک نہوئی
تو دُنیا کی باتوں کا قیامت میں کیا حال ہوگا۔ **ذکر مولانا ضیاء الدین سنامی** دیانت اور
تقوے میں مقتدار وقت تھے پایہ شریعت پر قدم راسخ رکھتے تھے حضرت خواجہ سلطان المشایخ کے
ہمعصر اور ہمیشہ سماع کے باعث سے حضرت کے ساتھ احتساب کرتے تھے اور حضرت اُن سے سوائے
معذرت کے اور کچھ نکرتے اور اُنکی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ باقی نرکھتے تھے اُنکی ایک کتاب ہے

نصاب الاحتساب جسمیں احتساب کے قواعد و آداب کو نہایت خوبی اور نہایت شرح سے بیان کیا ہے **نقل ہی**
کہ حضرت خواجہ نظام الدین انکے مرض موت میں عیادت کیواسطے تشریف لیگئے مولانا نے اپنی دستار
حضرت شیخ کے پیر تلے میں بچھادی حضرت شیخ نے اُسکو اُٹھا کر آنکھوں پر رکھا جب حضرت مولانا کے
سامنے گئے مولانا نے اپنی آنکھیں حضرت سے دوچار نہیں کیں جب حضرت اُٹھکر باہر آئے آواز فوت
بلند ہوئی حضرت شیخ روئے اور نہایت افسوس سے فرمایا کہ ایک حامی شریعت تھے وہ بھی نہ رہی رحمۃ اللہ علیہ
ذکر جلال الدین اودھی زہد و ورع اور ترک و تجرید اور عزلت کے وصفوں سے موصوف
تھے سب لوگ انکو معظم و مکرم جانتے تھے ایک دن حضرت خواجہ نظام الدین کے یاروں میں سے ایک
گروہ نے جنکی تمام عمر بحث اور مطالعہ ہی میں گذری تھی چاہا کہ درس و تدریس میں مشغول ہوں لہذا
مولانا جلال الدین کو آمادہ کیا حضرت شیخ سے اجازت لیں مولانا نے خدمت میں عرض کیا اور درد
چاہی حضرت شیخ نے معلوم کیا کہ یہ ان سب کی عرض داشت ہی فرمایا میں کیا کروں میرا نسبے اور مطلب ہے
اور وہ مثل پیاز کے تہ بہ تہ ہیں :: **ذکر خواجہ موید الدین کرکی** ابتدا حال میں کار ہائے دنیا
میں مشغول تھے بادشاہ وقت اور شاہزادہ کو اپنا دوست بنالیا تھا سلطان علاء الدین کی حالت
شاہزادگی میں اُنکے ملازم تھے اور اکثر جان نثاری کے کام کئے تھے آخر میں حضرت خواجہ سلطان المشائخ
کے آستانہ مبارک پر سر رکھا اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے جب سلطان علاء الدین تخت سلطنت
پر متمکن ہوا خواجہ موید الدین کو یاد کیا معلوم ہوا کہ انہوں نے ترک دنیا کر دیا ہے اور حضرت شیخ کے آستانہ پر
سر رکھا ہے سلطان نے حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ انکو رخصت کیجئے تاکہ میرا کام کچھ بنائیں حضرت
شیخ نے فرمایا انکو ایک اور کام پیش آیا ہے وہ اُسمیں کوشش کر رہے ہیں حضرت کا یہ کلام چوبدار کو گراں
معلوم ہوا اُس نے عرض کی مخدوم آپ چاہتے ہیں کہ اپنا جیسا سب کو کرلیں آپ نے فرمایا اپنا جیسا کیا
میں اپنے سے بہتر کرنا چاہتا ہوں سلطان نے جب یہ حکایت سنی انکے ملنے سے ہاتھ دھوئے قبر انکی باہر
روضہ حضرت سلطان المشائخ کے ہے رحمۃ اللہ علیہ **ذکر شیخ نظام الدین شیرازی** انکا ظاہر و
باطن نیک خصلتوں اور اچھی عادتوں سے آراستہ تھا تصوف کی راہ و روش خوب جانتے تھے سماع کے

انھوں نے شیفتہ اور تقریر و سخن میں ممتاز تھے حرمین شریفین کی زیارت کے بڑے شایق اور حضرت خواجہ کے
کل مریدوں میں صاحب صلہ اور آپ شیخ کی نظر خاص سے ملحوظ و محفوظ تھے قبر انکی شہر دہلی میں قلعہ علائی
کے پاس ہے جہاں انکا مکان تھا وہیں دفن ہوئے۔ **ذکر خواجہ شمس الدین دھاری**
ابتدائے حال میں دیوانی کا کام کرتے تھے پھر توبہ کی اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید ہوئے
حضرت کے ملفوظات جمع کرکے ایک کتاب تدوین کی ایک دن حضرت سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو گھر بر
آنے جانے والوں کے لئے مکان بنالوں آپ نے فرمایا یہ کام اس کام سے جسکو تمنے چھوڑا ہے کم نہیں ہے
مزار انکا ظفرآباد میں ہے رحمۃ اللہ علیہ۔ **ذکر خواجہ احمد بدایونی** مجردین اور ابدال کا طریقہ
رکھتے تھے سماع کے لئے بہت بیقرار تھے۔ صاحب سیر الاولیا لکھتے ہیں ایک فقیر ان سے سوال کیا کہ خوش
رہتے ہو کہا خوشی اسمیں ہے کہ پانچوں وقت کی نماز جماعت سے مجھکو ملجائے۔ **ذکر مولانا حمید شاعر
قلندر** کتاب خیر المجالس کے جامع اور مرید حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ہیں کبھی کبھی اپنے
والد کے ہمراہ حضرت خواجہ کی حضور میں حاضر ہو کر انکی مجلس شریف سے مشرف ہوتے تھے اور حضرت کے
بعض خلفا سے بھی بقدر اپنی لیاقت کے فائدہ حاصل کیا اگرچہ انکے شعر ایسے نہیں کہ انکی طرف منسوب کئے جائیں
مگر انکے نام سے مشہور ہو گئے ہیں اکثر انکی شہرت حمید قلندر کے نام سے ہے اول مولانا برہان الدین غریب
کی خدمت میں رہے اور انکے ملفوظات جمع کئے پھر حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کی ملازمت میں
آئے اور حضرت کے ملفوظات جمع کرکے خیر المجالس نام رکھا ابتدا تالیف اسکی ۷۵۵ھ میں کی اور تمام
اسکا ۷۵۶ھ میں ہوا ایک جگہہ لکھتے ہیں کہ ایک روز خواجہ ذکرہ بالخیر نے فرمایا تمکو قلندر رکھوں یا صوفی
قلندر کیوں کر کہوں تم ایک متعلم شخص ہو بندہ نے عرضداشت کی کہ ایک وقت حضرت خواجہ سلطان المشائخ
کی خدمت میں کھانا لایا گیا اور حضرت شیخ نے افطار کیا کھانا کھاتے میں حضرت نے ایک روٹی توڑی اور
نصف خود نوش فرمائی اور نصف بندہ کو عطا کی میں نے اسکو لیکر آستین میں رکھ لیا جب خدمت
حضرت شیخ سے باہر آیا قلندر آ موجود ہوئے اور کہنے لگے شیخ زادے ہمکو کچھ دو میں نے کہا میرے پاس
کیا ہے قلندروں نے کشف سے دریافت کیا اور کہنے لگے آدھی روٹی تم حضرت شیخ کی خدمت سے

لائے ہو میں بچہ تھا حیران ہوگیا کہ انمیں سے تو کوئی وہاں موجود نہ تھا آخر وہ آدھی روٹی آستین سے
نکال کے انکو دیدی اُنہوں نے وہیں اُسکے ٹکڑے کرکے تقسیم کرلی اور دہلیز خانہ میں جو مسجد
کیلو کھڑی کے پاس ہے بیٹھ گئے اُسیوقت میرے والد خدمت شیخ سے باہر آئے اور پوچھا وہ قرص
کیا کیا میں نے کہا وہ قلندروں کو دیدیا۔ میرے والد نے غصہ کی نگاہ سے دیکھا اور بہت افسوس
کرکے کہا وہ نعمت تھی اُسکو کیوں دیدیا مگر شوریدہ پا ہے پھر خدمت شیخ میں واپس گئے حضرت شیخ سے
حال معلوم کیا اور فرمایا مولانا تاج الدین خاطر جمع رکھو یہ لڑکا قلندر ہوگا تب میرے والد کو اطمینان
ہوا جب حضرت شیخ نے قلندر کہا ہے مخدوم بھی قلندر رہیں۔ حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے یہ
حکایت سُنکر فرمایا تم میرے شیخ کے مرید ہو میں نہیں جانتا تھا آؤ اور مجھکو اپنے پہلو میں لیا یعنی بغلگیر
ہوئے اور بہت برکتیں عطا فرمائیں الحمد للہ رب العالمین۔ **نویں مجلس** سعادت پابوس
میسر ہوئی حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر کو اُسوقت ایک حال تھا فرمایا کیا لکھتے ہو بعدہ فرمایا اس باب
میں کچھ بیان کرو کہ گہے صوفی وگہے قلندر ہست یعنی کبھی صوفی اور کبھی قلندر یہ کیا بات ہے بندہ
نے ایک مصرع کہا وہ یہ ہے **مصرع** گاہ صوفی وگہ قلندر ہست ؛ فرمایا دوسرا کہو میں نے کہا سے
چوں قلندر شدی قلندر باش ؛ پھر تھوڑی دیر فکر کرکے فرمایا کیا لکھتے ہو پھر فرمایا کیا وقت ہے کہ
میں تذکیر کہوں اور تیرا کیا وقت ہے کہ تو قلندر ہوجائے اور غیر خدا کے ساتھ مشغول ہو ایک گروہ کے
جن اشخاص کی صورت تمنے اختیار کی ہے وہ ایسے تھے کہ انکو داڑھی بھی گراں معلوم ہوتی تھی اُسکو
منڈوا دیا اور ایک طرف جاکر قبلہ کی طرف مُنہ کرکے آسمان کی طرف آنکھیں کھول متحیر بیٹھ گئے سے
درعشق چہ جائے خانہ داریست ؛ مجنوں شو و کوہ گیر و صحرا بخروش ؛ بندہ پر اس کلام نے اثر کیا اور عرض
کی کہ اس لائق تو نہیں ہوں مگر اتنی قابلیت رکھتا ہوں کہ اپنی انکی سی صورت بنالی ہے اور ویسا
ہی لباس پہنتا اور تعلیم میں کوشش کرتا ہوں۔ حضرت خواجہ نے تھوڑی دیر تفکر کیا بعدہ سر اٹھاکر
ایک آہ کھینچی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے فرمایا اگر فرمان حضرت شیخ کا نہوتا کہ شہر میں رہنا
اور جفا و قضا خلقت کی کھینچنی چاہیے تو میں کہاں اور شہر کہاں۔ میں ہوتا اور جنگل اور پہاڑ ہوتے

نیز یہ بیت زبان مبارک سے فرمائی **بیت** در عشق چہ جائے خانہ داری است ؛ مجنون شو و کوہ گیرد
صحرا بگزوش ؛ بندہ پر اس کلام نے اثر کیا باہر آیا حیران تھا کیا کروں پھر خیال آیا کہ حضرت خواجہ خضر
کے مقام پر جاؤں کیونکہ وہ بانزہت و خوش منظر مقام ہے اور وہاں لوگ حضرت خواجہ خضر سے
ملاقات کرتے ہیں پھر یہ خطرہ گذرا کہ وہاں جمعہ کی نماز کی مشکل ہوگی کیلوکھری کی جامع مسجد میں
جا بیٹھوں کیونکہ دریا کا کنارہ اور اپنا وطن مالوف ہے اس ضعیف کے والد مولانا تاج الدین بھی وہیں
ہیں نیز وہاں سے حضرت شیخ کی زیارت بھی قریب ہے پھر یہ خیال آیا کہ یہ سب نمود ہے کہیں نہ جاؤں
یہیں شہر ہی میں رہوں اور حضرت مخدوم خواجہ شیخ نصیر الدین محمود کے ملفوظات لکھنا شروع کردوں
کل انفاس مبارک کے جمع کرنے کا میرا حوصلہ نہیں مگر ہاں جتنا فہم میں آئے اسکو معرض تحریر میں لاؤں کہ
کام آوے۔ مگر دل میں گذرا کہ شاید حضرت خواجہ سلمہ اللہ تعالے اب آئندہ کوئی فائدہ بیان نفرماوینگے
چار روز کے بعد خدمت میں حاضر ہوا بہت فواید بیان فرمائے بلکہ تذکرہ ہائے اولین کو مکرر ارشاد کیا۔
الحمد للہ رب العالمین **اٹھارھویں مجلس**۔ سعادت پابوس میسر ہوئی بندہ نے عرضداشت
کی اس شہر میں بندہ کی طبیعت کسی جگہہ سوائے روضہ متبرکہ خدمت شیخ کے نہیں لگتی حضرت خواجہ نے
فرمایا جبتک کہ رستہ نہیں چلتے منزل پر نہیں پہنچتے اگر کوئی یہ چاہے کہ بیٹھا رہے اور منزل پر پہنچ جائے
یہ ممکن نہیں۔ مجاہدہ شرط ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا بعدہ فرمایا مجاہدہ
سے حاصل کیا ہے۔ غیر اللہ کی طرف دل کو التفات کرنے سے پھیرنا اور خدا کی طاعت میں مستغرق ہونا
پھر فرمایا لا الہ الا اللہ کا بھید یہی ہے غیر اللہ سے دل کو پھیرنا نفی ہے اور طاعت میں مستغرق ہونا
اثبات ہے۔ بندہ نے عرضداشت کی کہ خواجہ بندہ کو تھوڑی مشغولی حاصل ہے مگر دوام صوم نہیں
کہ شہر دہلی کی گرمی معلوم ہے آگ برستی ہے اور اس سے پیاس بہت زیادہ ہوتی ہے فرمایا درست
اگر روزہ نہیں رکھ سکتے تو کھانا کم کردیں۔ پھر فرمایا کہاں مشغول رہتے ہو گھر میں یا کہیں اور۔ بندہ نے
عرضداشت کی گھر میں باوجودیکہ مزاحمت اور غلبہ بہت ہوتا ہے مگر بندہ کو مانع نہیں اور اگر
دل گھبراتا ہے تو جنگل میں چلا جاتا ہوں نہ میں کسی کا منہ دیکھتا ہوں نہ کوئی میرا منہ دیکھتا ہے فرمایا

دوات و قلم ساتھ لیجاتے ہو اور شعر کہنے میں مشغول ہوتے ہو اُس مشغولی کو میں مشغولی نہیں کہتا مشغولی خدا
کے ساتھ چاہیئے بندہ نے عرضداشت کی فی الواقع درست ہے اگر نظم یاد آتی ہے لکھ لیتا ہوں پھر
خاطر جمع کرتا ہوں فرمایا اگر ایسا ہو سکتا ہے تو بہتر ہے ورنہ شعر کہنے سے زیادہ کوئی حجاب و مانع مشغولی
نہیں ہے۔ **اڑتیسویں مجلس** سعادت قدمبوسی نصیب ہوئی رمضان کا مہینہ تھا لوگوں
نے چاہا کہ ہاتھ دھوئیں ایک قلندر حاضر تھے جماعت میں سے اُٹھے اور چل دئے حضرت خواجہ نے
بلند آواز سے پکارا اور فرمایا درویش درویش کیوں جاتے ہو قلندر نے ایک نہ سُنی اور مسجد سے باہر
نکل آئے حضرت خواجہ نے خادموں کو دوڑایا وہ تھوڑی دور باہر نکلے تھے کہ خادم پہنچے اور بہت
معذرت کر کے لائے اور جہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے وہیں انکو بٹھایا۔ یعنی بندہ سے بالادست بٹھایا
حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے حکایت فرمائی کہ ایک دن ایک درویش حضرت شیخ الاسلام والمسلمین
خواجہ فرید الحق والملۃ والدین کی خانقاہ میں حاضر ہوئے حضرت خواجہ حجرہ میں مشغول تھے اور حضرت
جب حجرہ میں تشریف لیجاتے دروازہ بند کر لیتے کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی ایک قلندر آکر گلیم سجادۂ
حضرت شیخ پر بیٹھ گیا شیخ بدر الدین اسحٰق موجود تھے ادب مرعی رکھکر کچھ نہ کہہ سکے اور کسی قدر کھانا
لاکر قلندر کے آگے رکھا قلندر نے کہا میں اول حضرت شیخ کو دیکھلوں گا پھر کھانا کھاؤں گا انہوں نے
کہا حضرت شیخ اندر مشغول ہیں وہاں کوئی نہیں جا سکتا تم اس کھانیکو کھاؤ بعدہ میں شیخ کی خدمت
میں لیچلوں گا درویش نے کھانے میں ہاتھ ڈالا اور پھر اپنی جھولے سے وہ گھاس نکالی جسکو درویش
کھاتے ہیں اور اپنے کچکول میں خمیر کرنی شروع کی اُسکا کچھ پانی شیخ کے سجادہ پر گرا مولانا بدر الدین
اسحٰق نے آگے بڑھکر کہا دُور ہو جاؤ قلندر نے شور کیا اور کچکول اٹھائی تاکہ مولانا بدر الدین اسحٰق
کو مارے۔ شیخ الاسلام حجرہ سے باہر آئے اور فرمایا قلندر میرے واسطے بخشدو قلندر نے کہا درویش
ہاتھ نہیں اُٹھاتے اور جب اُٹھاتے ہیں تو پھر نیچے نہیں لاتے حضرت شیخ نے فرمایا اچھا اس دیوار
پر مار دو قلندر نے وہ کچکول دیوار پر ماردی دیوار گر پڑی۔ بعدہ فرمایا ہر عام میں خاص چھپے ہیں
اور یہ حکایت فرمائی کہ جب شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا بغداد سے حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت

سے واپس ہوئے ایک منزل میں کہ وہاں سرانہ تھی مسجد میں ٹھہرے چند قلندر بھی وہاں آئے
جب رات ہوئی شیخ تو مشغول ہوئے ایک قلندر کو دیکھا کہ سر سے پیر تک نور ہی نور ہے شیخ
اُنکے پاس گئے اور کہا تم انہیں کیا کرتے ہو انہوں نے کہا ذکر یا مالک تم جان لو کہ ہر عام میں خاص
ہوتے ہیں کیونکہ اُن عاموں کو اُس خاص کے باعث سے بخشیں گے۔ بعدہ فرمایا سکہ قلندر میں جنہونے
جمایا وہ مفتی تھے شیخ جمال ساوجی نام انکو دفور علم سے کتابخانہ رواں کہتے تھے جب کسی کو فتوے
مشکل ہوتا اُنکے پاس آتے وہ بغیر دیکھے کتاب کے جواب دیتے اُنکے وقت میں ایک بزرگ تھے جنکا نام
معلوم نہیں اُنکی مجلس میں چند آہن پوش آئے آہن پوشوں کے پاس لباس دخرقہ نہیں ہوتا
صرف لوہا پہنتے ہیں اور کمبل کا تہہ بند باندھتے ہیں اور نہ اُنکے پاس کوئی دنیاوی چیز ہوتی ہے
جب یہ لوگ اُس بزرگ کی مجلس سے اُلٹے پھرے آپنے فرمایا یہ لوگ کیا آزاد ہیں۔ وہ اور شیخ
جمال الدین ساوجی اُس مجلس میں حاضر تھے کہا ہم اُسوقت مرد ہونگے جب انسے بہتر فراغت حاصل
کریں گے۔ کیسا خوش وقت تھا کہ اُنکی زبان سے یہ بات نکلی وہ کھڑے ہو گئے کھڑے ہوتے ہی
ایک حال پیدا ہوا کہ مجرد از ہمہ ہو گئے یہانتک کہ ڈاڑھی کا بھی بوجھ معلوم ہوا اُسکو کترو اکر بوریا
اوڑھلیا اور ایک قبر میں گھسکر قبلہ کی طرف مُنہ کرکے آنکھیں آسمان کی طرف کھولکے بیٹھ گئے
کسی نے اُن سے کہا مولانا جمال الدین ساوجی کو یہ حال پیدا ہوا ہے کہ ڈاڑھی کترو اکر قبر میں بیٹھ
گئے ہیں۔ وہ بزرگ اپنی جمعیت کے ساتھ وہاں آئے۔ اُنکو دیکھا کہ قبر میں مُنہ پھیلائے آنکھیں
آسمان کی طرف کئے ہوئے مبہوت ہیں فرمایا تھوڑا سیسہ گلا کر حلق میں ڈالیں سبحان اللہ
گویا سر دہانی تھا اسکے بعد علما اُنسے بحث کیواسطے آئے اُسوقت شیخ جمال الدین ساوجی کچھ
ہوش میں تھے۔ علما نے کہا تمنے خلاف شرع کیا ہے ڈاڑھی تراشی ہے اُنہوں نے فرمایا
تم ڈاڑھی چاہتے ہو یہ کہکر خرقہ میں سر جھکایا اور پھر باہر نکالا اور سینہ کی طرف اشارہ کرکے
فرمایا کہ اسقدر سفید ریش دیکھی بھی ہے بعدہ سب لوگ واپس ہوئے۔ قلندر خدمت خواجہ
ذکرہ اللہ بالخیر میں حاضر رہا۔ والحمد للہ رب العالمین ؂

ذکر شیخ حسام الدین بن حضرت خواجہ معین الدین چشتی ایسا کہتے ہیں کہ وہ غایب ہوکر ابدالوں میں جاملے تھے قدس سرہٗ ذکر شیخ حسام الدین سوختہ بن شیخ فخرالدین بن شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہم آتش محبت سے جلے ہوئے اور ناوک مودت کے زخمی تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا سے مصاحبت رکھتے تھے۔ مدفن انکا قصبہ سانبھر میں اجمیر کے راستہ کے سرے پر واقع ہے انکے والد نے انکا نام اپنے گم شدہ بھائی حسام الدین کے نام پر رکھا تھا۔ حضرت خواجہ بزرگ کے دو بیبیاں تھیں ایک ایک بیٹی سید وجیہ الدین مشہدی عم سید حسین خنگ سوار کہ جو قلعہ اجمیر یعنی تارا گڑھ پر آسودہ ہیں نام انکا بی بی عصمت تھا اور دوسری ملک یمین میں ہیں نام انکا امتہ اللہ تھا حضرت خواجہ بزرگ کی شادی نکاح کا قصہ اسطرح پر ہے کہ حضرت خواجہ کی عمر شریف زیادہ ہوگئی تھی مگر ہنوز صاحب اہل وعیال نہوئے تھے آخر ایک شب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں تم میرے دین کے معین ہو اور پھر میرے ایک سنت کو ترک کر رکھا ہے۔ اتفاقاً اُسی شب قلعہ پتیلی کے حاکم ملک خطاب نے اُس طرف کے کافروں پر حملہ کیا تھا اور وہاں کے ایک راجہ کی بیٹی اُنکے ہاتھ آگئی تھی۔ ملک خطاب حضرت خواجہ کے مرید تھے اُس لڑکی کو حضرت کی نذر کردیا حضرت خواجہ نے قبول فرمایا یہ واقعہ تاریخ بلاد خانی میں لکھا ہوا ہے دوسرے نکاح کا یہ سبب ہوا کہ سید وجیہ الدین مشہدی کی ایک صاحبزادی تھیں کمال عفت وعصمت سے آراستہ بالغ ہوگئیں تھیں مگر بسبب کفو کے نہ ملنے کے شادی موقوف تھی۔ ناگاہ ایک شب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اے فرزند وجیہ الدین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ ہے کہ اس لڑکی کو خواجہ معین الدین کے سپرد کردو اور اُنکے حبالۂ نکاح میں دیدو۔ سید وجیہ الدین حضرت خواجہ کے پیوستگان میں تھے۔ اِس واقعہ کو حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے فرمایا اے وجیہ الدین میری اب عمر آخر ہوئی لیکن چونکہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اسکے قبول کرنے سے کچھ چارہ نہیں ہے۔ حضرت کے ان دونوں خاتونوں سے اولاد

ہوئی۔ بی بی جمال حافظ اُس راجہ کی بیٹی سے ہیں اُس راجہ کی بیٹی سے جنکا قصہ عوام میں مشہور ہے
اُنکے خاوند شیخ رضی تھے اُنکا حظیرہ ناگور میں منڈلا حوض کے اوپر ہے۔ بی بی جمال کے دو لڑکے ہوئے
جو بچپن ہی میں اس جہاں سے رخصت ہو گئے۔ حضرت خواجہ کے تین فرزند تھے۔ شیخ سعید اور شیخ
فخر الدین اور شیخ حسام الدین۔ شیخ سعید وجیہ الدین کے صاحبزادی سے ہیں اور شیخ فخر الدین اور
شیخ حسام الدین میں اختلاف ہے۔ سید محمد گیسو دراز اور ایک جماعت درویشوں کی اس طرف
گئی ہے کہ بی بی عصمت سے ہیں اور سید شمس الدین طاہر اور درویشوں کی ایک گروہ نے کہا ہے
کہ بی بی اَمۃ اللہ سے ہیں واللہ اعلم۔ **ذکر خواجہ معین الدین خورد**۔ بڑے فرزند شیخ
حسام الدین سوختہ کے ہیں انکو خورد حضرت خواجہ کی نسبت سے کہتے ہیں یہی ایک تعریف
انکو کافی ہے کامل درویش تھے۔ انہوں نے مرید ہونے سے پہلے ہی کسب و ریاضت کرکے اتنا
حوصلہ حاصل کر لیا تھا کہ بواسطہ حضرت خواجہ سے فیض لیتے تھے آخر حضرت خواجہ کے فرمان سے
حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہٗ کے مرید ہوئے اور خرقہ و خلافت حاصل کیا۔
حضرت شیخ حسام الدین سوختہ کے چھوٹے صاحبزادے شیخ قیام بابریال نہایت خوبصورت اور
صاحب شجاعت وہیبت و عظمت تھے۔ خواجہ معین الدین خرد اور شیخ قیام بابریال دونوں
سے بہت اولاد ہوئی۔ چشت خان جو منڈو میں تھے خواجہ معین الدین خرد کی اولاد سے ہیں
اصل نام انکا شیخ قطب الدین تھا مگر سلطان محمود خلجی نے چشت خان خطاب دیدیا تھا اور
بارہ ہزار سواروں کی افسری دی تھی سلطان محمود نے جب اجمیر میں اسلام پھیلانا چاہا کہ چشت خان
کو دیدے چونکہ وہ منڈو میں چھوٹے سے بڑے ہوئے تھے اس سبب سے قبول نکیا۔ شیخ قیام الدین
بابریال کی اولاد میں سے شیخ بایزید ہیں جنکو بایزید بزرگ کہتے ہیں حضرت خواجہ کے روضہ میں
درس کہتے تھے۔ شیخ احمد مجدد اور بہت سے بزرگان دین اُنکے شاگرد ہیں۔ حضرت خواجہ کے
فرزندوں میں لوگوں کا اختلاف مشہور ہے اور انہیں شیخ بایزید میں زیادہ ہے سبب اختلاف
کا یہ ہے کہ جب دار السلطنت دہلی میں فتور مچا اور کفار اجمیر پر غالب آگئے حضرت خواجہ معین الدین

خوردکے فرزند مندو میں تشریف لیگئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ اور اسیوقت شیخ قیام بابریال گجرات میں تشریف لیگئے اور علم پڑھنے لگے اور شیخ بائزید بزرگ نے بغداد میں جاکر تحصیل علم کی جب سلطان محمود خلجی نے برسوں کے بعد اجمیر میں اسلام پھیلایا اور وہاں کے کفاروں کو جڑ سے اکھیڑ دیا تب شیخ بائزید مسافرت سے مندو میں تشریف لائے شیخ محمود دہلوی مندو کے شیخ الاسلام تھے اور علماء وصلحا کی صدارت اُنہیں سے تعلق رکھتی تھی اُنہوں نے اپنی دختر حضرت شیخ بائزید کے نکاح میں دی اور سلطان محمود اُنکے معتقد ہوئے چشت خان کو بسبب عصبیت کے سلطان محمود کا اعتقاد اُنسے بُرا معلوم ہوا سلطان محمود علما و مدرسین کے تقرر کے واسطے اجمیر میں تھے چشت خان نے عرض کیا کہ شیخ بائزید کو اجمیر میں بھیجنا چاہیئے تاکہ حضرت خواجہ کے روضہ متبرکہ میں درس کہا کریں انکے ایک مدت قیام کے بعد ایک جماعت نے اُنکے فرزند ہونیکا انکار کیا اور بادشاہ کو خبر پہنچا ئی بادشاہ نے علماء ومشایخین زمانے سے استفسار کیا مخدوم خواجہ حسین ناگوری اور مولانا رستم اجمیری نے جو اجمیر کے قدماء اور علما میں ممتاز تھے گواہی دی کہ خواجہ بائزید فرزندان شیخ قیام الدین بابریال بن شیخ حسام الدین بن شیخ فخرالدین بن خواجہ معین الدین چشتی رح سے ہیں اور فی الحقیقت اُنکے حق میں صرف خواجہ حسین کا اقرار ہی کافی تھا کیوں کہ خواجہ حسین ولی امام تقتداء اور اُنکے سلسلہ کے جاننے والے تھے اور اُنہوں نے فرزندان شیخ بائزید کو اپنے خویشی میں قبول کیا تھا اُس سے ظاہر ہے کہ اُنکو اُنکی فرزندی معلوم تھی واللہ اعلم الغرض حضرت خواجہ کے اولاد ہونا محقق ہے اور یہ جو بعض عوام کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ حصور تھے اور فرزند نرکھتے تھے بالکل غلط ہے۔ حضرت خواجہ کی اولاد کا ذکر ملفوظات خواجگانِ چشت میں درج ہے شیخ فرید نبیرہ شیخ حمیدالدین صوفی قدس سرہ نے سرورالصدور میں اُنسے نقل کی ہے کہ جب ہمارے خواجہ قدس سرہ کے فرزند پیدا ہوا خواجہ سے فرمایا حمید یہ کیا سبب ہے جب میں جوان اور قوی تھا جو کچھ درگاہ عزت سے مانگتا تھا جلدی پاتا تھا اب جو پیر وضعیف ہوگیا ہوں حاجت دُعا کی قبولیت کی ہے کام میں دیر لگتی ہے۔ بندہ نے عرضداشت کی جب تک حضرت مریم علیہا السلام

کے ہاں عیسیٰ علیہ السلام پیدا نہوئے تھے گرمی کا میوہ جاڑے میں اور جاڑے کا میوہ گرمی میں
آتا تھا اور جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے حضرت مریم اسی رزق کی منتظر رہیں کہ اب آوے گا
فرمان ہوا۔ وھزی الیک بجذع النخلۃ۔ تساقط علیک رطبا جنیا کھجور کے درخت کی
شاخوں کو اپنی طرف ہلاؤ تاکہ تمپر تر کھجوریں جھڑیں۔ اُس حال اور اس حال میں یہ فرق ہے خواجہ
نے اس جواب کو بندے کے قبول کیا اور پسند فرمایا۔ **ذکر خواجہ احمد فرزند شیخ ابویزید بن**
شیخ نجم الدین بن شیخ قیام الدین کے ہیں۔ فوائد الفواد میں حضرت خواجہ سلطان المشائخ محبوب
الٰہی سے نقل ہے کہ خواجہ احمد نبیرہ شیخ الاسلام معین الدین کے بڑے صالح تھے وہ فرماتے تھے
کہ میرے ایک دوست تھے جنکا معمول تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعتیں حفظ الایمان کی پڑھتے
تھے پہلی رکعت میں بعد فاتحہ کے سورہ اخلاص سات بار اور فلق سات بار اور دوسری میں اخلاص
سات بار اور ناس ایک بار اور جب نماز سے فارغ ہوتے سجدہ میں تین بار یاحی یاقیوم ثبتنی
علی الایمان کہتے ایک دفعہ حدود اجمیر میں شام کا وقت ہوگیا قزاق نمودار ہوئے ہم مغرب کی
نماز سے فارغ ہوکر شہر کی جانب روانہ ہوئے اُنہوں نے نماز تمام کی اور بعد میں آئے جب اُن کے
انتقال کا وقت آیا میں بر سر وقت وہاں پہنچا اس طرح گئے کہ باید وشاید خواجہ احمد نے کہا اگر مجھکو
کسی قضا کے سامنے لیجاوینگے میں گواہی دونگا کہ یہ شخص ایمان سے گئے ہیں۔ **ذکر خواجہ وحید**
خواجہ احمد کے بھائی ہیں فوائد الفواد میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا سے منقول ہے کہ ایک دفعہ
میں اور نصیر الدین طالب علم حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر قدس سرہ کی خدمت میں بیٹھے تھے ایک جوگی
آیا اور زمین بوسی کرکے بیٹھ گیا شیخ نصیر الدین نے جوگی سے پوچھا کہ بابو آدمی کے سر کے بال کس واسطے
دراز ہوتے ہیں میں نے اُنکے اس پوچھنے سے حضرت شیخ کو ناخوش دیکھا ناگاہ خواجہ وحید نبیرہ خواجہ
معین الدین چشتی تشریف لائے اور مرید ہونیکا التماس کیا شیخ نے فرمایا میں نے اسکو آپ ہی کے
گھرانے سے مانگ کر حاصل کیا ہے میری کیا مجال ہے کہ آپکا ہاتھ مرید کرنیکی نیت سے پکڑوں خواجہ
وحید نے بہت الحاح کی اور مرید ہوکر محلوق ہوئے اور نصیر الدین طالب علم بھی جنہوں نے جوگی سے

سوال کیا تھا مرید ہوئے اور درویشوں کی برکت صحبت نے انہیں اثر کیا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

ذکر شیخ بدر الدین سمرقندی۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرید شیخ نجم الدین کبرے کے ہیں اور سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ یہ خلیفہ شیخ سیف الدین باخرزی کے ہیں اور شیخ نجم الدین کبرے سے بھی ملے تھے اور یہ بھی سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ یہ بہت بڑے بزرگ تھے حضرت شیخ نظام الدین اولیا کی صحبت میں حاضر رہکر سماع سنتے تھے نہایت خوبصورت اور نیک سیرت تھے۔ جب شیخ بدر الدین سمرقندی رحمت حق میں داخل ہوئے سنگولہ میں اُنکو دفن کیا سیوم کے روز شیخ نظام الدین اولیا شریک ہوئے مجلس تیار تھی اور سماع ہو رہا تھا حضرت بعد میں پہنچے اور دوسرے حظیرہ میں جلوہ افروز ہوئے جب لوگ سماع میں کھڑے ہوئے حضرت بھی کھڑے ہوئے کسی نے کہا کہ آپ میں اور اُنمیں تو بہت بُعد ہے آپ بیٹھ جائیے۔ آپ نے فرمایا موافقت شرط ہے۔

ذکر شیخ رکن الدین فردوسی خواجہ بدر الدین سمرقندی کے مرید ہیں پہلے دہلی میں رہتے تھے جب سلطان معز الدین کیقباد نے کیلوکھڑی میں نیا شہر بسایا آپ شہر سے باہر دریاء جمنا کے کنارہ پر ایک گھر بنا کر رہنے لگے غالبًا انمیں اور حضرت سلطان المشایخ میں چنداں محبت و اخلاص نہ تھا سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ شیخ رکن الدین کے فرزند جو جوانان نوخاستہ تھے اور اپنے والد ہی سے ارادت رکھتے تھے بارہا کشتی میں سوار ہو کر سماع و رقص کرتے ہوئے حضرت کے خانقاہ کے نیچے سے گزرتے ایک روز اسی طرح سے گذر رہے تھے کہ حضرت شیخ کی نظر اس جماعت پر پڑی سر اٹھا کر فرمایا ایک تو برسوں ہوئی کہ اپنی جان فدا کرتا ہے اور خون پیتا ہے اور دوسرے نوخاستہ ہیں کہتے ہیں کہ تو کون ہے کہ ہم نہیں ہیں اور ہاتھ آستین سے باہر نکالکر اُنکی جانب اشارہ کیا کہ چلے جاؤ اُسی وقت پسران شیخ رکن الدین اُس غوغا سے اپنے گھر کے نیچے آئے کشتی سے اُترے چاہا کہ غسل کریں فورًا ڈوب گئے۔

ذکر شیخ نجیب الدین فردوسی مرید شیخ رکن الدین فردوسی کے ہیں قبر اُنکی حوض شمسی سے مشرق کی جانب بر صفہ عالی پر نزدیک مزار مولانا برہان

بلخی کے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین - **ذکر شیخ شرف الدین احمد بن یحیٰی منیری** ہندوستان
کے مشہور مشایخین سے ہیں اُنکے مناقب بیان کرنے کی حاجت نہیں تصانیف انکی بہت عالی
ہیں منجملہ انکے مکتوبات لطیف تر و مشہور ہیں بہت سے آداب طریقت و اسرار حقیقت اسمیں
بیان کئے ہیں اور اُنکے ملفوظات بھی اُنکے ایک مرید نے جمع کئے ہیں مگر مکتوبات کی لطافت
زیادہ ہی - کہتے ہیں کہ آداب المریدین پر بھی شرح لکھی ہے یہ مرید خواجہ نجیب الدین فردوسی
کے ہیں کہتے ہیں کہ شیخ شرف الدین حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی شوق ملاقات کیواسطے
دہلی میں تشریف لائے قضارا اُنکے دہلی میں آنے سے پہلی ہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا
ریاض رضوان کو تشریف لیگئے تھے - شیخ نجیب الدین فردوسی دہلی میں تھے یہ اُنکی ملازمت کو
گئے اُنہوں نے فرمایا درویش برسوں ہوئی کہ تمہاری انتظار میں بیٹھا ہوں تاکہ تمہاری امانت
تمکو سپرد کردوں یہ اُنکے مرید ہوئے اور اُنکے واسطے جو نعمت رکھی تھی وہ لے لی اور اپنے وطن اصلی
کو واپس ہوگئے - کہتے ہیں وہ کئی سال بیابان راجگیر میں ٹھہرے رہے وہیں رہتے اور عبادت
کرتے تھے برسوں کے بعد گھر پہنچے قبر اُنکی شہر بہار میں ہے - اور منیر ایک گاؤں ہے بہار میں
کسی نے ایک فارسی کا رسالہ چودہ خاندانوں کے بیان میں لکھا ہے اسمیں مذکور ہے کہ ابتدا
فردوس سہرورد سے ہی شیخ نجم الدین کبرے فردوسی اور شیخ علاو الدین طوسی دونوں قریب تھے
مجاہدہ اور ریاضت میں سرحد کمال کو پہنچے ہوئے تھے ایک ہفتہ کے بعد افطار کرتے تھے اور وہ
بھی جنگل کی گھاس یا جَو کی روٹی سے یہ دونوں بزرگ شیخ ابو النجیب سہروردی کی خدمت میں
آئے اور کہا عمر تو تمام ہوگئی مگر کچھ حاصل نہوا مجاہدہ اور ریاضتیں بھی بہت کیں مگر کچھ مقصد
نہ کھلا شیخ ابو النجیب نے کہا بھائیو میں بھی یہی داغ کھائے بیٹھا ہوں چلو ہم تم مرید ہوں تینوں
بزرگ شیخ وجیہ الدین ابو حفص بن عمر بن عمویہ کی خدمت میں آئے - شیخ وجیہ الدین نے ایک
مدت کے بعد شیخ ضیاو الدین اور شیخ علاو الدین کو خلافت دی اور رخصت کردیا اور شیخ
نجم کبری کو شیخ ابو النجیب کے سپرد کیا اور کہا انکو اپنے ساتھ رکھو ساتویں مہینے کے بعد شیخ ابو النجیب

نے شیخ نجم الدین کو خلافت دیکر فرمایا تم مشایخ فردوس ہو اُس دن سے فردوسیہ پیدا ہوئی رحمتہ اللہ علیہم
اجمعین شیخ شرف الدین کے ان مکتوب کے سو اور مکتوبات بھی ہیں جنکو شیخ مظفر بلخی کی طرف
جو اُنکے مرید خلیفہ ہیں لکھا تھا کہتے ہیں کہ بچیس سال کی مدت میں شیخ مظفر اپنے واقعات وحالات
ومعاملات سے جو سلوک میں پیش آتے شیخ کی خدمت میں عریضہ بھیجتے شیخ اُسکا جواب بھیجتے. بعضے
مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ میرے مکتوبات تمام اُس برادر کے حل مشکلات میں ہیں چاہیے کہ اُنکو ظاہر کریں
تاکہ شرز ربوبیت کا افشا نہو - اسی سبب سے جب یہ اُنسے التماس کرتے کہ مکتوبات عطا ہوں تاکہ ہم اُنکو لکھیں
اور فائدہ حاصل کریں وہ بسبب وصیت شیخ اور اسرار الہی کے پوشیدہ کرنیکے اُسکو مدتیں مہر کرکے رکھ لیتے
ان حکایات کے ناقل کہتے ہیں کہ وہ مجموعہ دوسو مکتوب سے زیادہ تھا شیخ مظفر نے رحلت کیوقت وصیت
کی کہ اسکو میرے کفن میں رکھدینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تاکہ ان بزرگواروں کا بھید مخفی رہے. ایک جزو تا
پرچہ تھیلی میں شیخ الاسلام کے خط سے رہگیا تھا یہ چند مکتوب اُسمیں سے نقل کیے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والے
اور سننے والے کو نفع دینی پہنچے - بعضے ہر ایک نکتہ میں سے طالبوں اور سالکوں کے حال کے موافق نقل کیا ہے
مگر یہ دو تین مکتوب پورے نقل کیے جاتے ہیں - **مکتوب** للہ الحمد دائما ہمیشہ اللہ کے واسطے تعریف
ہے / **بیت** ہر بلا کیں قوم را حق دادہ ہست ٭ زیر آں گنج کرم بنہادہ است ٭ برادر اعز مظفر دعا و
سلام کاتب حروف کی مطالعہ کرکے چاہیئے کہ اپنے کام میں مردانہ ہو اور کاموں کی سختیوں اور زیادتی
آزمایش اور طرح طرح کے امتحانات سے جو سالک کے راستہ میں آتے ہیں کام میں قصور و فتور نہ آوے
اے برادر عظمتہ الانبیا میں لائے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے کام ایک طرح پر نہیں ہیں یہ نجاننا چاہیئے کہ
اقبال و فتوح بندہ کو خدا کونسے راستہ سے ظاہر کرتا ہے آیا نعمت کے رستے سے یا محبت کے یا عطا کے یا
بلا کے - موسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہونے کے بعد تنور میں ڈالدیا تھا پھر تابوت میں رکھکر دریا میں ڈالدیا
پھر وہاں سے دشمن کے ہاتھ میں پہنچایا اور پھر اُنکے ہاتھ میں قبطی کی موت رکھی پھر اُنکے مار ڈالنے سے
اُنکو غربت میں ڈالا گیا پھر دس سال تک بکریاں چرانے میں پڑے رہے اندھیری رات تھی کالی گھٹا
جبکہ چاروں طرف سے گھیرتی ہوئی آئی بجلی نے چمک چمک کر ڈرانا شروع کیا بھیڑیوں کو جو فرصت ملی

بکریاں پر بکری اُٹہانے لگے موسیٰ علیہ السلام اُس خوفناک مقام میں ایسے متفکر ہوئے کہ رستہ بھی بھول گئے
ان سب پر طرہ یہ کہ بی بی صاحبہ کو درد زہ شروع ہوا سردی نے پہلے ہی پریشان کر رکھا تھا اگلا جلا کر
انکی ضرورت ہوئی ہرچند چقمق جھاڑی ذرا آگ نہ نکلی آخر جب سب طرح سے لاچار ہوگئے تو غیب سے ایک آگ روشن
تو کہنے لگے۔ انی انست نارا جب آگ ڈھونڈھنے وہاں پہنچے تو پھر ادھر ہی گم ہو گئے انی انا ربک
فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی وانا اخترتک فاستمع لما یوحی ربوبیت کے اسرار
غیر معلوم ہیں اگر بندہ پر کل احوال ایک ہی طریقہ سے جاری ہوں تو بندہ کا علم بھید کو گھیر لے
اور اللہ تعالیٰ مع اپنی صفات کے گھیرا نہیں جا سکتا ؎ ہرچہ درخلق سوزی و سازی ست
بدراں مرضد اسرار ازیست مکتوب اے برادر آدمی کا بچہ ایک چیونٹی ہے جنگلوں میں پریشان
بازنا ہوا ایک لمحہ میں مکہ شریف پہنچ جاوں یہ بالکل محال ہے محال۔ رباعی درقافلہ غم کوہ بکار
افتادست معشوق دل مورچہ ماہ افتادہ ست ایں واقعہ طرفہ براہ افتادست درویش عشق
بادشاہ افتادست اے برادر عاشق کو چاہئیے کہ کسی طرح معشوق کے لایق ہو اگر لایق لطف کے ہے تو
مراد اُسکی معشوق سے برآوے اور اگر سزاوار قہر ہے مراد معشوق کی اُس سے برآوے معشوق کی مراد
کا عاشق سے پورا ہونا افضل ہے۔ محب صادق وہ ہے جو اپنی مراد کو اپنے محبوب کی مراد پر فدا کر دے اس
کام کے لایق کوئی نہیں ہے مگر جو دین و دُنیا سے شغل نہ رکھتا ہو اور کل کاموں سے فارغ ہو اور جو
دُنیا سے شغل رکھتا ہو یا اُسکے دل میں عقبیٰ کا خیال ہو اُسکا مولیٰ کی خدمت میں کچھ حصہ نہیں اور
کہدیا جائیگا کہ دُنیا والے دُنیا میں مشغول ہیں اور عقبیٰ والے عقبیٰ میں مشغول ہیں اور دوزخ والے
اپنی کرتوتوں کو بھگت رہے ہیں پس کون ہے وہ جسکے لئے دُنیا و آخرت میں مولا سے بہتر ہے
مکتوب۔ امام مظفر جانو کہ یہ قسم علم معاملات سے نہیں ہے علم مکاشفات سے ہے اور مکاشفہ
کو قلم میں لانے کی اجازت نہیں ہے مگر جتنا لکھ سکتے ہیں وہ یہ ہے۔ موجودات محسوس کو عالم ملک
کہتے ہیں اور موجودات معقول کو عالم ملکوت کہتے ہیں اور موجودات بالقوہ کو عالم جبروت اور ان
سب کے آگے عالم لاہوت ہے اور اسطرح بھی کہتے ہیں کہ ملک عالم شہادت ہے اور ملکوت عالم غیب

اور جبروت عالم غیب الغیب ہے اور خداوند جل وعلیٰ غیب غیب غیب ہے پھر اس طرح تقریر کرتے ہیں عالم
ملک کی لطافت عالم ملکوت کی لطافت سے کچھ نسبت نہیں رکھتی کیونکہ عالم ملکوت بہت ہی لطیف
ہے اور عالم ملک کی لطافت عالم جبروت کی لطافت سے کچھ نسبت نہیں رکھتی کسواسطے کہ عالم جبروت
لطیف الطف ہے اور عالم جبروت کی لطافت ذات پاک خدا سے کچھ نسبت نہیں رکھتی کیونکہ ذات پاک
خداوند تعالیٰ لطیف لا الطف ہے کوئی ذرہ ملک و ملکوت کے ذروں سے ایسا نہیں ہے کہ جسکو جبروت
محیط نہو اور کوئی ذرہ ملک ملکوت وجبروت کے ذروں میں سے ایسا نہیں ہے کہ جسکو ذات پاک
خداوند تعالےٰ محیط نہو اور اُس سے آگاہ نہو وہو اللطیف الخبیر وہی لطیف مطلق ہے جب لطیف
مطلق ہوا محیط مطلق ہوا جسقدر لطافت زیادہ اُسیقدر احاطت زیادہ اس جگہہ سے تمام کرتے ہیں
وھو معکم اینما کنتم ونحن اقرب الیہ من حبل الورید **مثنوی** الخ تو گم کردی گم کردہ
ہست اندر رو تو خود را پردہ ؛ اور یہیں سے کہتے ہیں کہ ملک تیرے پاس ہے ملکوت تیرے
پاس ہے جبروت تیرے پاس ہے خدا تیرے پاس ہے اور اسی جگہہ سے کہتے ہیں حقیقۃ انسانیہ
ہی ہے جو مظہر اور آئینہ سر حقیقت الوہیت کی ہے ؎ تا نیامد جان آدم آشکار ؛ رہ پدید آمد
چو آدم شد پدید ؛ زو کلید ہر دو عالم شد پدید ؛ زیادہ اس سے لکھ نہیں سکتا اپنے وقت میں دعا
ایمان سے یاد رکھنا والسلام سلے بادر کل کا چھوڑنا کل کا پانا ہے لن یصل الی الکل الا من
انقطع من الکل کل کی طرف نہیں پہنچتا ہے مگر جو کل سے جدا ہو گیا ہو۔ کمال عشق کا ثمرہ یہ ہے
کہ منع وعطا ورد وقبول ورحمت ولعنت یکساں ہوجائے یہ کمال ہے عشق میں انکے آگے
کوئی کمال نہیں ہے اور اگر انہیں فرق کرے ناقص ہے کمال میں فرق نہیں ہے انہی
معنوں پر کوئی مردود ومہجور کے باب میں کہتا ہے۔ **بیت** ہجران تو خوشتر ز وصال دگران
ملکو شدنست بہ از رضائے دگراں ؛ کہتے ہیں اُسکو اس لعنت سے اتنا فخر ہے جتنا اوروں کو
رحمت سے کسی نے اُس سے کہا کہ لعنت کا کالا کمبل کندھے سے کیوں نہیں اُتارتا اُسنے جوابدیا
ہے ؎ نغر دشم گلیم می نغر دشم ؛ گر بغر دشم برہنہ ماند دو شم ؛ یہ معنی عقل کے کارخانہ کے نہیں ہیں

اے برادر اگر دونوں عالم تیرے سامنے لائیں اور کہیں کہ جو تیرا جی چاہے کر تو ہوشیار رہو تاکہ اُس سے
جو دنیا و آخرت سے بہتر ہے محجوب نہو جائے اور راستہ قطع نہو عارف نے کہا ہے ؎ دنیاست
بلا خانۂ و عقبیٰ ہوس آباد + ما حاصل این ہر دو بیکجو نستانیم + سلطان العارفین خواجہ بایزید رح فرماتے
تھے کہ اگر تجکو روحانیت عیسے و نجویٰ موسیٰ و خلۃ ابراہیم دیں تو تو لیسے اور زیادہ مانگ کیونکہ خدا کے
خزانوں میں اُنسے بڑھ بڑھ کی بہت چیزیں ہیں اے برادر ہر وقت عالم محبوب سے عاشقان دلدادہ
کے کان میں یہ خطاب پہنچتا ہے اے مشرق کے سفر کرنیوالے اے مغرب کے جانیوالے اے اوپر کو دیکھنے
والے اے نیچے کو گھسنے والے کہاں ڈھونڈھتے ہو ارے ہم یہاں ہوں دیگر مکتوب اُس برادر کا پہنچا
شور و غوغا بہت تھا۔ اے برادر جب امام شبلی سے پوچھا عارف کسکو کہتے ہیں جواب دیا صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ (بہرے
گونگے اندھے) پھر ہمکو یہ غل غپاڑا کیا فائدہ کرسکتا ہے ہونٹوں کو باندھکر اس حدیث کے غم میں جلنا چاہئے
اور اپنا اوپر آپ ماتم و مصیبت کرنا چاہئے۔ شور و غوغا کو سوائے نگل جانے اور ڈکار نہ لینے کے کچھ
چارہ نہیں ہے۔ اس قصبہ کے رہنے والوں کی یہی روش ہے جب تک دُنیا میں رہتے ہیں اسی
بات کے غم میں رہتے ہیں اور جب دُنیا سے جاتے ہیں اسی غم اور اسی بات میں جاتے ہیں اور اب
جو قبر میں گئے ہیں اور کل اُٹھیں گے اسی بات کے ساتھ اُٹھیں گے۔ اے برادر لوث حدث کیساتھ
دعوے قدس و طہارت کہ جو اُسکے حضور کو چاہئے ہمارے عالم میں ممتنع الوجود ہے۔ یقیناً جان لینا چاہیے
کہ پاکی حدث کی ناپاکی سے یا تو قدم میں ہے یا عدم میں۔ یہاں سے وہی مطلب نکلتا ہے جو اُن
عارف نے کہا ہے۔ ارید عدما لا وجود له اے برادر جس منزل میں تو نے قدم رکھ چھوڑا ہے
اس منزل میں لوگ فریاد کر رہے ہیں تو نے نہیں سنا **شعر** قد تحیرت فیک خذ بیدی
یا دلیلا لمن تحیر فیک + اے برادر لکھنا اور کہنا پردہ کے باہر ہے پردہ کے اندر فقط اتنا ہے
رباعی چوں سر طعمہ ابدال شود + آنجملہ قیل و قال پامال شود + ہم مفتی شرع را جگر خون گردد +
ہم خواجہ عقل را زباں لال شود + **ذکر خواجہ شیخ حسین** بن معز بلخی مشہور یہ ہے کہ یہ
مرید و خلیفہ اپنے حقیقی چچا شیخ مظفر کے ہیں مگر اُنکے طرز کلام سے یہ ظاہر ہے کہ وہ شیخ شرف الدین سے

ارادت رکھتے تھے اور شیخ مظفر سے ارشاد و تربیت اور خلافت پائی تھی ابتدا عمر میں پڑھنے پڑھانیکا
شغل رکھتے تھے پھر عنایت الہٰی کی کشش سے جو فقر کے رستہ پر چلنے کی باعث ہے حجاز کا سفر کیا اور
حضرت سید کونین کی زیارت سے مشرف ہوئے پھر اس سعادت سے جسمیں کل مقصد حاصل ہیں
فیضیاب ہونیکے بعد اپنے وطن اصلی کو رجوع کر گئے اُنکے بھی مکتوبات ہیں شیخ بزرگ کے مکتوبات کی
طرز پر متضمن اسرار توحید کو زبان پاکیزہ اور بیان عجیب کے ساتھ کچھ اُسمیں سے نقل کیا جاتا ہے اُسی کے دریان
میں کچھ اُنکا حال بھی ظاہر ہوگا **مکتوب** یہ بیچارہ شروع جوانی میں تعلیم کے وقت ایک مدت تک گمراہ
و نامرادی کے بیابان اور خواہش نفسانی اور ذلت کے جنگل میں قوم بنی اسرائیل کیطرح حیران و سرگردان
پھرتا تھا ناگاہ بندگی حضرت شیخ مظفر مرحوم کو سفر حجاز پیش آیا بندہ کو ہمراہ لیگئے پانچ برس تک تربیت و
ارشاد میں رات دن معارف و حقایق کو اس خاکش صفت گدا کی آنکھوں پر جلوہ فرمایا ہر چند کہ یہ
بیچارہ قابلیت نہ رکھتا ہے مگر چونکہ جیسے قرب زمانہ انبیا کو پورا اثر ہے ایسے ہی اُنکے قرب مکان کو بھی کمال
اثر ہے اُسی کی تاثیر سے وہ قابلیت پیدا ہوئی اور کچھ دیکھا اور جانا جسکو کہہ نہیں سکتا **لو تعلمون ما اعلم
لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا** بعدہ جب شوق قضاء ازل ہندوستان میں ہوا اُس طریقہ میں
فتور پڑا اور اُس مطلب کے حاصل ہونے میں قصور ہوا بیس برس کی مدت ہوئی کہ اُسکے نہ پانے سے
حسرت آتی ہے اور طاقت پوری ہوگئی فراق کی رات روز کیسا تھ آئی میں کہتا ہوں اے یار کونسے
وسیلہ اور کونسے ذریعہ سے میں اُس دولت کو حاصل کروں اس ملک میں اگر تمام جہان تابعدار ہو اور
فلک غلام ہو مگر دوری کے ساتھ سرائے مہجوری میں مقام کرنا اور آشنائی سے بیگانگی کے ساتھ آرام
کرنا محبت کی شرط نہیں ہے ~~بیت~~ بیچارہ دلم شکستہ تا کے باشد ÷ وز زخم فراق خستہ تا کے باشد ÷
در کوئے کسے کہ بے او خوش نیست ÷ برخیز و بگو نشستہ تا کے باشد ~~بیت~~ عاقبت سر بہ بیابان بنہم چون
سعدی ÷ ہر کہ در سر ہوس چون تو غزالے وارد ۔ **مکتوب** عرب کی زمین کی فضیلت میں معلوم
مکتوبات جدید جو حضرت شیخ نے مغربی کو لکھے ہیں اُس زمین کی شکایتیں لکھی ہیں اور لکھا ہے کہ اگر
ہیں زمین میں بھی کوئی کام ہاتھ آئے تو کیا کم دولت ہے ینک اللہ تندہ رہیں یہیں پابند تعاجب اذکا ازعدل

ہو چکا پیر کی قوت جاتی رہی میں ضرورت میں پڑا رہگیا اور شیخ فضل اللہ برسوں چلے کے کرتے تھے
مگر کشایش نہوتی تھی حکم ہوا عرب میں جاؤ گئے تو اتنی کشایش ہوئی کہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ بندگی
شیخ منظفر حضرت کی حیات میں باہر آئے اور گئے فرمان ہوا مولانا تم صاحب مشرب ہوگئے اور کام
کے قانون کی اصل سے مطلع ہوگئے ہو مجھ سے جدا ہونے میں کچھ ڈر نہیں جب مراجعت کی اثناء راہ
میں تھے کہ حضرت شیخ نے وفات پائی تب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں
دیکھا تھا کہ اس دفعہ اُلٹے پھر جاؤ دوبارہ اپنے فرزندوں کے ساتھ آؤ بعد اُسکے مجکو روانہ کیا اور فرمایا اس
زمین کی فضیلت میں ایک سالہ لکھتا ہوں مگر اُسکو سمجھ کون سکتا ہے اگر حضرت شیخ زندہ ہوتے تب لکھتا
بعضے یاروں کو بسبب تصدق حضرت شیخ کے اصل قانون کار معلوم ہے اصل کار مخالفت ہے دنیا و
آخرت کے خواہش کی فقط خدا کے ساتھ مشغول ہونا اور جو اُسکی مدد کرے اور تقرب کی طرف پہنچائے
ابیات کافر نفست چو زبون تو شد ٭ گر ہمہ کفر ہے ہمہ ایمان شد ہی ٭ دے کہ با تو برآرم سعادت
ابد ست ٭ شبے کہ بے تو گذارم مراحہ روز بد ست ٭ اوصاف ذمیمہ چوں بدل ہاش ٭ ہر عقدہ کہ در تو
بود حل شد ٭ اس طایفہ کے اتمام علم ان ہی تین بیتوں میں ہیں اگر بلندی ہمت داعی سفر کے ہو
مبارک باد کیوں کہ صحبت کے ساتھ دوری نہیں ہوتی کاتب کی وصیت یہی ہے کہ جو تجھکو حق سے باز
رکھے وہی تیرا بت ہے یہی لکھکر میں دوستوں کو دیتا ہوں اور خدا کے سپرد کرتا ہوں ان خیر الزاد
التقویٰ وکفیٰ باللہ حسیبا ۵ گر خیل وسپاہ حسبی اللہ ٭ در پشت و پناہ ربی اللہ ٭
والسلام کہتے تھے میں نے بندگی مخدوم سے سُنا ہے مکہ شریف میں فرماتے تھے کہ ہندوستان میں
کوئی مرد خدا نہیں ہے پر میں نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں مرد خدا نہیں
کیونکہ اُنکی برکت سے وہ جگہہ قایم رہتی ہے فرمایا وہ صلحا ہیں مرد خدا اور ہوتے ہیں اگر میں نہیں سے
کسی کو ہندوستان میں دیکھتا اُسکے دروازہ پر جا در ہوتا **مکتوب** اصول ثلثہ میں طالبان حق
کو گرسنگی ضروری ہے خواہ روزہ رکھنے سے ہو خواہ افطار کرنے سے بھوک کل کاموں کی رکن ہے جس
چیز کی بنیاد رکھی جاتی ہے بھوک ہی پر رکھی جاتی ہے اور کوئی چیز اول شرط نہیں ہے بھوک سب

کاموں کی رکن ہے اسکو کسی حال میں نہ چھوڑنا چاہیے ذوق کی بنیاد بھوک پر ہے جو شخص کہ قوی ہے
بے روزہ کے بھوکا رہتا ہے یہ کام قوت والوں کا ہے اور جو ضعیف اور مبتدی ہیں وہ روزے کی نیت
کر لیتے ہیں اور اسکے ضمن میں بھوک اٹھاتے ہیں کیونکہ مقصود تو بھوکے رہنے سے ہے اور بھوکے رہنا ہی
اصل ہے اور اصل ربط دل ہے اسکے بعد ما لا یعنی (واہیات باتوں کا) ترک ہی یہ تین چیزیں تحفہ
ہیں جنکے سبب سے انبیا و اولیا برگزیدہ ہیں۔ ان تینوں چیزوں کی سلامتی کے ساتھ جو ذوق معلوم ہو
وہ ان تینوں چیزوں کی گواہی سے ذوق در ذوق ہے۔ نفس اپنے مقام پر رہتا ہے اور شیطان اپنی
جگہ پر رہتا ہے جس جگہ یہ تینوں حصار ہوتے ہیں وہاں نفس و شیطان و خلقت کو کچھ دخل نہیں ہوتا
جو خطرہ ان تینوں چیزوں سے ہو وہ رحمانی ہے۔ **مکتوب** نصیحت میں فرزند قاضی امجد کے
معلوم ہوا انہوں نے جو درخواست کی تھی کہ کچھ فواید فرما دیں اور کچھ لکھیں کہ غائب ہیں اس کے
دیکھنے سے انس و انشراح پیدا ہو۔ لکھنے اور کہنے کیواسطے بزرگوں نے کوئی چیز نہیں چھوڑی ہے مگر کاتب
اتنی ہی وصیت کرتا ہے کہ ہمیشہ نفس کا دشمن رہے اور ہمیشہ ہمت کو خواہش کی مخالفت پر
باندھنا چاہیے اور کام کو غنیمت سمجھے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے دل کا ہر وقت نگہبان رہے جو ساعت
خدا کی یاد میں گذرے اسلام سمجھے اور جو غفلت میں گذرے اسکو کفر سمجھے اعتبارًا نہ اعتقادًا دشمن کے
دفع کے واسطے اتنا ہی لکھنا کافی ہے اور جوارح کو گناہوں سے خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے پاک رکھنا چاہیے
اور توبہ کی تجدید کے ساتھ ایمان کی تجدید صبح و شام کرنی چاہیے اول اپنے تئیں ڈھونڈے اور جو وظائف
کہ اس فقیر سے یاد کیے ہیں انکی ملازمت رکھے سب کاموں کی اصل توبہ ہے مقامات توبہ کی انتہا نہیں ہے
توبہ مقامات حاصل کرنے کیواسطے ایسی ہے جیسے گھر بنانے کو زمین جسکے پاس زمین نہیں ہے اسکا گھر بھی
نہیں ہے مجھکو اور تمکو اول یہی مہم ہے۔ آنکھ اور کان اور ہاتھ اور زبان کو گناہ اور خلاف سے پاک رکھیں
اور شب و روز اسی تجسس میں رہیں کہ آج ہماری زبان پاک ہے یا نہیں یا ہاتھ پیر آنکھ ناک کان میں سے
کون پاک رہا اور کون ناپاک ہوا جو ناپاک ہو گیا ہو اسکو توبہ اور تجدید ایمان سے پاک کرے اگر تو اس
غم میں مشغول رہیگا اور اس اندوہ و اندیشہ میں مستغرق تو تمام جہان کی عبادت تیرے نام لکھی جائیگی

اس زمانہ میں جو کوئی حلال کی روزی کھاوے اور اعضا کو گناہوں سے پاک رکھے وہ جنید وقت ہے اگر انصاف کرو تو تمام باتوں کا مغز اور تمام کاموں کا خلاصہ یہی ہے اور باقی تو پانی پر لکیریں نکالنی ہیں جب تجھکو یہ دولت حاصل ہو شکر اسکا واجب ہے اور جب حاصل نہو تو توبہ چاہیے جو کوئی شریعت کے رستہ پر استقامت کے ساتھ چلا گیا اسکو پل صراط پر لغزش نہو گی اور جسکو یہاں شریعت میں لغزش ہوئی وہاں بھی ہو گی ؎ دوزخ و جنت ازینجا میبرند ٭ راحت و محنت ازینجا میبرند ٭ جہانتک ہو سکے شریعت پر ثابت قدم رہیں تاکہ ظاہری و باطنی بخورداری حاصل ہو۔ تمام عمر تو فسق و فجور میں گذری ساری عمر میں دو رکعتیں بھی خدا کو پسند نہ آئیں کبھی ایک روزہ بھی جسکو روزہ کہنا چاہیے نہ رکھا صبح کو اٹھے تو مسلمان تمام دن گناہوں میں کاٹا اور سوتے وقت پھر مسلمان رباعی فسق ست و فجور کار ہر روزہ ما ٭ پرشد زحرام کاسہ و کوزہ ما ٭ میخند در روزگار میگرید عمر ٭ بر طاعت و بر نماز و بر روزہ ما ٭ اج تو کچھ طاعت و عبادت کا غم نہیں ہے ساعت بساعت یہی فکر ہے کہ ایمان کی تجدید کلمہ شہادت کے ساتھ فوت نہو اگر یہ توحید زبانی ایمان لسانی توفیق دیوے اور آخری دم کلمہ کے ساتھ نکلے گویا میدان سے گیند لیجانا ہے ؎ در مجلس وصالت خمہا کشند مرداں ٭ چوں دور بخسرو آید مے کو سبو نماند ٭ عمر آخر کو پہنچی اکہتر برس ہو چکے اب مہینہ اور سال کی نہیں رہی ہے۔ یاروں میں سے ایک یار رہے نہ زکوٰۃ میں مشغول خود اور زکوٰۃ فارغ خود اوس مفلس بت پرست بے نوا پر اپنے گرفتار نفس امارہ کو شیخ کی محبت میں ہر روز یا ہر وقت کون یاد آتا ہے دعاء ایمان اور سلامتی توحید اور خیریت و عافیت سے مدد فرماویں۔ دوسرے مکتوب میں ایک طالب کو لکھتے ہیں۔ لکھا تھا کہ اسم متعین کریں اسمائے درویش اور ہیں کہ شعبدہ اور تلبیس و تلبیع فرماتے ہیں۔ شیخ شرف الحق والدین کا گھر طمع گری کا نہیں ہے اور نہ ہوگا اس گھر میں طلب حق جسکو طریقت کہتے ہیں چاہتے ہیں اور ماسوائے اللہ سے علیحدہ ہونا طلب کرتے ہیں اور یہ بیت پڑھتے ہیں ؎ بولایت محبت سفر لیست عاشقان را ٭ بجہاں چہ دید آنکس کہ ندید این جہاں را ٭ جس نے غیر حق سے قدم نہ اٹھایا اسکے محنت لاحاصل ہے اسکو دنیا میں ہی مشغول رہنا چاہیے۔ الہی اوراد و نماز و تلاوت و عبادت ظاہری اسکو نفع کرتی ہے مردوں کا کام اور ہے اور مخنثوں کا کام اور ہے

دوسرے اسمائیاں اُن بت پرستوں میں سے ہیں کہ ما شغلک عن الحق فہو طاغوتک والسلام
فقیر طالب و زار افتادہ کو کیا لوگوں کی خاطر کی پرواہ ہی کسی کے غصہ اور عنایت کی طرف وہ متوجہ نہیں
ہوتا اپنے کام کی خیریت کے پیچھے مضبوط رہتا ہے جسکے ساتھ رستہ لے اگرچہ نجانہ ہو فرض حال
سمجھنا چاہیے جوانی کی حالت میں ضعیف رہنے سے کچھ خوف نہیں ہے ایک مہینے میں دو تین
طے کے روزے رکھنے سے کچھ مرض یا ہلاکت کا خوف نہیں ہے۔ کام کی بنیاد یہی عادت کا بدلنا
اور بُری خصلتوں کا چھوڑنا ہے۔ اگر یہ حاصل نہو نماز و روزہ کچھ فائدہ نہ دیگا کیونکہ جز طہارت ہے
اگر یہ نہو گی کچھ بھی نہوگا اور تمنے یہ جو لکھا تھا کہ سردی مزاحمت کرتی ہی اگر حکم ہو تو کُرتہ پہن لوں۔ کُرتہ
کفنی اور خرقہ اختیار ہے جو چاہو پہنو جو فقیر کہ اعلیٰ رستہ کے طالب ہیں (اُنکے نزدیک) لباس کا اختیار
کرنا کیا بات ہے ان اللہ لا ینظر الی صورکم جو پاوے پہن لے دوسرے یہ کہ طالب کو جس جگہ کچھ
معنے دکھائے دیں اور سمجھ میں آئیں (اُنپر) اعتراض و انکار اُسکے حال کا کفر ہے ہمارے مخدوموں
کا اکثر فرمان یہی ہے کہ جب بھوک معلوم ہو آدھا شکم سیر کرے اور آدھا خالی رکھے یہ آدھا جو ہمیشہ
خالی رہیگا مثل پانی کے ہو جائیگا۔ یہ میسر نہیں ہوتا مگر توفیق سے اور اُسپر ہمیشگی سے ایک حرارت اور
آگ پیدا ہوتی ہے جسکا معلوم ہونا تجربہ سے متعلق ہے۔ جو لوگ کبھی بھوکے رہتے ہیں اور کبھی
پیٹ بھر کے کھا لیتے ہیں اور اکثر اوقات بھوکے رہتے ہیں اور بعض وقت خوب سیر ہو کر کھا لیتے
ہیں اسطرح اگر برسوں گذر جائیں گے محال ہے جو ذرہ بھی فائدہ ہو۔ جس طرح میں نے لکھا ہے اگر
یوں معدہ کو خالی رکھیں گے اور رات کی بیداری بھی اگر مقدار کی ہو۔ وضو اور فراغت نماز کرینگے
تو بہت نفع ہوگا کیونکہ یہ سبب ہے دل کی صفائی کا۔ اور پانی کم پینا اور کم بولنا اور ہمیشہ ذکر کے ساتھ
رہنا گویا دلپر صیقل کرنا ہے۔ تجربہ کیا گیا ہے کہ ہائے ہائے کرنا اور چیخیں مارنا اور رد عا ڈنا اور رونا کچھ چیز
نہیں۔ اصل دل کے ربط کو نگاہ رکھنا ہے اور یہی سب میں اعلیٰ ہے اول بدن میں قوت اور جوش
جوانی چاہیے کہ ایک وقت کھائے اور معین کر کے مقدار کے موافق کھائے پھر اسکے بعد فراغ دل چاہیے
کہ کسی طرف متوجہ نہو وے۔ اور راتوں کو خالی وقت میں خدا کی طرف توجہ اور حضور دل کے ساتھ

حضور حضرت جلت کہ اُسکے ساتھ ہے اور معرفت اُسکی ہستی کی اور مشاہدہ حرکات و سکنات اقوال
و افعال ساتھ عزت اور دبدبہ قدرت اُسکے اُسکا نقد ہے وھو معکم اینما کنتم نقد در نقد ہے۔ اگر یہ
میسر ہوا اور اکثر اوقات اس اندیشہ اور مشغولی میں رہے ایک دولت مقصود حاصل ہوگی ؎ ہر کرا ز اہل
ہنر دراہل عیب ؛ آفتابی دار داندر جیب غیب ؛ عاقبت روزی بود کاں آفتاب ؛ در برش گیرد بر اندازد
نقاب ؛ اگر اس مشغولی سے خالی ہے پھر تو ہائے واویلا اپنی بدنصیبی پر سب ظیفوں سے مقدم ہے ؎
از بخت بدم اگر فرو ریخت خورشید ؛ از نور رخت مہا چراغ گیرم ؛ اگر اپنے سے مردوں اور شیر دل کیسے
کام نہوں پھر علیکم بدین العجایز کو مضبوط پکڑنا چاہیئے اور ناامید نہونا چاہیئے اور کل کاموں اور حرکات
و سکنات اقوال و افعال میں یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ راستی سے خداوند تعالیٰ کے ساتھ کچھہ
فروگذاشت نہو اور ہر حال میں جس طرح سے رکھیں خدا کیساتھ سچا رہے۔ اس بات میں ساری
دین و دنیا آگئی **مکتوب** ان اللہ یحب معالی الھمم و یکرہ سفسافہا ای ردیہا
عالی ہمت ہونا یہ ہے کہ روز بروز جو کچھ تحت کن سے آیا ہے اُس سے بالاتر ہو جائے اور اُسکا ہما ہمت
سوائے میدان ربوبیت کی کہیں پرواز نہ کرے شیخ عبداللہ تستری کہتے ہیں یا عبداللہ بشیٔ
مثل مخالفۃ النفس و الھواء یہ قوام اپنے ساتھ ایسی جنگ رکھتے ہیں کہ قبر تک صلح نہیں دکھائی دیتی
یہانتک کہ اگر کسیوقت قدم اُسکے موافق سپرد کیا جانا چاہتے ہیں کہ حال کے حکم سے نہ اعتقاد کے حکم
سے زنار بدن میں ڈالیں اور ظاہر کو باطن کے موافق کریں یا نفاق سے نکل آئیں کلام مجید ایک دیر
ہے کہ خطبہ زناروں کا ہمارے اوپر عالموں کی بیان کرتا ہے۔ افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ دل
خلقت سے اُٹھانا اور خدا سے باندھنا انبیاؤں اور اولیاؤں کا کام ہے تمام عالم دو تین بگیہہ زمین اور
معمولی کھانے پر دل باندھے ہوئے خوش ہیں باوجودیکہ اُس گاؤں یا زمین سے تمام سال کا گذارہ
نہیں ہوتا مگر طبیعت کو اُسکے سبب سے بیفکر رکھتے ہیں فقیر کے آنے سے اتنا ڈرتے ہیں کہ خدا سے نہیں
ڈرتے کسی نے بالکلیہ تمام خلقت سے دل اُٹھا کر خدا پر چھ مہینے یا سال بھر بھی اعتماد نہیں کیا تا کہ اُسکے
کافروں کو معلوم ہوتا کہ جو خدا پر دل لگاتا ہے خدا اُسکو ضایع نہیں کرتا مرد بلکہ شیر مرد ہونا چاہیئے کہ دل

کلیتہً مخلوقات سے پاک کرے اور خدا کے کرم و فضل پر نگاہ رکھے اور دیکھے کہ جو شخص خلقت سے جدا ہو کر
خدا سے محبت کرتا ہے خدا کا فضل کیونکر اُسکو پرورش کرتا ہے۔ **مکتوب در بیان معیت**
حق باخلق برادروں اور دوستوں کو معلوم ہو کہ اس فائدہ میں میں ایک بھید اسرار الوہیت
سے بیان کرتا ہوں جو کوئی شیخ الاسلام شیخ مظفر کے قدم بقدم چلے اور انکی متابعت کرے وہ حق والا
ہوگا نہ باطل والا۔ اپنے دل کی کوٹھری میں اس بھید کو پوشیدہ رکھے اور اپنے دل کو زندقہ کی ناپاکی
میں آلودہ نہ کرے العیاذ باللہ وھو معکم اینما کنتم۔ اسکے ظاہری معنی یہ ہیں کہ خدا تمہارے ساتھ ہے
جہاں تم ہو۔ ایک چیز کے دوسری چیز کے ساتھ ہونے کو معیت کہتے ہیں اور یہ ہونا یا مجازاً ہوتا ہے یا
حقیقتہً۔ علماء ظاہر کا یہ مذہب ہے کہ یہ ہونا مجازاً ہے نہ حقیقتہً اور کہتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ تمام ذرات عالم
کے ساتھ ہی ذات کیساتھ نہیں بلکہ علم کے ساتھ اور تمام ذروں پر قادر ہے عام متکلمین کا یہی مذہب ہے
مگر صوفی ظاہری معنوں پر اکتفا نہیں کرتے ہیں ہر چیز کی حقیقت کو ڈھونڈتے ہیں اُنکا یہ مذہب ہے
کہ خداوند تعالےٰ کی معیت ذرات عالم کے ساتھ حقیقتہً ہے یعنی وہ اپنی ذات سے تمام اشیاء کے ساتھ
ہے حقیقتہً نہ مجازاً مگر اُسکی معیت ایسی نہیں ہے جیسے جسم کی معیت جسم کے ساتھ کیونکہ وہ جسم نہیں ہے
اور نہ اُسکی معیت جوہر کیسی ہے اجسام کے ساتھ کیونکہ وہ جوہر نہیں ہے اور نہ اسکی معیت عرض
کی طرح ہے جو ہر جسم کے ساتھ کیونکہ وہ عرض نہیں ہے جتنی معیتیں کہ متکلموں کو معلوم و مفہوم ہیں
وہ یہی تینوں ہیں لیکن صوفی اس معیت کو جو تھی معیت کہتے ہیں ان متکلموں کی سمجھی ہوئی معیتوں
کے سوا۔ کہتے ہیں کہ روح جسم کے ساتھ مثال ہے خداوند تعالےٰ کے ہونیکی کل کائنات کے ساتھ اسواسطے
کہ نہ قالب کے اندر ہے نہ قالب کے باہر نہ قالب سے متصل نہ قالب سے جدا بلکہ روح اور عالم ہے اور قالب اور
عالم ہے اور روح کے ساتھ جسمی لوازمات سے دخول و خروج اتصال و انفصال سے کچھ نسبت نہیں
رکھتا باوجود ان سب کے پھر بھی ایک ذرہ قالب کے ذروں میں سے نہیں ہے کیونکہ روح حقیقت میں
اُسکی ذات سے نہیں ہے خداوند تعالیٰ کی معیت ذرات عالم کے ساتھ اسی طرح سے ہے۔ من
عرف نفسہ فقد عرف ربہ اسی بھید کی طرف اشارہ ہے یہاں سے آگے ایک سوال کرتے ہیں کہ

اس جگہ سے لازم آتا ہی کہ خداوند تعالےٰ اپنی ذات سے تمام ناپاک مقاموں میں بھی ہے یہ بات ممتنع و منکر ہی
اسکا جواب یہ کہتے ہیں ۔ تمام اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کل نجاستوں اور ناپاکیوں کو خداوند
تعالےٰ پیدا کرتا ہے اور نگاہ رکھتا ہے کیونکہ بغیر اُسکی حفاظت کے بقا محال ہے اس سے کوئی عیب اور
نقصان لازم نہیں آتا ایسے ہی اس معیت سے بھی کوئی عیب لازم نہیں آتا ۔ یہ بھی معلوم ہے کہ فعل
بے فاعل کے اور صفت بے موصوف کے ہرگز نہیں ہوتی ۔ دوسرے یہ بھی کہتے ہیں کہ روح جو متصرف ہے
تمام اجزا قالب میں موجود ہے قالب کے تمام ذروں کے ساتھ اور تمام قالب کی زندگی اُسی سے ہی باوجود
ان سب باتوں کے باطن قالب کی چیز مثل خون وغیرہ کے روح کی طہارت میں کچھ خلل نہیں ڈالتی
متکلم چونکہ معیت احقیقی کو نہ سمجھے گا بغیر قید تجزی اور تقسیم اور حلول امکنہ کے اسواسطے تاویل کی
واللہ الہادی الی الصواب **مثنوی** گفت تو کے دیدی آں رخسار را ٭ چشم مجنوں باید آں دیدار را ٭
تا نیاید عشق مجنونی پدید ٭ کے بود لیلیٰ انجا تو نی پدید ٭ گر بچشم من ببینی روئے او ٭ تو نیا ساز ی زخاک
کوئے او ٭ جب مریدوں کی ہمتیں بڑے بڑے کاموں کی طلب میں قاصر ہوگئیں لہذا اس فقیر نے
اُنکے حرص دلانیکو یہ لکھا ہے اسواسطے کہ اگر تصفیہ قلب کی نعمت سے محروم رہجائیں تو بھی سر مراقبہ
سے مولےٰ کے ساتھ محروم نرہیں اور اپنے کو اُسکے ساتھ اور اُسکو اپنے ساتھ جانیں اپنے سے دور نہ سمجھیں
کیونکہ بیشتر خلقت میں بے نصیبی جو دامنگیر ہو رہی ہے اس وجہ سے کہ خلقت اپنے تئیں شرف معیت
حق سے دُور جانتی ہیں اور بے ادب ار خلاف رضا کے قدم رکھتی ہے والسلام **مکتوب** دربیان
اسمار حقیقی حق عز اسمہ موافق اصطلاح موحدوں کے خدمت برادر میں معلوم ہو جو کچھ کہ شرح آداب المریدین
میں شیخ نے منازل السائرین سے لکھا ہے یہ ہے ۔ اسم حقیقی اہل وحدت کی اصطلاح میں عین مسمیٰ ہی
جب تک انکی اصطلاح نہ معلوم ہوگی اسمار حقیقی اچھی طرح سمجھ میں نہیں آئیں گے اور حل ہونے سے خوب
روشن ہوجائیں گے انشاء اللہ جاننا چاہئے کہ پانی بسیط (غیر مرکب) مجازی ہے اور پانی کی ذات بھی
اور مُنہ بھی ہے اور نفس بھی رکھتی ہے ۔ نظر ہستی پانی کے ساتھ اور ہے اور پانی کے عام اور شامل ہونے کو
تمام نباتات پر دوسری نظر ہے اور ان دونوں مرتبوں پر اور نظر ہے ۔ اب یہ جان کہ پانی کی ذات پانی ہے

اور پانی کا عام ہونا اور تمام نباتات کو شامل ہونا وجہ پانی ہے اور ان دونوں کا مجموعہ نفس پانی کا مرتبہ
ہے۔ پانی کی ہر نباتات کے ساتھ خاص ملاقات اور خاص طریقہ اور خواص ہیں اس نسبت اسکو وجہ
پانی کہتے ہیں۔ اب جانو کہ پانی کی صفتیں ذات کے مرتبہ میں ہیں اور وہ صلاحیت اور قابلیت مختلف
درختوں اور رنگ برنگ کے پھولوں اور مزے مزے کے میووں اور چھوٹے بڑے درختوں اور انکی
رنگوں کی قابلیت یہ سب پانی ہی کی توصفتیں ہیں اور پانی کے نام وجہ پانی کے مرتبہ میں ہیں اور
وہ سب شکلیں اور ہیئتیں درخت کے مرتبوں کی ہیں جنکے سبب سے پتوں اور پھولوں اور ٹہنیوں اور
پھلوں اور کانٹوں میں تمیز ہوتی ہے جب پانی کی صفتیں جنسے مراد قابلیت ہے عالم اجمال سے
عالم تفصیل میں پہنچی اور شمول اور احاطت کیساتھ اس قابلیت سے عالم صورت میں کہ وجہ پانی
ہے پیدا ہوئی کثرت ظاہر ہوئی اور تمیز کی ضرورت پڑی جس وجہ سے کہ تمیز حاصل ہو وہی اسما ہیں
اسمیں شک نہیں کہ اسما وجہ میں ہیں اور وہی اسما اسماء حقیقی ہیں جنکی سبب مرتبہ سے دوسرے مرتبہ میں
تمیز ہوتی ہے وہی علامت اسماء حقیقی پانی کی ہے اور وہی عین مسمی ہے کہ اس سے جدا نہیں ہے پانی کے
افعال نفس پانی کے مرتبہ میں ہیں جو دونوں مرتبوں کا مجموعہ ہے پانی کی ذات کو صورت جامعہ کہتے
ہیں اور عالم اجمال بھی کہتے ہیں اور وجہ پانی کو صورت متفرقہ اور عالم تفصیل بھی کہتے ہیں کیونکہ
پانی نے کسقدر ہزارہا شکلوں اور صورتوں میں تجلی کی ہے اور ظہور پایا ہے اور یہ سب صورتیں پانی
ہی کے کمال سے ہیں۔ پس تو جس نبات کی طرف متوجہ ہوگا پانی ہی کی طرف متوجہ ہوگا یہاں سے
اینما تولوا فثم وجہ اللہ کا بھید ظاہر ہوتا ہے اب تو نے یہ مثال جان لی اب جان لے کہ خداوند
تعالیٰ کا وجود فوق و تحت و یمین و یسار پیش و پس نہیں رکھتا نور ہے نامحدود اور نامتناہی دریا ہے
جسکی انتہا اور کنارہ نہیں۔ شروع اور انتہا اور ابتدا اور نہایت اور ترکیب نہیں رکھتا نہ تغیر تبدل
کے قابل اور نہ حصے بخروں کے قابل ہے نہ فنا و عدم کی قابلیت رکھے۔ واحد حقیقی ہے اسکی ذات
میں کسی طرح سے کثرت نہیں ہے۔ اب اس مقدمہ کو تو معلوم کر لیا اب یہ سنو یہ نور جو نامحدود اور نامتناہی
ہے اور نقص کی باتوں سے پاک ہے ذات اور وجہ اور نفس رکھتا ہے اس نور کی ہستی کے ساتھ اور

نظر ہے اور اس نور پر جو عام اور شامل تمام موجودات پر ہے دوسری نظر ہے اور ان دونوں مرتبوں کے
مجموعہ پر اور نظر ہے جب ان تینوں نظروں کو جان لیا تو پھر اب جانو کہ اس نور کی ذات ہستی نور کی ہے اور
اس نور کا تمام موجودات میں عام اور شامل ہونا وجہ نور ہے اور ان دونوں مرتبوں کا مجموعہ نفس نور ہے
اس نور کی صفتیں جو قابلیت صورتوں اور کثرت کی رکھتی ہیں مرتبہ ذات میں ہیں اور اس نور کے تمام مرتبہ
وجہ میں ہیں اور افعال اسکے مرتبہ نفس میں ہیں لے برادر یہ نور کل موجودات کے ساتھ عام ہے کل موجودات کی بقا
اسی نور سے ہے کوئی ذرہ موجودات کے ذروں میں سے ایسا نہیں ہے جسکے ساتھ خدا کا نور نہو اور اسپر محیط نہو
اور اس سے آگاہ نہو اس عام اور شامل ہونے اور محیط ہونے کو اس نور کا وجہ کہتے ہیں جو کوئی وجہ خدا تک پہنچکر
وجہ خدا دیکھنے لگا وہ خدا ہی کو پرستش کرتا ہے مگر اہل وحدت کی اصطلاح میں وہ مشرک ہے وما یؤمن اکثرھم
باللہ الا وھم مشرکون کیونکہ وہ تمام دن لوگوں سے لڑائی جھگڑے اور اعتراض و انکار میں مشغول ہے
جو کوئی وجہ خدا سے گذر کر خدا تک پہنچگیا ذات خدا کی پرستش کرتا ہے اور چونکہ موحد ہے اعتراض و انکار سے
آزاد تمام عالم کی خلقت سے صلح رکھتا ہے لے برادر اس دریا محیط اور اس نور نا مجسم تک جسکی حد و انتہا نہیں
ہے پہنچنا چاہیے اور اس نور کو دیکھنا چاہیے۔ اس نور کو عالم میں نگاہ کرنا چاہیے تاکہ شرک سے خلاصی پاوے اور
حلول اور اتحاد باطل ہوجاوے اعتراض و انکار اٹھ جائیں تمام عالم کی خلقت سے صلح ہوجائے اس ساری
تقریر کو خوب غور سے سمجھنا چاہیے تاکہ اسکے اندر جو فواید ہیں اُنسے نفع ہو اور اسمار حقیقی کو سمجھے **ذکر شیخ
شرف الدین پانی پتی**۔ انکو ابو علی قلندر بھی کہتے ہیں مشہور مجذوب اولیاء اللہ سے ہیں
ابتدا میں تحصیل علم کی پھر ریاضت و مجاہدہ کا رستہ لیا آخر کو مجذوب ہوگئے اور کتابوں کو پانی میں ڈالدیا
انکا مرید ہونا کسی مشایخ سے مشہور نہیں ہے بعضے کہتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین سے مرید ہوئے ہیں اور بعضے
کہتے ہیں شیخ نظام الدین اولیا سے لیکن ان دونوں روایتوں سے ایک بھی صحت کو نہیں پہنچی۔ ان کے
مکتوبات ہیں عشق و محبت کی زبان میں مشتمل حقایق و معارف توحید اور ترک دنیا و طلب آخرت پر اور ان
سب کو اختیار الدین کے نام سے لکھا ہے ایک اور رسالہ عام میں انکے نام سے مشہور ہے جسکو حکمنامہ شیخ
شرف الدین کہتے ہیں مگر یہ بات ظاہر ہیں لوگوں کی گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے نقل ہے ایک دفعہ انکے

لب مبارک کے بال بہت بڑھ گئے تھے کسی کو اتنی مجال نہ تھی جو اُنسے کترنے کو کہتا مولانا ضیاء الدین سنامی
کہ جوش شریعت رکھتے تھے قینچی لیکر حضرت کے پاس پہنچے اور حضرت کی لبوں کو تراش دیا شیخ اسکے بعد
ہمیشہ اپنے لبوں کو بوسہ دیکر فرماتے تھے کہ یہ راہ شریعت میں قطع کی گئیں ہیں۔ روضہ شریف
انکا پانی پت میں ہے نہایت پرفیض و روح افزا جگہ ہے لوگ وہاں کی زیارت کرتے ہیں اور
برکت لیتے ہیں وہاں ایک اور قبر بھی ہے جسکو مبارک خاں کی قبر کہتے ہیں وہ حضرت کے محبوب
اور مرید تھے رحمۃ اللہ علیہ **مکتوب** اے برادر جب عنایت تیرے کام میں کریں اور تیرے
اندر جاذبہ رکھیں اور تجھکو تیری نفسانیت سے آزاد کریں اُسوقت تیرے اندر عشق آئیگا اور
جلوہ حُسن تجھپر چمکائیگا تو جو حُسن کو جانتا ہوگا معشوق کو پہچان لیگا اور اُسکا عاشق ہوجائیگا اور
جو بات کہ معشوق نے عاشق سے پہنچائی ہے اُسپر عمل کرے معشوق کی سنت عاشق کے
فرض پر پابند رہے اُسوقت معشوق کو عاشق کے ساتھ پہچانے گا۔ اے برادر معشوق کو بھی تمہاری
ہی سی صورت میں پیدا کیا ہے اور تمہارے ہی اندر بھیجا ہے تاکہ تمکو راہ راست کی طرف بلادے
اے برادر خدائے عزوجل نے دوزخ اور جنت کو پیدا کیا اور حکم دیا کہ دونوں کو میں بھردونگا معشوق
کو اُسکے عاشق کے ساتھ جنت میں لے آؤں گا اور شیطان کو اُسکے پیردوں کے ساتھ دوزخ میں
ڈالدوں گا۔ اے برادر بہشت اور دوزخ عاشق سے علیحدہ نہیں ہے دونوں عاشق ہی کے حُسن
سے پیدا ہوئے ہیں بہشت دوستوں کے واسطے وصل کی جگہ ہے اور دوزخ دشمنوں کیواسطے فراق
کی جگہ ہے فراق کافروں اور منافقوں کو ہوگا اور وصال عاشقوں اور محبان حضرت محمد مصطفیٰ
صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوگا اے برادر دل کی آنکھیں کھول اور خوب دیکھ اور جان لے کہ عاشق نے اپنے
عشق سے تیرے واسطے کیا کیا بنایا ہے اور کیا کیا تماشے پیدا کئے ہیں اپنے حُسن کو ہر درخت پر جلوہ
دیا ہے اور طرح طرح کے میوے پیدا کئے ہیں اور ہر میوے میں الگ الگ مزہ رکھا ہے اُس درخت کو
نہ اپنی خبر ہے نہ اپنے پھول کی نہ اپنے پھل کی گنتی کو تیرے واسطے بنایا ہے اُسکو اپنی شکر سے خبر نہیں
ہرن کی ناف میں مشک کو پیدا کیا ہے اُسکو اُسکی خبر نہیں۔ تیرے واسطے عنبر کو گائے سے پیدا

کیا گائے کو خبر نہیں۔ بلی سے زیادہ کو پیدا کیا تیرے واسطے بلی کو خبر نہیں تیرے واسطے درخت سے کافور کو
پیدا کیا درخت کو خبر نہیں صندل کو تیرے واسطے پیدا کیا اور صندل کو خود اپنی ہی خبر نہیں اے برادر
عاشق ہو اور دونوں عالم کو معشوق کا حسن جان اور اپنے تئیں معشوق کا حسن کہہ عاشق نے عشق
سے تیرا وجود بنایا تاکہ اپنے جمال حسن کو تیرے آئینہ میں دیکھے اور تجھکو اپنا محرم اسرار جانے الانسان
سری تیری شان میں آیا عاشق ہو کر حسن کو ہمیشہ دیکھ اور پہچان دنیا و عقبیٰ کو۔ عقبیٰ حضرت
محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا ملک ہے اور دنیا شیطان کا ملک ہے دونوں کو سمجھ کہ کسواسطے بنایا ہے
اور کیا کرینگے۔ اے برادر نفس کو خوب پہچان اگر نفس کو پہچان لیا تو دنیا تیرے اندر پیدا ہوگی اور
اگر روح کو پہچان لیا تو عقبیٰ کو پہچان لیا۔ اے برادر جو حسن کہ کفر میں رکھا ہے اسکو عاشق ہی جانتے
ہیں۔ کفر کو اپنے عاشقوں کے سامنے کیا آراستہ کیا ہے جو دنیا کا عاشق ہے اسکا معشوق حسن کفر
ہے۔ اے برادر تو کیا جانے جو غمزہ حسن کہ کفر میں رکھا ہے کہ حسن نے تمام جہانیوں کو ناوک مژگان سے
زخمی کیا ہے اور اپنا عاشق بنایا ہے اے برادر اپنے تئیں ڈھونڈھ اور اپنے تئیں پہچان جب تونے اپنے تئیں
جان لیا عشق کو پہچان لیا جب عشق کو اپنے حسن پر معاینہ کرے گا زبان کو گونگا پائیگا عاشق ہو جائیگا اور
معشوق کو اپنے پہلو میں دیکھیگا اور حسن کو اپنے دل کے آئینہ میں معائنہ کرے گا ؎ آں شاہد معنی کہ ہمہ
طالب وئیند ؛ ہم اوست کہ انجا در تو ساختہ سرپوش ؛ دریا دیہ بحر چرا بند بمانیم ؛ درعین وصالیم و لگار ست
در آغوش ؛ اے برادر قند کا ایک گولہ بنا اور اسمیں سے سو طرح کی صورتیں بنا ایک کا نام گھوڑا رکھ
اور ایک کا نام ہاتھی وغیرہ پس قند کا نام جاتا ہے گا اس صورت کا نام ہو جائیگا اور جب سب صورتوں کو
توڑ ڈالیں گے وہی قند رہجائیگا۔ دوسرے مکتوب میں کہتے ہیں۔ اے برادر میں نہیں جانتا ہوں کہ کیوں
لائے ہیں اور کیا کریں گے۔ ہمیشہ اندیشہ کا خیال رہتا ہے۔ کبھی یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ میرے آئینہ دل کو
آراستہ کرتا ہے اور عاشق کو معشوق دکھاتا ہے۔ عاشق کا فرمان جو معشوق نے بھیجا یا مطالعہ فرض
عاشق اور سنت معشوق ہیں بجا لاتا ہے اور عاشق کے عشق اور معشوق کے حسن سے باطن کو معمور
رکھتا ہے۔ اور عاشق کے حسن کے تماشوں سے ظاہر کو فراموش کرتا ہے۔ باطن کے تماشوں میں رہتا ہے

کہ حکم ہوا تھا کہ وہ جاری ہوئے اے برادر کسی وقت خیال نفس کا یار ہوتا ہے اور حال خیال کیساتھ ایک ہو کر
روزی دُنیا کی خواہش لاتا ہے۔ دُنیا کی آرایش کا خیال نفس کو دکھاتا ہے پھر اُسکے اشتیاق میں سرگرداں
کرکے معشوق کے دروازہ پر پھراتا ہے غرض کہ دونوں کے سامنے ذلیل کرتا ہے اور اُس ذلت کی آسایش
و آرایش کے شوق میں خبر تک نہیں ہوتی پھر بھی باز نہیں رہتا اور ذرا اندیشہ نہیں کرتا کہ اس نے کسی کے
ساتھ وفا نہیں کی اور نہ کرے گی اور نہ کبھی موت کا فکر ہے کہ آنیوالی ہے کسی وقت نچھوڑے گی ایسا یش
دُنیا کا حُسن عاشقان دُنیا کو اپنے عشق میں ایسا بیخبر کرتا ہے کہ نہ دنیا کی خبر ہے کہ اُسکو معشوق نے پکڑ رکھا ہے
کیون گذرتا ہے اور کیا واقعہ پیش آتا ہے اور نہ عقبیٰ کی خبر ہے کہ ہم کو مہم درپیش ہے سلے برادر تو بھی اندیشہ کر
کہ تجھکو بھی مہم درپیش ہے اور تو نے خیال و اندیشہ اپنے مونس کا کیا ہے خیال کو ہوش میں رکھ کہ یہ نفس کا یار ہے
اے برادر کچھ معلوم نہیں ہوا کہ خیال اور اندیشہ کیا حال آگے لاتے ہیں جب تو اُسکو معاینہ کریگا اُسوقت
جان لیگا کہ یہی حصے میں تھا جو پہنچا۔ اے برادر۔ میں نہیں جانتا کہ کیا کہتا ہوں اور مجھ سے کیا آتا ہے اور
کیا کہلواتا ہے۔ زبان قدرت کے قبضہ میں ہے اگر تیرے حق میں بھلائی منظور ہوئی تو یہ کہلواتے ہیں
تاکہ دونوں جہانوں میں تجھکو عزیز کریں سلے برادر اتنا معلوم ہوا ہے کہ اپنی چاہت سے پیدا کیا ہے اور
اپنی چاہت سے رکھتا ہے یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید جو چاہا کیا اور جو چاہیگا کرے گا کسی کو
اسکے چاہنے میں دخل نہیں ہے۔ **ذکر شیخ عثمان سیاح**۔ مرید ہیں شیخ رکن الدین ابو الفتح کے
اصل وطن انکا دہلی ہے۔ سیاحت بہت کی مگر آخر وطن ہی میں آگئے۔ سماع کا بہت ذوق تھا بارہا
حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین محمود کی مجلس میں حاضر ہو کر سماع سنتے اور رقص کرتے تھے روضہ انکا
قدیم دہلی کے میدان میں ہے ہفت پلے کے قریب جسکو محمد عادل نے بنایا تھا۔ **ذکر شیخ ابو بکر
طوسے تاب**۔ بدایوں میں تھے۔ ضیاء نخشبی سلک السلوک میں لکھتے ہیں جبکہ شیخ ابو بکر موئے
تاب جو اپنے بال بال میں کام رکھتے تھے اس عالم سے اُس عالم میں جانا چاہنے لگے بندہ نخشبی انکی
عیادت کو گیا دیکھا کہ ہر وقت یہ بیت جسمیں ہزاروں بھید منتظم ہیں پڑھتے ہیں **بیت** قالب
بارست میان من و تو ٭ امید کہ اینک ز میان برخیزد ٭ **ذکر شیخ شہاب الدین**

حق گو بن شیخ فخر الدین زاہدی۔ انکا لقب حق گو یوں ہے کہ سلطان محمد بن تغلق نے انکو حکم
کیا کہ مجھکو محمد عادل کہو انہوں نے اس بات سے انکار کیا اور فرمایا میں ظالموں کو عادل نہیں کہتا
سلطان محمد نے انکو دہلی کے قلعہ پر سے نیچے پھینک دیا۔ قبر انکی قلعہ کے نیچے ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر سید محمد بن یوسف حسینی دہلوی

خلیفہ ہیں حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی
کے علم و سیادت و ولایت کے جامع ہیں شان رفیع اور مرتبہ بلند اور کلام عالی رکھتے تھے مشائخین
چشت میں انکا خاص مشرب ہے۔ اسرار حقیقت کے بیان میں ایک خاص طریقہ ہے ابتدا حال میں
دہلی تشریف رکھتے تھے۔ پھر شیخ کی رحلت کے بعد دکن کے ملک میں تشریف لیگئے وہاں کے سب
لوگ حضرت کے مطیع و منقاد ہوئے آخر اسی ملک میں دنیا سے نقل کی۔ انکو سید گیسو دراز کہتے ہیں
وجہ شہرت انکی اس لقب کے ساتھ یہ سنی گئی ہے کہ ایکدن یہ مع چند مریدوں کے حضرت مخدوم
نصیر الدین چراغ دہلی کی پالکی اٹھائے ہوئے تھے اٹھاتے وقت سید کے گیسو اس پالکی کے پائے میں
الجھ گئے سید بسبب پاس ادب و عشق و محبت انکے نکالنے کیواسطے نہیں ٹھہرے اسی طرح مسافت
بعیدہ قطع کی۔ حضرت شیخ کو اس حال سے آگاہی ہوئی بہت خوش ہوئے انکے صدق عقیدت
اور حسن صنعت پر بہت آفرین کرکے اسیوقت یہ بیت پڑھی **بیت** ہر کو مرید سید گیسو دراز
شد واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شد۔ سید کے ملفوظات ہیں جوامع الکلم نام انکے ایک مرید
نے جنکا نام بھی محمد ہے جمع کئے ہیں اسمیں لکھتے ہیں سادہ شیخ الاسلام نصیر الدین کی شفقت کا اپنے
حال پر بیان فرماتے ہیں۔ اول میں نے چاہا کہ جلدی حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں مگر میری
یہ روش نہ تھی اور بے روش کے پیر کے سامنے نہیں جاتے میں نے اپنے والد سے سنا تھا اور میرے
والد حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے مرید تھے اور حضرت شیخ کے دوست میرے والد کیپاس
آتے تھے انکو میں نے دیکھا اور سنا ہے ایک دفعہ میں شیخ الاسلام حضرت مخدوم خواجہ شیخ نصیر الدین
چراغ دہلی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا تم جب آتے ہو صبح کے وقت آتے ہو اور میں اسوقت مشغول
ہوتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ تمسے ایک حکایت کہوں۔ میری عمر اسوقت پندرہ برس کی تھی

حیران ہوگیا کہ سبحان اللہ یہ دولت خواجہ چاہتے ہیں کہ مجھ سے حکایت فرمائیں۔ ایک دفعہ میں
بعد اشراق کے پابوسی کو حاضر ہوا۔ فرمایا صبح کی نماز کے واسطے جو وضو کرتے ہو سورج نکلنے تک باقی
رہتا ہے یا نہیں میں نے عرض کیا حضرت خواجہ کے تصدق سے باقی رہتا ہے فرمایا اچھا ہو اگر اسی
وضو سے اشراق کا دوگانہ گذار لیا کرو میں نے عرض کیا خواجہ کے تصدق سے گذاروں گا پھر فرمایا
دوگانہ شکر النہار اور استخارہ بھی گذارا کرو۔ تھوڑے دن میں نے اسپر ملازمت کی ہوگی کہ ایک روز
حضرت نے فرمایا اشراق کا دوگانہ پڑھتے ہو میں نے عرض کیا پڑھتا ہوں فرمایا اگر انکے ساتھ چار رکعتیں
چاشت کی بھی ملالو تو چاشت بھی ہو جایا کرے یہ میں نہیں کہتا کہ اور کسی وقت پڑھو اسی وقت پڑھ
لیا کرو تمہارے واسطے وہی چاشت ہو جایا کرے گی میں ہمیشہ رجب میں روزہ رکھتا تھا فرمایا رجب
میں روزے رکھتے ہو میں نے عرض کیا رکھتا ہوں فرمایا شعبان میں بھی میں نے عرض کیا نہیں
فرمایا اگر اکیس روزے اور بھی رکھ لیا کرو تو تمہارے تین مہینے ہو جایا کریں گے۔ میں نے عرض کیا خواجہ
کے تصدق سے ضرور رکھوں گا میں نے اس واقعہ کا والد سے ذکر کیا والد اُس زمانہ میں حضرت شیخ
سے مرید نہوئے تھے ناراض ہوئے اور مجھکو بُرا بھلا کہا میں نے کہا تمہارا جو جی چاہے سو کہو میں تو حضرت
شیخ کے فرمانے سے نہیں پھروں گا۔ رمضان کے بعد میں شش عید کے روزے رکھتا تھا ان ہی دنوں
میں پابوسی کو حاضر ہوا فرمایا ہمارے خواجگان نے روزہ داؤدی نہیں رکھا ہے ہمیشہ روزہ رکھا کرتے
تھے اسکے بعد تم بھی ہمیشہ روزہ رکھا کرو۔ اُسی جگہہ لکھتے ہیں کہ فرمایا خواجہ محمود نقا جو ایک یاران مولانا
برہان الدین غریب میں سے تھے میں اور وہ بیٹھے ہوئے رسالہ قشیری کا مقابلہ کررہے تھے میں اُسوقت
بہت ہی چھوٹا تھا حضرت خواجہ تشریف لائے اور بیٹھ گئے ذکر یہ تھا کہ قول حاتم اصم کا ہے جب تک کہ
تو تین موتیں نہ چکھے گا کسی مرتبہ کو نہیں پہنچے گا۔ موت سفید۔ موت سرخ۔ موت سیاہ۔ موت سفید بھوک ہے
موت سرخ تحمل ہے۔ موت سیاہ فقر ہے۔ حضرت خواجہ نے بطور امتحان کے اس جگہ مجھ سے پوچھا کس سبب سے
موت سفید و سرخ و سیاہ ہوئی میں نے عرض کیا بھوک صفائی کی طرف نسبت رکھتی ہے اس سبب سے
سفید ہوئی اور تحمل خون پینا ہے اسواسطے کہ غصہ غلیان خون سے عبارت ہے جو بدلہ لینے کیواسطے

اور حلم غصہ کے پے جانے سے عبارت ہی اس سبب سے یہ سرخ موت ہوئی اور فقر کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الفقر سواد الوجہ فی الدارین کیونکہ فقیر شرمندہ اور خجل ور منکسر ہوتا ہے
اس سبب سے یہ سیاہ موت ہوئی۔ فرمایا ایک دن حضرت شیخ منور فضل اللہ پوتے حضرت شیخ الاسلام
فرید الدین نے مجھ سے پوچھا تمکو گنبد شیخ میں کئی لوگوں نے سات ٹکڑے ہوئے دیکھا ہے کہو یہ کیا
بھید ہے میں نے کہا سبحان اللہ یہ مجھ سے کس نے دیکھا۔ انہوں نے کہا تم دروغ کہتے ہو میں نے
کہا اگر اسکا حال پوچھتے ہو تو کتب سلوک میں یہ لکھا ہے کہ صوفی کو یہ حالت پیدا ہوتی ہے۔ میں یہ
علی الاطلاق کہتا ہوں علی التعین مجھکو معلوم نہیں انہوں نے کہا علی الاطلاق ہی کہو میں نے
کہا یہ تجلی جلال کا اثر ہے متجلی پر اس حالت میں پہاڑ گر پڑتے ہیں اُسکے مقابلہ میں پہاڑ مثل کنکروں کے
ہیں اور اس آگ سے سب اُکھڑ جاتے ہیں وہ آگ یہ آگ نہیں ہے نہ وہ جلاتی ہے مگر اس جیسی ہزار
آگیں اُسکے ایک پتنگے کو نہیں پہنچ سکتیں۔ اس شخص کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے سات ٹکڑے تو کیسے
لاکھ ٹکڑے کر دیتی ہے۔ اور ان پہاڑوں اور آگوں میں ایک صورت ہی جسکا مشاہدہ سوائے اُس
شخص کے اور کوئی نہیں کر سکتا اُسی حالت میں وہ صورت لطیفہ انہیں بھی ظاہر ہوتی ہو اور ان
تمام اجزا کو اپنی طرف جاذب کرتی ہی یہ تمام اجزا اُسکی جانب دوڑ رہتے ہیں پھر وہ اپنے ید قدرت سے اُنکو
پہلے سے زیادہ قوی و لطیف اور صاف کر دیتی ہے۔ فرمایا سفر میں اگر باطن پریشاں نہو تو مبارک ہے اور
اگر نہیں تو صوفیوں کا سرمایہ سوائے فراغ دل اور جمع و ہم کچھ نہیں ہے اگر ایک تھوڑی سی ساعت دل
خدا کے ساتھ حاضر ہو تو بہشت سے بہتر ہے بلکہ ہزار بہشتیں اُس ذرہ سی ساعت پر سے قربان کریں تو بھی
وہ مفت ہاتھ آئے ؎ بفراغ دل زمانے نظرے بخوبروئی :: بہ از انکہ چتر شاہی ہمہ عمر ہائے ہوئی :: فرمایا
جب مسایل کلامیہ میں فضیلت صحابہ میں کلام ہوتا ہی میں کچھ مباحثہ نہیں کرتا بخوف اتہام کے لیکن مخلصان
اصحاب وقت سے اگر تاکید و قسم کے بعد کبھی بحث کی بھی ہے تو عقیدہ میرا دل سے سچا ہے۔ افضل صحابہ
ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر علی رضی اللہ عنہم مگر بفظی بحث جو کچھ آتی ہی میں کہتا ہوں اور بیگانوں
کے سامنے تو اتنا بھی نہیں کہتا فرمایا علماء نے اختلاف کیا ہے کہ مسلمان کے واسطے موت تحفہ ہے یا

زندگی بعضوں نے زندگی کو کہا ہے اور بعضوں نے موت کو مگر میری رائے یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ میں زندگی بہتر اور اُنکے زمانہ کے بعد موت۔ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اُنکے
اصحاب کا حال پوچھا عرض کیا کہ مجھ سے اپنے یاروں کا حال فرمائیے آپنے فرمایا کسکا حال پوچھتے ہو عرض کیا
عمار کا فرمایا وہ ایمان سے بھرے ہوئے ہیں عرض کیا اور سلمان کا فرمایا اُنکے پاس علم اولین و آخرین ہے
عرض کیا اور حذیفہ کا فرمایا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھید والے ہیں اُنکے پاس منافقوں کا علم
ہے عرض کیا اور آپ اے علی فرمایا کیا میرا حال پوچھتے ہو عرض کیا ہاں فرمایا میں جب مانگتا ہوں تو
دیا جاتا ہوں اور جب میں چپ ہو جاتا ہوں تو مجھ سے ابتدا کیجاتی ہے یعنی میں جب خاموش ہو جاتا ہوں تو
وہ مجھ سے بات کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ میں اُس سے کچھ مانگوں۔ فرمایا قوت القلوب میں لکھتے ہیں
پیغام محبوب مراد ہے۔ فرمایا ہمارے مشائخین اصفیا عاشق ہوئے ہیں مگر شیخ شہاب الدین اور اُنکے
اتباع مردمان بزرگ واصل اور عارف ہوئے ہیں لیکن عشق تو اور ہی عالم ہے۔ اسی ضمن میں یہ گفتگو ہوئی
کہ فقیہوں کو صوفیوں سے مخالفت کیوں ہے فرمایا اس فریق سے صوفیوں کی رہائی ہو سوائے اِس کے
نہیں ہے کہ اپنے تئیں بھی اُنہی جیسا ایک بنالیں اور اُنہی جیسے ہو کر رہیں کسی نے عرض کیا کہ اسکے کیا معنی
ہیں۔ العلم حجاب اللہ الاکبر۔ فرمایا خدا کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب حجاب ہیں سب تو کثیف ہیں
مگر علم لطیف ہے اِس سے نکلنا سخت دشوار ہے۔ اِس علم سے مراد فقہ تفسیر حدیث صرف نحو نہیں ہے بلکہ
اس سے مراد علم باللہ ہے اور وہ علم صفات باری اور ذات باری کا ہے کہ جو دلیل و برہان سے نہیں
بلکہ مشاہدہ اور عیاں سے ہو۔ فرمایا لکھا ہے کہ یہ دو چیزیں خاصتہً بدعت امت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ہیں۔ ایک تو صورت قلندر کی دوسرے یہ کہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہتے ہیں
اور جو لوگ انکو جان سے زیادہ عزیز ہیں اُنکو مار کر ٹکڑے کر ڈالتے ہیں اُنکی عورتوں اور فرزندوں کو قید کر کے
ذلیل کر کے لوٹتے ہیں اور ایمان پھر بھی باقی رہتا ہے نہ ہے ایمان اور نہ ہے دین۔ فرمایا ھو الا ھو
لا ھو کے کیا معنے ہیں یعنی ماہیت خداوند تعالیٰ کی ذات سے زیادہ نہیں ہے ماہیت اُسکی عین ذات
ہے اور صاحب لطائف قشیری کا سخن کہ گونہ وجود یہی معنی رکھتا ہے۔ فرمایا صوفی کہتے ہیں کہ اگر کسی کو

حرام کے ساتھ احتلام ہوا اُسکی توبہ مستقیم نہوگی فرمایا طالب کی شرط یہ ہے کہ اُسکے بغیر اختیار کے دل میں
طلب پیدا ہوا گر تمام اہل عقل و تجربہ کہیں کہ اس مطلوب کا ملنا محال ہی ہرگز وہ اُنکے کہنے کی طرف ملتفت
نہو اگرچہ وہ بسبب طبیعت بشری کے اپنے تئیں متردد او رمتامل پاوے لیکن خدا نے جو بلا اُسکے دل میں
رکھی ہے اُسکو کسی کے کہنے سننے سے دُور نہ کرے - فرمایا ہر چیز میں ایک آفت ہوتی ہے اور عشق میں
دو آفتیں ہیں ایک ابتدا کی آفت دوسری انتہا کی آفت ابتدا کی آفت یہ ہے کہ عشق اور طلب معشوق کا
اتنا غم اسپر طاری ہوتا ہے کہ اُسکو گھیر لیتا ہے اور اسی طرح ایک مدت گذر جاتی ہی یہانتک کہ اس شخص کو
اسمیں پوری لذت حاصل ہوتی ہے مگر کوئی رستہ محبوب تک پہنچنے کا اُسپر نہیں کھلتا جانتا ہے کہ سوائے
درد و غم کے تیرے پاس کچھ نقد نہیں ہے پھر اسپر بھی ایک مدت گذر جاتی ہے اور وہ درد و غم اُسکی طبیعت
کی عادت ہوجاتی ہے اور نہ لذت وصول اسمیں رہے نہ ذوق فراق - الم جلنے سے یوں ضایع ہوکر ٹھنڈا
ہوجاتا ہی ایں سے کچھ اُس شخص کے ساتھ نہیں رہتا آخر کو خسران اور حرمان رہجاتا ہے نعوذ باللہ منہا
اور آفت انتہا یہ ہے کہ جب (عاشق) وصال معشوق میں پہنچتا ہے لذت وصال میں مشغول ہوجاتا ہی
فراق میں جلنا اور ہجر کا الم اُس سے جاتا رہتا ہے تھوڑے دنوں کے بعد وصال اُسکی عادت اور طبیعت
ہوجاتی ہے یہانتک کہ وصال کا ذوق بھی جاتا رہتا ہے اور مطلوب دو حالتوں سے سوائے ذوق و
خوشی و راحت کے محبوب کے ساتھ دیگر نہیں ہے - فراق بغیر لذت الم کے اور وصال بغیر ذوق کے
کس کام آتا ہے آخر کو مرد کا عشق سرد ہوجاتا ہے اور اُس سے اُسکے پاس کچھ نہیں رہتا عشق چلا جاتا ہی
اور یہ شخص جمال محبوب سے محروم رہجاتا ہے نعوذ باللہ منہا اگرچہ وصال ہے مگر ذوق کہاں جس سے
راحت پاوے پھر وصال کس کام کا مگر برخوردار عشق وہ ہے کہ حالت ابتدا میں فراق کی لذت
اور الم کے ذوق اور ہجر کی سوزش میں مشغول ہوا ور آخر میں جتنا وصال زیادہ ہو اُسکا ذوق
بھی اُتنا ہی زیادہ ہو جب طلب یادہ ہوگی درد پر درد بڑھیگا اور ذوق پر ذوق حاصل ہوگا
ایسے عاشق کو کہتے ہیں کہ اسکا انجام اچھا ہوگا اور یہ اپنے عشق سے برخوردار ہوگا اور پوراحصہ
لیگا - اگرچہ عارف اسکو نقصان کہتے ہیں مگر ذوق تو یہی ہے بغیر اسکے کہ کمال یا نقصان پر نظر

اور فرماتے تھے کہ عوارف مین مسطور ہے کامل کو سماع میں ذوق نہین ہوتا۔ کامل وہ ہے کہ انتہائے عشق کی آفات اسکو بیہوش کر خودی سے بیخود کر دین اور عادت وصول کی ہو جاوے واس حالت مین بعد نہین رہتا۔ اور بوجہ چلے جانے بعد کے ذوق جاتا رہتا۔ اور طبیعت سرد ہو جاتی ہی انتہائے ممدوح کہ کوئی آفت اسکو نہ پہونچی یہ ہے جس کا اشارہ کیا گیا ہے **بیت** مجھے نیست کہ سرگشتہ بود طالب دوست ؛ عجب این است کہ من واصل و سرگردانم ؛ فرماتے تھے کہ حالت ممدوح کی سماع مین یہ ہے۔ کہ خودی سے باہر نہو۔ اپنے آپے مین رہے۔ جو کچھ کھے۔ جو سنے اسکو اچھی طرح جانتا ہو۔ لیکن حالت جو اسپر وارد ہے اس سے حرکات وسکنات غیر معمولی صادر ہو رہی ہین امتناع اس کا صادر نہیں ہو سکتا جس طرح کسی آدمی کو غصہ ہو۔ کہ حالت غیض وغضب مین بھی ایک قسم کی بیہوشی لاحق ہوتی ہے۔ آگا پیچھا کچھ نہین کہتا لیکن یہ حالت ممدوح نہین مقصود سماع سے دل کی توجہ ایک چیز پر کامل ہے۔ اور دوسرے خیالات سے خالی ہونا۔ پس وہ حالت بیخودی مبائن ومقصوت اسکی ہو گی ہر آئینہ ممدوح نہ ہو گی۔ اسکے بعد فرمایا کہ مولانا جمال الدین مغربی کو فصوص پر عبور حاصل تھا۔ یہ مولانا جمال الدین مرد مسافر اور حکیم جہاندیدہ اور پیر کہنہ تھے۔ اکثر مشائخ کی صحبت پائے ہوے۔ آپکی ذات ایک محکم عارف تھی۔ حواشی صاحب فصوص کا رکھتے تھے انکی ایک شرح ہے بنہایت لطیف۔ مین ایک سال تک اُنکے ساتھ رہا۔ اکثر آیات واحادیث اور اُسکی شرح کا تذکرہ رہتا۔ فصوص کے اکثر مسائل بحث مین آئے۔ اور مین نے توجیہہ کی ایک روز ایک مسئلہ میں اُنسے اختلاف ہوا مین نے بطور احسن اپنے بیان کو ثابت کیا مولانا یہ سنکر اسطرح بیدار ہوے جسطرح کوئی سوتا ہوا جاگ اُٹھتا ہے اور فرمانے لگے۔ مکرم سید مین آپکا معتقد ہون۔ آپ ایسی باتین کیون بیان کرتے ہین۔ میں نے اپنی باتوں کے اثبات میں گفتگو کی۔ کہ کسی کو اصلا جائے گرفت نہ تھی۔ اسی طرح چھ ماہ ہو گئے۔ ہر روز مسائل فصوص میں گفتگو ہوتی تھی۔ مین اُنسے اختلاف کرتا۔ اور اپنے بیان کا ثبوت پیش کر کے ثابت کر دکھاتا تھا۔ وہ اسکے جواب مین میر سید صل علی محمد فرماتے تھے۔ اِن کلمات کا کہنا اہل عرب کی عادت ہے۔ اور ایسے مقام پر کہتے ہین کہ زیادہ

گفتگو کی ضرورت نہین ایک روز بہت زیادہ گفتگو ہوئی۔ فرمانے لگے۔ میر سید تھوڑی دیر
ٹھہرو۔ یہ کہکر مراقبہ کے طور پر بیٹھے۔ مولانا جمال الدین اسّی برس کے بڈھے تھے اور اس زمانہ
میں میری عمر بتیس سال سے کچھہ زیادہ تھی مراقبہ کے بعد فرمانے لگے کہ میر سید تم اچھے
درویش ہو۔ اور میں آپکا معتقد ہون۔ یہ کہکر کانوں کو ہاتھ لگایا اور سر نیچے کر لیا۔ اور فرمایا
کہ جس شخص نے سلوک کا راستہ اختیار کیا کبھی ایک شے کے ساتھ مخصوص ہوا خدائے تعالی نے
مجھے دولت اپنے اسرار کے بیان کی دی ہے ہرچند چاہتا ہون کہ میری نظر اپنے سخن سے ساقط ہو
لیکن ممکن نہین اسی سبب سے مجھے اندوہگینی حاصل ہوتی ہے۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ تفسیر
ام المعانی میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو
حج وداع میں ایک مصلحت کے ساتھ کسی جگہہ روانہ فرمایا تھا۔ جب حضرت علی اس مصلحت کو تکمیل
فرمایا کر واپس تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای علی رض تمکو معلوم ہے کہ تمہارے
بعد اللہ تعالی نے مجھے کس کرامت سے مخصوص فرمایا۔ شیر خدا نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول واقف ہے
یعنے مجھے کچھہ معلوم نہین۔ ارشاد ہوا۔ مین نے کل التجا کی تھی۔ کہ رب العزت میری والدین اور چچا
ابو طالب کے اپنے کرم سے مغفرت فرمائے حکم آیا۔ کہ مغفرت خدا کے ایک ہونے اور رسول
یعنے تمپر ایمان لانے کے ساتھ موقوف ہے خیر تم فلان مقام پر جاؤ۔ اور اپنے والدین اور چچا کو آواز دو
وہ زندہ ہو کر تمہارے روبرو آئینگے تم انکو اسلام کی دعوت دینا وہ ایمان لے آئینگے۔ چنانچہ ایسا ہی
کیا گیا۔ اور وے سب آواز سنکر زمین کے نیچے سے نکلے مجپر ایمان لائے۔ اور عذاب سے
چھوٹ گئے۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ عجیب ہے۔ اور مین نے صرف ام المعانی میں دیکھا ہے
اسکے سوا یہ روایت کسی اور کتاب مین نظر نہ آئی۔ میر سید گیسودراز رح کی تصانیف کے
منجملہ ایک کتاب اسمار ہے اس میں بطور سمر بہت حقایق اور معارف لکھے ہین۔ ایک سمر
یہان نقل کیا جاتا ہے سمر چہل و نہم - ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے واقعہ میں نظر آیا
کہ ایک چہل ہے لمبائی اور چوڑائی اسکی مجھے معلوم نہین لیکن کمر تک گہری ہے۔ اسمین

ایک جماعت جاری ہے میں بھی اُنہیں مین ہوں۔ اُنہین مین ایک لڑکی ہے عمر اُسکی قریباً پندرہ
برس کی ہوگی۔ ہم سب برہنہ ہین وہ لڑکی ایسی حسین اور خوبصورت ہے۔ کہ چاند اور
سورج اُس کے جمال سے شرمندہ ہین بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ جنت کی حوریں اُسکے
پسینہ سے پیدا کی گئی ہیں بجا ہے۔ یہ لڑکی قریباً ایک فرسنگ ہم سے دور ہے اُسنے مجکو
دیکھا اور بلایا۔ لوگ جس طرح بارات کو عروس کے مکان پر لیجاتے ہین اسیطرح مجھے دولہا بناکر
اُس لڑکی کے پاس لے گئے اتنے میں ایک شخص غیب سے پیدا ہوا۔ اور مجھپر چادر ڈالی۔
کیا دیکھتا ہوں۔ کہ مین خود عین دختر ہو گیا ہون۔ وہ میری عاشق ہے اور مین اس کا عاشق
اسی اثنا میں میرے اور اس لڑکی کے فیما بین حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوے اور کہنے
لگے انا ابن اللہ یہ سنکر ہم دونون مین جھگڑا ہونے لگا میں کہتا تھا کہ عیسی میرا لڑکا ہے
اور وہ لڑکی کہتی تہی کہ نہین میرا بیٹا ہے حضرت یہ کہ عیسی علیہ السلام کو اس سے انکار ہے
وہ فرماتے ہین۔ کہ مین نہ تیرا لڑکا ہون اور نہ اس لڑکی کا بیٹا ہوں میں تو خود بخود پیدا ہو گیا ہوں
مگر وہ لڑکی بدستور مصر ہے کہ عیسی مجھسے ہے۔ اور مین خود کو عین آدمی (مرد) پاتا ہون
اور وہ پانی جو بیان کیا گیا معلوم ہوتا ہے کہ سر لیسیم میں ہوں واللہ اعلم۔

محمد سید بن جعفر رضا المکی الحسینی

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی نور اللہ مرقدہ کے اعاظم خلفاء سے ہین۔ توحید وتفرید
مین مقام عالی رکہتے تھے افراد اولیاء مین انکا شمار کیا گیا ہے انہون نے جو اپنا حال خود اپنی
قلم سے لکہا ہے اور اسمین خود اپنے مراتب اور مقامات کا ذکر بیان فرمایا ہے اسکو معائنہ کرتے
ہوے عقل حیران ہوتی ہے اور بے شبہ تسلیم کرنا ہوتا ہے کہ آپکی ذات فی الواقع اکمل
اولیاء تہی۔ آپکی تصانیف کے منجملہ ایک کتاب ہے بحر المعانی اس کتاب مین توحید مطلق تصوف
وعلوم متعارفہ وغیرہ کے مسائل لکھے ہین اور بے شمار اسرار تصوف کو فاش کیا ہے طرز
تحریر بالکل مستانہ ہے اسکے سوا آپ کی تصنیف میں دو کتابیں۔ دقائق المعانی اور حقائق المعانی

ارقام کا ذکر کیا ہے خدا واقف ہے کہ یہ دونون کتابین معرض تحریر و تصنیف مین آئی ہین
یا نہیں اُنکے علاوہ اور بھی تصانیف ہیں ایک رسالہ روح کے بیان میں لکھا ہے۔ اسکا
نام فتح نکات ہے نیز بحر الانساب نام کتاب تصنیف فرمائی ہے اس مین بیان نسب اہل بیت
و رسالت تحریر کیا ہے اور اپنی نسب کو ملایا ہے سید محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب جواہر کنز بیان
اور جس قدر اپنا حال بیان فرمایا ہے اس سے دعاوی کی تصدیق ہوتی ہے۔ شیخ نے عمر بھی دراز
پائی۔ زمانہ محمد تغلق سے سلطان بہلول لودہی کے وقت تک زندہ تھے اس حساب سے آپکا
سن سو سال سے زیادہ ہوتا ہے۔ آبائے کرام عظام آپکے شرفاء مکہ معظمہ سے تھے۔
اس پاک مقام سے دہلی تشریف لائے اور بعدہ سرہند شریف مین اقامت گزین ہوئے
کہ مدفن شریف اسی پاک خطہ مین ہے بحر المعانی مین تحریر فرماتے ہیں کہ مین نے ساٹھ برس تک
علم ظاہر تحصیل کیا۔ اور کسب کمالات مین مشغول رہا یعنی علم حقیقی۔ اور حصول معرفت سے غافل تھا
اس کے بعد تیس سال تحصیل علم روحانی مین مالوف رہا کہ اب جو کچھ ورد اسناد ہین اسکو مین ہی
جانتا ہون۔ آپ محبوب حکم خواطر اہل ظواہر اور انکی عقول کے درمیان ایک نہایت بڑا پردہ
حائل ہے اگر مین اس کا ایک شمہ تحریر کرون تو انکو اسکے استماع کی طاقت نہوگی یہ جو معروف
و مشہور ہے اور خلق خدا اسمین گفتگو کرتی ہے مین نے چالیس برس ہوئے اس سے توبہ
کرلی ہے اسی کتاب مین ابدال اوتاد۔ افراد۔ اور تمام رجال اللہ کا بیان اور انکی تعداد
لکھی ہے اور پورے طور سے اس کا بیان کیا ہے کہ اس سے زیادہ لکھا نہیں جا سکتا
نیز تحریر فرمایا ہے کہ مین نے ان سب سے ملاقات کی اور فیض حاصل کیا ہے۔ علاوہ چہل تن
ابدال کے اور تین سو پچاس ابدال سے اُن پہاڑون میں جہان دریائے نیل کا مخزن
ہے ملاقات کی ہے۔ انکی خورش درختون کی چھال وغیرہ ہے اور تحریر فرماتے ہیں
کہ طائفہ افراد کا کوئی عدد معین نہیں شمار سے باہر ہین۔ اور عوام الناس کی نظر سے پوشیدہ
البتہ انہین سے قطب مدار اور بعض اقطاب ظاہر ہین ہرگاہ کہ افراد کامل کو سفنا ہے عزت علی

کرم اللہ وجہہ ہین سلوک مین ترقی کرتے ہین اور قلب مبارک حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر
پہونچتے ہین اس سے ترقی کرکے آنحضرت کے حالات سلوک میں قدم رکھتے ہین انکو قطب حقیقی کا
مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اس مقام سے ترقی کرکے مقام معشوقی حاصل کرتے ہیں اے محبوب تمام
اقطاب اور اولیا میں سے صرف دو صاحبون کو مقام معشوقی حاصل ہوا ہے۔ اور یہ دونون برگزیدہ
کون ہین انمین سے ایک حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اور دوسرے حضرت
سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رضی اللہ عنہما ہین۔ اے محبوب یہ جو کچھ مین نے
بیان کیا ہے۔ اور آیندہ کرونگا۔ یہہ غلط نہیں بلکہ میرا خاص مشاہدہ ہے۔ اے محبوب ایک روز
مین حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ دریائے نیل مین کشتی پر سوار تھا۔ ان دونون حضرات کا
تذکرہ درمیان مین آیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ فی الحقیقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی
اور نظام الدین اولیا قدس سرہما مقام معشوقی مین تھے اول الذکر محبوب سبحانی۔ اور دوسرے
محبوب الٰہی کے رتبہ سے سرفراز۔ پھر تحریر فرماتے ہین۔ کہ اے محبوب مین انیس سال عالم صحو مین اور
اکیس سال عالم سکر یعنی مدہوشی مین تہا۔ کہ مجھے مطلقًا دنیا ومافیہا سے خبر نہ تھی۔ اس عرصہ مین زیر
حمایت یعقوب تہا۔ کہ وہ قطب اس اقلیم کے تھے انہون نے ہی مجھسے بیان فرمایا کہ تم اکیس سال عالم
بیہوشی میں رہے۔ اسکے بعد بہ توجہ پیر دستگیر خود مقام مستی سے عالم فردانیت مین ہون۔
فریدم فرو بنشستم کہ در خود + ز فردیت بسے انوار دارم + اگر موسیٰ نیم موسیٰ چہ ہستم + درون سینہ موسیقار دارم
اے محبوب ابن عربی رح نے فصوص میں تحریر فرمایا ہو شیخ منصور حلاج پر مقام تجلی ذات ہویدا تھا اور رتبہ
افراد کا رکھتے تھے میرا خیال ہے کہ منصور کو ہرگز مقام تجلی ذات حاصل نہ تہا۔ اگر یہ درجہ حاصل ہوتا وہ
ہرگز انا الحق نہ کہتے۔ اور شیخ بایزید بسطامی سبحانی ما اعظم شانی کا نعرہ نہ لگاتے۔ کیونکہ مقام تجلی ذات مین
محویت ہے اور زبان صرف مقام تجلی صفات میں کام دیتی ہے۔ اے محبوب جب درویش تجلی صفات مین
مستغرق ہوتا ہے پس خود کو اسکے جمال صفتی سے کسی صفت میں متصف پاتا ہے یعنی ذات جایز الوجود
صفات واجب الوجود میں مستغرق۔ نور جمال صفات سے التذ کرتا ہے اور اوس صفت واجب الوجود سے

تذکرہ کیا جاتا ہے۔ کہ سبحانی۔ وانا الحق۔ ان اللہ لینطق علی لسان عمر اسی جگہہ سے مراد ہی۔ کیا کہون
اگر آج ابن عربی زندہ ہوتے۔ میں انکو سمجھاتا۔ ان کلمات کا سمجھنا مشکل ہے۔ اور میں کسی وقت
اسکی شرح کرونگا ای محبوب جب مین نے بتوجہہ حضرت فرد حقیقت شیخ نصیر الدین محمود رح مقامات
سلوک میں ترقی کی اور تجلی صفات سے تجلی ذات اور وہان سے مقام فردانیت مین آیا مین نے
حضرت فرد حقیقت کو دیکہا۔ ذکر نفی فرماتے ہیں میں آپکے قدمون مین گر پڑا۔ آپنے زبان مبارک سے
ارشاد فرمایا کہ ای شہباز میدان عالم لاہوت اور ای پاک آمدہ از عالم جبروت۔ وای باختۂ عالم ملکوت۔
وناسوت۔ یہ فرماکر میری آنکھوں میں ایک سلائی پھیری۔ اور فرمایا کہ یہ سلائی نور جمال ذات کی ہے
اور یہ واقعہ ۷۱۱ھ میں ہوا تھا۔ اسکے بعد جب رات ہوئی میں ہوا مین اڑا۔ اور شہر ختلان سرزمین
مصر مین پہونچا اور شیخ احمد سمنانی رح کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت شیخ اس زمانہ میں قطب
مدار عالم تھے آپ نے بہی وہی کلمات فرمائے جو مخدوم فرد حقیقت نے فرمائے تھے آپنے مجھے اپنے
حجرے کی کنجی مرحمت فرمائی اس حجرے مین دو شخص اور تھے ایک صوفی۔ اور دوسرا مستعلم بعد نماز
شام مین پہر عالم طیر (ہوامیں اڑتا) میں ہوا۔ نماز عشا بجماعت شیخ احمد سمنانی رح کے ساتھ
ادا کی۔ اور تہائی رات گذرنے تک قرآن شریف کے تین ختم کئے بلکہ سترہ سپارے اور
زیادہ پڑہے اسکے بعد مین نے اپنے جسم کو دیکہا۔ کہ تمام نور ہو گیا تھا اور عرش اعظم کے گرد محیط تہا
اور عرش عظیم میری آنکھون میں ایک رائی کے دانے کے برابر نظر آتا تھا۔ اس کے بعد جب
مین نے اپنے جسم پر نظر کی پہرے تمام بال جداگانہ میری صورت سے
متشکل ہو گئے تھے پھر یہ صورتیں محو ہونی شروع ہوئین بعدہ
پہر مین نے نظر کی دیکہا کہ تمام عالم جملہ افلاک و نفوس بلا
کیف ہونے شروع ہوئے اور تمام تجلیات صفات افعال۔ اسما، و آثار محو ہونے لگ
ای محبوب محو در محو ہی ہی۔ اسی طرح طرفۃ العین میں ہفتاد ہزار عالم تجلیات کی سیر کی اور کلام بے واسطے سنا
بعد
حکم فرمان ہوا یا عبدی جلالی حجاب جمالی وجمالی انوار جلالی وانت ما بین الجلال والجمال اس کلام کے

تجلی ذات سے مشرف ہوا - کہ اُسکی کیفیت مشاہدہ سے متعلق ہے - اسی روز اور اُسی تاریخ کو مقام لاہوت سے پھر مقام فردانیت
مین نزول کیا - اور اس واقعہ کے بعد سترہوین روز پہر عالم صحو میں آیا - کہ حجرہ شیخ احمد سمنانی مین یہ اشعار پڑھ رہا تھا
ے از شراب شوق مین گشتم مست او + ہست من گم گشت اندر ہست او ؛ بود ما در بود او تا بود شد ؛ ہر چہ جز غیرش
بد آن مردود شد ؛ چو مجرد گشتم از ہستی تمام ؛ نے وجودم ماند آنجا و نہ نام ؛ چون شدہ فانی محمد از وجود ؛ غیر او دیدہ
کہ کس دیگر نبود ؛ پس ای محبوب بعد وارد ہونے تجلی ذات کے مین شیخ احمد سمنانی کے حجرے میں بیہوش پڑا رہا
سترہ روز تک حضرت شیخ میرے حجرے مین تشریف لاتے اور میری پیشانی پر بوسہ دیتے اور واپس چلے جاتے تھے
اگر حضرت شیخ کو میرے حال سے اطلاع نہوتی - میرے ساتھ کے حجرے مین رہنے والے مجھے مردہ تصور کرکے
ضرور دفن کر دیتے قصہ مختصر سترہ روز کے بعد مین پہر عالم ہشیاری مین آیا - اور اسکی وجہ وہ سبد تجلی ذات تھی
ہشیار ہونیکے بعد میں جسطرف نظر اُٹھا کر دیکھتا تھا مجھے نور ہی نور نظر آتا تھا - کہ اس فقیر کے ساتھ متصل ہے - اور یہ صورت
افاقیہ مقام فردانیت ہے کہ تمام کائنات پر بسبیل فتوحات قابض ہے اور یہ سب انفاس متبرکہ حضرت فرد حقیقت رض
کا ظہور تھا - کہ ایک روز سلطان المحققین میر کبیر جعفر نصیر الدین فقیر حضرت مخدوم العالم شیخ نصیر الدین محمود نور اللہ
مرقدہ کی خدمت میں حاضر تھے - حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جعفر محمد شاہ باز میدان لاہوت ہے - تین سو اسی سے
زیادہ اولیاء اللہ افراد و اقطاب سے اسکو نعمت حاصل ہوگی - یہ اس زمانہ کا ذکر ہے - کہ فقیر مخدوم
مولانا شمس الدین یحیی خلیفہ حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہما سے تلخیص پڑھتا تھا - الحمد للہ رب العالمین
ای محبوب جب ان مقامات کا وصول ہوا - یہ ابیات زبان سے جاری ہوئیں ے گفتم اکنوں من ندانم
کیستم ؛ بندہ بارے نیستم پس چیستم ؛ بندہ شد محو آزادی نماند ؛ ذرۂ در دل غم و شادی نماند -
بے جہت گشتم نگشتم بے جہت ؛ عارغم اماندانم معرفت ؛ می ندانم تو منی یا من تو ئی ؛ محو گشتم در تو
و گم شد دوئی ؛ ای محبوب گم شدہ کو یہ گفتار کہان سے حاصل ہوتی ہے جسنے تذکرہ کیا ہے - تجلی صفات
مین کیا ہے - جب میں چاہتا ہون کہ تمکو کچھ تحریر کرون - تجلی ذات سے میدان صحو مین
قدم رکھا ہے اسی وجہ سے یہ لکھ رہا ہون - ورنہ مین کہان اور یہ کلمات کہان - آن محبوب کو چاہیے کہ فقیر
کے حق مین دعا کرین کہ عالم صحو مین رہون - کہ فوائد تحریر مین آئیں - ای محبوب نیک تامل کرے اور کیا کہون

خانہ شہرت سے وداع ہو۔ ای محبوب مردانہ درآئی کا تذرین راہ تنے بوسے ہی خرمندونے رنگ گلی زسر
وجود پیچیدہ افتادہ مباش در رہ تنگ ہا زتار مغانہ برمیاں بندآ و آنگہ بکلیسان کن آہنگ میان یقین کہ درد
وعالم اللہ ماہ توجہ تولیت فرنگ۔ یہ مکتوب شریف سلخ ماہ شوال ۷۲۲ھ میں تمام ہوا۔ بحر المعانی مین تحریر فرماتے
ہین کہ جو کچھ میری زبانی قلم سے نکلتا ہے وہ میرے دل کا اقتباس ہوتا ہے۔ اور میرا دل میری روح سے اقتباس
حاصل کرتا ہے۔ اور میری روح حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ کی روح بافتوح سے فیض حاصل کرتی ہے۔ اور جناب مخدوم
کی روح کو روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے واسطے بے حرف بے آواز فیض حاصل ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر یہ اسرار من جانب اللہ وارد وظاہر ہوتے ہین ای محبوب اگر اور زیادہ تحریر کرون مشکل در مشکل ہے تم یقین جانو کہ یہ معارف
اور کلمات جو بحر المعانی مین لکھے گئے ہین انکو حضرت خضر علیہ السلام نے ساٹھ سال تک مجھسے دریافت کیا لیکن مینے نہ بتایا
اور وہ ابتک مجھسے دریافت کرتے رہتے ہین لیکن مین نہیں بتاتا۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ شروع حال میں مجھے انسے ملاقات کی تمنا
تھی جب شرف ملاقات حاصل ہوا۔ مین نے یہی واقعات حضرت خضر سے دریافت کئے جسقدر انہون نے بتایا اس سے
مجھے سیری حاصل نہین ہوئی۔ اب انکو دریافت کی بیحد تمنا ہے اور مجھے احتراز۔ اور اسکا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی جان کی حفاظت مین
معروف ہین۔ اور مجھے اگر ہزار جانین پے در پے عنایت کرین۔ مین انکے چھوڑنے کے خیال مین منتظر ہون۔ ای محبوب
تو بھی جانثاری اور جان سپاری کے خیال مین مالوف رہ۔ کہ خضر جیسے سینکڑون تیرے پیچھے پیچھے سرگردان رہیں
خیر الکلام ما قل و دل۔ دامن گیر ہے۔ یہ تمام کلمات باجمال تحریر کر رہا ہون اگر مفصل لکھون۔ اونٹون پر لادنے کے لایق بوجھ
ہو جائے یہ تمام کلمات قرآن شریف کی شرح میں ایک لفظ اس سے باہر نہیں۔ اور بحر المعانی میں تحریر فرماتے ہین کہ مین تیس سال آستانہ
شاہان لایزالی پر پیشانی کو گھساتا تین ماہ اور بارہ روز اپنے پیر حضرت فرد حقیقت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رح کی خدمت
مین حاضر رہا۔ بعد ارادت کے یہی کام خدمت کی کرتا تہا پانچون وقت وضو کراتا تہا۔ اور شام کو چراغ جلاتا اور استنجا کے واسطے
ڈھیلے صاف و ہموار اپنے رخسارون پر ملکر رکھتا یہ زمانہ محمد تغلق کا تہا اس زمانہ مین میرے والد منقطع حلافہ نکہایت تھے۔ ایکہزار
تین سو سوارون کے افسری انکے سپرد تھی اسکے بعد اپنے پیر کی اجازت سے تین سو بیاسی اولیا کی زیارت کی ہر ایک فقیر نے بہت
شفقت فرمائی اور نعمت جو انکے پاس میرے لیے امانت تھی سپرد کی اور اہل سلوک ظاہر جسطرح اہل ظواہر نے سمجھا ہے اور یہ کلام
بہت آسان ہے۔ اور بحر المعانی مین ان تین سو بیاسی بزرگون کے حالات نام بیان اور تمام عالم کا عجائب و غرائب

حالات کے ساتھ اور جو جو واقعات سفر و حضر میں پیش آئے اور انکی خدمتوں میں پائے اور دیکھے سب تفصیل وار بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ صفوان بن قعصی کو جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایمان لائے تھے میں نے انکو ایک غار میں مشغول یاد الہٰی دیکھا ہے جس دن میں نے انکی قدمبوسی کی تھی اسوقت انکی عمر نوسو بانوے برس کی تھی فرماتے تھے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے واسطے درازی عمر کی دعا کی ہے۔ اس قصہ کو بحرالانساب میں کہ وہ بھی ان ہی کی تصنیف ہے ذکر کیا ہے یہ واقعہ غرائب سے خالی نہیں ہے کیونکہ اصول کتب احادیث اور سیر سے موافق نہیں واللہ اعلم کہتے ہیں اے محبوب اس فقیر نے عالم کی سیر کرنے میں جتنے مذاہب دیکھے ہیں اور ان مذاہب والوں سے بحث و تکرار کی ہے اگر بالتفصیل لکھے جائیں تو بحرالمعانی اونٹوں کا بوجھ ہو جائے۔ اور بحرالمعانی ہی میں ایک جگہہ لکھتے ہیں کہ بحرالمعانی کے جتنے کلمات مجھپر وارد ہیں اگر ان سب کو قلم میں لاؤں تو عالم سلامت بالکل ٹوٹ جائے۔ اپنے جد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیرت سے ڈرتا ہوں کیونکہ میں دو غیرتوں کے بیچ میں ہوں ایک تو میں غیرت والا ہوں دوسرے خدا مجھسے زیادہ غیرت والا ہے اے محبوب موسیٰ علیہ السلام باوجود علم نبوت و علم ولایت کے خضر کے تین علموں کا تحمل نکرسکے اور خضر برسوں سے میرے کلمات کے پیچھے سرگردان ہیں اے محبوب جب موسیٰ علیہ السلام اسرار الہٰی کی تین حرکتوں کو نہ اٹھا سکے اور تو اے محبوب گدائے کوئے محمد دریوزہ ہے بحرالمعانی کے تمام کلمات کا حامل ہوا ہے اگر موسیٰ علیہ السلام اب زندہ ہوتے انسے کہا جاتا جو کچھ کہا جاتا۔ پس اس بے انتہا نعمت کا شکر بجالا اور ہمت کو بلند رکھ تاکہ ذوایق المعانی بھی تیرے واسطے لکھوں اور روز میرے واسطے دعا کر تاکہ میری زندگی مجھکو مدد دیوے ؎ از دعائے زاہداں چوں بر نیاید کار من ؛ شاہد انرا بوسم تاکہ دل کارے کند ؛ بحرالمعانی کے آخر میں لکھتے ہیں۔ جمعرات کے دن ساتویں محرم کو چھبیسواں مکتوب لکھ رہا ہوں اور قلم کو اسرار عشق میں چلا رہا ہوں اسوقت قلم اس محل میں کہ زرعبا نزد حبا پہنچا میرے فہم اور حال میں پہنچے اسوقت میں نے سر زانو پر رکھا حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسجد قبا میں کل صحابہ کرام و اولیاء عظام کے ساتھ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لیکر حضرت فرد حقیقت خواجہ مخدوم

نصیر الدین محمود تک جلوہ افروز ہیں حضرت رسالت نے میری طرف مخاطب ہوکر فارسی میں فرمایا اے
فرزند مست حضرت لم یزل ولا یزال بحر المعانی کو لا میں نے فوراً وہ پینتیسوں مکتوب مع اس چھتیسویں
مکتوب کے جو ابھی شروع کیا تھا حضرت کے دست مبارک میں دیا حضرت نے سرعت نبوت کے ساتھ
سب پڑھ لیا اور فرمایا الحمد للہ الذی الہمک یا ولدی علم الاسرار یعنی حمد ہے اس خدا کو
جس نے الہام کیا تجھکو اے میرے بچے علم اسرار کا پھر فرمایا ارشدک اللہ فی زیادۃ علمک تجھکو
رشد دے اللہ زیادتی علم میں۔ پھر فارسی زبان میں فرمایا اے یارو یہ بحر المعانی کا مصنف ایسا مرد ہے
کہ قرآن شریف کی حقیقت معانی کو بیان کرتا ہے اگر تمام روئے زمین سے علم کی کتابیں ڈھونڈ الیں
اور ایک ورق لکھا ہوا نہ ہے یہ شخص قلم اٹھا کر سب کو لکھ دیگا۔ بعدہٗ فرمایا اے فرزند مست لم یزل لا
یزال ان اسرار سے زیادہ مت لکھنا کیونکہ امور شریعت میں قصور ہو جائیگا اور اہل شریعت کی
طبیعت میں نفرت ہو جائیگی میں نے قبول کیا اور بحر المعانی کو اسی مکتوب پر ختم کر دیا۔ اے محبوب
بحر المعانی کو حضرت رسالت نے حضرت علی کو دیا حضرت علی نے ملاحظہ کر کے حضرت خواجہ حسن
بصری کو دیا خواجہ حسن نے خواجہ عبد الواحد بن زید کو دیا اسی طرح سے تمام مشائخین نے حضرت
فرد حقیقت مخدوم خواجہ نصیر الدین محمود تک ملاحظہ کیا۔ اے محبوب اس فقیر کو منتظر سمجھو دقائق المعانی
کے لکھنے میں حضرت رسالت کی اجازت ہوئی اور میں نے لکھنا شروع کیا حضرت نے جو یہ فرمایا ہے کہ
خدا تجھکو زیادتی علم کرے اس سے مجھکو امید ہے کہ اجازت ملجائیگی۔ بحر المعانی میں لکھتے ہیں کہ
حضرت شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں رایت ربی فی المنام علی صورۃ امی یعنی دیکھا میں نے
اپنے رب کو خواب میں بصورت امی کے اس امی سے کیا مراد ہے یہی اللھم صل علی محمد النبی الامی
اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیری۔ اے محبوب غیری میں یا نسبت ہی نہ یا متکلم یعنی لا یعرفہم
غیری وغیر احبائی یعنی خود حضرت صمدیت جلت قدرتہ اپنے محبوں کو پہچانتا ہے اور اسکے محب بھی
ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں مگر ان کو وہ لوگ نہیں پہچانتے جو محب نہیں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ روح کی
مواج سماع ہے اور قلب کی مواج نماز ہے۔ فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انی لاجد

نفس الرحمان من جانب الیمن ای صوت الیمن یعنی پردہ یمنی اُس محبوب کا سُنا جاوے کہ کیا
آواز ہی۔ ہندوستان میں جسکو بسنت راگ کہتے ہیں پردہ یمن سے اُسکو کھینچکر نرم کرتے ہیں
حضرت رسالت نے اپنے سماع کو نامحرمیوں کے سبب سے کنایہ میں کہا ہے۔ اے محبوب علما ظاہر نادان
ہیں یہ کیا جانیں ہیں کیا لکھتا ہوں افسوس کوئی ایسا نہیں جس سے میں کچھ کہوں۔ محرر سطور
عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ کلمات اہل سکر وحال کے کہ جو حالت ذوق وشوق میں واقع ہوتے ہیں عقل
وقیاس کے قاعدوں سے بالکل باہر ہوتے ہیں اسمیں شک نہیں کہ یا نسبت مشند ہوتی ہی اور بے
ضرورت کے اُسکے تخفیف نہیں واقع ہوتی۔ علما وعرفا ومشائخ کی مانی ہوئی بات ہے کہ یہ ایک
مشہور شہر ہے مگر جو ذوق ووجد سے لوائح اسرار پر بعضے مجاذیب اہل محبت سے چمک پڑتی ہے وہ
نہ قبول کیا جاتا ہے اور نہ رد کیا جاتا ہی۔ قدس اللہ اسرارہم۔ بحر المعانی کے بعض اشعار میں سے ایک
غزل ہے **غزل** اے صورت تست جہان معنی ؛ با صورت تست جان معنی ؛ یکسر شاخ گلے
بستہ صورت ؛ از صورت تو بیان معنی ؛ در صورت وصف تو محمد ؛ تا حشر نہادہ خوان معنی ؛

ذکر سید جلال الدین بخاری۔ لقب اُنکا مخدوم جہانیاں جہان گشت ہے۔ علم ولایت
وسیادت کے جامع تھے شیخ الاسلام رکن الدین ابو الفتح قدس سرہ کے مرید ہیں اور حضرت مخدوم
خواجہ شیخ نصیر الدین محمود کے خلیفہ ہیں امام عبد اللہ یافعی سے مکہ معظمہ میں بہت ہم صحبت رہے
ہیں خزانہ جلالی میں (جو اُنکا ملفوظ ہے) اُنسے بہت روایات نقل کی ہیں۔ آپنے سیاحت بہت
کی اور بہت ولیوں سے نعمت پائی ہے یہ بات مشہور ہے کہ جب کسی سے معانقہ کرتے جو نعمت
اُسکے پاس ہوتی چھین لیتے یعنی اتنی توجہ او خدمت کرتے کہ وہ شخص بے اختیار نعمت دیدیتا۔
تاریخ محمدی میں لکھتے ہیں کہ اُنہوں نے اول خرقہ اپنے چچا شیخ صدر الدین بخاری سے پہنا۔ اور کلاہ
ارادت اور خرقہ تبرک شیخ عفیف الدین عبد اللہ المطری سے حرم شریف نبوی میں پہنا۔ اور دو
برس اُنکی صحبت میں رہکر کتاب عوارف مع چند اور کتابوں کے اُنسے پڑھیں اور طریقت کو اخذ کیا
اور ذکر کی تلقین پائی۔ شیخ عفیف الدین نے فرمایا ابھی تمہاری معراض رانی باقی ہی جب یہ

کازروں میں پہنچے شیخ امام الدین برادر شیخ الاسلام امین الحق والدین نے فرمایا کہ شیخ الاسلام
امین الدین نے مجھکو رحلت کے وقت وصیت کی ہے کہ سید جلال بخاری میری ملاقات کے قصد
سے اُچہ و ملتان سے گئے تھے شیطان نے اُنکے رستہ میں جھوٹھ کہدیا کہ شیخ امین الدین رحلت کر گئے
اب سید جلال الدین مکہ معظمہ کیطرف گئے ہیں وہاں سے واپس ہوتے ہوئے کازروں میں آئینگے
تم انکو میرا سلام پہنچانا اور یہ سجادہ و معراض میری اُنکو دیدینا اور میرا مجاز و خلیفہ کردینا چنانچہ
شیخ امام الدین نے ویسا ہی کیا یہ اُنسے انواع انواع کے استفادہ لیکر واپس آئے اور شیخ الاسلام
رکن الدین سے خرقہ تبرک پہنکر محمد تغلق کے زمانہ میں شیخ الاسلامی اور مسند خانقاہ محمدی پر
سیوستان اور اُسکے مضافات پر متعین ہوئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد سب کو ترک کرکے کعبہ شریف
سفر اختیار کیا۔ یہ چودہ خاندانوں کے خلیفہ تھے سلطان فیروز کے زمانہ میں اُچہ سے دہلی میں تشریف
لائے سلطان فیروز نہایت ادب اعتقاد سے جیسا کہ چاہیے پیش آیا۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت
کو حضرات قادریہ سے کمال محبت تھی خزانہ جلالی میں لکھتے ہیں کہ شیخ محی الدین عبد القادر
جیلانی نے فرمایا ہے۔ طوبیٰ لمن رانی ولمن رأی من رانی ولمن رأی من رأی من رانی
وہ قطب ہیں اور سچے ہیں اس قول سے اُنکے مجھکو بہت امید ہے کہ اس قول کی برکت سے خدا تعالیٰ
مجھپر رحمت کرے پھر یہ سلسلہ جو ایک واسطے سے شیخ شہاب الدین سہروردی تک پہنچتا ہے
شیخ بہاؤالدین زکریا کے سلسلہ سے علیحدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کو دیکھا ہے
جنہوں نے شیخ شہاب الدین سہروردی کو دیکھا اور اُنہوں نے شیخ عبد القادر جیلانی کو نقل ہے
یہ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک طرف سے آگ بلند ہوئی اُنہوں نے خاک کی ایک مٹھی اٹھاکر
شیخ عبد القادر جیلانی کا نام پکار کر لیا اور وہ خاک اُس آگ پر پھینک دی وہ فوراً بجھ گئی۔ تکملہ فارسی
جو مشہور ہے وہ مخدوم جہانیاں کے مریدوں میں سے ایک شخص نے تکملہ روض الریاحین امام
عبد اللہ یافعی کا ترجمہ کیا ہے۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی ولادت شب برات ۷۰۷ھ میں
اور وفات اُنکی عید الضحیٰ کے روز ۷۸۵ھ میں واقع ہوئی مدت عمر آپ کی اٹھتر برس کی تھی

سنا گیا ہے کہ امیر سید علی ہمدانی قدس سرہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے دیکھنے کو تشریف لائے۔ اور
مخدوم کے حجرہ کے دروازہ پر بیٹھ گئے خادم نے مخدوم کو خبر کی کہ سید علی ہمدانی بیٹھے ہیں مخدوم نے
فرمایا ہمہ دان تو سوائے علام الغیوب کے کوئی نہیں ہم انکو یہ کہلا کر اندر نہ بلایا اس بات سے میر سید علی
کی خاطر شریف بہت برگشتہ ہوئی اور ایک رسالہ ہمدان کے معنوں کے بیان میں لکھا اس رسالہ میں
دیکھا گیا ہے کہ ان لوگوں کی شان میں جو اس نام کے منکر ہیں ایسی رد و تشنیع کی ہے کہ جو مخدوم جہانیاں
کی عظمت وجلال کے بالکل لایق نہیں واللہ اعلم۔ **ذکر شیخ علاؤ الحق والدین بن اسعد
اللاہوری**۔ بنگالی خلیفہ ہیں حضرت شیخ سراج الدین عثمان کے جنکا لقب اخی سراج الدین
ہے ابتدا میں اپنے وقت کے دولتمندوں اور اکابرین میں سے تھے بہت سخی و بزرگ تھے آخر میں
شیخ کے مریدوں میں داخل ہوئے اور فقر و گوشہ نشینی اختیار کی۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت شیخ اخی سراج
حضرت خواجہ نظام الحق والدین محبوب الٰہی کی خدمت سے نعمت خلافت لیکر رخصت ہوئے
اور وطن مالوف کا قصد کیا حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کی کہ وہاں (بنگالہ میں) شیخ علاؤ الدین
ایک نہایت زبردست دانشمند و بڑے عالی مرتبہ شخص ہیں میری انکے ساتھ کیونکر نبھے گی (حضرت نے)
فرمایا غم مت کرو عنقریب وہ تمہارے خادم ہو جائیں گے چنانچہ جیسا حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا تھا
ویسا ہی ظہور میں آیا۔ **نقل** ہے کہ شیخ سراج الدین اکثر اوقات سوار ہوتے تھے اور لوگ پکے ہوئے
کھانے انکے ہمراہ کر دیتے تھے شیخ کے خادم آتش گرم کی پتیلی شیخ علاؤ الدین کے سر پر رکھ دیتے تھے یہ
اسکو سر پر رکھے شیخ کے ہمراہ چلتے تھے۔ یہانتک کہ انکے سر کے بال اڑ گئے تھے اور شیخ کا اکثر گذر انکے
اقرباؤں کے گھروں کے سامنے سے ہوتا تھا جو بڑے بڑے عہدوں پر مثل وزارت وغیرہ کے بادشاہوں
کے ہاں ممتاز تھے مگر شیخ علاؤ الدین کے دل میں ذرا تغیر نہ ہوتا تھا۔ **نقل** ہے کہ ایک دن قلندر شیخ
علاؤ الحق الدین کی خانقاہ میں آکر فروکش ہوئے ایک بلی انکے ساتھ تھی وہ کہیں چلی گئی قلندر
کہنے لگے شیخ ہماری بلی لاؤ شیخ نے فرمایا بلی کہاں پاؤ گے ایک قلندر نے کہا ہرن کی شاخ دکھلائی
آپ نے فرمایا شاخ یعنی رسینگ اسی سے پاؤ گے۔ دوسرے قلندر نے کہا حضیرہ پر دکھلایئے آپ نے

فرمایا حقیبہ سے پاؤ گے جب قلندر خانقاہ سے باہر آئے جس نے سینگ کا ذکر کیا تھا اُسکو ایک گائے نے سینگ مارا جس سے وہ ہلاک ہوگیا اور جس نے حقیبہ کہا تھا اُسکا حقیبہ سوجنا شروع ہوا اور وہ اُسی سے ہلاک ہوگیا۔ حضرت شیخ علاؤالحق کا خرچ بہت تھا یہانتک کہ بادشاہ کو بھی حضرت سے غیرت آنے لگی اور کہا کہ میرا خزانہ جو اُنکے والد کے ہاتھ میں ہے وہ انہیں دیتے ہیں اور حکم کیا کہ شیخ میرے شہر میں سے سنارگانوں کو چلے جائیں حضرت دو سال تک سنارگانو میں رہے خادم سے فرمایا کہ پہلے سے دُگنا خرچ کرو۔ باوجودیکہ شیخ کا خرچ بہت تھا مگر کوئی اُستقامت کی چیز مثل جائداد و جاگیر وغیرہ کے نرکھتے تھے صرف دو باغ جو حضرت کے بزرگوں کے تھے جنکا محصل آٹھ ہزار تنکہ نقرہ تھا وہ بھی کسی نے لے لئے آپ نے کسیوقت اُسکا ذکر بھی نہ کیا اور خلقت پر بہت بخششیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جتنا میرے مخدوم اخی سراج خرچ فرماتے تھے۔ میرا خرچ اُسکا عشر عشیر بھی نہیں۔ مزار پاک انکا پنڈوہ میں ہے سنہ۔۔ھ میں انتقال ہوا۔ **ذکر مولانا خواجگی** حضرت مخدوم العالم خواجہ نصیر الملتہ والدین کے مرید و خلیفہ ہیں اور مولانا معین الدین عمرانی کے شاگرد اور قاضی شہاب الدین کے استاد تھے نقل ہی کہ جب یہ دہلی میں تحصیل علم کرتے تھے اُنکی عادت تھی کہ سبق سے فارغ ہوکر حضرت مخدوم العالم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے مولانا معین الدین کو خدمت حضرت سے جیسا کہ ملّاؤں کی عادت ہے انکار تھا اور نہ کبھی حضرت کی زیارت کو حاضر ہوئے مولانا خواجگی کو دونو بزرگوں سے (چونکہ ایک پیر اور دوسرا استاد تھے) بہت اعتقاد اور اخلاص کامل تھا اور آپ اُنکے آپس کی کشیدگی سے بہت ایذا اُٹھاتے تھے اتفاقاً ایکدفعہ مولانا معین کو کھانسی کا اسقدر زور ہوا کہ جسکے علاج سے حکیم عاجز ہوگئے اور مولانا نے زندگی سے ہاتھ دھولیا۔ ایکدن مولانا خواجگی نے عرض کیا کہ اسمیں کیا حرج ہے کہ اگر مخدوم حضرت شیخ مخدوم العالم کی ملاقات کیواسطے قدم رنجہ فرمائیں شاید اُنکی برکت سے خداتعالے شفا دیوے مولانا کو اگرچہ یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی مگر چونکہ تکلیف نے بیچین کر رکھا تھا راضی ہوگئے اور حضرت کی زیارت کو متوجہ ہوکر دروازہ میں سے خانقاہ میں آئے حضرت مخدوم العالم خانقاہ میں سے مکان میں تشریف لیگئے

وہاں کھانا پک رہا تھا آپ نے فرمایا دہی خشکہ بھی چاہیے یہ فرما کر پھر خانقاہ میں تشریف لائے اور
مولانا سے ملاقات کی تھوڑے عرصہ تک باتیں رہیں پھر خادم نے دستر خوان بچھایا اور قسم قسم
کے کھانے لاکر رکھے گئے دہی خشکہ جو بظاہر کھانسی کا مخالف ہے مولانا کے سامنے پیش کیا گیا ہر چند
مولانا نے کھانے سے انکار کیا حضرت مخدوم العالم نے فرمایا کھائیے بسم اللہ الرحمن الرحیم حضرت
کی ہیبت سے مولانا کو بجز کھانے کے اور کچھ نہ بن آیا چند لقمے کھانے کے بعد جب دستر خوان بڑھایا
گیا مولانا کو کھانسی بہت زور سے ہوئی خادم نے طشت حاضر کیا جتنا مادہ بلغمیہ تھا سب اسی
وقت نکل گیا اس دہی خشکہ نے مولانا کو فائدہ کیا اور جتنا انکا انکار تھا وہ سب عقیدت سے تبدیل
ہو گیا اور پھر نہایت خوشی سے بسر کرنے لگے۔ مولانا خواجگی امیر تیمور کے ہندوستان میں آنے
سے پہلے حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے خواب کے بموجب انہوں نے مغلوں کے آنے کی
خبر دی تھی دہلی سے کالپی میں جا کر متوطن ہوئے اور وہیں شہر کے باہر انکا مزار ہے جسکی زیارت
کیجاتی ہے اور برکت لیجاتی ہے۔ **مولانا معین الدین عمرانی** بڑے دانشمند اور استاد
شہر تھے حواشی کنز اور حسامی اور مفتاح انہی کی تصنیف ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب سلطان محمد بن
تغلق نے قاضی عضد الدولہ کو ہندوستان میں بلایا اور مواقف کا حاشیہ اپنے نام سے کرانا
چاہا مولانا کو وہاں بھیجا اور آپ سے وہاں بہت کار ہائے نمایاں ظاہر ہوئے۔ قاضی عضد کے یہاں
نہ آنے کی یہ وجہ ہوئی کہ اس ملک کے بادشاہ نے جب یہ سنا کہ قاضی عضد ہندوستان کا قصد
رکھتے ہیں اس نے ساری سلطنت کو چھوڑ چھاڑ قاضی صاحب سے عرض کیا کہ آپ تخت پر بیٹھیے اور
میں آپکا خادم ہوں میری کل چیزیں سوائے ایک بیوی کے سب آپکی ہیں قاضی عضد نے جب
یہ مروت و ہمت دیکھی ہندوستان کا ارادہ فسخ کیا اور وہیں رہنے کے ارادہ پر مستقیم ہو گئے

ذکر مولانا احمد تھانیسری۔ یہ بھی مریدان حضرت خواجہ مخدوم العالم شیخ نصیر الدین
محمود چراغ دہلی سے ہیں فضایل و علوم ظاہری کے بڑے ماہر تھے اگرچہ انہیں اور مولانا خواجگی
میں بھائی چارہ تھا مگر شہر دہلی کے جانے میں انکا ساتھ نہ دیا یہاں تک کہ افواج قاہرہ گورگانی

پہنچیں اور دہلی کو تاراج کیا مولانا احمد کے متعلقان بھی قید ہوئے مگر پھر فتنہ فرو ہونیکے بعد
چھوڑ دئے گئے اور امیر تیمور کی مجلس میں پہنچے انمیں اور شیخ الاسلام میں جو پوتے مولانا
برہان الدین مرغینانی کے تھے۔ گفتگو مجلس کے تقادم و تاخر میں واقع ہوئی امیر تیمور نے کہا
یہ صاحب ہدایہ کے نبیرہ ہیں۔ مخدوم صاحب نے جواب دیا صاحب ہدایہ جو انکے بڑے باپ تھے
انہوں نے کئی جگہ ہدایہ میں غلطی کی ہے اگر انہوں نے ایک جگہ غلطی کی تو کچھ ڈر نہیں شیخ الاسلام
نے فرمایا وہ کونسے مقامات ہیں جہاں غلطی کی ہے مولانا نے اپنے فرزندوں اور شاگردوں کو اشارہ
کیا تاکہ تقریر کریں امیر تیمور نے بلحاظ آبرو کے اس صحبت کو دوسری مجلس پر موقوف کیا مولانا
وہاں سے مع اپنے اہل وعیال کے کالپی میں آکر متوطن ہوئے اور مولانا خواجگی کے ساتھ بھائی
چارہ کے طریقہ کو جاری رکھا۔ انکی اولاد میں اور قاضی شہاب الدین جو انکے شاگرد اور فرزند
معنوی تھے رنجش واقع ہوئی قاضی نے شکایت ان لوگوں کی مولانا خواجگی کو لکھکر انسے مدد چاہی مولانا
نے یہ دو بیتیں شیخ سعدی کی انکے جواب میں لکھدیں **ابیات** اے بیش از انکہ در قلم آید ثنای تو
واجب بر اہل مشرق و مغرب دعای تو ۔ اے در بقای عمر تو نفع جہانیاں ۔ باقی مباد آنکہ نخواہد بقای تو
مولانا احمد کا مزار قلعہ کالپی کے اندر ہے زیارت کیجاتی ہے۔ انکا ایک قصیدہ ہے نعت میں نہایت
فصاحت و بلاغت کے ساتھ اسمیں سے چند بیتیں لکھی جاتی ہیں

اطار لبی حنین الطائر الفرد
اڑا دیا عقل میری کو آواز نے جانور اکیلے نے

وهاج لوعة قلبي التايه الكمد
اور جوش میں لائی سوزش میری دلکی اکیلے غم نہانی کو

واذکرتنی عهودا بالحمی سلفت
اور یاد دلائے مجھکو وہ عہد جو تھے سبزہ کیلئے گذر گئے

حمامة صدحت من لاعج الكبد
آواز دی کبوتر نے دکھ دینے والے جگر سے

بانت تورقنی والقوم قد هجعوا
رات کو ہی جگائی تھی مجھکو اسوقت کہ قوم سوری تھی

من بين مضطجع منهم ومستند
بعض انمیں سے چت لیٹے تھے اور بعض سند لگائی ہوئے

ما ازار طرفي غمض بعد بعدكم
نہیں جھپکی آنکھ میری بعد دوری تمہاری کے

ولا خيال سرور في خلدي
اور نہ خیال خوشی کا میرے دل میں

ليت الهوى لم تكن بيني وبينكم
کاش نہوتا عشق بیچ ہمارے درمیان میں

وليت حبل ودادي غير منعقد
اور کاش رسی میری دوستی کی جدا ہوئی ہوتی

كانت مواسم ايام دعز تها
تھے ایام درستی اور مواخات کے

دلت سراعا على رغم ولم تعد
چلے گئے جلدی خاک آلودگی سے اور نہ الٹے پھرے

عشنا بها وعيون البين راقدة
رہے ہم اسکے ساتھ اور آنکھیں میان کی سوتی تھیں

والقلب في جذل والدهر في رغد
اور دل خوشی میں تھا اور زمانہ بیچ مدد کے

والهم متصدع والكرب مندفع
اور رنج الگ ہو گیا اور کرب دور ہوا ہے

والجد مرتفع كالانجم السعد
اور کوشش بلند ہوگئی مثل ستاروں نیک کے

والشعب ملتئم والعهد منبرم
اور فتنے ٹھہرے ہوئے تھے اور عہد

والشمل منتظم لم يرم بالبدد
اور پریشانی جمع تھی نہیں پھینکی گئی تھی جنگل میں

حتى استهل غراب البين فارتحلوا
یہاں تک کہ آواز دی کوے جدائی کے تو پس اٹھ گئے سب

عند الصباح وشدوا العيس بالقتد
نزدیک صبح کے اور کسی انہوں نے نیبا اونٹ کا بیٹھو لنسی

من كل هوجاء مرقال غدا فرة
ہر ایک جلدی سے اتراتے ہوئے باتوں کے ساتھ صبح ہی چلدیئے

تبدوا النشاط على الاعباد والنجد
ظاہر کرتے تھے خوشی کو اوپر خوشیوں اور خوشی کے

كانه لم يكن بين الحمى انس
گویا کہ نہ تھا درمیان سبزے کے کوئی انس

الى اللوى وكان الحي لم يغدي
طرف نشاں کے اور گویا کہ کسی زندہ نے صبح نہیں کی

صار واحاديث تروى بعد ما ملوا
ہوگئی وہ کہانیاں کہ بیان کیجاتی ہیں بعد اسکے کہ بھر

مسامع الدهر بالالفاظ كالشهد
انہوں نے زمانہ کے کانوں کو ساتھ الفاظ کے مانند سچی شہد کے

بقيت فردا وراحت الناس كلهم
رہگیا میں اکیلا اور چلدیئے سب آدمی

كالسيف يبقى بلا اغماد الفرد
مانند تلوار کے کہ رہجاتی ہے بغیر میان کے اکیلی

لا عيش بعد ليلات اللوى رغدا
نہیں ہے عیش بعد راتوں لوا کے فراغت سے

ولا وصول الى ذلك الحمى بيدي
اور نہ پہنچنا اس سبزی تک میرے ہاتھ میں

خل الاحاديث عن ليلى وجارتها
چلی گئی باتیں لیلے اور اسکی ہمسائیوں کی

وارحل الى السيد المختار من ادد
اور چلی آئیں طرف سید مختار کے پھیر کھاکر

وليس في الدين والدنيا والاخرى
اور نہیں میرے دین و دنیا و آخرت میں

سوى جناب رسول الله معتمد
سوائے جناب رسول اللہ کے کوئی اور بھروسہ

بَرٌّ رؤفٌ سیدٌ سندٌ ... سهل الفنا رحب الباع والصفد

بخشش کرنے والے بھلائی کرنیوالے سردار سند ... نرم کشادگی کے ساتھ دراز کرنیوالے ہاتھ کے بخشش کیساتھ

رب الندی والجدی والصالحات معاً ... طفلاً وکهلاً وفی شب وفی مرد

خداوند ندی اور جدی اور بھلائیوں ... زمانہ لڑکپن کہولت جوانی وغیرہ میں

بالعلم ملتف بالحلم متصف ... باللطف ملتهف بالبر متسد

علم کے ساتھ یکسو ہوے اور حلم کے ساتھ متصف ... لطف کو اوڑھے ہوئے بخشش کے ساتھ تکیہ کئے ہوئے

بالخلق مشتمل بالرفق ملتحل ... بالحق متصل بالصدق منفرد

خلق کے ساتھ مشتمل ہیں رفاقت کا سرمہ لگائے ہوئے ... حق کے ساتھ ملے ہوئے ہیں صدق میں فرد ہیں

بالشرع معتصم للدین منتقم ... فی الله مجتهد بالله مقتصد

شرع کے ساتھ مضبوط ہیں دین کیواسطے انتقام لینے والے ... اللہ کے راستے میں جہاد کرنیوالے اللہ کے ساتھ قصد کرنیوالے

بالفقر مفتخر بالزهد مشتهر ... بالشکر متزر بالحمد منجرد

فقر کے ساتھ فخر کرنے والے زہد کے ساتھ مشہور ... شکر کیساتھ ازار باندھے ہوئے حمد کے ساتھ منجرد

خطاب مفصلة وضاع مکرمة ... رقاع مظلمة عن کل مضطهد

خطاب مفصلت اور رضاع مکرمت ... اٹھانے والے اندھیرے کے ہر ایک ستائے ہوئے سے

العدل سیرته والفضل طینته ... والبذل شیمته فی الوجد والبدد

عدل ہے خصلت انکی اور فضل ہے طینت انکی ... اور بخشش انکی عادت ہے فراخی اور تنگی میں

اسی طرح سے حضرت کے معجزات وکمالات بیان کیا ہے آخر میں کہتے ہیں

یا افضل الناس من ماض ومن یرد ... واکرم الخلق من حر ومن عبد

اے افضل آدمیوں کے گذرے ہوؤں سے ... اور بزرگ خلقت کے آزاد وغلام سے

افدیک بالروح والقلب المشوق معاً ... والنفس والمال والاهلین والولد

فدا ہوتا ہوں میں روح اور شوق والے قلب سے اکٹھا ... اور جان اور مال اور اہل واولاد سے

قد عاقنی البعد عن مرمای یا سکنی ... وطال شوقی الی لقیاک یا سندی

تحقیق سرکش کردیا مجھکو دوری نے میرے آرام ... اور دراز ہوا شوق میرا آپکی ملاقات کیطرف اے میرے سردار

ویا حیاتی ویا روحی ویا جسدی ... ویا فؤادی ویا ظهری ویا عضدی

اور اے میری زندگی اے میری روح اے میرے جسم ... اور اے میرے دل اے میری پشت اے میرے بازو

ما لی الیک من قطع البید من سبل ... ولیس لی من اصطبار عنک یا مدد

نہیں ہے مجھکو آپ کی طرف جنگلوں کے قطع کرنیکی کچھ گنجائش ... اور نہیں ہے مجھکو اصطبار تجھ سے اے میرے مدد کرنیوالے

وهل تخب بنا خوص مرحمة ... نحو الحمى ونحو البان والنجد

اور کیا موج مارے ہماری ساتھ آپ کی رحمت خاص ... مانند حما اور مانند بان اور نجد سے

وهل اسامر فيها اهلها سحرا — وهل اجر بها الاذيال من برد

اور کیا قصے کہوں میں اسمیں اسکے اہل سے سحر کے — اور کیا سمیٹوں میں اسمیں دامن اپنے سردی سے

ارجو الافادة فی ارض حللت بها — ويا الهف نفسی اذا ما لم تسلم اوفد

امید کرتا ہوں میں ایلچی گری کی جس زمین میں کہ اترا تو — اور اے غم میری جان کے جبکہ میں نے نہیں قاصد بھیجا

عطفا علی ورفقا لی ومكرمة — فليس غيرك يا مولائی ملتحد

مہربانی کے لئے میرے اوپر اور رفاقت کیواسطے اور بزرگی کی میرے لئے — پس نہیں ہے سوائے آپکے اے مولا میرے ٹھکانا

واشفع الله لی فی ان يتطبنی — عن الهوی وذوی الدنيا وعن سدد

اور شفاعت کیجے میرے واسطے یہ کہ بچاوے مجھکو — خواہش دُنیا دی سے اور رد لانے والی چیزوں سے

يارب صل وسلم دائما ابدًا — علی النبی نبی الحق والرشد

اے رب درود و سلام بھیج ہمیشہ ہمیشہ — اوپر نبی کے جو نبی حق اور رشد کے ہیں

محمد احمد الهادی لامته — الی الصراط صراط غير ملتحد

محمد احمد ہدایت کرنیوالے اپنی امت کے — طرف رستے کے جس رستے میں کچھ کجی نہیں

وصحبه ذرية الطاهرين ومن — اصحبهم شغفا فی القرب والبعد

اور اُسکے اصحاب اور ذریت پاک پر اور — جو دوست رکھے اُسکو نزدیکی اور دوری میں

ما لاح برق وما لاح الغمام علی — الی الفلا فكساها حلة العبد

جتبک کہ چمکے بجلی اور ظاہر ہو ابر اوپر — آسمانوں کے نہیں ہے ڈھانکنے والا حلہ عبد کا

واعنق الروض بالازهار مونقة — ممطورة بهمی باكر فرد

اور پوشیدہ ہووے سبزہ زار ساتھ شگوفوں خوش آئندہ — باران رسیدہ کے جو اہر بہت برسنے والے یکتا سے ہو

وما تغرو علی فنن — غصن الاورد منخضل وملتبد

اور جتبک کہ گاوے بلبل اوپر ٹہنگ — شاخ درخت سبز و نو رسیدہ کے

ذکر شیخ صدر الدین حکیم حضرت مخدوم العالم خواجہ نصیر الدین محمود کے خلفاء بزرگ سے ہیں اور حضرت سلطان المشائخ خواجہ محبوب الٰہی کے منظور نظر بھی ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُنکے والد سوداگر تھے اور حضرت خواجہ محبوب الٰہی سے تعلق ارادت رکھتے تھے سن رسیدہ بہت ہوگئے تھے اور کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اسی سبب سے اکثر رنجیدہ رہتے تھے ایک روز حضرت خواجہ کی حالت کیوقت حاضر تھے حضرت نے اپنی پشت اُنکی پشت سے ملی اور فرزند کی

بشارت دی چونکہ انکا اعتقاد خدمت پیر سے بہت درست تھا بقصد استیلا بی بی کے پاس گئے خدا تعالے نے انکو فرزند کا امیدوار کیا جب وہ پیدا ہوئے انکو حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کیا حضرت شیخ نے انکو اپنی گود میں لیا جب تک وہ حضرت کی گود میں رہے اُنکی نظر حضرت شیخ کے جمال پر اس طرح تھی کہ جس سے اثر شعور ظاہر ہوتا تھا حاضران مجلس اسبات کو دیکھ رہے تھے۔ حضرت شیخ نے اپنی جبۂ مبارک سے ٹکرا پھاڑ کر اُسکا کرتہ اپنے ہاتھ سے سیا اور انکو حضرت مخدوم نصیر الدین محمود کے سپرد کیا اور اُنکی عظمت شان و بزرگی مرتبہ سے خبر دی انکی ایک کتاب صحائف ہے نہایت فصاحت و کمال متانت کے ساتھ شامل ادب حقائق و معارف و وعظ و نصیحت کے اور حضرت شیخ صدر الدین حکیم کو فن طب میں پوری مہارت تھی نقل ہے کہ ایک دفعہ انکو پریاں واسطے علاج کے لیگئی تھیں اُنمیں کوئی بیمار تھا تاکہ اُسکا علاج کریں جب اُنکا علاج ٹھیک ہوا اور بیمار تندرست ہوگیا اُنھوں نے آپکو خط لکھکر دیا کہ شہر کے فلاں کوچہ میں جو کتا پڑا رہتا ہے اُسکو دکھادیں حضرت نے خط لاکر اُس کتے کو جسکا نشان بتایا تھا دکھایا کتا اُس خط کو دیکھتے ہی ایک طرف کو چلا اور ایک جگہ کھڑے ہوکر زمین کھودنے لگا اور وہاں جو خزانہ تھا اُسکا نشان بتایا چونکہ درویش عالی ہمت ہوتے ہیں اس سبب سے انکو اُسکی طرف کچھ التفات نہوا۔ مزار پُر انوار اُنکا دہلی میں زیر قلعہ علائی ہے اُنکے صحائف ہیں مشتمل حقایق و معارف پر صحیفہ دفع عقبات میں برادر دینی اعزہ اللہ فی الدین انجام کار خیریت سے ہوں اب مطلوب اُنکا ہوا چاہتا ہے۔ کیفیت عقبات تو معلوم ہوئے اب اُنکا دفع لکھا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اگرچہ دعاگو کا یہ مقام نہیں ہے یہ مرتبہ شیخ کامل کا ہے کہ جو جانتا ہو۔ لیکن موافق التماس بھائی صاحب کے جو کچھ مقدور ہے لکھا جاتا ہے میرے عزیز پہلا عقبہ گناہوں کا ہے۔ جانو کہ خدا تعالے دیکھتا ہے اور پوشیدہ باتوں سے آگاہ ہے۔ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ تحقیق کان اور آنکھیں اور دل ان سب کے بروز قیامت پوچھا جائیگا + اور حدیث شریف میں ہے۔ ان لم تکن

ترٰاہ فانہ یراک ۔ اگر تو اسکو نہیں دیکھتا پس تحقیق وہ تجھے دیکھتا ہے۔ نظر کرے اور عمر پر بھروسہ
نہ کرے اور موت کو گُدی کے پیچھے جانے اور امیدوں کو چھوٹا کرے جب ان باتوں پر ہمیشگی کریگا تو
البتہ شرم وخوف اُسپر غالب آئیگا اور دشمن مغلوب ہوجائیگا۔ دوسرے پیٹ اور فرج کی شہوت
چاہئے کہ بیماری کا معجون ۔ الشیطان لیجری من ابن آدم مجری الدم فیضقوا مجاریہ
بالجوع والعطش (شیطان جاری ہوتا جاتا ہے) ابن آدم میں خون کے بہنے کی جگہ پس تنگ
کرو اُسکے بہنے کی جگہ کو بھوک اور پیاس سے) کے ساتھ علاج کرلے اپنے دل کو تجوع ترانی کے مفرح سے خوش
رکھے اور الجوع طعام الصدیقین بھوک کھانا صدیقوں کا ہے کا کھانا لیوے اور حوض کوثر
الصوم لی وانا اجزی بہ (روزہ میرے واسطے ہے اور میں ہی اُسکا بدلہ دونگا) کا پانی پیوے
تاکہ اس بیماری سے آرام پاوے۔ تیسرے اپنی جان کے تلف ہوجانے اور اپنے متعلقین کے
غم کو۔ ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ
علی اللہ (اور جو نکلا اپنے گھر سے ہجرت کرنیوالا اللہ اور اُسکے رسول کی طرف پھر پہنچے اسکو موت
پس تحقیق واقع ہوگیا اجر اُسکا اللہ پر) کی خبر سے دفع کرلے اور خوب جان لے کہ عمر اور رزق مقسوم
اور مقرر ہے۔ چھوڑ دینے اور ڈھونڈنے اور کسب کرنے اور ترک کرنے سے کم وزیادہ نہیں ہوتا
اور رزق کسی شرط سے مشروط نہیں ہے پھر اس سے اور کیا بہتر ہے کہ عمر کو خدا کی طلب میں صرف
کرے اور آخرت کے راستہ کو قطع کرنا شروع کرے اہل وعیال اور کل متعلقین بھی سب اُسی کے بندے
ہیں تیرے اور ان سب کے رزق کا وہی ضامن ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ ومامن دابۃ فی
الارض الا علی اللہ رزقہا (اور نہیں ہے کوئی پھرنے چلنے والا زمین میں مگر خدا پر ہے
رزق اُنکا) کلمہ علی تضمین وتکفیل کا ہے اور دوسری جگہ بھی فضل کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے
نحن نرزقکم وایاہم (ہم رزق دیتے ہیں تمکو اور خاص کر انکو) اور اور جگہ قسم کے ساتھ تاکید
کرکے فرماتا ہے فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون (پس قسم ہے رب
آسمان وزمین کی تحقیق وہ حق ہے مثل اُسکے کہ تم بولتے ہو) اے جوانمرد اگر اتنی مضبوطی نہیں ہے

تو کافر ہے مسلمان نہیں ہے اور اسپر مضبوط رہنا یہ ہے کہ خدا کے کاموں کو خدا کے سپرد کرے اور اسکے
لطف کے ساتھ وثوق رکھے اور کل مخلوقات کو معدوم سمجھے۔ اے دوست یہ بھی جاننا چاہیے کہ ایک
دل میں درد و غم نہیں سماتے اور ایک میان میں دو تلواریں نہیں آتیں ؎ حسن گر عشق سے بازی جنیں
بر جان چہ می لرزی ؛ بیکدل در نگنجد غم جان و غم جاناں ؛ افسوس یہ وہ بزرگ کیا کہتے ہیں
لو کان البر بالدر والناس کلھم عیالی واللہ لا ابالی (اگر ہوں گیہوں موتیوں کی قیمت
اور کل آدمی میرے عیال ہوں قسم ہے خدا کی میں کچھ پروا نکروں) جو تھے کفایت فرضوں اور
سنتوں پر اور ترک نوافل کے جواب میں کہتے ہیں لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی
احبہ فاذا احببتہ کنت لہ سمعا وبصرا ویدا ولسانا فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش
وبی ینطق (ہمیشہ تک کرتا رہتا ہے بندہ تقرب حاصل کرتا ہے میری طرف نوافل سے یہانتک
کہ میں دوست رکھتا ہوں اسکو پس جب میں دوست رکھتا ہوں اسکو ہو جاتا ہوں میں اسکے کان
اور آنکھ اور ہاتھ اور زبان پس مجھی سے سنتا ہے اور مجھی سے دیکھتا اور مجھی سے پکڑتا ہے اور مجھی سے
بولتا ہے) لیکن فقیہ سے کہو کہ نمازیں مجھپر حضور دل کے ساتھ فرض ہیں کہ لا صلوٰۃ الا بحضور
القلب۔ (نہیں ہے نماز مگر حضور قلب سے) حضور دل چاہیے کہ پوری نماز میں ہو۔ چنانچہ نماز کے
صحیفہ میں انشاء اللہ لکھوں گا۔ اور نفقہ فرض کفایہ کا یہ ہے۔ جب فرض کفایہ سے فرض عین
میں خلل پڑے تو اسکا ترک واجب ہے جو کہتے ہیں کہ عبادت متعدیہ بہتر ہے عبادت لازمی سے
انکو جواب دو کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سیاتی زمان علی امتی لا یسلم لذی
دین دینہ الا من فر من شاھق الی شاھق ومن قریۃ الی قریۃ ومن حجر الی
حجر فمن ادرک ذلک الزمان فعلیہ بامرہ الخاصۃ (قریب ہے کہ آویگا ایک زمانہ
میری امت پر کہ نہیں سلامت رہیگا دیندار کا دین مگر جو چلا جائے پہاڑ کی چوٹی سے دوسری
چوٹی تک اور ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں اور ایک پتھر سے دوسرے پتھر کیطرف پس جو
اسوقت کو پاوے اسکو لازم ہے کہ اپنے کام کو خاص کرے) اور قرآن شریف میں سے سنو

یا ایھا الذین آمنو علیکم انفسکم (اے ایمان والو اپنی جان کو اپنے اوپر لازم کرو)
پانچویں یہ کہتے ہیں کہ آدمی بغیر مال و دولت کے خوار و حقیر رہتا ہے۔ ان العزۃ للّٰہ ولرسولہ
وللمومنین (تحقیق عزت خدا و رسول کیواسطے ہے اور مومنون کے لیئے) کی تلوار دشمن کی
پیشانی پر مارنی چاہیئے اور ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (جو توکل کرے خدا پر تو اُسکو
وہی کافی ہے) کا تیر اُسکے سینہ کے پار کردینا چاہیئے اور الیس اللّٰہ بکاف عبدہ (کیا خدا
نہیں ہے کافی اپنے بندہ کو) کے خنجر سے اُسکے شر کو دور کرے ؎ آنرا کہ تو ہستی چہ کم آید مستی با
با دوست کنج فقر بہشت ست و بوستان بے دوست خاک بر سر جاہ و تونگری بہ چھٹی اہل و
متاع کے تعذر یں کو اگر نفقہ وغیرہ کیواسطے یاد الہی سے روکیں تو قل لازواجک ان کنتن
تردن الحیوۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحًا جمیلا وان کنتن
تردن اللّٰہ ورسولہ والدار الآخرۃ فان اللّٰہ اعد للمحسنات منکن اجرًا عظیما
(کہو اپنی بیبیوں سے اگر تم ارادہ کرتی ہو دنیا کی زندگی کا اور اُسکی زینت کا تو آؤ اور اگر تم اراد
کرتی ہو اللہ و رسول اور آخرۃ کے گھر کا تو تحقیق اللہ نے تیار کر رکھا ہے نیکوں کے واسطے تم میں
سے اجر عظیم) کو دفع کرے اور جو مہر تک نوبت پہنچے اگر ممکن ہو دیدے یا کسی سے دلوادے اور
اگر نہیں تو ضرورت کیواسطے قید مفلسی کو اختیار کرے اور وہ خلوت اُسکے حق میں اچھی ہے
مگر امید یہ ہے کہ اگر سالک اس کام میں سچا ہے تو اہل و عیال سب اُسکی موافقت کریں گے اور
آخر کو سب اُسکے راستہ پر چلیں گے اور اُسکی صحبت کی برکت اُنہیں اثر کریگی۔ ساتویں فرمان
ماں باپ کو کہے وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا
تطعھما (اور اگر کوشش کریں وہ اس بات کی کہ تو شریک کرے میرے ساتھ اُسکو جسکا تجھکو علم
نہیں تو تو مت اطاعت کر اُنکی) کہ شرک خفی حاصل ہوگا کیونکہ جو نظر غیر میں ہے شرک ہے لیکن ماں
باپ کے ساتھ نرمی اور ادب سے کلام کرنا چاہیئے اور خدا کے کام میں چستی سے کھڑا ہوا اور اگر کوئی
خویش و اقربا نصیحت کریں تو اُنسے کہدے ؎ نہ ہمرہی تو مرا راہ خویش گیر و برو ؛ ترا سعادت

یادامرانگونساری: میرے عزیز جو تجھکو خدا کے کام سے باز رکھے وہی تیرا دشمن ہے اور دشمن کے بات مُسننا نہ چاہیے۔ آٹھویں بوجہ عبادات اور مجاہدہ اور ریاضت بیوقت یہاں شیخ کی محتاجگی ہے اور انکے سوا بہت سے عقبات اور موانع اور ہیں کہ جنکو بغیر شیخ کے بتائے نہیں پہچان سکتا اور بغیر اُنکی تلقین کے وہاں سے نہیں گذر سکتا۔ نویں خلقت کے اعتقاد اور اُنکی تواضع کو لیس فی الوجود الا اللہ (نہیں ہی وجود میں مگر اللہ) کے لاحول کے ساتھ دفع کرے اور اپنے آپ کو مردہ سمجھے اور خلقت کو مثل پتھر اور ڈھیلوں کے شمار کرے اور تحقیق جان لے لا یملکون لانفسہم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیاتا ولا نشورا۔ (نہیں مالک ہیں اپنی جانوں کے لئے نفع وضرر کے اور نہیں مالک ہیں موت وزندگی کے اور نہ اُٹھنے کے) جو خود ایسا ہو وہ دوسرے کو کیا نفع وضرر پہنچا سکتا ہی اور یہ بھی معلوم ہے کہ کسی کو انجام وآخرت کی خبر نہیں اور نہ طاعت کے قبول اور نامقبول ہونیکی اطلاع ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ توفیق خدا تعالیٰ ہی کے پاس سے ہی۔ ان باتوں کو اپنے دل میں خوب جما لینا چاہیے تاکہ خدا کے کرم سے ان آفتوں سے نجات پائے اے جوانمرد یہ رستہ بڑا دور و دراز ہے تقریر و تحریر میں نہیں آتا میں نے تجھسے کہدیا کہ شیخ چاہیے وہ تجھے رستہ بتائیگا واللہ ولی التوفیق والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین والسلام

ذکر شیخ سراج الدین بن عالم بن قوام الدین ملتانی

شیخ زین الدین خوافی کے اصحاب وخلفاء میں ہیں علوم صوری ومعنوی کے عالم تھے اصل رہنے والے ملتان کے تھے ہرات میں نشو ونما پائی جب شیخ زین الدین نے دار فانی سے رحلت کی شیخ سراج الدین شیخ کی اجازت سے اُنکی جگہ بٹھائے گئے اور ہرات میں اپنے پیر کے اوراد واذکار کے زندہ کرنے میں مشغول ہوئے۔ **نقل ہے** شیخ زین الدین فرماتے تھے اتنے ہزار دل آدمی میرے مرید ہوئے مگر کسی نے میری رضا کو اتنا نگاہ نرکھا جتنا کہ سراج الدین ملتانی نے میری خدمت کی اور پار رہے **نقل ہے**۔ ایک بزرگ کہتے ہیں مجھکو اُن لوگوں سے جو اولیاء اللہ ہیں معلوم ہوا ہے کہ منجملہ اُن کے سراج الدین ملتانی بھی ہیں۔ یہ ہی ذکر مشایخین ہرات میں

قبر انکی شہر نہر والہ ملک گجرات میں ہے۔ **ذکر سید تاج الدین شیر سوار**۔ انکا مزار
نارنول میں ہے شیخ قطب الدین منور ہانسوی کے مرید ہیں کوہستان نارنول میں اسقدر ریاضت
ہائے شاقہ کھینچیں اور مجاہدہ سے اس مرتبہ کو پہنچے کہ جانوران صحرائی درندہ و گزندہ اور وحوش
وطیور انسے مانوس ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں جب انکا ارادہ پیر کی خدمت میں جانیکا ہوتا جنگل میں سے
ایک شیر کو پکڑ کے سوار ہو جاتے اور ایک سانپ ہاتھ میں لیلیتے جب شہر ہانسی کے قریب پہنچتے اس شیر
اور سانپ کو چھوڑ دیتے اور پیدل شہر میں آتے۔ **نقل ہے** ایک روز شیخ قطب الدین منور ایک دیوار پر
بیٹھے تھے اور سید تاج الدین کو اسوقت حالت تھی اسی حالت میں شیر پر سوار شیخ کے سامنے
آگئے شیخ کی جو انپر نگاہ پڑی فرمایا سید یہ حیوان تو جان رکھتا ہے اگر مردان خدا دیوار کو حکم
کریں تو چلنے لگے حضرت کے یہ فرماتے ہی وہ دیوار جسپر حضرت تشریف رکھتے تھے جنبش کر کے
چلنے لگی آپ نے فرمایا اے دیوار میں نے تو یہ بات مثال کے طور پر کہی تھی تو اپنی جگہ برقرار رہ
قبر انکی شہر نارنول کے باہر ہے۔ اسی شہر میں پیدا ہوئے تھے اور وہیں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ
علیہ سید تاج الدین کے ایک فرزند تھے جنکو شیخن ابدال کہتے تھے بالکل تارک الدنیا تھے اسباب
دنیا سے بقدر ضرورت لیتے اور ہر وقت خدا کے ساتھ مشغول رہتے تھے انکے گھر کے دروازہ پر
ایک پتھر پڑا ہوا تھا چنانچہ اب بھی وہ گھر کی دہلیز کے باہر موجود ہے اس پتھر پر ایک کاسہ چوبیں
رکھا رہتا تھا آنے جانے والے اسمیں کچھ ڈالدیتے تھے جس سے انکی قوت یومیہ ہوتی تھی اور اس سے
زیادہ نہ آتا تھا اگر غلہ گراں ہوتا تو فتوح بہت آتی اور اگر ارزان ہوتا تو کم آتی رحمۃ اللہ علیہ
ذکر قاضی شمس الدین شیبانی۔ دانشمند متبحر تھے دہلی سے تغلق شاہ کے زمانہ میں
نارنول چلے گئے تھے شروع زمانہ میں کہ ہنوز سنت نکاح بھی انسے پوری نہوئے تھے خانہ کعبہ کی
زیارت کے قصد سے چلے جب گجرات میں پہنچے ایک مسجد میں دیکھا کہ ایک واعظ معتزلی مذہب کا
منبر پر بیٹھا ہوا مذہب اعتزال کے کلیہ مسئلہ کی بندے اپنے افعال کے خود خالق ہیں گفتگو کر رہا تھا کہتا تھا
دیکھو یہ میرا ہاتھ ہے میں جب چاہتا ہوں اسکو بند کر لیتا ہوں اور جب چاہتا ہوں کھولدیتا ہوں تمام

حاضرین میں سے کسیکو اُس سے مجادلہ کی طاقت نہ تھی قاضی شمس الدین نے جوابدیا اگر قدرت تیرے اختیار میں ہے تو پھر تو لپشت پر کیوں نہیں ہاتھ باندھلیتا حاکم گجرات کو حضرت کا یہ خیال نہایت اچھا معلوم ہوا ایک لونڈی جو دارالحرب سے پکڑی ہوئی آئی تھی حضرت کے پیش کش کی اُنسے اولاد ہوئی اللہ تعالے نے انکی اولاد میں برکت بخشی اور علم نصیب کیا۔ انکی اولاد میں ایک شخص تھے جنکو تاج الافاضل کہتے تھے اُنسے پانچ لڑکے پیدا ہوئے سب کے سب متقی تھے منجملہ اُنکے ایک قاضی مجد تھے شیخ احمد کے والد اُنکا ذکر انکی جگہہ پر ہوگا انکے سات لڑکے تھے سب عالم و فاضل ہ

ذکر سید یوسف بن سید جمال الحسینی اُنکے آباے کرام مشہد سے ملتان میں آکر متوطن ہوئے تھے یہ سلطان فیروز شاہ کے زمانہ میں یہ لباس سپاہیانہ دہلی میں تشریف لائے انکی بزرگی و دانشمندی کو دیکھکر سلطان فیروز شاہ نے اُس مدرسہ میں جو حوض خاص علائی پر جسمیں اپنا مقبرہ بنایا تھا مدرس مقرر کیا۔ حضرت نے مدت تک مسند درس پر تشریف رکھکر خلق کو فائدہ پہنچایا۔ **نقل ہے** کہ آپ ہر شب جمعہ کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتے تھے اور لب اللباب فی علم الاعراب جو ایک نہایت متین متن قاضی ناصر الدین بیضاوی کا ہے اُسپر بہت بڑی طویل و بسیط شرح جو یوسفی کے نام سے مشہور ہے لکھی ہے قابل تفہیم و اختصار اور منار پر بھی شرح توجیہ الافکار نام لکھی ہے آپ مولانا جلال الدین رومی کے شاگرد تھے اور وہ مولانا قطب الدین رازی شارح شمسیہ و مطالع کے شاگردوں میں سے تھے قبر سید یوسف کی بھی حوض خاص علائی کے کنارہ پر ہے۔ وفات انکی ۹ شنبہ کے قریب ہوئی۔ **ذکر قاضی عبد المقتدر** بن قاضی رکن الدین الشریحی الکندری۔ حضرت شیخ نصیر الدین مخدوم العالم کے خلیفہ میں بڑے فیاض و دانشمند درویش کامل تھے قاضی شہاب الدین کے اوستاد ہیں بے انتہا فصیح و بلیغ تھے انکی غزلیں اور قصیدے عربی زبان میں بہت ہیں۔ جو قصیدہ کہ انہوں نے لامیۃ العجم کے معارضہ میں لکھا ہے وہ انکی کمال فصاحت پر پوری دلیل ہے۔ ہمیشہ درس دیتے اور علم سے فائدہ پہنچانے میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت مخدوم العالم خواجہ نصیر الدین محمود اور اُنکے اکثر خلفا کا بھی یہی طریقہ تھا

فرماتے تھے ایک مسئلہ شرعی میں فکر کرنا فضیلت رکھتا ہے ہزار رکعتوں پر جو ریا و عجب سے پڑھی جائیں کہتے ہیں کہ یہ طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مخدوم العالم خواجہ نصیر الدین محمود کی خدمت میں جا کر بحث کیا کرتے تھے اور حضرت شیخ انکی بحثوں کو بہت پسند کرتے اور ہمیشہ انکو تحصیل علم کی رغبت دیتے تھے یہانتک کہ آخر کو حضرت کے مرید ہوئے اور ظاہری نعمت کے ساتھ باطنی نعمت کو بھی ملا لیا انکے ایک معتقد نے کتاب لکھی ہے مناقب الصدیقین نام جسمیں تمام خواجگان چشت کا حال لکھا ہے اور ان حضرت کے حالات اور کرامتیں بھی بہت لکھی ہیں اُسی میں لکھتے ہیں کہ ایک دن قاضی شہاب الدین کے ہاتھ کہیں سے سونا آیا تھا گھر میں اکیلے اپنی والدہ سے کہہ رہے تھے کہ اسکو کہیں گاڑ دیں پھر شیخ عبد المقتدر کی مجلس میں گئے شیخ نے انکو دیکھتے ہی فرمایا تم تو سونے کے گاڑنے کے خیال میں ہو تم سے علم کیونکر پڑھا جائیگا۔ فرماتے تھے میرے پاس ایک طالب العلم آتا ہے جسکی کھال بھی علم ہے اور ہڈیاں بھی علم ہیں اور مغز بھی اُسکا علم ہے اس طالب علم سے مراد قاضی شہاب الدین تھے وفات انکی چھبیسویں محرم الحرام ۷۹۱ھ میں ہوئی کل اٹھاسی برس کی عمر تھی انکی اور انکی والدہ کی مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ کی خانقاہ میں جانب جنوب حوض شمسی ہے جسکو خانقاہ شیخ عبد الصمد کہتے ہیں اور شیخ عبد الصمد بزرگان زمانہ سلطان سکندر سے تھے جونپور سے دہلی میں آکر اپنے اجداد کے مقبرہ کو درست کیا کہ جو ابتک موجود ہے: **قصیدہ لامیہ**

یا سائق الظعن فی الاسحار والاصل	سلم علی دار سلمی فابک ثم سل
اے چلانے والے آہستہ صبح کے وقت	سلام کر سلمے کے گھر پر۔ پھر رو اور پوچھ
عن الظباء التی من دابها ابدا	صید الاسود بجس الدل والنجل
اُس ہرنی کے حال سے جسکی عادت ہمیشہ سے	شکار کرنا کالے کو ٹھکی چال اور قدم سے
وعن ملوک کرام قد مضوا قدما	حتی بجیبک عنهم شاهد الطلل
اور بزرگ بادشاہوں سے جو گذر گئے قدم مارکے	یہانتک کہ تیرے گریبان الٹے گواہ ہیں اب سوئے ہی تمام
اضحت اذا بعدت عنها کواعبها	اطالها مثل اجفان بلا مقل
چاشت کا وقت تھا جب دو رہوئی اُسکی زمان نارستان اسکے	دراز کیا اُسکو مثل پلکوں بغیر کوئی کے

فدتک فوادی اعرابیۃ سکنت — بیتا من القلب معمورا بلا حول

فدا ہو جیو میرا دل اُس جگہ پر کہ رہے وہ — گھر ہے دل میں بھرا ہوا بغیر حول کے

من نور وجنتہا من حسن غرتہا — من طیب طرتہا من طرفہا النجل

نور سے اُسکے رضاریکے اور اُسکے حسن کی چمک سے — اور اُسکے طرہ زلف کی خوشبو سے اور اُسکے کن انکھیوں کی [illegible]

الشمس فی اسف والبدر فی کلف — والمسک فی شغف والریم فی الخجل

سورج افسوس میں ہے اور چاند جھائیوں میں — اور مشک تھیلی میں ہے اور ہرن خجالت میں

کانہا ظبیۃ لکن بینہما — فرقا جلیا لعظم الساق والکفل

گویا کہ وہ ہرنی ہے لیکن ان دونوں میں — یہ فرق ظاہر ہے پنڈلی کا بڑا ہونا اور پیچھا سہارنا

کیف السبیل الیہا بعد ان حفظت — بالبیض والسمر فی اعلی ذری الجبل

کیونکر ہو پہنچ اسکی طرف بعد اسکے کہ حفاظت کیگئی — سپیدی اور گندم گونی میں چوٹی پہاڑ پر

طرفتہا فجاۃ واللیل فی جدل — والذئب فی کسل والقوم فی شغل

گیا میں اُسکے پاس یکایک اور رات بہت اندھیری تھی — اور بھیڑیئے کسل میں تھے اور قوم شغل میں

قالت لک الویل ہلا خفت من اسد — لدبرانہ کالعسالۃ الذبل

کہا خرابی ہو تجھکو کیوں نہیں ڈرا تو شیر سے — اُس کے ناخوں ہیں شہد کی مکھی کے سے

فقلت انی ملیک صیدہ اسد — وصید غیری من ظبی ومن وعل

میں نے کہا میں ایسا بادشاہ ہوں جسکا شکار شیر ہے — اور میرے سوا اوروں کا شکار ہرنی ہے قریب سے

قالت فما تبتغی لا منع قلت لہا — کلا فانی عفیف القول والعمل

کہا پھر کیا چاہتا ہے کچھ منع نہیں میں نے اُس سے کہا — ہرگز نہیں میں پاکباز ہوں قول وعمل میں

وانی رجل من معشر سحبوا — ذیل التبل والتقوی علی زحل

اور میں ایک شخص اُس گروہ کا ہوں جنہوں نے — سمیٹ لیا دامن تقوے کا سپہر کے اوپر

اسدا اذا سخطوا افنوعدوہم — قوم اذا فرحوا اعطوا بلا ملل

شیر ہیں جب غصہ ہوتے ہیں فنا کردیتے ہیں اپنے دشمن کو — ایسی قوم ہیں جب خوش ہوتے ہیں بخشتے ہیں بغیر احسان کے

یا طالب الجاہ فی الدنیا تکون غدا — علی شفا حفرۃ والنیران والشعل

اے دُنیا کے طالب ہوگا تو کل اوپر کنارے دوزخ کے — اور آگ ہوگی اور شعلے ہونگے

یا طالب العز فی العقبی بلا عمل — ہل ینفعک فیہا کثرۃ الامل

اے طالب عزت کے عقبی میں بغیر عمل کے — کیا نفع دیگی تجھکو اسمیں زیادتی امیدوں کی

واقنع من العیش بالادنی فکن ملکا — ان القناعۃ کنز عنک لم یزل

قناعت کر زندگانی سے تھوڑے کیساتھ ہوگا تو بادشاہ — تحقیق قناعت ایسا خزانہ ہے جو تیرے پاس سے کبھی نہ جائیگا

مکارۃ اکلت کالہر ما ولدت — حیالۃ قتلت من جاء بالحیل

مکر گرنیوالے بھاگتے بلی کی طرح جو جنی — حیلہ کرنے والی ہے قتل کیا جو حیلہ سے آیا

آخر میں حضرت کی نعت میں کہتے ہیں

محمد خیر خلق اللہ فاطبۃ	ھو الذی جل عن مثل وعن مثل
محمد ہیں ساری خلق خدا سے بہتر	وہ وہ ہیں جو بزرگ ہوئے مثل ومثال سے
لہ المزایا بلا نقص ولا شبہ	لہ العطایا بلا من ولا بدل
انہیں کے واسطے ہیں خوبیں بغیر نقصان وشبہ کے	انہیں کے واسطے ہیں بخششیں بغیر احسان اور بدلے کے
لہ المکارم اجمی من نجوم دجی	لہ الغرائم امضی من قنا البطل
انہیں کیواسطے ہیں بزرگیاں زیادہ قیمتی اندھیرے کے ستاروں سے	انہیں کے قصد ہیں پورے ہونے والے
لہ الجمال اذا ما الشمس قد نظرت	الیہ قالت یالیت ذلک لی
انہیں کے واسطے ہے جمال جب سورج دیکھتا ہے انکی طرف	کہتا کاش یہ میرے واسطے ہوتا
لہ الفضائل احلی من عساکرت	لہ الشمائل احلی من خنا العسل
ان کے فضائل ہیں [illegible] تر	ان کے شمایل ہیں میٹھے زیادہ شہد سے

ذکر شیخ زین الدین خلیفہ اور خواہرزادہ حضرت مخدوم العالم حضرت خواجہ نصیر الدین کے ہیں انکا ذکر بھی حضرت شیخ کی مجالس وملفوظات میں لکھا ہے۔ مولانا داؤد مصنف جنداین انکے مرید ہیں۔ شروع جنداین میں انکی تعریف لکھی ہے۔ انکا مزار اس گنبد میں ہی جو حضرت مخدوم العالم کے مزار شریف کے پائین صحن حظیرہ میں ہے۔ **ذکر شیخ نور الحق والدین** مشہور شیخ نور قطب العالم مرید وخلیفہ شیخ علاؤ الحق کے ہندوستان کے مشہور اولیاء اللہ سے ہیں صاحب عشق ومحبت وذوق وشوق وکرامت وتصرف تھے **نقل ہے** کہ اپنے والد کی خانقاہ کے فقیروں کی تمام خدمت کپڑا دھونے اور پانی گرم کرنے کی یہی کرتے تھے۔ پہلے خدمت آبخانہ کی انکے متعلق تھی اتفاقاً ایکدن ایک درویش کے پیٹ میں درد ہوا اور بیوقت آبخانہ میں گئے شیخ نور اپنے معمولی وقت پر اٹھانے کیواسطے آئے تمام نجاست انکے بدن اور کپڑوں پر پڑی شیخ علاؤ الحق وہانسے گذرے انکو اس حال میں دیکھکر بہت خوش ہوئے اور دوسری خدمت انکے سپرد کی اور فرمایا کہ یہ خدمت تمنے خوب ادا کی اب دوسری خدمت کرد۔ رفیق العارفین ملفوظ حضرت شیخ حسام الدین میں لکھتے ہیں کہ شیخ نور الحق والدین نے آٹھ برس تک اپنے پیر کی خانقاہ میں لکڑیاں ڈھوئی ہیں ایکدفعہ انکو انکے

بڑے بھائی خان اعظم خان نے جو وزیر تھے اس حال میں دیکھکر کہا قاضی نور تمہاری ساری نعمتیں غارت ہوگئیں۔ ایک دن شیخ علاؤالحق نے فرمایا جسجگہ عورتیں پانی بھرتی ہیں زمیں چکنی ہوتی ہے پیر پھسلکر ٹھلیا ٹوٹ جاتی ہے تم اپنی گردن پر رکھکر باہر لاکر دیدیا کرو چار برس تک خدمت کی اور عرسوں میں پانی بھرا اکثر یاران حضرت کے دستار بند ٹھلیوں کو بھرکر سرپر رکھکر لاتے تھے بنگالہ کی خلقت اپنر ہنستی تھی اور وہی کہتے ہیں کہ شیخ نورالحق والدین نے فرمایا ہے کہ پہلے مشائخوں نے ننانوے منزلیں قرار دیں ہیں تاکہ سلوک تمام ہوا اور ہمارے مشائخین نے پندرہ منزلیں متعین کی ہیں اور اس فقیر نے تین منزلیں اختیار کی ہیں پہلی منزل حاسبوا قبل ان تحاسبوا (حساب کرو اس سے پہلے کہ تمسے حساب لیا جائے) دوسری منزل من السنوی یوما فھو معنون (جو کھڑا ہوا ایک دن وہ معنون ہے) تیسری منزل۔ عبادۃ الفقیر نفی الخواطر۔ (فقیر کی عبادت خطروں کو دور کرنا ہے) ان عملوں پر سالکوں کا کام پورا ہوتا ہے اور وہی کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ مشغول تھے اور شورش نے اثر کیا کہ عبادتخانہ سے باہر آئے۔ ایک جگہہ پہنچکر ایک درخت کے نیچے بیٹھے آواز آئی مصرع حیلت رہا کن عاشقانہ شو دیوانہ شو ٭ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ گھر سے باہر تشریف لائے پالکی پر سوار ہوئے ہر بار زبان سے یہی لفظ فرماتے تھے ہمہ شب بزاریم شد ٭ اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ اپنی عجوزہ کے گھر میں تشریف لائے وہ بیوہ تھیں انہوں نے کچھ دین کی باتیں پوچھیں وہاں سے بھی روتے ہوئے باہر آئے اور فرمایا مجھکو اگر بخشینگے اسی بوڑھیا کے طفیل سے بخشیں گے۔ اور یہ بھی وہی فرماتے ہیں کہ ایک دن سوار ہوکر چلے خلقت بہت ہمراہ تھی حضرت روتے روتے بیہوش ہوگئے تھے اور آنکھوں سے بے اندازہ آنسو جاری تھے بندہ آگے آیا فرمایا اتنی خلقت کو اللہ تعالے نے میرا مسخر کیا ہے۔ جتنے سجدہ کرتے ہیں اور بعضے پیر چاٹتے ہیں اور بوسہ دیتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں۔ نہ معلوم کہ قیامت کو میرا سر انکا پامال کریں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ شیخ فرماتے تھے انتہا ریاضت کی یہ ہے کہ دل کو ہر وقت ڈھونڈتا ہے اور خداوند تعالیٰ کے ساتھ یاد سے کیا سوتے اور کیا جاگتے جیسے کہ بچہ جب کسی چیز کی محبت میں ہوتا ہے جب

اُٹھتا ہے تو وہی خیال اُسکو ہوتا ہے اور اُسی چیز کو طلب کرتا ہے اور وہی فرماتے ہیں کہ جب مجھکو
رخصت کیا فرمایا کہ سخاوت میں مثل آفتاب کے ہونا اور تواضع میں مثل پانی کے اور تحمل میں مثل زمین
کے خلقت کی جفا اٹھاؤ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ میرے پیر نے کبھی کمبل نہیں اوڑھا مگر سردی میں اور
سجادہ پر کبھی نہیں بیٹھے فرماتے تھے سجادہ پر بیٹھنے کا حق یہ ہے کہ دائیں بائیں نہ دیکھے اور یہ بھی کہتے ہیں
کہ ایکدن ایک شخص آیا اور جسقدر جی چاہا ہر قسم کی گالیاں دیں شیخ سنتے رہے کچھ متغیر نہوتے تھے
آخر اُس نے یہ کہا کہ اے خارکے چور شیخ نے اسکا ہاتھ پکڑا اور فرمایا خدا میرے ساتھ ہے اور میں خدا
کے ساتھ ہوں اور جماعت خانہ میں بیٹھے اُس نے کہا یہ زمین حرام ہے آپنے خادم کو فرمایا کھانا لاؤ
اُس نے کہا میں یہ خنزیر کا گوشت نہیں کھاتا آپنے فرمایا تنکہ لاؤ وہ تنکہ لیکر چلا گیا اُسکے جانیکے بعد
فرمایا یارو دیکھا درویش نے کیا شوریدگی کی اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ سے ایک شخص
شیخ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ مخدوم میری آپسے ملاقات باب السلام میں ہوئی تھی آپنے
فرمایا یارو میں تو گھر سے باہر بھی نہیں نکلا آدمی بہت ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اُنہوں نے
عرض کیا مخدوم خیر میں نے تو آپ کو ہی دیکھا تھا حضرت نے اُنکو کچھ دیکر رخصت کیا اور منع کردیا
کہ اب یہ بات کسی سے نہ کہنا۔ فرماتے تھے میں نے شیخ سے عرضداشت کی اُسمیں کیا بھید ہے کہ بعد
فرض کے مشائخ مصافحہ کرتے ہیں فرمایا سنت یہ ہے کہ جب مسافر سفر سے آتا ہے دوستوں سے مصافحہ
کرتا ہے ایسے ہی درویش جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے اپنے آپے سے باہر ہو جاتا ہے باطنی سفر اُسکو حاصل
ہوتا ہے جب سلام پھیرتا ہے پھر اپنی خودی میں آجاتا ہے تب مصافحہ کی ضرورت ہوتی ہے حضرت
شیخ نور قطب العالم کے مکتوبات نہایت شیرینی ولطافت کے ساتھ اہل درد ومحبت کی زبان میں
ہیں یہ چند کلمے اُنمیں سے لکھے جاتے ہیں۔ **مکتوب**۔ نور بجانب نجم بیچارہ کے سوائے اس نور
مسکین کے کہ جس نے اپنی عمر کو ہوا پر اوڑا کے مقصود کی بو تک نہیں پائی اور بیابان حیرت و میدان
حسرت میں گنبد کیطرح سرگردان ہوا۔ ہمہ شب بزاریم شد کہ صبا نداد بوئے ؛ ندمید صبح بختم چہ
گنہ نہم صبا را ؛ عمر ساٹھ سے گذر گئی اور تیر شست سے نکل گیا نفس امارہ کے شر سے ایک

گھڑی بھر بھی چھٹکارا نہوا سوائے اسکے کہ ہاتھ پر سوا اور جگر میں آگ در آنکھوں میں پانی اور سر پر خاک کچھ نہ ملا سوائے خجالت وندامت کے کوئی ہاتھ پکڑ نیکی چیز نہیں اور نہ سوائے درد واہ کے بھاگنے کی جگہ ہے ع درد را باش اے برادر درد را؛ **بیت** دل مردان دین پرور دباید؛ زمحنت فرق شاں برگرد آید؛ کتنے ہی ہیں سے ہاتھ سپر میٹے مگر مقصود تک نہ پہنچا سے گفتم مگر کہ کار بساماں شود نشد؛ یار از جفائے خویش پشیماں شود نشد؛ گفتم مگر زمانہ عنایت کند نکرد؛ بخت ستیزہ کار بفرماں شود نشد؛ دنیا دجا، غرور ہے اور تیرا نفس بد وسرکش اور خدا غیرت والا ہے سر مقصود دل میں کیسے رہ سکتا ہے۔ اوحی اللّٰہ الی داؤد یا داؤد بشر المذنبین بانی غفور وانذر الصدیقین بانی غیور؛ وحی کی اللہ نے داؤد کی طرف اے داؤد بشارت دو گنہگاروں کو اس بات کی کہ میں غفور ہوں اور ڈراؤ صدیقوں کو اس بات سے کہ میں غیور ہوں سے راہ ما ایمن ست دے منزل دور؛ مرکب لنگ و یار سخت غیور؛ غیرت حق نے یہ تقاضا کیا کہ چیز درمیان میں نہ ہوے جس نے اسکے غیر سے ملاپ کیا اس سے لگاڑ کیا سے باہر کہ انس گیری از وسوختہ شوی؛ نبگر کہ انس چیست مصحف زآتش ست؛ اے برادر برسوں نفس مارہ کو طرح طرح کی ریاضتوں سے مرتاض کیا مگر ایک گھڑی بھی اسکے شر سے نہ بچا اور ایک لمحہ بھی اپنے سے آسودہ نہوا سے کردیم بسے چو سید سیمی؛ از مانشد این سیہ گلیمی؛ پشتستم بسے بچارہ سازی؛ پیراہن ماانشد نمازی؛ انکے مکتوبات میں یہ بھی لکھا ہے کہ درویش کا قرار بیقراری میں ہے اور درویش کی عبادت غیر حق سے بیزاری کرنے میں ہے۔ غیر حق کے ساتھ مشغول ہونا گرفتاری ہے اور طاعت بغیر استغراق باطن کے محض بیکاری ہے آستین کی ظاہر بدکاری ہے اور خون جگر کھانا بزرگواری ہے اور غیر حق سے آنکھیں بند کرنا برخورداری ہے۔ عام لوگ تو ظاہر کی طہارت میں کوشش کرتے ہیں اور خاص لوگ باطن کی پاکیزگی میں خدا تعالے کی طرف سے ندا آتی ہے اور عتاب ہوتا ہے کہ اے میرے بندے لوگوں کے دیکھنے کی شئے کو تو برسوں سے پاک کر رہا ہے میرے دیکھنے کی چیز کو تو نے ایک ساعت بھی پاک نہ کیا تو نے عمر ضائع کی ظاہری طہارت حدث کے نکلنے سے ٹوٹتی ہے اور باطنی

طہارت حادث کے خیال سے۔ مشائخین نے فرمایا ہے جس کسی کے دل میں دنیا کا اندیشہ آوے غسل جنابت طریقت کا اُسکو پیش آویگا کسی چیز کو دل مت دے اور کسی کی محبت دل میں مت رکھ کیونکہ ہر مخلوق کی پیشانی پر بیوفائی لکھدی گئی ہے۔ روضہ اُنکا پنڈوہ میں ہے وفات اُن کی ۷۳۱ھ میں ہوئی۔ **ذکر سید صدر الدین راجو قتال** ارادت وخلافت اپنے والد سید احمد کبیر سے رکھتے تھے اور آپ کو اپنے بھائی مخدوم جہانیاں جہانگشت سید جلال بخاری سے بھی اجازت حاصل ہے اُنکے بعد سجادہ خلافت پر بیٹھے۔ کہتے ہیں کہ مخدوم جہانیاں اکثر فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے مجھکو خلقت میں مشغول رکھا اور شیخ راجو کو اپنے ساتھ ہمیشہ عالم استغراق میں رکھتے اور خلقت سے میل جول بالکل نکرتے تھے تاریخ محمدی میں ذکر ہے اکثر لوگوں کا سلسلہ مخدوم جہانیاں سے انہیں کیواسطے سے ملتا ہے اور بعضے اُنکے فرزند شیخ ناصر الدین محمود کیواسطے سے بھی اُن تک پہنچتے ہیں۔ بزرگ صاحب تصنیف تھے مزار اُنکا اُوچہ میں ہے۔ **ذکر خواجہ اختیار الدین عمر ایرجی**۔ اُنکے اباو اجداد بزرگان ایرج سے تھے اور عہدہ داری کے منصب پر مقرر تھے آخر اُنکو جذبہ پیدا ہوا کل اسباب دنیاوی کو ترک کردیا اور جو کچھ تنخواہیں در وظیفے تھے سب کو خوشی سے چھوڑکر طلب علم اور طریقۂ زہد میں سچا قدم رکھا اور قاضی محمد ساوی کی خدمت میں جو اُس زمانہ کے اُستاد اور صلحائے وقت سے مرید وخلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین محمود کے تھے تحصیل علم کیا اور نعمت خلافت واجازت سے مشرف ہوئے وفات اُنکی چودھویں محرم ۸۰۰ھ میں ہوئی روضہ اُنکا ایرج میں ہے۔ **ذکر شیخ یوسف بڑاہ ایرجی**۔ اُنکے آبار واجداد بسبب حوادث زمانہ کے خوارزم سے ہندوستان میں تشریف لائے اور ایرج میں سکونت اختیار کی یہ مرید وخلیفہ خواجہ اختیار الدین کے ہیں اور سید جلال بخاری اور شیخ راجو قتال سے بھی خلافت واجازت پائی ہے اُنکی تالیفات میں ترجمہ منہاج العابدین امام غزالی ہے آپکے اشعار بھی ہیں صاحب تاریخ محمدی اُنکے مرید ومعتقد تھے لکھتے ہیں کہ ایکدفعہ خانقاہ میں سماع سُن رہے تھے وہیں جان بحق تسلیم کی یہ واقعہ ۸۳۲ھ میں ہوا اور وہیں صحن خانقاہ میں دفن ہوئے سلطان علاؤ الدین سندی

نے بڑا گنبد اُن کے مزار پر بنایا ہے رحمۃ اللہ علیہ **ذکر شیخ قوام الدین** مرید و خلیفہ
مخدوم جہانیاں کے ہیں ارشاد و ترتیب مریدانہ میں مقام عالی رکھتے تھے مقبرہ انکا لکھنؤ میں ہے
ذکر شیخ سارنگ ابتدا میں سلطان فیروزشاہ کے امرا نامدار سے تھے سارنگپور جو ہندوستان
کے مشہور شہروں میں ہے انہیں کا آباد کیا ہوا ہے۔ آخر میں جذبہ عنایت الہی انپر وارد ہوا
سلوک کے راستہ میں جو اہل وصول کے ساتھ مخصوص ہے قدم رکھا اول شیخ قوام الدین کی خدمت میں
مرید ہوئے اور شغل باطن اور ذکر خفی کا طریقہ اُنسے سیکھا پھر سفر کا قصد کرکے حرمین شریفین کی زیارت
سے مشرف ہوئے اور ایک مدت تک شیخ یوسف ایرجی کی جو شیخ الوقت تھے خدمت میں رہکر علوم طریقت
کو حاصل کیا۔ آخر میں شیخ راجو قتال نے خرقہ اور بہت امانتیں جو پیران طریقت سے اُنکو پہنچی تھیں
بغیر اُنکی طلب کے اُنکے گھر بھیجدیں شیخ سارنگ نے وہ واپس کردیں معلوم اسمیں اُنکی کیا نیت ہوگی
شیخ نے پھر اُن کو اُنکے پاس بھیجا شیخ حسام الدین سلسلہ سہروردیہ کے ایک رکن وہاں تھے اُنہوں نے
اِنکو بہت سمجھایا اور اُسکے لیلینے کی رغبت دلائی آخر اُنہوں نے قبول کرلیا اور اِس سعادت عظمی سے
مشرف ہوئی۔ **ذکر شیخ مینا** یہ لکھنؤ کے صاحب ولایت ہیں چھٹپن سے عنایت و تربیت میں
شیخ قوام الدین کے رہے آخر میں شیخ سارنگ کے مرید ہوئے نام اُنکا شیخ محمد ہے۔ **نقل ہے** کہ شیخ قوام الدین
کے ایک فرزند تھے شیخ محمد نام اور انکو شیخ مینا کہتے تھے مینا اُس ملک کے عرف میں ایسا لفظ ہے جو تعظیم و
محبت کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے جیسے ہمارے ملک میں میاں کا لفظ ہے۔ یہ شیخ محمد بن شیخ قوام الدین
بسبب خواہشات نفسانی کے جوانی کیوقت میں اُس زمانے کے کسی بادشاہ کے پاس چلے گئے اُسوقت
کے اکثر بادشاہ اُنکے والد ہی کے مرید و معتقد ہوئے اس سببسے انکا کام اُنکے پاس خوب بنا شیخ کے
دل میں اُنکی طرف سے کدورت بیٹھ گئی ہر چند اُنہوں نے اُنکے راضی ہونیکی کوشش کی مگر وہ راضی
نہوئے آخر اُنہوں نے وطن کیطرف جانیکا قصد کیا یہ خبر لوگوں میں مشہور ہوکر شیخ کے کان تک
پہنچی شیخ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ وہ نابرخوردار میرے سامنے آئے اُسی روز انکو مرض پیدا
اور اُسی مرض میں انتقال کرگئے۔ ایک درویش شیخ قوام الدین کی خدمت میں رہتے تھے اور

شیخ کی عنایت کے ساتھ مخصوص تھے شیخ نے اُنسے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا
پیدا ہو اور اُسکا محمد مینا نام ہو فرزندوں کی جگہ نعم البدل کا حکم رکھتا ہو۔ چنانچہ جب شیخ مینا پیدا ہوئے
شیخ کی عنایت و شفقت میں تربیت پائی۔ **نقل ہے** کہ اول روز جب آنکو مکتب میں بھیجا الف
بے کے اتنے حقایق و معانی بیان کئے کہ حاضرین حیران ہو گئے۔ شیخ مینا حصور بالکل مجرد تھے ایام
سلوک میں سخت ریاضتیں کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ اکثر شیخ سارنگ کی زیارت کو جاتے تھے
جو وہانسے بیس کوس تھی۔ کبھی کھڑاویں پہنکر اور کبھی ننگے پیر باوجودیکہ جنگل ناہموار اور خاردار تھا
راتوں کو دیوار پر بیٹھتے اور شب بیداری کرتے اگر نیند آجاتی تو نیچے گر پڑتے تھے اور اگر زمین پر
بیٹھتے تو اپنے گرداگرد کانٹے رکھ لیتے تھے کہ اگر نیند سے گر پڑیں تو وہ کانٹے چبھیں اور یہ جاگ اُٹھیں
اور اکثر جاڑوں کے موسم میں پانی میں کرتا ترکرکے پہنکر شیخ قوام الدین کے حظیرہ کے صحن میں بیٹھتے
تھے اور شب بیداری کرتے تھے مقبرہ اُنکا لکھنؤ میں ہے جسکی زیارت کیجاتی ہے۔ **ذکر شیخ
احمد کھٹو**۔ ولایت گجرات کے بڑے مشایخین سے ہیں۔ سرکھیج جو ایک موضع ہے مضافات
احمد آباد میں وہاں اُنکا مزار ہے وہ مقام نہایت ہی لطیف بہت صاف و پاکیزہ ہوا اور ایسی جگہ بہت
کم ہوتی ہے اور کھٹو ایک گاؤں کا نام ہے اجمیر شریف کے قریب اُنکے والد دہلی کے رہنے والے تھے
اور یہ بھی بچپن میں دہلی رہے۔ کہتے ہیں کہ دہلی میں ایک دفعہ طوفان بادی ہوا تھا انکو بھی اُسی طوفان
نے گھر سے آوارہ کیا۔ ایک مدت کے بعد یہ بابا اسحق مغربی ایک کامل درویش ساکن کھٹوں کے ہاتھ
لگے بچپن سے اُنہیں کے سایہ عاطفت میں نشو و نما پائی اور مرتبہ کمال کو پہنچے۔ نیز نعمت اجازت و
خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔ سلسلہ اُنکا شیخ ابو مدین مغربی سے ملتا ہے اور بسبب درازی عمر اُنکے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک تھوڑے ہی واسطے ہوتے ہیں یعنی بابا اسحق پانچ واسطہ پر آنحضرت صلعم
تک پہنچتے ہیں یعنی سے ہر ایک مشائخ ڈیرہ سو سے زیادہ عمر رکھتا تھا۔ اُنہوں نے دہلی میں بہ نام
تحصیل علم مسجد جاہجہاں میں بڑی بڑی ریاضتیں سخت کیں کہل کے ٹکڑے سے روزہ افطار کرتے
تھے۔ بابا اسحق کے وفات کے بعد ایک چلہ کیا جسمیں چالیس دنوں میں چالیس کھجوریں کھائیں اور

سیر ملک بالا کی بھی قدم ترک و تجرید بر کی اور زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے بشارت پاکر مشائخین کی صحبت سے فیضیاب ہوئے آخر کو ولایت گجرات میں
آئے اُسوقت ظفرخان سلطان فیروز کی طرف سے نہروالہ کے حاکم تھے اور آخر میں سلطان فیروز کے لقب سے
ملقب ہوکر گجرات کا بادشاہ بنگیا تھا اُس نے شیخ کی برکات اور سابقہ شناسائی سے جو دہلی میں
حاصل کی تھی آپ کو وہاں رہنے کی تکلیف دی آپنے قصبہ سرکھیج میں سکونت اختیار کی وہاں اُنپر
برکات ظاہری و باطنی و فتوحات کے دروازہ کھلے اور اُس ملک کی تمام خلقت اُنکے انوار عقیدت
و محبت سے پُر ہوگئی اُنکی زندگی ہی میں اُنکا دسترخوان بہت وسیع تھا اور اُنکی وفات کے بعد بھی
ویسا ہی لنگر اُنکے روضہ پر ہوتا ہے جس سے امرا و بادشاہ تک حصہ حاصل کرتے ہیں فقیروں کا تو کیا
کہنا۔ اُنکے مریدوں میں سے ایک شخص محمود ایرجی نام نے اُنکے ملفوظات و حکایات کو جو اُنسے سُنا
تھے جمع کرکے تحفۃ المجالس نام رکھا ہے اُسمیں لکھتے ہیں کہ جب مجھکو سعادت پابوسی حاصل ہوئی
فرمایا کہ ایک سوداگر مصری کا کوزہ تیس سیر وزن کا اور بہت بڑا مشک نافہ مسجد خانجہاں میں
فقیر کے سامنے لایا دریافت کیا گیا کہ کہاں سے آئے ہو اور مجھکو کسطرح پہچانتے ہو اور کیا جانتے ہو اُنہوں
نے کہا میں حضرت شیخ نور قطب العالم کا مرید ہوں اور پنڈوہ سے آتا ہوں میں پہلے بھی دہلی آیا تھا
اور خرید و فروخت کرکے پنڈوہ کو چلا گیا تھا جب حضرت کی پابوسی کو حاضر ہوا آپنے فرمایا کس کس
مشائخین دہلی سے ملے میں نے ہر ایک کا نام عرض کیا فرمایا شیخ احمد کھٹو سے بھی ملے میں چپ ہوا
فرمایا جب اُنسے نہیں ملے تو دہلی کا جانا ضایع کیا جب میں نے یہ بات سُنی بیقرار ہوگیا اور تیار ہوکر
دہلی کی طرف روانہ ہوا آج حضرت کے اشارہ کے موافق آپکی پابوسی سے مشرف ہوا ہوں سنکر یہ
شیخ احمد کھٹو نے فرمایا کہ اُنہوں نے مجھکو نہیں دیکھا ہے اور نہ میں نے اُنکو دیکھا لیکن خدا کے
نزدیک جو اس درویش کا مرتبہ ہے اُسکو اُنہوں نے اپنے کشف و کرامت سے دریافت کرلیا
اُسی جگہ لکھتے ہیں کہ سلطان فیروز کو بھی شیخ کی خدمت میں اعتقاد تھا امیر تیمور جب دہلی میں
آیا شیخ اُسوقت دہلی میں تھے اور اُسکے واقع ہونے سے پندرہ روز پہلے آگاہ ہوگئے تھے نیز

اپنے مریدوں کو آگاہ کر دیا تھا چنانچہ وہ دہلی سے جونپور چلے گئے شیخ نے فرمایا مجھکو خلقت کا ساتھ
دینا چاہیئے اور مغلوں کی قید میں ہو گئے مغلوں نے جب حضرت کی کرامتیں دیکھیں امیر تیمور
کو خبر کی امیر نے بہت تعظیم کی اور رخصت کر دیا فرماتے تھے کہ میرے ساتھ اس قید میں چالیس
فقیر تھے ہر روز چالیس کاک گرم میرے پاس غیب سے آتے تھے جس سے انکا گذارہ ہوتا تھا اور یہ بھی
فرماتے تھے کہ یہ درویش خانہ کعبہ کی زیارت کو جاتا تھا جہاز میں وضو کرنے لگا پیر جو پھسلا تو سمندر
میں گر پڑا تیرنے لگا اور یا حافظ یا حفیظ یا رقیب یا وکیل یا اللہ کہنے لگا ایک تیر کے اندازہ تک تیرا
کہ پیر کے نیچے ایک پتھر آگیا یہ درویش اس پر کھڑا ہو گیا کمر تک پانی تھا اور انہیں اسما بزرگ کو پڑھتا
تھا پھر آخر ناخداؤں اور ملاحوں نے مچھلی کی طرح مجھکو گھسیٹا جب یہ درویش کعبہ شریف میں پہنچا
حج ادا کر کے مدینہ شریف کی زیارت کو گیا امام خانجہاں اور شیخ تاج الدین سرکھجی اور ایک
اور درویش اس فقیر کے ساتھ تھے جب حضرت کی مسجد شریف میں اترے یاروں نے کہا کھانا
لانا چاہیئے اس درویش نے کہا کہ ہم مہمان حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیں وہ لوگ چلے
گئے اور کھانا کھا کر چلے آئے عشا کی نماز ہم سب نے ایک جگہ پڑھی نماز کے بعد وہ لوگ سو رہے اس درویش
نے ہاتھ دھو کر تسبیح پڑھنی شروع کی کہ ناگاہ ایک شخص نے آواز دی مہمان مصطفےٰ صلعم کون ہیں
میں سمجھا کہ کوئی اور ہوگا جب تین آوازیں ہوئیں اور کوئی نہ بولا تب میں نے جانا کہ مہمان میں ہی ہوں
میں اٹھا اور اس شخص کے سامنے گیا دیکھا کہ طباق ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑے ہیں اور کہا کہ
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے اس درویش نے دامن پھیلا دیا انہوں نے وہ طباق
کھجوروں کا میرے دامن میں اولٹ دیا ان کھجوروں کی لذت و شیرینی بیان سے باہر ہے پھر
یہ درویش سو رہا جو خواب اس درویش نے دیکھا وہی ان تینوں ساتھیوں نے بھی دیکھا
خواب یہ تھا کہ گویا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر فضا ہوا دار میں تشریف رکھتے ہیں
اور کل صحابہ حاضر ہیں اور ایک عورت زرین لباس جڑاؤ جواہرات کا لٹکا ہوا پہنے ہوئے آنحضرت
کے سامنے کھڑی ہے حضرت نے زبان مبارک سے فرمایا اس عورت کو قبول کر درویش نے عرض کی

میرے بابو نے قبول نہیں کیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یہ بابو ہیں جب اُس درویش نے اُس طرف نظر کی حضرت علی شاہ مردان کو دیکھا کہ گویا بابو کھڑے ہوئے ہیں اور دانتوں میں انگلی دبا کر فرماتے ہیں بابا احمد جو کچھ آنحضرت کا فرمان ہے اُسکو قبول کر اِس درویش نے اُس عورت کو قبول کر لیا اور دل میں سمجھا کہ وہ عورت دُنیا کی صورت تھی۔ یہ ساری فتحیابی دُنیا کی آنحضرت ہی کے صدقہ سے ہے جب قافلہ روانہ ہونے لگا یہ درویش اور تینوں آدمی رخصت کیواسطے آنحضرت کے روضۂ متبرکہ پر حاضر ہوئے روضہ شریف کے مجاور دس گز سیاہ کپڑا ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑے تھے اِس درویش سے کہا کہ یہ دستار سر پر باندھو اس درویش نے کہا کہ حضرت بابو جیو نے کبھی دستار سر پر نہیں باندھی ہے فقط یہی ٹوپی سر پر رکھی ہے۔ مجاور نے فرمایا میں نے آنحضرت کو خواب میں دیکھا ہے کہ فرماتے ہیں اس شخص کو دس گز دستار سیاہ دیدو اور میری طرف سے کہدو کہ اسکو سر پر باندھو اور خلقت کو دعوت کر اس درویش نے اُس دستار کو آنکھوں پر رکھا اور سر پر باندھ لیا **مجلس** دولت پابوس حاصل ہوئی زبان مبارک سے فرمایا یہ درویش دہلی کی مسجد خانجہاں میں مشغول تھا اور مجاہدہ بہت کرتا تھا کسی نے سید جلال الدین بخاری کی خدمت میں خبر پہنچائی کہ ایک جوان صالح خانجہان کی مسجد میں بہت مجاہدہ اور ریاضت کھینچتا ہے اُنہوں نے اس درویش کی ملاقات کا قصد کیا جب مسجد کے قریب پہنچے ایک معتقد نے اُنہیں سے آکر اس فقیر کو خبر کی کہ مخدوم جہانیاں تشریف لاتے ہیں درویش اُسی وقت اُٹھ کر دروازہ میں پہنچا تھا کہ اُنکی پالکی پر نظر پڑی اُنکے خادموں نے مجھے دیکھا فوراً اُنسے عرض کی وہ اُسی وقت اُتر کے یہ درویش بھی پہنچ گیا بغل میں لیکر اس ضعیف کے سینہ سے اپنا سینہ مبارک بڑی دیر تک ملا اور لب مبارک میرے کان پر رکھا فرمایا اے جوان دوست کی خوشبو آتی ہے اے جوان دوست کی خوشبو آتی ہے اے جوان دوست کی خوشبو آتی ہے تین دفعہ فرمایا پھر خدا تعالےٰ کے سپرد کیا اور فرمایا کہ اچھے وقت میں یاد رکھنا بھولنا نہیں پھر پالکی میں بیٹھ گئے اور تشریف لیگئے یہ درویش مسجد میں اپنی جگہ پر آگیا اور مشغول ہو گیا **مجلس** دولت پابوس حاصل ہوئی زبان مبارک سے فرمایا اس درویش نے بارہ برس

تک بے یار و مددگار ننگے پیر سفر کیا ہے جس قصبہ یا قریہ میں پہنچتا تھا مسجد میں ٹھہرتا تھا۔ اس درویش
کو خداوند تعالےٰ نے اپنے فضل سے احتلام کی آفت سے محفوظ رکھا یہ درویش عشا کے وضو سے صبح
کی نماز پڑھتا اور اکثر سفر میں روزہ رکھتا اور سفر میں اتنی ریاضتیں اور محنتیں اٹھائی ہیں کہ بیان نہیں
ہو سکتی۔ فرماتے تھے سفر میں اگرچہ مشقت اور سختی بہت ہے مگر حضور باطن اور فرحت بھی بہت حاصل
ہوتی ہے اس درویش نے جو پیدل سفر کیا اس حدیث کے موافق کیا کہ فرمایا ہے۔ امشوا حفاۃ
عراۃ سترون اللہ جہرۃ (چلو تم ننگے پیر ننگے بدن قریب ہے کہ اللہ کو دیکھو گے ظاہر) فرمایا ایکدن
ایک درویش آیا بابو جیو نے چار جیتل اُسکے دینے کو فرمائے میں نے عرض کیا بابو جیو یہ درویش بہت
بھنگ پیتا ہے اور اب بھی یہ اس مال کی بھنگ خریدیگا اور پیئے گا بابو جیو نے فرمایا مجھ سے میرے
افعال پوچھے جائیں گے اور اس سے اُسکے افعال پوچھے جائیں گے اُسوقت میری عمر تقریبًا
بارہ برس کی ہوگی جب سے یہ بات سُنی ہے اُنہی کی پیروی کرتا ہوں۔ فرماتے تھے۔ ایکدن بابو جیو
نے مجھکو فرمایا بابا احمد سخاوت بہت کرتے ہیں یہانتک کہ ہاتھ نہیں پھیلاتے میں نے کہا بابو کی
برکت سے ہمیشہ میرا ہاتھ اونچا رہیگا اور ہرگز نہیں پھیلیگا۔ پھر بابو جیو نے فرمایا میں نے خدا سے
چاہا ہے کہ بابا احمد کا ہاتھ ہمیشہ اونچا رہے اور خلایق اُسکے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور یہ بیت پڑھی
بیت ہمت بلند دار کہ دادار کردگار ؛ برہمت بلند کند فضل خود نثار ؛ اور حدیث شریف پڑھی
یا ابن آدم انفق انفق (اے ابن آدم خرچ کر خرچ کر) اور یہ آیت شریف پڑھی وما تقدموا
لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ہو خیرا و اعظم اجرا (اور جو تم آگے بھیجو گے اپنی جانوں
کے واسطے خیر سے پاؤ گے اُسکو خدا کے پاس وہ اچھا اور بڑا اجر دینے والا ہے) فرمایا درویشوں کی
مجلس میں آنا تو آسان ہے مگر سلامتی سے جانا مشکل ہے اس ضعیف نے عرضداشت کی کہ سید السادات
سید بہاء الدین اس ضعیف کے نانا فرماتے تھے جبتک ہو سکے درویشوں کے پاس پھرنا اور اگر اُنکے گرد
پھرنا چاہو تو اول آنکھوں اور کانوں اور زبان کو اکٹھا کر لو اور دل کو حاضر کرو۔ **مجلس** دولت پابوس
حاصل ہوئی زبان مبارک سے فرمایا سمرقند میں یہ درویش ایک مسجد میں گیا وہاں ایک دانشمند سبق پڑھاتا تھا

تھے شاگرد گرد اگرد بیٹھے ہوئے پڑھ رہے تھے میں خراب کپڑے پہنے ہوئے ٹوپی سر پر ایک کونے میں بیٹھا تھا
ایک طالب علم نے جو حسامی پڑھتا تھا ایک جگہ اعراب نہایت غلط پڑھا میں نے دور ہی سے کہا کہ اعراب
غلط پڑھتے ہو وہ دانشمند اسی وقت اٹھے اور مجھ سے ملاقات کی جہاں سبق پڑھاتے تھے وہاں
لیجا کر مجھکو بٹھایا اور علم اصول کے چند سوال کئے میں نے سب کے جواب دئے انکو جب حال معلوم ہوا
کہنے لگے آپنے باوجود اتنے علم کے ایسے حقیر کپڑے اور ٹوپی پہن رکھی ہے میں نے کہا ایک تو علم دوسرے
اگر اچھے کپڑے پہنوں تو نفس بڑی بدذاتی کرے اس درویش نے خاصکر اپنے تئیں اس لباس میں
پوشیدہ کیا ہے۔ صاحب تحفۃ المجالس یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک دن مولانا محمد قاسم کو فرمایا فلاں جگہ
جاؤ مولانا مذکور ختم تراویح سنتے تھے اور سورہ سبح اسم تک ختم ہو گیا تھا مولانا نے اپنے دل میں
سوچا کہ رات کو ختم پورا سنلوں پھر صبح کو چلا جاؤں گا اور بے ادبی کے سبب سے عرض نکر سکے
جب تھوڑی دیر ٹھہرے تاکید کرکے فرمایا مولانا سلام کرکے روانہ ہو گئے رات کو قصبہ دھولقہ میں
رہے عشا کی نماز پڑھنے کو جامع مسجد میں گئے امام نے فرض و سنت کے بعد تراویح شروع کی اور
سبح اسم سے پڑھنا شروع کیا جب وہاں سے خدمت میں الٹے پھرے شرف پابوس سے مشرف ہوئے
اور عرضداشت کی کہ بندگی شیخ مخدوم جیو معاف کریں میرا مقصد ٹھہرنے سے یہی تھا کہ ایک رات
رہگئی ہے قرآن شریف پورا مرتب ہو جائے تو صبح کو چلا جاؤں گا۔ فرمایا مولانا درویش دنیا کے کام سے
دین کے کام میں نقصان نہیں پہنچاتے درویش کو پہلے ہی خبر تھی کہ مسجد دھولقہ کے امام نے سبح اسم
تک ختم کیا ہے تب تمسے جانیکو کہا۔ درویش جس کام کو کہیں فی الحال کرنا چاہئے دیر ہرگز نہو شیخ احمد
کھٹو کا زمانہ مشیخت سلطان احمد گجراتی کا زمانہ سلطنت تھا جنہوں نے احمد آباد آباد کیا گجراتیوں
کی سلطنت کا مختصر قصہ یہ ہے کہ سلطان محمد بن سلطان فیروز شاہ نے سنا کہ گجرات میں کفاروں
کا فساد بہت ہے اور دریا کی جانب ایک مقام ہے جسکو دیو پٹن کہتے ہیں وہاں ایک مشہور تبخانہ ہے
اور اسکا نام سومنات ہے۔ اور پھلا عامل نظام مفرح نام ناہنجار ہو گیا اور حد اطاعت سے باہر ہے
خطہ کھمبایت میں بادشاہی کا سامان کرکے مسلمانوں کو ستاتا ہے اور سوداگروں پر ظلم کرتا ہے

سلطان محمد بن فیروز نے اپنے امرا میں سے ایک شخص ظفرخاں نام کو گجرات بھیجا تاکہ وہاں کے فتنہ وفساد کو فرو کرے ایک مدت تک ظفرخان نے اُس مُلک میں بہت فتوحات حاصل کیں اور سلطان کی اطاعت کرتا رہا۔ تھوڑے دن کے بعد اُسکے بیٹے نے اپنا لقب محمد شاہ رکھ کر ۸۰۶ھ میں بادشاہ گجرات بنگیا چند روز بادشاہی کرکے دہلی کے فتح کرنیکی ہوا اُسکے دماغ میں سمائی جس دن اسطرف روانہ ہونیکا قصد کیا اسی دن مرگیا۔ اسکے بعد ظفرخان پہنچے اور تخت سلطنت پر بیٹھکر ظفرشاہ اپنا لقب رکھا دو برس اور آٹھ مہینے بادشاہی کی انکے بعد انکی پوتے سلطان احمد بن سلطان محمد بادشاہ ہوئے اور شہر احمد آباد آباد کیا بتیس برس اور چھ مہینے سلطنت کی اُنکے بعد کسی کا کچھ پتہ نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احمد آباد کی تاریخ بنا آٹھسو میں ہیں اور وہاں کی جامع مسجد آٹھسو بارہ میں طیار ہوئی چنانچہ لفظ خیر کثیر اسپر دلالت ہی۔ **ذکر قطب عالم۔** مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری کے پوتے ہیں اپنے وطن اصلی سے گجرات میں جا رہے تھے نام اُنکا سید برہان الدین ہے اُس ملک میں قطب عالم کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اُنکا روضہ تبوہ میں ہے احمد آباد سے تین کوس وفات اُنکی آٹھ ذی حجہ ۸۵۷ھ میں جو یوم الترویہ کے عدد میں ہوئی۔ اُنکے دروازہ پر ایک پتھر پڑا ہوا ہے جسمیں پتھر لکڑی لوہے کی تعریفیں جمع ہیں اور یہ تینوں صفتیں اُسمیں اکٹھی موجود ہیں اصلا تشخیص نہیں ہوسکتی کہ کیا ہے اگر اُسکو دیکھکر پتھر کہیں اور پھر غور سے دیکھیں تو کہیں گے کہ نہیں یہ لوہا ہے اور پھر یہ خطرہ گذریگا کہ نہیں یہ لکڑی ہے۔ ان تینوں میں سے ہر ایک کی صفت اسمیں پائی جاتی ہے اور پھر ہر ایک میں شبہ ہوتا ہے بہت ہی عجیب چیز ہی دیکھنے کے متعلق ہی کہتے ہیں کہ قطب العالم ایک دن پانی میں اترے پیر کو کوئی چیز لگی فرمایا یہ پتھر ہے یا لوہا ہے یا لکڑی ہی خداوند تعالے وہ تینوں باتیں اُسمیں پیدا کردیں واللہ اعلم۔ **ذکر شاہ عالم۔** قطب عالم کے بیٹے ہیں نام اُنکا شاہ منجن ہے اور لقب شاہ عالم یہ بھی احمد آباد ہی میں آسودہ ہیں اُنکا مزار زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے نہایت فرحت و لطف کی جگہ ہی بہت کشادہ و پاک و صاف جمعرات کو تمام شہر کے نیک و بد آدمی وہاں جمع ہوتے ہیں اور رات وہیں گذارتے ہیں۔ اُنکا طریقہ بیں عجیب

غریب طبعہ تھا ہمیشہ سُکر غالب رہتا تھا کبھی کبھی حریر کے کپڑے پہنتے تھے اور ملامتیہ مشرب اختیار کر لیتے
مگر اُنکی ولایت کی دلیل روشن اور اُنکے خاص ہونیکی علامت ظاہر تھی اُنہوں نے شیخ احمد کھٹو سے
بھی تربیت پائی تھی خوارق عادات بھی اُنسے بہت ظاہر ہوئے ہیں اور وفات اُنکی ۸۰۸ھ میں ہوئی
اور یہی عدد فخر کے ہیں۔ قطب عالم اور شاہ عالم کے خلفا کی ایک جماعت احمد آباد میں آسودہ ہی اور
شہر پٹن جو قدیم دار السلطنت گجرات ہے وہاں بھی بیشمار مزارات بڑے بڑے اولیاء کرام
کے ہیں مگر اُن سب میں مشہور شیخ حسام الدین ملتانی خلیفہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی
ہیں قرن گزر گیا کا گذر چکا درحقیقت اُس سرزمین سے محبت کی خوشبو آتی ہے اور اُن ویرانوں سے
نور برکت و ولایت چمکتا ہے اور اب بھی یہ شہر اولیاء سے خالی نہیں سے ؎ بہ زمین کہ نسیمے
ز زلف او زدہ است ؛ ہنوز ازاں سر خوشبوئے عشق مے آید ؛ اور اُن بزرگواروں میں سے جو
اُس شہر میں آسودہ ہیں ایک داور الملک ہیں نام اُنکا عبداللطیف تھا سپاہیوں کے
لباس میں مثل عوام الناس رہتے تھے مگر اُنکے خصوصیت کی علامتیں ظاہر تھیں مناقب اُنکی بہت
اور آثار عظمت و قبولیت حد سے باہر ہیں مزار اُنکا گجرات کے کسی گاؤں میں شہر جوناگڑھ کے
قریب ہے۔ ولایت دکن کے لوگ بڑی دور سے مسافتیں طے کر کے ہر سال اُنکی زیارت کو آتے ہیں
خاصکر اندھے اور بیمار بہت آتے ہیں جیسے کہ ہمارے ملک میں پیر جھیلم کی شہرت ہے مگر مولانا داور الملک
کے اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ مشہور ہیں اور پیر جھیلم صاحب کا فقط اتنا حال معلوم ہوا ہی کہ
یہ ایک مرد تھے ابتداء فتح اسلام میں بہت جہاد کیا اور درجہ شہادت سے مشرف ہوئے۔ تاریخ
فیروز شاہی میں لکھتے ہیں کہ نام اُنکا سید سالار مسعود غازی ہے اور یہ اُن مجاہدین میں سے ہیں جو
سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ تھے۔ سلطان محمد تغلق بہرائچ کے ملک میں گیا آپکے روضہ کی زیارت
کی اور وہاں کے مجاورین کو بہت کچھ دیا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین
چشتی کے مرید ہیں اُسکا کچھ ثبوت نہیں اور نہ اُنکے ملفوظات میں اُنکا کہیں ذکر ہے۔ منجملہ مشائخین
ولایت گجرات ایک۔ حضرت قاضی محمود ہیں صاحب کرد ذوق و عشق و محبت و مشرب

وحالت وحلاوت تھے جگری انکی زبان ہندی میں مشہور ہے اور اس ملک کے قوال بہت گاتے ہیں
درحقیقت مطبوع وموثر اور بے تکلف ہیں۔ آثار عشق اور وجد انکی باتوں سے ظاہر تھے۔ نقل ہے
کہ جب انکو دفن کیا انکے والد نے کفن انکے منہ پر سے اٹھا کے مونہ کھولا انہوں نے بھی آنکھیں کھولکے
تبسم کیا انکے والد نے کہا بابا محمود یہ کیا بچوں کی سی بات ہے انہوں نے پھر آنکھیں بند کرلیں ابتدا
حال میں انہوں نے سلطان مظفر بن سلطان محمد کے زمانہ میں نہایت توانگری وثروت کیساتھ
بجمعیت ظاہر وباطن جیسے بزرگان ومشایخ کا دستور ہوتا ہے بسر کی سنہ ۹۲۰ھ میں قصبہ سیر پور میں علاقہ
ریاست بالاسنور ولایت گجرات میں جو انکے اباؤاجداد کا وطن تھا تشریف لیجاکر سکونت اختیار
کی۔ مزار بھی انکا اسی قصبہ میں ہے۔ اس ملک کے متاخرین بزرگان میں سے شیخ وجیہ الدین
ہیں بڑے دانشمند جامع کمالات وبرکات بہت مسن معمر ومرتاض تھے تدریس علوم اور تصنیفات
میں مشغول رہتے تھے اور طالب علموں کو تربیت وارشاد کرتے اکثر کتابوں کی شرحیں اور حاشیے بھی لکھے
ہیں۔ لباس اس ملک کے عوام کا سا پہنتے تھے۔ تصوف میں نسبت اور عقیدت انکا شیخ محمد غوث
سے تھا اگرچہ مرید کسی دوسرے بزرگ کے تھے۔ وفات انکی سنہ ۹۹۸ھ میں ہوئی اور اپنے صحن خانقاہ ہی
میں دفن ہوئے۔ محرر سطور جب حضرت سید کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے قصد سے
اس ملک میں پہنچا انسے بھی ملاقات کی اور بعضے ذکر اور شغل سلسلہ علیہ قادریہ سے مشرف ہوا
اب انکے جانشین انکے خلف الصدق شیخ عبد اللہ ہیں اور علم وریاضت وغربت وہمت وعفت
تمام اخلاق درویشانہ کے ساتھ موصوف ہیں۔ ذکر شیخ علاؤالدین۔ قریشی گوالیاری
ہیں انکا اصل وطن گوالیر ہے اور سید محمد گیسو دراز کے خلیفہ ہیں علوم ظاہر وباطن کے جامع تھے حضرت
سید محمد گیسو دراز نے انکی حالت کو نور باطن سے معلوم کیا تو ترک دنیا اور خلقت سے گوشہ نشینی کی
سند انکو عطا فرمائی۔ یہ آخر عمر تک گوشہ نشین رہے یہانتک کہ خادم کو فرما رکھا تھا کہ خانقاہ کا جو کچھ کوڑا
وغیرہ ہو اسکو دروازہ کے باہر ڈالدیا کرے تاکہ لوگوں کو گمان آبادی کا نہو۔ آپکا مزار شہر محمد آباد عرف
کالپی میں ہے جسکی زیارت کیجاتی ہے اور اس سے برکت لیجاتی ہے شیخ ابو الفتح علائی قریشی

یہ مرید و خلیفہ سید محمد گیسو دراز کے ہیں علم ظاہر و باطن کے جامع تھے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے۔ کتاب عوارف المعارف کو حضرت سید کے سامنے گذرانا تھا انکی تصنیفات بہت ہیں مثل تکمیل کے نحو اور مشاہدہ کے تصوف میں انکا مزار بھی کالپی میں ہے۔

ذکر شیخ سراج سوختہ

حافظ قرآن شریف تھے اول برسوں حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کی خدمت میں امامت کی حضرت مخدوم جہانیاں کی کثرت عنایت و شفقت کے سبب سے بعضے امام جو علوم ظاہری کی تکمیل کر چکے تھے حضرت سے رشک کرتے تھے حضرت مخدوم جہانیاں کو یہ بات معلوم ہوئی فرمایا کہ سراج جب تک کعبہ شریف کو نہیں دیکھتے تکبیر تحریمہ نہیں باندھتے۔ کہتے ہیں کہ اُنسے کرامتیں بہت ظاہر ہوئی ہیں ہر چند وہ اُنکے چھپانے میں کوشش کرتے تھے۔ **نقل ہے** کہ جب شاہ مدار اُنکے زمانہ میں ہر طرف کی طرف سے کالپی میں تشریف لائے جذب خلایق اُنکی عادت تھی بہت لوگ اُنکے گردا گرد جمع ہوئی اور عظیم شہرت پا گئے مگر بعضے طریقے اُنکے خلاف شرع تھے اُسوقت قادر شاہ ولد سلطان محمد جو سلطان فیروز شاہ کے پوتوں میں سے تھے اور اپنے والد کی وفات کے بعد حاکم ہوئے تھے شاہ مدار کی شہرت سُنکر اونکی ملاقات کیواسطے روانہ ہوئے اور جس جگہ شاہ مدار خلوت نشین تھے پہنچے۔ شاہ مدار کے خادموں نے کہا کہ اب وقت نہیں ہے اور نہ ہمکو حکم ہے کہ کسی کے آنیکی خبر کریں ظاہراً کسی درویش سے خلوت میں باتیں کر رہے ہیں قادر شاہ نے یہ سُنکر خادموں سے کہا کہ اُنسے کہدو کہ ہمارے شہر سے چلے جائیں اور وہانسے برگشتہ ہو کر اپنے جائے قیام کو چلا گیا۔ یہ خبر شاہ مدار کو پہنچی دریا کے پار اُتر کر بادشاہ کیواسطے بددعا کی اور ایک خادم کو فرمایا کہ تین روز تم یہاں منتظر رہو اور بادشاہ کی خبر مجھکو پہنچاؤ جسوقت شاہ مدار دریا سے پار ہوئے اُسیوقت قادر شاہ کے جسم پر آبلے پیدا ہوئے اور اُنمیں ایسی حرارت تھی جس سے قادر شاہ بالکل بیطاقت ہو گیا فوراً حضرت شیخ سراج سوختہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُنہوں نے اپنا پہنا ہوا کرتا بادشاہ کو دیا جسکے پہنتے ہی اپنی اصلی حالت پر آگیا اور آبلوں کا جسم پر نشان بھی نرہا۔ شاہ مدار کے خادم نے مایوس ہو کر دریا سے گذر کے اُنکو خبر پہنچائی شاہ مدار وہاں سے جونپور کو روانہ ہوئے اور وہانسے پھر کر مکن پور میں جو

ایک موضع نواحی قنوج میں ہی آئے اور وہیں رہے اور وہیں انتقال کیا۔ **ذکر شاہ بدیع الدین**
مدار۔ لوگ اِن کے بہت عجیب حالات اور نہایت ہی غریب واقعات نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں مقام
صمدیت میں تھے۔ صمدیت سالکوں کے مقامات میں سے ایک مقام ہے۔ بارہ برس تک انہوں نے
کھانا نہیں کھایا اور ایک دفعہ جو کپڑے پہنے تھے پھر اُنکے دھونے کی ضرورت نہیں ہوئی تھی اکثر
کپڑا مُنہ پر ڈالے رہتے تھے کہتے ہیں جس کسی کی نظر اُنکے چہرے پر پڑتی تھی بے اختیار سجدہ کرتا تھا
اُنکا سلسلہ بسبب درازی عمر یا کسی اور وجہ سے پانچ یا چھ واسطے سے آنحضرت تک پہنچتا ہے اور بعضے
مداری اُنکو بیواسطے حضرت سے ملاتے ہیں اور بعضے ایسی ایسی باتیں کہتے ہیں جو بالکل بے اصل
ہیں شریعت وطریقت کے احاطے سے بالکل باہر ہیں واللہ اعلم قاضی شہاب الدین دولت آبادی
اُنکے زمانہ میں تھے لوگوں میں جو ایک مکتوب مشہور ہے کہتے ہیں کہ شاہ مدار نے قاضی شہاب الدین
کو لکھا تھا شیخ سراج سوختہ کے ذکر میں جو لکھا گیا ہے وہ بعض کالپی کے فاضلوں سے سُنا گیا تھا اور
اُنہوں نے کہا کہ یہ قصہ ہمارے ملک میں مشہور ہے مگر اُسکا مقطوع ہی رہنا اولے ہے واللہ اعلم
رحمۃ اللہ علیہ وعلی جمیع رجال اللہ۔ **ذکر شیخ سنجانی**۔ یہ درویش صاحب کت وکشف وکرامت طبق
سہروردیہ کے شیخ نور کے ہمعصر تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اُنکو الہام ہوا کہ ہمارے مکان میں قطب
اُتریں گے۔ اُنہوں نے مجلس کا سامان کیا اور شیخ نور کی خدمت میں التماس کیا کہ مجھکو یہ الہام ہوا ہے
اور اب قطب آپکے سوا کوئی نہیں ہے میرے گھر میں آئیے شیخ نے اُنکی دعوت قبول کی اور اُنکے
گھر گئے کھانا کھانے کے بعد قوال آئے اُسوقت تمام اکابر وصدور جمع تھے جسوقت قوالوں نے گانا شروع
کیا صدر جہاں اُٹھے اور کہا نامشروع ہے پھر قاضی جی اُٹھے اور وہ بھی نامشروع کہکر چلے گئے اُنکے بعد
مفتی بھی چلے گئے غرض یہ کہ منکرین سماع جتنے تھے سب چلے گئے فقط ایک مولانا تاج الدین سجانی شیخ
علاؤ الحق کے داماد بیٹھے رہے اور ہر چند قوالوں کو منع کیا مگر کچھ فائدہ نہوا قوالوں نے یہ بیت پڑھی
بیت۔ آں سوار کج کلہ کز ناز سلطان منست ٭ بس خرابیہا کز و بر جان ویران منست ٭ شیخ
نورالدین کو اس سے ایک ذوق پیدا ہوا اور وجد میں آگئے۔ مولانا تاج الدین نے بحث شروع کی

شیخ نے جواب دیا جب مولانا نے بہت غل مچایا شیخ کو غصہ آیا فرمایا مولانا تاج الدین اتنی شوخی مت
کرو۔ مولانا جب گھر واپس آئے دیکھا تو تمام بدن پر آبلے پڑ گئے تھے نعوذ باللہ منہا۔ **ذکر مولانا**
تقی الدین اودھی۔ نہایت متقی تھے کام انکا یہ تھا کہ وظیفہ کی کتاب کو لیکر پچھلی رات
گھر سے باہر نکل جاتے اور تمام روز کسی جگہ بیٹھکر مشغول رہتے جب بڑی رات گذرتی گھر میں آتے۔
کہتے ہیں کہ انکے پاس ایک تبرا ابدال کے آئے اور کہا کہ آپ ہم میں شامل ہوں اُنہوں نے فرمایا میرا تمہارا
ساتھ کیا کام تم لوگ خانماں آوارہ ہو میں جورو بچے والا میرا تمہارا ساتھ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہتے ہیں
مولانا تقی الدین نے ایک لونڈی خریدی تھی ایک دن اُس لونڈی نے اپنے بچوں کو یاد کیا مولانا
اُسکو آدھی رات کو اپنے ساتھ لیگئے آزاد کردیا یہ بات مولانا کی بی بی نے سُنی وہ بہت خفا ہوئیں
قضارا تھوڑے دنوں کے بعد وہ مع اپنے شوہر اور بچوں کے واپس آئی اور مولانا کے قدموں
میں گر پڑی اور کہا کہ ہم سب آپکے غلام ہیں مولانا نے فرمایا تم سب آزاد ہو۔ **ذکر شیخ رفیق الدین**
بڑے بیٹے شیخ نور قطب العالم کے ہیں بہت ہی بزرگ متواضع اور منکسر المزاج تھے شیخ حسام الدین
کہتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے واللہ میں بازاری کتے سے بھی کمتر ہوں۔ ایکدفعہ کاتب حروف نے
یہ حکایت اپنے والد کے روبرو بیان کی اُنہوں نے فرمایا میں نے تمام عمر اس ایک کلمہ کو اپنے حسب
حال پایا ہے رحمۃ اللہ علیہ و علی جمیع العارفین۔ **ذکر شیخ انور**۔ چھوٹے فرزند حضرت شیخ نور
قطب العالم کے ہیں بڑے بزرگ اور سخی تھے بکریوں کو خوب فربہ کرکے فقراء کو کھلاتے اور خود
نہ کھاتے شیخ حسام الدین اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ میں نے ایکدن مخدوم زادہ شیخ انور سے
پوچھا کہ عشق کیا ہوتا ہے فرمایا لوگ جو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں کہ دوست آتا ہے یا خیال دوست
کا یا پیام اُسکا ورنہ پھر کیوں آنکھیں پھاڑتے ہیں ✽ **ذکر میر سیّد اشرف سمنانی**۔ انکو میر سید
اشرف جہانگیر کہتے ہیں اکمل اولیاء سے ہیں صاحب کرامات و تصرفات تھے اور سیاحی ہیں میر سید علی
ہمدانی قدس سرہ کے رفیق آخر ہندوستان میں آئے اور شیخ علاؤالحق کے مرید ہو لئے۔ انکو مرید ہونے
سے پہلے ہی مقامات کشف و کرامات حاصل ہو گئے تھے۔ حقایق و توحید میں انکا کلام بہت بڑھا ہوا ہے

انکے مکتوبات ہیں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی طرف اُنمیں بڑی تحقیقات عزیبہ بیان
کی ہیں۔ غالباً قاضی نے انسے ایمان فرعون کے مسئلہ میں بحث کی ہوگی جسکی طرف فصوص الحکم میں اشارہ ہے
جو اُنہوں نے اس بارہ میں مکتوب لکھا ہے۔ مزار اُنکی جونپور کے دیہات میں ہے جسکو کچھوچھہ
کہتے ہیں بہت ہی پُرفیض مقام ہے حوض کے درمیان میں واقع ہوا ہے سید کا نام اُس ملک
میں جنوں کے دُور کرنے میں بہت مشہور ہے انکے ملفوظات اُنکے مریدوں میں سے ایک شخص
نے جمع کئے ہیں۔ **مکتوب بست و دوم** بہائی اعز ارشد جامع العلوم قاضی شہاب الدین
نور اللہ قلبہ بانوار الیقین دعاء درویشانہ اور ثناء برکیتانہ درویش اشرف سے قبول کریں نامہ
جسمیں بعض باتیں مندرج تھیں پہنچا اور وہ استفسار جو بحث فصوص الحکم سے فرعون کی نسبت
تقاضا کیا تھا انجام کو پہنچا ہے۔ جاننا چاہیے کہ فصوص میں اُسکی نسبت دس جگہ کلام ہے جو دلائل
عشرہ سے مشہور ہے سب مقاموں میں مشکل اور پیچیدہ یہ مقدمہ ہے جسمیں تمام شارح اصل مطلب
کو نہیں پہنچے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ فرعون کو کہتے ہیں کہ ایمان یاس رکھتا تھا یا نہیں۔ یاس[آخرت ۱۲]
کیا ایمان یاس دوزخ کے اہوال اور عذاب آخرت پر مطلع ہونے سے ہوتا ہے اُسکو یہ نہیں تھا
کیونکہ اُسکو ڈوبنے کا ڈر اور تخریب غرق نے ایمان دلوایا جیسے کہ قیصری میں آیا ہے جبکہ تھا ایمان
فرعون کا دریا میں کیونکہ اُس نے دیکھا ایک راستہ کھلا ہوا وسیع جسمیں سے بنی اسرائیل گذر گئے
اور یہ غرغرہ سے پہلے تھا اور اُن آخرت کے حکموں سے جنکو لوگ غرغرہ کیوقت دیکھتے ہیں تھا
اس سبب سے اُسکا ایمان صحیح کیا گیا معتدبہ کیونکہ وہ ایمان بالغیب تھا اس سبب سے کہ وہ غرغرہ سے
پہلے تھا اور عذاب کے دیکھنے سے نہ تھا جیسے کہ ایمان یاس ہوتا ہے کیوں کہ جو کافر قتل کیوقت
ایمان لے آئے وہ قبول ہے بلا خلاف اور فصوص میں ہے کہ کہا زوجہ فرعون نے فرعون سے
قرۃ عین لی ولک (ٹھنڈک آنکھ کی میرے اور تیرے واسطے) انکے قرۃ عین تو ہوئی اُس کمال
سے جو انکو حاصل ہوا جسکو ہم کہہ چکے اور فرعون کی قرۃ عین اس ایمان سے ہوئی جو اُسکو غرق ہونے
وقت خدا نے عطا کیا یعنی اُسکو قبض کیا طاہر مطہر کہ اُسمیں کچھ بھی خباثت نہیں تھی کیونکہ اُسکو

ایمان کے وقت قبض کیا تھا کسی برائی کے ایمان کے بعد کرنے سے پہلے اور اسلام پہلی برائیوں کو ڈھا دیتا ہے۔ اور خدا نے اسکو اپنی عنایت کی نشانی بنایا اور وہ جسکو چاہے کر دے یہانتک کہ اسکی رحمت سے کوئی ناامید نہیں۔ لاییاس من روح اللہ الا القوم الکافرون (نہیں ناامید ہوتے ہیں خدا کی رحمت سے مگر کافر لوگ) اور اگر فرعون ناامید ہو جاتا پھر کیونکر ایمان لاتا۔ پس تھے موسیٰ علیہ السلام جیسے کہ فرعون کی عورت نے کہا انہ قرۃ عین لی ولک لا تقتلوا عسی ان ینفعنا قولہ الآن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین (تحقیق وہ ٹھنڈک آنکھ کی ہیں میرے اور تیرے لیے مت قتل کر انکو قریب ہے کہ ہمکو نفع پہنچا ئینگے۔ اور قول خدا کا یعنی ایمان لایا تو آج اور تحقیق تھا تو پہلے نافرمان مفسدوں میں سے) یہ ایک قسم کا عتاب ہے اُسکی توجہ کیوقت خدا کے ساتھ اور اُسکے ساتھ ایمان لانے سے اور یہ اُسکے صحت ایمان کو منافی نہیں ہے اور یہ جو آیا ہے یقدم قومہ یوم القیامۃ فاوردھم النار وبئس الورد المورود (آگے قوم اسکی قیامت کے دن پس وارد ہونگے وہ آگ پر۔ برا وارد ہوتا ہے اور اُسکے اترنیوالے) ضمیر قوم کی طرف ہے اور دخول نار منافی نہیں ہے ایمان کو۔ فرعون کے کافر ہونیکا ایمان لانیکے بعد کوئی نص صریح نہیں ہے اور جو کچھ اس باب میں آیا ہے یہ قبل ایمان سے حکایت ہے اور ایمان لانیکا فائدہ علیٰ تقدیر عذاب پانیکے یہ ہے کہ ہمیشہ آگ عذاب میں نہیں رہنے کا اور عذاب پانا حقوق العباد میں ہوگا جو ایمان لانے سے نہیں اٹھتے پس شیخ کے قول کا انکار نہیں کیا جا سکتا باوجودیکہ وہ مامور ہیں تمام کتاب کے لکھنے پر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پس وہ معذور ہیں جیسا کہ منکر معذور ہے وقولہ جعلہ ایۃ علی عنایتہ (اور قول انکا کیا ہے اُسکو نشانی اپنے عنایت کی) اسمیں اشارہ ہے اللہ تعالےٰ کے اس قول کی طرف فالیوم ننجیک ببدنک مع بدنک من العذاب بوجود الایمان الصادر منک بعد العصیان واللہ اعلم بالسرائر منکل مومن وکافر (پس آج نجات دینگے تجھکو تیرے بدن کے ساتھ عذاب سے بسبب صادر ہونے ایمان کے تجھ سے بعد گناہ کے) ہر چند کہ وہ برادر قدوہ علما روزگار اور زبدہ فضلا ہر دیار ہیں لیکن عنایت الٰہی اور حمایت نامتناہی

سے اور اُس طائفہ علیہ کے التفات اور اس مرہ سینہ کے توجہات سے ایک گھونٹ مشرب صوفیہ اور ایک سطر منصب باطنیہ سے رکھتے ہیں اور اسکو اعلیٰ ترین دولت اور بلند ترین رفعت سمجھا جائے کیونکہ بے عنایت ازلیہ اور رعایت لم یزلیہ کے کوئی اس شرف سے مشرف نہیں ہوتا۔ ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء (یہ اللّٰہ کا فضل ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے) اور اس مشرب کا رتبہ اور اس منصب کی وجہ کچھ امام غزالی سے پائی جاتی ہے کیونکہ اُنہوں نے فرمایا ہے۔ من لم یکن نصیب من هذا العلم اخاف علیه من سوء الخاتمة وادنی نصیب منه التصدیق والتسلیم لاهل التحقیق (جسکو نہو اس علم سے حصہ میں خوف کرتا ہوں اُسپر برے خاتمہ کا اور اُسمیں سے تھوڑا حصہ تصدیق اور تسلیم ہے اہل تحقیق کے لئے) اور شرک خفی کے دریا سے نکلنا ماسوائے دستگیری اس اس عقیدے کے ممکن نہیں کچھ تھوڑا اذکار معمولہ مشائخ چشتیہ کے لکھونگا جو کچھ اُنسے آثار نمودار ہوں انکو لکھیں تاکہ اُنکے مطابق نمودار رحمانی اور اطوار شیطانی پر اقبال و اہمال کیا جاوے انشاءاللّٰہ تعالیٰ اور اگر ان چند ایام میں باہم ملاقات ہوگی تو معارف مطلوبہ اور عوارف موہوبہ کہے جاویں گے جناب نتیجۃ المشائخ شیخ رضی کہ ہمراہ نامہ کے تشریف لیگئے ہیں غالباً کچھ اپنے احتیاج کیواسطے ضرور سلطان ابراہیم ضاعف اللّٰہ اقتداره کے سامنے پیش کرینگے اُن برادر کے مکارم اخلاق سے توقع ہے کہ جہانتک ممکن ہو بمقتضائے۔ ادخال السرور فی قلب المومن کالبحر وسائر العبادات کالقطر (خوشی کا داخل کرنا مومن کے دل میں دریا کے مانند ہے اور تمام عبادتیں مثل قطرے کے ہیں) اور بقول ما من اغبرت قدماه فی سبیل اللّٰہ حرم اللّٰہ جسده من النار (جس شخص کے غبار آلود ہوئے دونوں قدم خدا کے رستہ میں حرام کیا اللّٰہ نے اُسکے بدن کو آگ پر) انکو شش اور رعایت میں دریغ نفرماینگے ؎ گر برآید کارے از دست کسے ÷ بہ کہ در کارش زند صد دست و پائے کار باید کرد کاں از روئے دل ÷ کار او نبود بود کار خدائے ÷ چونکہ قضائے عالم کے درویش اور تمام جہاں کے دلریش جانتے ہیں کہ فقیر کو آنجناب سے ایک خاص نسبت ہے ضرورت ہوتی ہے کہ کبھی کبھی اوقات شریفہ میں حرج ڈالا جاوے معذور رکھیں والسلام ÷ **ذکر شیخ فتح اللّٰہ اودھی**

حضرت شیخ صدرالدین حکیم کے خلیفہ ہیں علماء دہلی سے تھے برسوں جامع دہلی میں جو منار شمسی کے
پائیں ہے مسند درس پر بیٹھکر خلق اللہ کو فائدہ پہنچایا آخر میں شیخ صدرالدین حکیم کے مرید ہوئے اور اس
طریقہ کے سلوک کو طے کرنا شروع کیا کہتے ہیں کہ اُنہوں نے بے انتہا ریاضتیں کھینچیں لیکن اُس
باغ روح پرور کی ہوا تک بھی انکو نہ لگی آخر شیخ سے یہ شکایت بیان کی اُنہوں نے فرمایا پڑھنا
چھوڑ دو اور کتابوں کو اپنی ملک سے باہر کردو اُنہوں نے ویسا ہی کیا مگر تھوڑی سی کتابیں جو بہت
نایاب و نفیس تھیں اُنکو رکھ چھوڑا ابھی دروازہ معرفت کے کھلنے میں کچھ توقف تھا کہ اُن کتابوں کو بھی جدا
کردیا۔ لوگ اُنکو دیکھتے تھے کہ پانی کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے کتاب کے ورقوں کو دھوتے اور روتے ہیں یہانتک
کہ انکا لوح دل نقش ماسوائے سے پاک ہوا اور اُسکے بدلے علم باطن نے وہاں جگہ پکڑی شیخ قاسم اودھی
انکے مریدہیں انکا ایک رسالہ ہے آداب السالکین اسمیں لکھتے ہیں کہ درویشاں مصلا اور تسبیح اور کنگھی اور
عصا اور قینچی اور سوئی اور ابریق اور پیالہ اور نمکدان اور طشت اور آفتابہ اور جوتی اور نعلین مرید کو
کو جو دیتے ہیں ہر ایک کے جدا معنے ہیں مصلہ کے معنی طاعت اور عبادت پر استقامت کرنا تسبیح سے
مراد یہ ہے کہ پریشانی خواطر جو وقت کی مزاحم ہوتی ہے جمع ہوگئی اور ایک خطرہ ہوگیا جیسے دانے سب جمع
ہیں کنگھی خیر کا نشان ہے یعنی شر دور ہوگیا۔ عصا اسپر دلالت کرتا ہے کہ تکیہ اور بھروسہ اور اعتماد اسکی
ذات واحد پر کرنا چاہیے جو واحد حقیقی ہے مقراض دلالت کرتی ہے کل علایق کے قطع کرنے اور کل
امیدوں کے کترنے پر سوئی دلالت کرتی ہے صورت اور معنی کے پیوند پر لیکن سوئی کو بے تاگے
کے نہیں دیتے **بیت** سوزن در رشتہ از پے پیوند ۔ آن بدو این بدوست حاجتمند ۔ کوزہ
اور پیالہ دلالت کرتے ہیں فقرا کی رعایت پر اور یہ دونوں مہمان ہیں روٹی اور پانی کے ساتھ
نمکدان اور طشت اور آفتابہ دلالت کرتے ہیں کندوری پر یعنی کندوری پیروں کی اُسکے حوالے
ہوئی اور کفش و نعلین سے یہ مراد ہے کہ ثابت قدم رہے۔ اور کنگھی جب کسی کو دیں تو چاہیے
کہ کپڑے یا کاغذ میں لپیٹ کردیں کھلی ہوئی نہیں کیونکہ وہ جدائی کی چیز ہے۔ اور جب چھری
کسی کو دیں تو چاہیے کہ میان میں کرکے دیں اور خربوزہ یا گوشت اُسکے ساتھ دیں اور مٹکے

اور ٹھلیا اور آبخورے کو جب دیں تو پانی سے بھر کر دیں اور جب کنگھی کو کنگھی دان میں کریں بار یک
دندانوں کو اندر کے رخ کریں تاکہ جدائی کی چیز دور رہے ۞ **ذکر حضرت خواجہ مسعود بک**
از اقربا حضرت سلطان فیروز شاہ ہیں اصلی نام انکا شیر خاں تھا مدت تک اہل دولت اور
امیروں کے لباس میں رہے کہ یکایک جذبہ بات حق انکے گریباں گیر ہوئے یہ تب درویشوں کی خدمت
اور انکے حلقہ صحبت میں داخل ہوکر شیخ رکن الدین بن شیخ شہاب الدین امام کے مرید ہوئے اکثر
حالت سکر میں رہتے تھے بہ بادہ وحدت کے مستوں خمخانہ حقیقت کے خم شکنوں سے ہیں بات
مستانہ کہتے ہیں سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں کسی نے ایسا اسرار حقیقت کو فاش نہیں کیا اور کسی نے
ایسی مستی نہیں کی جیسے کہ انہوں نے کی۔ کہتے ہیں انکے آنسو ایسے گرم ہوتے تھے کہ اگر کسی کے
ہاتھ پر گر پڑے تو بدن کو جلا دیتے انکی علم توحید و تصوف میں بہت تصانیف ہیں ایک تصنیف
انکی تمہیدات ہے قاضی عین القضات ہمدانی کی تمہیدات کے مطابق اسمیں بہت حقایق و
دقایق مندرج ہیں اور شعروں کا دیوان بھی ہے اور قصیدہ اور غزل وغیرہ کل سخن کی قسمیں
اسمیں موجود ہیں اور اکثر حضرت امیر خسرو کے شعروں کا جواب بھی کہا ہے مگر بعض جگہ طریقہ شاعری
کی رعایت نہیں رکھی لیکن پھر بھی بعضے کلام شاعرانہ بہت متین ہیں انکی ایک اور تصنیف ہے
مراۃ العارفین نام اسمیں کہتے ہیں **بیت** ما نسخہ محمد مرسل فتادہ ایم ۞ زیرا کہ ہر دلی ست بدیں
نسخہ نبی ۞ انکا مزار انکے پیر کے مقبرہ میں ہی قریب مزار مبارک حضرت خواجہ قطب الاقطاب قطب الدین بختیار اوشی قدس
سرہ کے لاڈو سرائے میں بہت ہی مجذوبانہ اور غریبانہ حالت ہے سنہ ہجری میں قدس اللہ سرہ کتاب مراۃ العارفین کے دیباچہ میں
لکھتے ہیں وقت کی زبان بولنے والی ہے اور غیب کی آنکھ دیکھنے والی ہم غایب حاضر ہیں اور حاضر غایب جس طرح سے
کہ ہم ہم ہیں پیدا نہیں ہیں اور جس طرح سے کہ ہم ہم نہیں ہیں موجود ہیں۔ اگر غیب کی رمز دل
کا کشف چاہتا ہے ہمکو ہم مت کہہ یہ حرف غیب کے پردوں کے رکھنے کے ظروف ہیں اور یہ نقطے
ہیں کہ جنکے نکتہ اسرار ہیں۔ ایسی سفیدی ہے جو دل کی آنکھ میں سوداڈالتی ہے اور ایسی سیاہی
ہے کہ جان کے دماغ میں سودا ڈالتی ہے۔ نور ہے آنکھ کو روشن کرنیوالا اور آگ ہے پردہ کو جلانیوالی

ہم طور کے سبز درخت ہیں کہ وہ نور ہمپر جلوہ کرتا ہے۔ وہ نور ہمپر چمکتا ہے اور ظلمت ہمسے بھاگتی
ہے اور ہمکو بے ہمارے پایا۔ ہمکو ہمسے کہتا ہے اور ہمکو بے تمہارے ڈھونڈھتا ہے۔ اینیت کے حجاب کو
اٹھا اور اپنے آپ کو محرم راز کر یہاں ایک صورت ہے آئینہ کشف میں متجلی اور ایک عروس ہے
حلیہ ستر میں متحلی یہ جلوہ مراۃ العارفین کا اسکو پہچان اگر یقین کی آنکھ رکھتا ہے۔ یہ ہے مطلع
مراۃ العارفین کا یہی فقرے انکے فضل و کمال پر کافی دلالت کرتے ہیں کتاب کو چودہ کشف
پر مرتب کیا ہے۔ چودھویں کشف میں روح کا بیان ہے فی الحقیقت جتنے معارف اس امر کے
اس کتاب میں بیان کیے ہیں اور کسی کتاب میں نہیں۔ چودھواں کشف حقیقت روح میں
جان تو کہ خداوند تعالے نے روح کے بھید کو کل ممکنات سے پوشیدہ کر رکھا ہے اور ادراک
عقلی اور احساس بشری نہیں جانی گئی اور نہ جانی جائیگی۔ قل الروح من امر ربی (کہہ روح
میرے رب کے حکم میں سے ہے) اسکے اثبات وجود کا اقرار ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا
قلیلا۔ (اور نہیں دئے گئے ہو تم علم میں سے مگر تھوڑا) اسکے طلب شہود سے انکار ہے روح
اگرچہ آثار سے پیدا ہے مگر عقل اسکے ادراک ماہیت کی پوشیدہ ہے کلام ماہیت میں ماہیت اسکی
حرام ہے کیونکہ وہ حد اور مقدار کلام سے باہر ہے۔ محققوں نے کہا ہے روح کی شناخت
روح سے ہوتی ہے جب تک کہ روح نقاب جمال عزت سے نہ اٹھائے۔ شمع عقل میں نور معرفت
اسکا نہیں جاتا روح حقیقت انسان ہے جیسے کہ شاعر نے کہا ہے۔ مصرع کنت بالروح لا بالجسم
انسانا۔ اور روح صورت رحمان ہے ان اللہ خلق ادم علی صورتہ (تحقیق اللہ نے
پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر) وہ ایک نور ہے جمال ربوبیت سے چمکنے والا جو آئینہ کہ جسمیں اسکے
قبول کرنیکی قابلیت تھی اسکے مقابل آیا اس جمال کو اس نے اپنے اندر پایا۔ اس سبب سے
اسمیں کلام کرنا منع ہے کہ عالم صانع سے ہے نہ جنس مصنوع سے ربوبیت کے بھید کو ظاہر کرنا
کفر ہے اے عزیز آئینہ میں جو دیکھنے والیکا منہ چمکتا ہے آئینہ کی وہ حقیقت ہے اور دیکھنے
والے کی صورت ہے۔ ایسے ہی روح ایک وجہ ہے جمال رحمانیت سے آئینہ انسانیت میں

جو کوئی وجہ سے اُس جمال کے دیکھے رستہ کو قدم سے طے کریگا اور جو کوئی آئینہ کی وجہ سے نظر
کرے گا وہ اپنے دامن کو لوث حدوث سے تر کریگا یہاں حدوث اُسکے ظہور سے عبارت ہی
حدوث میں جیسے کہ دیکھنے والے کی صورت آئینہ میں۔ اے عزیز اتنا کسی چیز میں اختلاف نہیں ہے
جتنا روح کے بارہ میں ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ روح عرض ہی اُسکے سر کی آنکھ میں مرض ہی۔ اور
جسکو یہ گمان ہے کہ وہ جسم ہے وہ محروم ہے اُس قسم سے اور جسکو یہ یقین ہے کہ وہ جوہر ہے
اُسکے دل کے کان مثل حلقہ کے در پر ہیں۔ مگر جو اُسپر کوئی نام نہیں رکھتے انکا معرفت سے عاجز
ہونا سوائے معرفت کے کچھ نہیں العجز عن درک الادراک ادراک جسپر انگلی رکھے گا وہ وہی ہی
چنانچہ بعض صوفیہ فرماتے ہیں۔ الروح لطیفۃ تسری من اللہ الی اماکن متفرقۃ لا یعبر
عنہ بالکثر من موجود۔ وہ بادہ ہے نہ جام وہ قمر ہے نہ غلام محققوں نے کہا ہے روح کے
دو اعتبار ہیں سراجی اور زجاجی اور جسنے کہ اُس سے علمی کی عبارت کی ہی اور کشف سے
اشارہ لائے ہیں وہ روح زجاجی سے ہے نہ روح سراجی سے۔ محقق کہتے ہیں سامنے ایک
سراج اللہ نور السموات والارض۔ ہزار در ہزار زجاج ہیں کہ سب میں چمکتا ہوا ایک
سراج کا عکس ہے (سراج چراغ کو اور زجاج قندیل کو کہتے ہیں) روح کا تعدد باعتبار
زجاج ہے نہ باعتبار سراج حدوث اُسکا اسی وجہ سے ہے۔ **مصرع** ہست ایں ہزار آئینہ
و آفتاب یک ہے۔ اور یہ صورت چمکنے والی وہی ہے کہ قندیل میں بقدر صفائی محل کے ظاہر ہوتی
ہی۔ نباتی اور حیوانی اور انسانی جب آفتاب مشرق سے طلوع ہوتا ہے زمین اُس سے تین
تاثیریں لیتی ہے۔ ایک سایہ کہ بعد حایل سے ہوتا ہے دوسرے اثر کہ بے حایل کے نازل ہوتا ہی
تیسرے عکس کہ محل صفا اُسکو قبول کرنیوالا ہو۔ اگرچہ یہ آثار ایک دوسرے سے متفاوت ہیں
مگر آفتاب کی وحدت میں اس سے تفاوت نہیں کرتے۔ روح نباتی مانند سایہ کے ہی کہ حایل
رکھتی ہے اور روح حیوانی مانند حرور ہے کہ بے حایل کے ظاہر ہوتی ہی اور روح اور روح
انسانی مانند عکس کے ہی کہ بسبب صفائی محل کے چشمہ آفتاب سے پرورش پاتی ہی اور بہت

بڑا بھید ہے اے عزیز نظر تحقیق میں عکس عین شخص ہی کہ جسکو اپنے سے نور نہیں وہ سوائے اُس وجہ کے ظہور نہیں ہے۔ حرکت اور سکونت عکس شخص کے ساتھ ہے جیسے کہ عکس کو تعین وجود ہے ویسے ہی عین کو عکس سے مشہور ہے اگر عکس عین شخص نہوتا تو پھر انا الحق اور سبحانی کیوں ظاہر ہوتا۔ اگر تیرے دل میں آوے کہ روح انسانی بھی متفاوت ہی میں کہتا ہوں یہ تفاوت بھی قابل میں ہے (قابل اُس شئے کو جو دوسرے شئے کو قبول کرے کہتے ہیں) نہ آفتاب کے فیض میں بقدر قابلیت محل کے کہیں چھوٹا ظاہر ہوتا ہے کہیں بڑا اور جب محل پورا اصاف ہو جاتا ہے وہ بوجہ خود اُسمیں چمکتا ہے اور اس چمک کو پہلے مرتبہ میں امر کہتے ہیں یہ کل افراد نوع انسان کو برابر ہے اور جب محل صفائی پاوے اور منظور ناظر کو حکم پکڑے اُسکو نفخ کہتے ہیں۔ ونفخت فیہ من روحی ای اظہرت (اور پھونکی میں نے اُسمیں اپنی روح یعنی ظاہر کیا میں نے) پس ملائکہ کی روحیں اس نظر سے وجود امر اللہ ہونگی اور روح انسانی ساتھ ظہور ید تصرف کے صورت تجلی ذات پس ارواح ملکی کی نسبت ارواح انسانی سے ایسی ہے جیسے ستاروں کی نسبت چاند کے ساتھ اور قمر کی ہیئت کو ظہور میں تفاوت ہی اور ہر ہیئت کے ساتھ نام رکھتا ہے اور اُسکو سیر میں ترقی ہے اور کواکب یک طرح پر اور ایک ہی وجہ پر اُنکا ظہور ہے اور اُنکی ہیئت میں تفاوت نہیں ہے اسی سے آفتاب کے دیکھنے سے معذور ہیں اور ملائکہ کو بھی ترقی نہیں ہی۔ وما منا الا لہ مقام معلوم (اور نہیں ہی کوئی ہم میں سے مگر اُسکے لئے مقام معلوم ہے) اسی سے رویت سے محجوب ہیں کیونکہ آفتاب کا دیکھنا ستاروں کو آفت ہے۔ لیکن چاند کہ خود نور نہیں رکھتا اور نہ ظہور اُسکے آئینہ میں جو کچھ چمکتا ہے وہ آفتاب ہے جسکی وجہ سے وہ چمکا ہے۔ وہ اپنی وجہ قبول میں یا سوائے آفتاب کے کچھ نہیں دیکھتا اس سے چار بالش خلافت میں شہر قلب میں بیٹھا ہوا ہے یہاں تک ہے انسان کو سمجھنا چاہئے کہ وہ کون ہے مگر ممکن کو بھی اس سبب سے ممکن کہتے ہیں۔ کہ وہ عدم ہی کہ قابلیت قبول وجود واجب کی رکھتا ہے پس جو کچھ اُسمیں ہے وہی ہے (اس مضمون کو جو سمجھا وہی سمجھا) اگرچہ ہر ایک نے کشف روح میں اشارہ کیا ہے اور اُسکو تحریر میں لائے ہیں مگر جو قول

کہ جامع اقوال ہے کہ بنا اُسکی کشف کمال ہے یہی ہے والصحیح عندی ان الروح شئ لطیف خفی بالذات ظاھر بالآثار و یظھر تصرفہ بالصفات السبعۃ بتعلقہ بالجسم و یزول بمفارقتہ وھی صورۃ بیانیۃ لتصرفہ تعالیٰ فی العالم لا یلطفہ حس ولا یدرکہ عقل" (اور صحیح میرے نزدیک یہ ہے کہ روح ایک شئے لطیف ہے پوشیدہ بالذات ظاہر آثار کے ساتھ اور ظاہر ہونا تصرف اُسکا صفات سبعہ کیساتھ بتعلق اُسکے کے جسم کے ساتھ اور زایل ہونا ساتھ مفارقت اُسکے کے اور وہ صورت بیانیہ واسطے تصرف خداوند تعالےٰ کے عالم میں نہیں ادراک کر سکتی ہے اسکو عقل) اے عزیز اس نے تامنر روح کی کوئی حد نہیں ہے یعنی جیسے کہ خداوند تعالےٰ پوشیدہ ہے ذات کے ساتھ اور ظاہر ہے آثار کے ساتھ ایسے ہی روح بھی بالذات مستور ہے اور مانند حیات مشہور جسم اُسکے تعلق سے صفات سبعہ کا قابل ہوتا ہے اور روح کی مفارقت یعنی الگ ہو جانے سے وہ تصرف اُس سے جاتا رہتا ہے پس وہ ازروئے تصرف کے جسم میں صورت بیانیہ ہوتی ہے اپنے تصرف کو عالم میں۔ ولہ المثل الاعلیٰ (اور اسی کے واسطے مثل اعلیٰ) پس قالب انسانی نمونہ ہے عالم کا اعضا اسمیں مانند اشیاء کے ہیں اور قویٰ مانند روحانیات کے جسمانیات میں اور روح وجہ ہے اُس جمال سے اور پرتو ہے اُس جلال سے بلکہ عکس ہے تجلی ذات سے جیسے کہ خداوند تعالیٰ نہ عالم کے اندر نہ عالم کے باہر ہے نہ اُس سے متصل ہے نہ اُس سے جُدا ہے ایسے ہی روح ہے جو کوئی اپنے اندر غور کرے دوئی سے دُور ہو بلکہ خود نہ رہے اور بیخود ہو جائے۔ اگر اے عزیز خداوند تعالےٰ وجہ ربوبیت کو کہ جسکو تو روح کہتا ہے قالب بشریت میں لاتا معرفت کا ہونا محال ہوتا پہلے آئینہ انسانیت میں اپنی وجہ صفات کو چمکایا پھر اُسکو اُسکے ساتھ دریافت کیا علم اُسکا علم کی وجہ سے اور ارادت اُسکی ارادت کی وجہ سے اور قدرت اُسکی قدرت کیوجہ سے اور حیات اُسکی حیات کی وجہ سے اور اُسکا سُننا اُسکے وجہ سننے سے اور اُسکا دیکھنا اُسکی وجہ دیکھنے سے اور اُسکا کلام اُسکی وجہ کلام سے اس جگہ عرفت ربی بربی وہی ذوق رکھتا ہے کہ

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (جس نے پہچانا اپنے نفس کو پس تحقیق پہچانا اُس نے اپنے رب کو)۔
حقیقت انسان کی صورت رحمان ہے پس اُسکی معرفت کا بیان ہے بلکہ تحقیق کی نگاہ میں یہ عین
وہی ہے ۔ مگر روح کی بہت تجلیاں ہیں اور ہر تجلی میں اسکی وجہ ہے اور وہ ہر وجہ میں متجلی ہے اُس
عالم کے ساتھ جسکو مبدا اور معاد کہتے ہیں صوفیہ کے اس بارے میں بہت لطیفے اور نکتے ہیں
جان تو کہ مبدا عبارت ہے سرّ روح سے کہ وجہ رب سبوح کی ہے کنہ جمال ازلیت میں اسکو علم
قوت کہتے ہیں جیسے کہ قوت تنویر آفتاب میں اور معاد اُسکی اشارہ ہے اُس وجہ کے چمکنے سے قالبوں
کے آئینوں میں اور اُسکے ظہور کے مرتبے ہیں پہلا تو قلب کی صفت پر ہوتا ہے اور یہ ایسا ہے
جیسے آئینہ قمریت میں ہلال وجہ آفتاب ہے جب محل بالکل صاف ہو جائے عکس صفت شخص کی
پکڑتا ہے (شخص وہ ہے جسکا عکس پڑے) ہلال آئینہ قمریت بدر ہو جاتا ہے اور شمس قمر کی قدر سے
معلوم ہوتا ہے یہ کمال ہے روح کا مبدا سے معاد میں لانا اُس جمال کے ظہور کیواسطے
ہے پس مبدا روح کا ازلیت ہوگی اور جمال ابدیت اور اُسکا معاد اُس کا ظہور قالب ہائے
بشریت کے آئینوں میں کفر اور ایمان اور سعادت اور خذلان بھی اسی وجہ سے ہے اسکو
طلب کمال میں ایک بھید ہے نبوت کے دائروں اور ولایت کے طوروں میں جیسے کہ آفتاب کے
نور کا جاری ہونا چاند میں ہلالیت سے بدریت تک ۔ یہ سب دائرے اور طور اُسکی معاد کے
ہیں جب اُس نور کا انطوی یعنی پیچیدہ ہونا ساتھ سرّ ذات کے آئی جیسے کہ چاند کو سورج کے ساتھ
بے نوری ہوتی ہے سورج تو وہی ہوتا ہے مگر چاند نہیں ظاہر ہوتا اور سورج کے سوائے سورج کی نظیر
نہیں ۔ کل شئی ھالکٌ الا وجھہ (کل شے ہلاک ہونیوالی ہے مگر اُسکی ذات) پس معاد روحیت
سے عبارت ہے اور وہ وجہ ازلیت کا ظہور ہے صورت ابدیت میں ۔ اور حدوث عبارت
ہے اُس ظہور کے درجوں سے یہاں سے روشن ہے کہ ہر ذرہ پر کل مطالع سے وہی نور ہے دیدۂ دانش
ان معنوں میں کہتا ہے **بیت** گر از خودی خویش بروں آئے تو ٭ در پردہ توحید بروں
آئی تو ٭ در راہ روش چوں و چوں و چرا بگذری ٭ از خود شدہ بے چرا و چوں آئی تو ٭

ذکر سید یداللہ رحمۃ میر سید محمد گیسو دراز کے پوتے اور انہیں کے خلیفہ ہیں مشرب عشق و
محبت اُنپر غالب تھا۔ **نقل ہے** یہ چھوٹے سے تھے اور سید محمد گیسو دراز نے اپنی ٹوپی مسح کیواسطے اُتار کر
رکھی تھی کہ سید یداللہ آئے اور جیسے کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے ٹوپی کو اُٹھا کر سر پر رکھ لیا سید نے فرمایا خلعت
مبارک ہو الحمد للہ امانت اپنے مستحق کو پہنچی اور پھر جس کسی کو مرید کرتے سید یداللہ کی طرف رجوع کرتے
اور خود تربیت و تلقین کرتے۔ کہتے ہیں کہ سید یداللہ ایک عورت کے ساتھ مبتلائے عشق ہو گئے تھے
ایک مدت تک اُسکی محبت پوشیدہ رکھی آخر کو اُس نیک بی بی سے نکاح کر لیا اور صبح کے وقت جیسا کہ
اس ملک میں دستور ہے دلہن کا مُنہ دکھاتے ہیں سید یداللہ کی نظر جو اُنکے جمال پر پڑی ایک ذوق
در حالت پیدا ہوئی ایک آہ کھینچی اور جان بحق تسلیم ہوئے۔ دلہن نے اُنکو گود میں لیا اور محافہ میں سوار
ہو کر مکان تک پہنچنے وہ بھی تمام ہو گئیں۔ دونوں کو ایک دوسرے کے پہلو میں دفن کیا رحمۃ اللہ علیہما

ذکر شیخ پیارہ۔ یہ سید یداللہ کے مرید ہیں اور سید محمد گیسو دراز سے تربیت پائی ہے۔ کہتے ہیں کہ
جب آپ خدمت میں حضرت سید محمد گیسو دراز کے پہنچے آپنے دریافت کیا درویش کبھی کہیں عاشق ہوئے ہو
انہوں نے اُسکے ظاہر کرنے سے حجاب کیا اور عرض کی کہ بندہ عشق سیکھنے کو حضرت کی خدمت میں
پہنچا ہے میں کیا جانوں عشق کیا ہے۔ فرمایا مقصود امتحان حال اور جاننا کیفیت تمہارے مشرب
کا ہے اگر اسمیں کوئی بات واقع ہوئی ہو تو کہو اور پردہ مت کرو۔ عرض کیا کہ میں نے ایک دفعہ ایک
ہندنی عورت کو دیکھا تھا کسی حیلہ سے اُسکا وصال میسر نہ ہوتا تھا میں نے جنیؤ پہنا۔ دھوتی باندھی
اور جس بتخانہ میں کہ وہ پرستش کو جاتی تھی میں بھی گیا تاکہ اُسکو دیکھوں سید نے اُنکو گلے سے لگا لیا اور
فرمایا بڑے عالی ہمت ہو تم جیسا میں کہاں پاؤں گا جسکو خدا کا رستہ سکھاؤں یہ کام بڑے عالی ہمت
کا ہے فرمایا سب سے زیادہ ایمان عزیز ہوتا ہے اُسکو تم نے راہ محبت میں صرف کیا۔ اب میں تمکو عشق حقیقی کا
رستہ بتاتا ہوں انکو حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج کے حجرہ میں جو حضرت خواجہ قطب الدین قطب الاقطاب
بختیار قدس سرہ کے روضہ میں ہے اربعینات متوالیہ فرمائی اور انوار معرفت کے منعکس ہونے کے
قابل کر دیا پھر حضرت میر کے اشارہ سے سید یداللہ کے مرید ہوئے اور کمال کو پہنچے **شاہ جلال**

گجراتی مرید شیخ پیارہ کے اور کاملان وقت سے ہیں صاحب تصرف و کرامت اور ظاہر و باطن میں مرتبہ عظیم اور شان رفیع رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ اصل میں ولایت گجرات کے رہنے والے ہیں اور گوڑ ملک بنگالہ میں تخت پر بیٹھکر بادشاہوں کی طرح حکم کرتے تھے۔ بادشاہ گوڑ نے اُنکو شہید کردیا بسبب وہم و دغدغہ کے جو بعض لوگوں کے کہنے سُننے سے اُسکے دل میں پیدا ہوگیا تھا۔ **نقل ہے** کہ جب قاتل اُنکے مارنے آئے اور خونریزی شروع کی اُنکے جس مرید پر تلوار مارتے تھے شیخ کہتے تھے۔ یا قہار یا قہار اور جب اُنپر تلوار ماری تو کہنے لگے یا رحمن یا رحمن اور اسی کلمہ کے ساتھ جان بحق تسلیم کی کہتے ہیں کہ اُنکا سر زمین پر پڑا ہوا اللہ کہتا تھا۔ **ذکر شیخ محمد ملادہ** اُنکو مصباح العاشقین کہتے ہیں یہ اول میں مرید شیخ احمد راوتی کے تھے اور اُنکی خدمت میں بہت ریاضتیں اور مجاہدے کرتے تھے آخر میں شاہ جلال گجراتی کی خدمت میں پہنچے اور عشق و محبت کی نسبت کو درست کیا یہ شیخ کامل صحیح الحال تھے وجد و سماع کے بڑے شایق۔ **نقل ہے** اُنکے سامنے ایکدفعہ ایک قوال ایسی چیز کہہ رہا تھا جسمیں فراق اور دوری کا ذکر تھا۔ اسپر شیخ کو اتنا حال آیا کہ قریب روح نکلنے کے پہنچگئے کسی شخص نے جو اُنکے حال سے واقف تھے قوال سے کہا کہ کوئی اور چیز کہو جسمیں قرب و وصال کی خبر ہو اُسکے سُنتے ہی شیخ میں ایک تازگی اور فرحت پیدا ہوئی کہ گویا نئے سرے اُنکے قالب میں جان آئی ؎ الوصل یحیی والفراق یمیت فما زلت فی العشق حیا و میتا (وصل زندہ کرتا ہے اور فراق مارتا ہے ٭ پس میں عشق میں ہمیشہ جیتا اور مرتا رہا) ؎ گہہ ملطفم بنوازد گہہ بنازم میکشد ٭ زندہ میسازد مرا آن شوخ و باز م میکشد ٭ **نقل ہے**۔ ایکدفعہ اُنکے گھر میں آگ لگی جو کچھ غلہ کی قسم سے تھا سب جلگیا اور کچھ شالی بھی غلہ کے اندر تھی جو بیج ڈالنے کیواسطے رکھی تھی سو وہ بھی جلگئی جب بیج ڈالنے کا وقت آیا یہ کیفیت اُنسے عرض کی کہ شالی جو بیج کے واسطے رکھی تھی وہ سب جلگئی آپنے فرمایا ہم جلے ہوؤں کو سولئے جلے ہوئے بیج کے اور کیا چاہیئے نئے سرے وضو کرکے دوگانہ پڑھا اور جناب باری میں مناجات کی خداوندا تو ہر دفعہ اپنی حکمت سے کام کرتا ہے ابکے اس بندہ کی دُعا اور محض اپنی قدرت سے کام کر میری ایک شالی تھی جسکو میں نے بیج ڈالنے کیواسطے رکھا تھا اب وہ آگ میں جلگئی میرے پاس اور شالی

نہیں ہے میں کیا کروں کہتے ہیں کہ اُس سال اُنکی کھیتی میں ہر ڈالی میں دو دو برنج پیدا ہوئے اسمیں سے
بیس ڈالی سلطان سکندر کی خدمت میں جو اُس زمانہ کے بادشاہ تھے پیش کیں اُنہوں نے سجدہ شکر
کیا اور کہا الحمد للہ میرے زمانہ میں بھی ایسے لوگ ہیں کہ جو خدا سے چاہتے ہیں وہ وہی کرتا ہے۔ نقل ہے
کہ ایک دن سماع سُن رہے تھے اور وجد ہو رہا تھا کہ اُس مُلک کا راجہ وہاں سے گذرا اور تماشے کے قصد سے
دریچہ میں مُنہ ڈالکے اندر دیکھنے لگا جب اُسکی نظر شیخ کے جمال پر پڑی بیہوش ہوگیا اور اُن ہندوں کے
جو اُسکے ہمراہ تھے کہنے لگا پکڑنا نہیں تو میں چلا ساتھ والے لوگ اُسکو کھینچکر مجلس کے باہر لائے تھوڑی دیر کے
بعد جب وہ اپنی حالت میں آیا اُس سے کیفیت پوچھی کہنے لگا یہ مسلمان خدا کو بغل میں لیکر پھرتے ہیں
اگر تم مجھکو نہ کھینچتے تو میں اُنکی طرف جاکر اُنکے پیروں پر سر رکھتا اُن کے دین میں داخل ہو جاتا ؎
عاشق گردد ہر کہ بکوییت گذرد * آرے از در و بام تو میبارد عشق * وفات اُنکی سنہ ۹ھ میں ہوئی
مزار اُنکا ملاوہ میں ہے شیخ کے مرید و خلیفہ محرر سطور کے دادا شیخ سعد اللہ جنہوں نے ماندو میں کہ شیخ
سلطان سکندر کے عہد میں اس ملک میں تشریف لائے یہ انکی خدمت میں رہے اور درد و محبت اور
استقامت انکی صحبت شریفہ سے حاصل کیا۔ اس فقیر کے بڑے چچا شیخ رزق اللہ جنکا تخلص مشتاقی
تھا وہ بھی انہیں کے مریدوں میں سے ہیں شیخ کی بھی انپر خاص عنایت تھی شیخ رزق اللہ ایک مرد کامل
اور فاضل اور عارف نوادر روزگار اور بزرگان پیشین کی یادگار تھے جامع تھے فضائل صوری و معنوی
کے اور مشرب عشق و محبت اور سلامت عقل و وسعت حوصلہ اور مصیبتوں پر صبر اور دوام حضور اور استغراق
احوال میں یگانہ عصر تھے۔ عمر اُنکی بانوے برس کو پہنچ گئی تھی مگر ذوق محبت و درد ویسا ہی تازہ تھا
مصرع من اگر پیر شدم عشق جوانست ہنوز۔ انکی شان میں بالکل درست تھا۔ جو لوگ اُنکی صحبت
میں حاضر ہوتے اُنکے معارف آمیز کلاموں اور محبت انگیز نکتوں سے جو ارباب وجد و ذوق کو جوش دے
سُنکر محظوظ ہوتے۔ سلامتی طبع اور طیبت قلب پر نقل جنکا بات مشائخ اور بادشاہان ہند کی تاریخ
اُن جیسے اور کوئی کم جانتا ہوگا۔ کلام کو اطمینان اور لطافت اور شیرینی کے ساتھ کہتے تھے اور محبت
کی بات کہتے وقت اور اُسکے سُننے کے وقت گریہ و ذوق و حالت اضطراری ہوتا تھا

اور بہت تجربہ رکھتے تھے اور بہت سے غربا و فقرا کی صحبت میں رہے اور بہت مشائخین سے ملاقات کی انکے
بہت سے اشعار فارسی اور ہندی میں ہیں۔ اور ہندی کے رسالوں میں سے بیان اور جوت نرنجن
بہت مقبول و مشہور ہیں اور انکا نام ہندی میں راجن ہے اور فارسی میں مشتاقی۔ ولادت انکی ۸۹۷ھ
میں ہے اور وفات بیسویں ربیع الاول ۹۸۰ھ میں بندہ نے انکی تاریخ وفات میں کہا ہے قطعہ
مخدومی عارف زمان مشتاقی * وے گفت بوقت نقل مشتاق حقم * حقی چو تاریخ وفاتش نگریست
نوک قلمش ہمان سخن کرد رقم * رحمۃ اللہ علیہ و علی جمیع اسلافنا * ذکر شیخ ابو الفتح جونپوری
مرید و شاگرد اپنے دادا شیخ قاضی عبد المقتدر کے ہیں اور انہیں کے طریقہ پر و عقل و دانشمند تھے
اور انکی وصیت کے موافق ہمیشہ درس و افادہ علوم میں مشغول رہتے تھے بڑے فصیح تھے عربی میں
انکے قصیدہ ہیں اور فارسی میں بھی شعر کہتے تھے انکی قاضی شہاب الدین سے اصول کلام اور فروع فقہ
میں بہت بحثیں رہتی تھیں خاصکر بلی کے منہ سے جو رال ٹپکتی ہے شیخ اسکو نجس کہتے تھے اور قاضی
پاک بعض رسالے جو اس بحث میں لکھے ہیں اور انکی اولاد جو انسے بعض کلام نقل کرتی ہے انسے معلوم
ہوتا ہے کہ شیخ پر مقابل کے طعن و تشنیع کا طریقہ غالب تھا احتمال ہے کہ وہ بھی بحث کے دنوں میں کسی
عارضہ سے عارض ہوگیا ہو یا اسمیں کوئی نیت رکھی ہو واللہ اعلم۔ انکی یہ بات مشہور ہے کہ انکے گھر میں
سونا برساتھا یہ حکایت عام لوگوں سے سنی کسی ملفوظ میں جو انکے خلفا نے لکھے ہیں موجود نہیں اور
انکی اولاد بھی اس واقعہ کی قائل نہیں ہے۔ سوائے ایک شیخ عبد الوہاب کے جو انکی اولاد میں بڑے
بزرگ ہیں کہتے ہیں کہ شیخ ابو الفتح نے ایک کتاب لکھی ہے جسمیں اپنے دادا کے ملفوظات جمع کئے ہیں اسمیں
لکھتے ہیں کہ قاضی شہ سے سنا ہے جو قاضی عبد المقتدر کے خلیفہ تھے اور حضرت مخدوم العالم خواجہ
شیخ نصیر الملتہ والدین محمود کی مجلس میں بھی حاضر ہوئے تھے کہتے تھے کہ ایکدن میں قاضی کے پاس گیا
اس روز قاضی کے گھر میں تین دن کا فاقہ تھا غالباً قاضی سے یہ بات ظاہر ہوئی ہو میں باہر آیا نہایت
سوزش دل کے ساتھ اور انکے گھر کے دروازہ کے سامنے کھڑا ہوگیا کہ دس پندرہ بیس اشرفیاں میرے اوپر
برسنے لگیں میں انکو لیکر قاضی کے سامنے گیا اور تمام واقعہ عرض کیا انکو بہت غصہ آیا میں ہر چند عاجزی

کرتا تھا مگر انکا غصہ زیادہ ہوتا تھا پس یہ فی الحقیقۃ کرامت شیخ عبد المقتدر کی ہوگی کہتے ہیں کہ انہوں
کو قاضی شہ سے انکے مریدوں نے بہت مال دیکر خریدا شیخ ابو الفتح اول دہلی میں تھے امیر تیمور صاحب قران
کے واقعہ میں دہلی سے جونپور چلے گئے قاضی شہاب الدین بھی اُسی واقعہ میں دہلی سے گئے تھے شیخ ابو الفتح
کی تاریخ ولادت چودھویں محرم سنہ ۹۰۲ھ میں ہے اور وفات اُنکی تیرہ ربیع الاول سنہ ۸۵۸ھ میں
رحمۃ اللہ علیہ **ذکر شیخ تقی**۔ کڑہ مانکپور میں رہتے اور جلاہے کا کام کرتے تھے حق سبحانہ نے
اُنکو تقوی و برکت اور کرامت عطا فرمائی تھی اُنکا نام سوام کے کاٹنے میں بہت مفید ہے خصوصاً
سانپ کے کاٹے کو چنانچہ بار گیروں میں مشہور ہے۔ **ذکر سید شمس الدین طاہر** مرید
شیخ نور قطب العالم کے ہیں سید بزرگ تھے وطن اُنکا ولایت زنتھور میں تھا عمر انکی ڈیڑھ سو برس
کو پہنچ گئی تھی۔ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ سے بہت اعتقاد و محبت
رکھتے تھے باوجود اسقدر درازی عمر کے کبھی اجمیر شریف کے کوچہ میں تھوکا یا سنکا نہیں پیشاب پیخانہ
کرنا تو کہاں شہر میں بے وضو کے نہ آتے اور شہر کے دروازہ میں ٹھہرتے تھے اور جب شہر میں آتے
کامل طہارت کرکے آتے جب وضو بھاری ہوتا شہر سے باہر چلے جاتے اس خوف سے کہ کہیں شہر میں وضو
نہ ساقط ہو۔ رحمۃ اللہ علیہ **ذکر شیخ عبد اللہ شطاری**۔ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین
سہروردی کی اولاد سے ہیں سطوت و شوکت ظاہر و باطن رکھتے تھے اپنے زمانہ کے مرشد کامل تھے
سلسلہ شطاریہ کے تلقین اذکار و اشغال میں منفرد تھے کہتے ہیں کہ وہ نقارہ بجا کر آواز دیتے تھے کہ کوئی
طالب ہے کہ آوے اور میں اُسکو خدا کا راستہ بتاؤں اور جب مجلس میں بیٹھتے تھے ہر طرف نگاہ کرتے تھے
اور کہتے تھے کہ یہاں تختہ سیاہ جو طالبان علم پر شبلا ور بے اعتقادی سے عبارت ہی نہ دبیں تاکہ خدا کی بات
کہی جاوے اُنکا ایک رسالہ مشہور طریقہ شطاریہ کے اذکار و اشغال و مراقبات کے بیان میں ہے ابتداء رسالہ
میں اپنا نسب حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی تک پہنچایا ہے اور اُنکا سلسلہ پانچ واسطے
سے شیخ نجم الدین کبرے تک پہنچتا ہے جب کوئی طالب انکے سامنے آتا یا اُسکی عقل و ہوش کے امتحان کیواسطے
روٹی کے ساتھ روٹی کھانیکو بھیجتے اور کسی کو دیکھنے کیواسطے روانہ کرتے تاکہ دیکھے کہ وہ روٹی کے ساتھ

روٹی کھاتا ہے یا ایک کو چھوڑ دیتا ہے اگر برابر کھالیا اسکو وہ عقلمندی اور ہوشیاری کی دلیل سمجھتے اور اسکو
ذکر و شغل باطن کا طریقہ سکھاتے۔ اور اگر دیکھتے کہ دو میں سے ایک باقی رہی اسکو عدم ضبط احوال اور
اُسکی بےخبری کی دلیل سمجھتے اور کچھ قسم دعوات و اوراد وغیرہ سے جو ظاہر سے متعلق ہیں تعلیم فرماتے
قبر انکی قلعہ مندو کے اندر ہے رحمۃ اللہ علیہ **ذکر شیخ حسام الدین مانکپوری** مرید اور
خلیفہ شیخ نور قطب العالم کے اپنے وقت کے مشہور مشائخین سے ہیں علم شریعت کے عالم متبحر تھے اور طریقت
میں اُنکے ملفوظات ہیں رفیق العارفین جنکو اُنکے کسی مرید نے جمع کی ہے۔ اسمیں لکھتے ہیں کہ مرید پیر سے
ایسی مشابہت رکھتی ہیں جیسے کپڑے میں پیوند۔ مگر جو مرید کہ صادق ہے یعنی پیر کے کہنے پر چلتا ہے اُسکی
مثال ایسی ہے جیسے سفید کپڑے میں سفید پیوند کہ کپڑا دھونے سے وہ بھی دُھلتا جاتا ہے اور سفید ہو جاتا ہے ایسے
ہی جو فیض کہ پیر کو پہنچتا ہے اُسکو بھی پہنچتا ہے اور برخورداری حاصل کرتا ہے۔ اور جو شخص پیر کے کہنے پر
نہ چلے وہ رسمی مرید ہے اُسکی ایسی مثال ہے جیسے سفید کپڑے میں سیاہ پیوند اگرچہ فیض اسکو بھی پہنچتا ہے
مگر اسکو اُس فیض سے چنداں نفع نہیں ہوتا اور برخورداری بھی کم ہوتی ہے۔ رسمی مریدوں کے حق
میں یہ بات ہے کہ اگر وہ نیک ہیں تو نیک ہی ہیں اور اگر بد ہیں تو پیروں کے طفیل سے انکو بخشدینگے
یہ نعمت بھی کم نہیں ہے بہرحال پیر ضرور ہونا چاہیے۔ دوسری جگہ ہے کہ ایک مجلس میں لوگ بیٹھے ہوئے
تھے کہ ایک مینڈک اچھل کے مجلس کے قریب آپڑا اُس جگہ ایک عقلمند بیٹھے ہوئے تھے اُٹھکر بھاگے لوگوں
نے قہقہہ مارا کہ کیا مینڈک سے ڈر گئے کہنے لگے نہیں مینڈک سے نہیں ڈرا بلکہ مجھکو یہ خوف ہوا کہ کہیں اُسکے
پیچھے سانپ نہو۔ اگر کوئی درویش ناقص ہو مگر راہ طریقت پر مستقیم ہو اُس سے لوگ ڈرتے ہیں کیونکہ
اُسکے رنج دینے سے تمام پیران سلسلہ رنجیدہ ہوتے ہیں آسکے بعد ارشاد ہوا نظر میں گریہ کا ہونا بہتر ہے
اس سے کہ اپنے اوپر رہے چنانچہ ایک اونٹ جنگل میں چر رہا تھا چوہے نے اُس سے کہا کہ اے اونٹ کسی کا
آن سے یعنی متبع یا متعلق ہو رہ اونٹ نے کہا۔ آج سے میں تیرا ہوا۔ چند عرصہ بعد اونٹ ایک درخت
کے پتے کھا رہا تھا وہاں اُسکی مہار اٹک گئی اُس نے چوہے کو یاد کیا فی الفور چوہے آموجود ہوئے
اور اُس مہار کو کتر ڈالا اونٹ کو خلاصی ہو گئی ؎ یقین میداں کہ شیران شکاری در رہ

خواستند از مور یاری ﴿ اسکے بعد فرمان ہوا سالک ذکر کرنے سے عاشق ہوتا ہے اور فکر کرنے سے عارف۔ پھر فرمان ہوا فیض الٰہی یکایک پہنچتا ہے مگر آگاہ دل پر پہنچتا ہے پس سالک کو چاہیے کہ منتظر رہے کہ پردۂ غیب سے کیا کشود ہوتی ہے۔ فرمان ہوا فراق کہاں ہے یا وہ خود ہے یا اُسکا نور ہے یا پرتوِ نور ہے۔ فرمان ہوا ایک درویش درویش کے پاس پہنچے وہ اُنکو گھر کے اندر لے گئے ناگاہ آنیوالے درویش نے اللہ کہا صاحب خانہ درویش نے اپنی بی بی کے مُنہ کو آستین سے چھپا لیا اور پردہ کیا اُنسے سبب پوچھا کہا جب گھر کے اندر آئے تھے جب بیگانہ تھے اپنی حالت کی کچھ خبر رکھتے تھے جب اللہ کہا بیگانے ہو گئے اور اپنی حالت میں اُلٹے آ گئے۔ فرمان ہوا خلیفہ ہونیکے سات برس بعد تک میں نے فقر دیکھا اور فاقے کھینچے جب بھوک لگتی پانی پی لیتا اور مشغول ہو جاتا ایک دن بچوں میں سے کوئی بھوکا تھا میرے پاس آیا اور رونے لگا اُسوقت میری زبان سے اتنا نکلا مصرع اے بچہ چوں تو لی ہیچ مستے رانہ لبس ﴿ ایک شخص نے ایک طباق کھانیکا میرے واسطے بھیجا حالانکہ اُس نے کبھی میرے واسطے کچھ نہ بھیجا تھا اور ایک شخص نے چالیس سیر اُرد کی دال بھیجی مجھکو اتنی پشیمانی حاصل ہوئی کہ اتنی مقدار کے واسطے میری زبان سے ایسا لفظ کیوں نکلا خود کو بہت ملامت و تنبیہ کی۔ فرمان ہوا بہت کتابوں کے متن مجھکو یاد تھے جب حضرت شیخ کی پابوسی میں پہنچا سب کو بھول گیا مگر ایک علم رکھتا ہوں جس سے خوب سمجھ میں آتا ہے اگر کوئی چاہے تو تمام ہدایہ سلوک میں لکھا جا سکتا ہے فرمایا والد مجھ سے ابتدا میں رنجیدہ ہوئے کہ ترک علم کیا ہے یہاں حضرت قطب العالم نے سُنی فرمایا درویش چاہتا ہے کہ اپنی تبعیت میں رکھے اور دانشمند چاہتے ہیں کہ اپنی تبعیت میں رکھیں پس مراد یہ ہے کہ دونوں کام کریں اُس دن سے پھر جو چیز کہنے کی وقت تو سمجھ میں آتی ہے اور بعد میں الملاء بجا اللہ والرجل بجالہ ایسا جذبہ ہوتا ہے کہ اللہ کا نام لینا بھی ممکن نہیں ہوتا جب میں اللہ اکبر کہتا ہوں بیتاب ہو جاتا ہوں یہاں تک کہ بعض لوگ افسوس کرتے ہیں کہ دانشمند کا لڑکا دیوانہ ہو گیا پھر میں حضرت قطب العالم کی زیارت کے قصد سے روانہ ہوا ہر منزل میں خواب میں فرماتے تھے میں تمہارے پاس ہوں کچھ غم مت کرو۔ جب میں کشتی میں سوار ہوا ایک درویش

زندہ پوش بھی میرے ساتھ سوار ہوئے جب کشتی کنارہ پر آئی وہ درویش پانی میں گر پڑے اور کسی کو انکی خبر نہو ئی جب میں پنڈوہ میں پہنچا اور حضرت کی پابوسی کی دیکھا کہ حضرت کی اور اُن درویش کی صورت میں کچھ فرق نہیں ہے رہ روانے کہ ملائک پے اند ؛ دررہ کشف ازکشتی کم نیند؛ فرمان ہوا کہ ابتداء حال میں ہر روز پندرہ سیپارے قرآن شریف کے پڑھتا تھا صبح کے اوراد کے بعد شروع کرتا اور چاشت کے وقت فارغ ہو جاتا تفسیر مدارک موجود تھی اگر کہیں معنوں میں توقف ہوتا فوراً اُسمیں دیکھ لیتا اُسکے دیکھنے سے بہت ذوق حاصل ہوتا تھا۔ ایک دن ہاتف نے آواز دی کہ خوب پڑھتے ہو جیسا پڑھنا چاہیے ویسا ہی پڑھتے ہو۔ فرمان ہوا اگر کوئی مقام قطبیت میں پہنچے جب بھی چاہیے کہ قرآن شریف کی تلاوت نچھوڑے ایکپارہ روز سے کم نہ پڑھے۔ فرمان ہوا درویش کو چار چیزیں چاہئیں دو ثابت اور دو شکستہ دین اور یقین ثابت ہونا چاہیے۔ اور پیر اور دل شکستہ فرمان ہوا۔ الطمع مرض والسؤال سکرات والمنع موت طمع مرض ہے اور مانگنا سکرات اور منع موت ہے اسکے بعد کہا کہ دنیا سایہ کے مانند ہے اور آخرت ایسی ہے جیسے آفتاب اگر کوئی کتنا ہی سایہ کو پکڑنا چاہے ہرگز نہیں پکڑ سکتا اور جب کوئی آفتاب کیطرف جائیگا سایہ خود بخود اُسکے ساتھ ہو جائیگا۔ فرمان ہوا اتنی شیرینی نہ ہووے کہ مکھیاں بھنکیں۔ فرمان ہوا سب لوگوں سے آمیختہ رہ مگر کسی سے آویختہ نہو۔ فرمان ہوا مرید کو چاہیے کہ مرید ہونے کے بعد پرانے دشمنوں میں نہ بیٹھے کیونکہ وہ اُسکو رستہ سے بہکا دینگے اور اُسکے کام میں خلل ڈالدینگے اور دہلیز میں نہ بیٹھے کیونکہ شیطان صفت لوگ اُسکو رستہ سے بہکا دینگے

ذکر مولانا جلال الدین مانکپوری رحمتہ اللہ

علیہ شیخ حسام الدین مانکپوری کے جد بزرگوار ہیں عالم اور عابد و صابر و متقی تھے کہتے ہیں کہ عشا کی نماز کے بعد جب تک لوگ جاگتے رہتے وہ سوتے اور جب لوگ سو جاتے وہ اُٹھتے اور صبح تک نماز پڑھا کرتے اور ہر روز اکتالیس بار سورہ یٰسین پڑھتے اور چاشت کی نماز کے بعد سے علم دین کی تعلیم کیا کرتے اور اپنی اوقات بسری قرآن شریف کے لکھنے سے کرتے تھے۔ قرآن شریف لکھکر دہلی میں بھیجتے تھے وہ پانسو تنکہ کو ہدیہ ہوتا تھا قلم کو کبھی بے وضو ہاتھ میں نہ لیتے تھے اور جب ملک میں کبھی غارتگری ہوتی تھی تو آپ گوشت

کھانا چھوڑ دیتے تھے کیونکہ گوشت انہیں جانوروں کا ہوتا تھا۔ **حضرت شیخ محمد رح** مرید حضرت خواجہ سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رح کے تھے ہمیشہ اپنے تئیں بادشاہوں اور امراء کے لباس میں پوشیدہ رکھتے اور بادشاہ کی صحبت میں رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ محمد ایک دفعہ مانکپور میں جلوہ افروز ہوئے قاضی شہر اپنے بیٹے کے ساتھ قدمبوسی کو حاضر ہوا اور دل میں نیت کی اگر ہم شیخ مصری ہمکو دیں تو ہم جانیں کہ صاحب کشف ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا مولانا جلال الدین مدعی امتحان کے واسطے آتے ہیں کہ مصری کا ٹکڑا موجود کیا جائے جب قاضی نے پابوسی کی جس چیز کا دل میں ارادہ کیا تھا اسکو موجود پایا بہت شرمندہ ہوئے اور التماس کیا کہ میرے گھر میں مہمان ہوں حضرت شیخ نے فرمایا چالیس برس ہوئے کہ میں نے قاضیوں کے گھر کا کھانا چھوڑ دیا ہے۔ جب دیکھا کہ قاضی شکستہ خاطر ہوئے ارشاد کیا کہ قاضی تمہارے لڑکے بھی دیوان قضا میں سے اجورہ پاتے ہیں یا نہیں۔ عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا بس تو میں انکی ملکیت میں سے کھاؤں گا۔ **ذکر مولانا خواجہ** والد حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری کے ہیں دانشمند و متقی تھے آپ کو فقر و فاقہ بہت تھا ایک دفعہ تین روز کا فاقہ تھا ایک شخص استفتا اور کچھ روپیہ لیکر خدمت میں حاضر ہوا آپ نے وہ روپیہ اسکو واپس کر دیا گھر کے لوگ حضرت سے خفا ہوئے اور مغرب کی نماز کا وقت آگیا۔ ملک عین الدین مانکپور میں اترے ہوئے تھے انہوں نے ایک دعا پڑھی جسمیں ایک لفظ مشکل تھا دریافت کیا کہ یہاں کوئی مولوی ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں مخدوم مولانا خواجہ بڑے دانشمند ہیں عین الدین نے حضرت کو طلب کیا اور اس لفظ کو حل کرکے وہ تناہی سونا کہ جتنا وہ مستفتی لیکر آیا تھا اور کچھ کپڑے اور کھانا حاضر کیا۔ تب حضرت نے اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ جب میں نے مال مشکوک کو واپس کر دیا خدا تعالے نے مجھکو حلال مال عطا کیا۔ **ذکر شیخ کالو**۔ مرید و خلیفہ حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری کے ہیں ان کا نام شیخ کمال ہے اور مشہور شیخ کالو ہیں بڑے بزرگ و مرتاض تھے قبر انکی کڑہ میں ہے رحمۃ اللہ علیہ۔ **ذکر حضرت مولانا حسن** حافظ گنج نشین مانکپور میں رہتے تھے بہت خلقت انسے رجوع تھی۔ اگر کوئی سامنے کھانا لاتا اسمیں

نفع کھاکر پھر اُسی کو واپس دیدیتے اگر کاشتکار اُنکے پاس آتے تو پوچھتے کہ بیل اچھے ہیں اور کھیتی اچھی ہے
شیخ حسام الدین مانکپوری فرماتے ہیں میں نے اُنسے پوچھا یہ آپ کیا پوچھتے ہیں کہنے لگے ان دہقانوں
کو سلوک سے کیا خبر اور یہ علم کو کیا جانیں ان باتوں کے دریافت کرنے سے اُن کا دل خوش ہوجاتا ہے
اور اپنے گھر میں بیٹھکر فخر کرتے ہیں کہ ہم سے مخدوم نے یہ پوچھا اور یہ کہا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ **شیخ
علی پیر مُو** علماء گجرات سے ہیں بڑے موحد اور علوم ظاہر و باطن سے خوب ماہر تھے اُنکی تصانیف
بہت اعلیٰ درجہ کی لایق دید ہیں تفسیر رحمانی کہ صفت ایجاز و تدقیق میں موصوف ہے اس تفسیر کو
قرآن شریف سے پورا امتزاج دیا ہے انہیں کی تصنیف ہے اور زوارف عوارف کی شرح بھی
انہی کی ہے اور فصوص الحکم کی بھی ایک شرح لکھی ہے جسمیں ظاہر و باطن کی مطابقت میں کوشش
کی ہے اور ایک رسالہ جسکا نام اولۃ التوحید ہے نہایت ہی مختصر و منقح ہے اور انکے سوا بہت سی تصانیف
ہیں اس رسالہ میں عقلی دلائل اور قطعی براہین اور شکوک کے دور کرنے اور شبہوں کے نکال دینے سے
کلام بہت ہی باریک کیا ہے اور ابتدا اس رسالہ میں بعض آیتیں اور حدیثیں کہ جنمیں اس مطلب کی
طرف اشارہ ہے لکھی ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ یہ توحید کے دلایل ہیں جو منکروں کے دل سے دور
کرتے ہیں رد کرنے کے اندھیروں کو جب تک کہ نہیں پردہ میں کرتا ہے اُنکو زنگ تقلید کا اور یہ
ثابت ہیں۔ قرآن مجید سے فرمایا خداوند تعالےٰ نے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ان اللہ واسع علیم
سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اولم یکف بربک انہ علی کل
شئ شھید الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الا انہ بکل شئ محیط ھو الاول والاخر
والظاھر والباطن وھو بکل شئ علیم ولکن لا یبصرون ونحن اقرب الیہ من حبل
الورید وھو معکم اینما کنتم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ وکل شئ ھالک
الا وجھہ کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام اللہ نور
السموات والارض الی آخرہ (ترجمہ پس جدھر تم مُنہ کروگے پس اودھرہی ہے مُنہ اللہ کا
تحقیق اللہ وسعت والا اور علم والا ہے قریب ہے کہ دکھاوینگے ہم انکو نشانیاں اپنی آفاق میں اور انکے نفسوں

یہاں تک کہ ظاہر ہو گی انکو یہ بات کہ بتحقیق وہ حق ہے کیا نہیں کافی تیرے رب کو یہ کہ وہ ہر شے واقف پر
گواہ ہے خبردار ہو جاؤ کہ تحقیق وہ (کافر) شبہ میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے خبردار ہو جاؤ کہ وہ ہر شے
کو گھیرے ہوئے ہے وہی اول ہے وہی آخر اور وہی ظاہر و باطن ہے اور وہ ہی ہر شے کو جاننے والا ہے
مگر تم نہیں دیکھ سکتے۔ ہم زیادہ قریب ہیں اُسکی طرف رگ گردن سے اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو
اور نہیں پھینکا تمنے جبکہ پھینکا تمنے مگر اللہ نے پھینکا ہر شے ہلاک ہونیوالی ہے مگر ذات اُسکی۔ جو کچھ اُس پر ہے
ہلاک ہونیوالا ہے اور باقی رہے گی ذات تیرے رب کی جو جلال و بزرگی والا ہے۔ اللہ ہے نور آسمانوں
اور زمینوں کا آخر آیت تک) اور حدیثوں میں سے (یہ حدیث) اصدق کلمۃ قالہا العرب
قول لبید الا کل شئ ماخلا اللہ باطل ولا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی
احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ والذی نفس
محمد بیدہ لو ولیتم بحبل بسیط علی اللہ۔ (عرب کے کلموں میں سے سچا کلمہ قول لبید کا ہے مصرع
خبردار کل شئے سوائے خدا کے باطل ہے۔ اور (جب) بندہ ہمیشگی کرتا ہے کہ تقرب حاصل کرتا ہو میری طرف
نوافل کے ساتھ یہاں تک کہ میں دوست رکھتا ہوں اُسکو اور جس وقت میں دوست رکھتا ہوں اُسکو تو ہوں
اُسکے کان جنسے وہ سنتا ہے اور اُسکی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور قسم ہے اُس ذات کی کہ جان محمدؐ
کی اُسکے ہاتھ میں ہے اگر تم الخ) اور انکے سوا بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں اور جمہور نے اُسکی تاویلیں
بوجہ خوف اشتباہ بہت کی ہیں۔ **شیخ محمد عیسےٰ** جونپور کے بڑے مشائخین میں سے ہیں راہ میں
صادق صاحب مقامات علیہ و احوال سنیہ تھے یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جنکی ولایت و کرامت
و عظمت پر سب کا اتفاق ہے۔ مرید شیخ فتح اللہ اودھی کے ہیں ان کے والد شیخ احمد عیسےٰ اکابر ان
دہلی سے تھے۔ امیر تیمور کے آنے سے جو دہلی میں فتور ہوا تھا اُس زمانہ فتن میں اکثر بزرگ جونپور
چلے گئے تھے یہ شیخ محمد عیسےٰ بھی انہیں میں سے ایک تھے اُسوقت سات یا آٹھ سال کا اُنکا سن تھا مگر
بسعادت ازلی اور استعداد جبلی کے شیخ فتح اللہ اودھی سے مرید ہوئے اور انہیں کے
اشارہ سے برسوں ملک العلماء قاضی شہاب الدین کی شاگردی کی اور شرح بزدوی جوامع کی بحث

تک ہے قاضی نے انہیں کیواسطے لکھی تھی پھر علم ظاہر کی تحصیل سے فارغ ہو کر شیخ کی خدمت میں تصفیہ
باطن کیواسطے مشغول ہوئے اور شغل باطن انپر ایسا غالب مستولی ہوا کہ انکے حجرہ کے آگے ایک درخت تھا
برسوں گذر گئے اور شیخ کو اُسکی خبر نہ تھی ایک دن اُسکے پتے انکے بیٹھنے کی جگہہ پر گر پڑے تب دریافت
کیا کہ یہ پتے کہاں سے آئے اُسوقت معلوم ہوا کہ یہاں درخت بھی ہے اور بسبب مراقبہ میں زیادہ رہنے
کے گردن کی ہڈی اوپر نکل آئی تھی اور ٹھوڈی کی ہڈی سینہ سے لگ گئی تھی روضہ انکا جونپور
میں ہے **ذکر قاضی شہاب الدین دولت آبادی** انکے اوصاف بہت مشہور
ہیں شرح کرنیکی حاجت نہیں اگرچہ اُنکے زمانے میں اور بھی بڑے بڑے علما و دانشمند تھے مگر جو
شہرت اور قبول کہ خداوند تعالےٰ نے انکو عطا کیا تھا وہ اُنکے زمانے میں کسی کو میسر نہیں آیا اُنکی
تصنیفات میں سے ایک حواشی کافیہ ہے کہ جو لطافت و متانت میں بے مثل لکھی گئی ہے اور اُنکی
زندگی ہی میں مشہور ہو گئی تھی اور ایک ارشاد ہے نحو میں جسمیں تمثیل کو ضمن تعبیر الزام میں کر کے نئی
ترتیب کو اختیار فرمایا ہے متن بہت ہی لطیف و بے نظیر ہے اور قرین اور بدیع البیان بھی ایک
نہایت نفیس متن علم بلاغت میں سجع کے ساتھ ہے اور زبان فارسی میں تفسیر بحر مواج لکھی ہے
جسمیں بیان ترکیب اور معنی فصل و وصل لئے ہیں اور اسمیں بھی سجع کیواسطے تکلف کیا ہے قابل
اختصار و تنقیح و تہذیب ہے اور اصول بزدوی پر بھی بحث امر تک شرح لکھی ہے اور بہت سی کتابیں
اور رسالے عربی و فارسی میں لکھی ہیں۔ ایک رسالہ تقسیم علوم میں لکھا ہے اور ایک صنائع میں بھی لکھا ہے
اور شعر کا بھی سلیقہ رکھتے ہیں اور انکا یہ قطعہ جو کسی بادشاہ کو لونڈی کی طلب میں لکھا تھا مشہور ہے
قطعہ این نفس خاکسار کہ آتش سزائے اوست ؛ برباد گشت لایق بے آب کردن است ؛ یککس
چنانکہ فرستد کہ پا بر سرم نہند ؛ ریزد ہمہ منی و تکبر کہ در من است ؛ وفات اُنکی ۸۴۸ھ میں ہوئی
اور قبر اُنکی جونپور میں ہے قاضی شہاب الدین کا ایک رسالہ ہے مناقب السادات اور اُسمیں اہلبیت
نبوت سلام اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ داد عقیدت دی ہے اُنکی سعادت اور نجات کا آخرت میں
انشاء اللہ وہی باعث ہوگا اُس رسالہ کا سبب تصنیف یہ بیان کرتے ہیں کہ اُنکی زمانہ میں ایک سید تھے

جنکو سید اجمل کہتے تھے اپنے وقت کے بزرگان سے تھے لیکن زیور علم وفضل سے آراستہ نہ تھے غالباً
بادشاہ کی کسی محفل میں نشست وبرخاست پر قاضی صاحب کی اُنسے تکرار ہوگئی۔ اوّل میں قایل تھے
عالم کی فضیلت اور اُسکے مقدم ہونے پر علوی اور جاہل سے پھر عالم غیر علوی کے ساتھ علوی غیر عالم
کے اور اس بیان میں ایک رسالہ لکھا ہے اُسمیں کہتے ہیں کہ میرا عالم ہونا متحصل ومتیقن ہے اور تمہاری
علویت مشکوک ہے پس میری تقدیم وترجیح تمپر ثابت ہوگئی۔ قاضی شہاب الدین کے اُستاد کو یہ بات
بہت بُری معلوم ہوئی اور اُنسے ناراض ہوگئے۔ قاضی پھر اس قول سے پھر گئے اور مناقب سادات میں
ایک رسالہ لکھا جسمیں اُنکے مناقب اور تعریفیں بہت لکھی ہیں اور گذشتہ قولوں سے عذر کیا ہے۔
بعضے کہتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضور نے
اُنکو تنبیہ کی اور سید اجمل کے راضی کرنے کا حکم فرمایا۔ قاضی سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور توبہ کی اور یہ رسالہ لکھا واللہ اعلم۔ **ذکر قاضی نصیر الدین گنبدی** دانشمند
درویش تھے دنیا کی کوئی چیز نہ رکھتے تھے اور نہ دنیا والوں سے التفات کرتے تھے کہتے ہیں
کہ اُنکی خانقاہ کے رہنے والے طالب علم زنجیر پکڑکے اُٹھتے تھے کہ کہیں فاقہ کے ضعف سے زمین پر
نہ گر پڑیں۔ **نقل ہے** کہ جب قاضی شہاب الدین نے کافیہ کا حاشیہ لکھا اور اُنکی خدمت میں بھیجا
کہ اگر آپ اسکو درس میں داخل کرینگے تو اور لوگ بھی اسکو قبول کرینگے یہ چونکہ اشغال باطن میں
بہت مصروف رہتے تھے بحث کے بند کرنے کیواسطے اُسکو ایک اجمالی نظر سے دیکھکر فرمایا کہ
اچھا لکھا ہے میرے درس دینے کی ضرورت نہیں اُنکا مزار بھی جونپور میں ہے **ذکر شاہ
میاں جیو**۔ ایک واسطہ سے حضرت سید محمد گیسو دراز کے مرید ہیں کامل درویش تھے اُنکے
وقت میں مُلک سندھ میں اُنسے بڑا اور کوئی بزرگ نہ تھا ایک سو بیس برس کی اُنکی عمر تھی اور ڈیڑھ سو
برس کی اُنکے پیر کی عمر تھی۔ کہتے ہیں کہ شروع رجب کے مہینہ سے روز عاشورا تک اعتکاف میں
بیٹھے تھے اور حجرہ کے دروازہ کو پتھر سے بند کردیتے تھے چھ مہینے تک بے کھانیکے کچھ تھوڑے پانی سے
گذران کرتے اور جس دن حجرہ سے باہر آنا چاہتے تو غل مچاتے تاکہ لوگ چلے جائیں وہ اُنکی نظر

جلال کسی پر نہ پڑے اور اگر اتفاقاً کسی پر پڑ جاتی تو ایک دو دن تک وہ بیہوش رہتا تھا۔ قاضی شہر
اُنکے منکر تھے کتنی دفعہ انپر احتساب کر چکے تھے ایک دفعہ اُنکے حجرہ سے نکلنے کے وقت قاضی بھی ہاں
موجود تھے اور اُنکی نظر قاضی پر پڑی قاضی بیخود ہوگئے اور بیہوش ہوکر گر پڑے کہتے ہیں کہ ایکدن
وہی قاضی احتساب کے قصد سے شیخ کے مکان پر چوڈول میں سوار ہوکر آئے جب دروازہ میں پہنچے
شیخ نے چھت کی کھڑکی میں سے قاضی کی طرف دیکھا کہاروں کے پیر زمین میں دھس گئے اور دُرّہ
قاضی کے ہاتھ سے گر پڑا۔ قاضی شریعت میں راسخ القدم تھے دُرّہ ہاتھ میں لیکر کوٹھے پر چڑھے
شیخ نیچے اُترے اور قاضی کا ہاتھ پکڑکے اوپر لے گئے (وہاں) قاضی کی نظر ایک شراب کے شیشے پر پڑی
پوچھا یہ کیا ہے شیخ نے پیالہ بھرا بالکل خالص مصری کا شربت تھا اور قاضی صاحب کو دیا۔ قاضی صاحب نے
نے پیا اور باہر چلے آئے رحمۃ اللہ علیہما **ذکر شیخ کبیر** شیخ فرید بن عبد العزیز بن شیخ حمید الدین صوفی
ناگوری کی اولاد سے ہیں صاحب مقام بزرگ تھے علم ظاہر و باطن کے جامع۔ کتاب دہمی جو ضوء صباح کی
شرح ہے انہیں کی تصنیف ہے ناگور میں جو کفاروں کے سبب سے تفرقہ ہوا اس باعث سے وہ گجرات
تشریف لیگئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ **ذکر خواجہ حسین** یہ بھی خواجہ شیخ حمید الدین صوفی
کی اولاد میں ہیں بڑے بزرگ صاحب مقامات بلند تھے اور کرامتیں اُنکی ظاہر تھیں شریعت و طریقت
وحقیقت کے جامع تھے اُس ملک کے لوگ اُنکی ولایت اور بزرگی پر متفق ہیں ذوق و عشق کمال
کے ساتھ رکھتے تھے زہد و تقوی میں موصوف تھے اور یہ شیخ وحید کی اولاد سے ہیں شیخ کبیر کے مرید تھے
ولایت گجرات میں اپنے پیر کی خدمت میں مدت تک رہے ہے اور علوم کسبی و وہبی کی خوب تحصیل
کی پھر وطن اصلی کی طرف چلے گئے اور برسوں حضرت خواجہ معین الدین چشتی خداداد کے مزار شریف کے
مجاور اور عبادت مولی کرتے رہے جس زمانہ میں کہ اجمیر خراب تھا اور گرداگرد اُسکے شیروں کا جنگل
ہوگیا تھا اُسوقت میں مزار شریف پر عمارت نہ تھی اوّل جس نے کہ وہاں عمارت بنائی وہ یہی تھے
اور پھر حضرت ہی کے اشارہ سے ناگور میں جاکر علوم دین کی تعلیم اور تلقین طریق ارباب یقین
میں مشغول ہوئے۔ اُنکی ایک تفسیر ہے نور النبی نام قرآن شریف کے ہر پارہ کی جُداگانہ جلد لکھی ہے

ترکیبوں کا حل اور بیان معانی جو کچھ اور تفسیروں میں ہے سب اُسمیں بالتفصیل سہولت کے ساتھ
بیان فرمایا ہے۔ قسم ثالث مفتاح پر بھی شرح لکھی ہے اور اُنکے رسایل و مکتوبات بھی ہیں۔
کہتے ہیں کہ سوانح شیخ احمد غزالی کی بھی شرح لکھی ہے آپ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت
سے بھرے ہوئے تھے اور جو کچھ اُنکا گھر اور باغ وغیرہ تھا سب کو حضرت کے نام پر وقف کر رکھا تھا۔
نقل ہے کہ اُنہوں نے ایک روز اپنے جد بزرگوار کا عرس کر کے لوگوں کو کھانا تقسیم کیا اور اپنے
حصے کے کھانے کو افطار کیواسطے رکھ چھوڑا اکثر اُس مُلک میں جو عرسوں کے واسطے پکاتے ہیں
وہ چانول اور دہی اور ساگ وغیرہ اِس قسم کی چیزیں ہوتی ہیں اُن سب کھانوں کو ایک برتن میں
ملا کے رکھا تھا کہ چار مردان غیب آئے کہ کسی نے انکو نہ پہچانا اور وہ علت جذام میں مبتلا تھے کہ اُنکی
انگلیوں میں سے پیپ اور خون ٹپکتا تھا اُنہوں نے آکر اُنسے کھانا مانگا اُنہوں نے وہی کھانا جو
اپنے واسطے رکھا تھا حاضر کیا اُن چاروں نے اُس کھانیکو کھایا اور جو برتن میں بچا وہ اُنسے کہا کہ
تم کھالو اُنہوں نے صدق نیت اور غلبہ حال و کمال شوق سے اُس کھانے کو کھالیا اُسدن سے
اُنکو اور ہی فتوحات ہونے لگیں **نقل ہے** کہ اُن کے پاس ایک عرابہ تھا جیسے کہ ناگور میں عرابے
ہوتے ہیں اُسپر سوار ہو کر خود اُسکو ہانکتے تھے اور اُسمیں جن بیلوں کو جوتتے تھے انکو بھی خود ہی چراتے
اور آپ ہی اُنکی حفاظت کرتے تھے اور نہایت پرانا اور موٹا کپڑا پہنتے تھے۔ فقیر نے اُنکے جامہائے
مبارک کی زیارت کی ہے۔ شیخ عبدالقادر اُنکی اولاد میں ایک شخص تھے کہ مشرب فقر سے بہت
ہی مناسبت رکھتے تھے دہلی میں اکثر اُنکے تبرکات لائے تھے اُنہیں میں تینوں جامہ دستار اور
پیرہن اور ازار تینوں ایک قسم کے کپڑے کے دیکھے گئے جسکا ایک گز ایک پیسے کو بھی نہیں بکتا **نقل**
ہے کہ ایک دن انکو سماع میں حالت ہو رہی تھی اُسی حالت میں جنگل کو چلے گئے ایک بھنگی تھا
جو انہیں کے ہاتھ ایمان لایا تھا اور ظاہری و باطنی طہارت حاصل کی تھی ایک وہ اور دو
قوال حضرت کے پیچھے روانہ ہوئے شہر ناگور کے باہر ایک حوض ہے بہت گہرا خواجہ بسبب حالت کے
اُس حوض پر ایسے چلنے لگے جیسے کوئی زمین پر چلتا ہے اُن دونوں نے بھی حضرت کی متابعت کی

اور حوض میں روانہ ہوئے تو اس سے قدم آگے نہ بڑھ سکا وہ وہیں کھڑا ہو گیا۔ نقل ہے
کہ انکو سلطان غیاث الدین خلجی نے جو ملک منڈو کا بادشاہ تھا بہت بلایا مگر یہ کبھی نہ گئے ایک
دفعہ بادشاہ کے پاس کہیں سے حضرت سرور انبیا صلے اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک آیا لوگوں نے
کہا اگر یہ خبر خواجہ حسین کو ہوگی تو وہ فوراً آجائینگے ہرگز توقف نکرینگے سلطان غیاث الدین نے
یہ خبر شیخ حسین کو پہنچائی خواجہ حسین نے اُسی وقت ملک منڈو کا قصد کیا اور درود پڑھتے اور سماع
کرتے ہوئے چلے جب اُس ملک کے قریب پہنچے بادشاہ استقبال کو آیا دیکھا کہ ایک شخص غبار آلود
پُرانے کپڑے پہنے ہوئے عرابہ پر بیٹھے ہیں سمجھے کہ شیخ کوئی اور ہونگے۔ لوگوں نے کہا شیخ یہی
ہیں شیخ کو موئے مبارک کی زیارت کا اتنا شوق تھا کہ انکی طرف مخاطب ہونیکی کیا اپنی خبر نہ تھی کہتے
ہیں کہ جسوقت شیخ کی نظر موئے مبارک پر پڑی موئے مبارک اوڑ کر انکے ہاتھ میں آگیا سلطان
غیاث الدین انکو اپنے باپ کی قبر پر لیگئے اور انکے واسطے دعاء مغفرت منگوائی اُنہوں نے دُعا
کی اور جو کچھ انکا حال کشف ہوا وہ بھی بیان کیا سلطان نے تحفہ وغیرہ انکی خدمت میں پیش کئے
اُنہوں نے کچھ قبول نہ کیا اور سب کو رد کر دیا۔ کہتے ہیں کہ شیخ کے فرزند کو کچھ اندرونی میل پیدا ہوا
شیخ کو معلوم ہوگیا شیخ نے فرمایا یہ سانپ ہیں سانپ کو بھی کسی نے پالا ہے یا اُسکی حفاظت کی ہے
جب زر کا میل فرزند کی طبیعت میں بہت پایا فرمایا اگر اسمیں سے کچھ لیکر حضرت خواجہ بزرگ اور
اپنے دادا کے روضہ کو بناؤ تو لیلو کیونکہ اس باب میں میں نے اپنے پیر شیخ کبیر سے سُنا ہے فرماتے
تھے کہ تمہارے ہاتھ زر لگے گا جسکو تم مشایخین کے مزارات پر صرف کروگے۔ کہتے ہیں کہ انکو
تمام عمر میں سوائے اُس زر کے کہ جو منڈو میں ہاتھ آیا تھا اور کچھ ہاتھ نہیں آیا جسکی عمارت خواجہ
کے مزار پر اُنہوں نے بنائی اور حضرت خواجہ کے دروازہ کی عمارت کو کسی اور منڈو کے بادشاہ
نے انکے بعد بنایا ہے اور شیخ حمید الدین کے روضہ شریف کی عمارت جو ناگور میں ہے وہ بھی
اُنہوں نے بنائی ہے اور مقبرہ ناگور کی چار دیواری سلطان محمد تغلق کی بنائی ہوئی ہے

ذکر شیخ احمد مجد شیبانی۔ رحمۃ اللہ بزرگ تھے جامع علوم شریعت و طریقت کے

اور ورع و زہد و تقوٰے و حالت کے نیک کام کے حکم کرنے اور بُرے کام سے منع کرنے میں جانباز تھے اہل دنیا کی اُنکے آگے کچھ قدر نہ تھی۔ اُنکی مجلس حضرت خواجہ سفیان ثوری کی مجلس سے مشابہ تھی۔ یہ مرید و خلیفہ خواجہ حسین ناگوری کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اٹھارہ سال کی عمر میں کل علموں میں درس دیتے تھے پیدائش اُنکی نارنول میں ہوئی۔ پرورش اجمیر میں اور مزار ناگور میں ہے اُنکے والد قاضی مجد الدین بن قاضی تاج الافاضل بن شمس الدین شیبانی امام محمد شیبانی جو حضرت امام اعظم کے مصاحب تھے اُنکی اولاد سے ہیں۔ قاضی مجد الدین کے سات بیٹے تھے سب عالم و متقی و متدین تھے سب میں بڑے شیخ احمد تھے علم و عمل میں سب سے بڑھے ہوئے طالب علمی کے زمانہ میں علماء سے بحث کرتے اور عربی فارسی میں خوب تقریر کرتے تھے۔ بادشاہوں اور امیروں کی مجلس میں آکر بحث کیا کرتے تھے شروع جوانی میں خواجہ حسین ناگوری کے مرید ہوئے اور بحث و جدال اور بادشاہوں کے گھر میں جانے سے توبہ کی اور طریقت کا علم شیخ سے پڑھنے لگے۔ اٹھارہ سال کے سن میں نارنول سے اجمیر آئے اور ستر برس تک اُس مبارک مقام میں زہد و ورع و تقویٰ کے ساتھ عمر بسر کی اُنکے سامنے امیر و فقیر نیک کام کے کہنے اور بُرے کام سے منع کرنے میں برابر تھے۔ **نقل ہے** وہ فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ اپنے اقرباء کیساتھ مدد معاش کے واسطے مندو میں گیا۔ میں اُس زمانے میں خورد سال تھا شیخ محمود دہلی میں اُسوقت شیخ الاسلام تھے اور علماء کی صدارت اُنسے متعلق تھی نماز میں امام سے پہلی نیت باندھی جب نماز سے فارغ ہوئے دانشمندوں میں سے کسی نے جو پہلی صف میں تھے اُنسے کچھ نہ کہا جب میں نے دیکھا کہ سب اہانت کرتے ہیں میں آگے آیا اور شیخ الاسلام سے کہا کہ یہ تمہاری نماز درست نہیں ہے تم نے امام سے پہلے نیت باندھی تھی اور یہ بھی کہتے تھے کہ مندو کے بادشاہوں کی رسم تھی کہ لوگ اُن کے سامنے پشت خم کرکے اور کلمے کی انگلی زمین پر رکھکے سلام کرتے تھے اُنہوں نے شیخ اور قاضی ادریس دہلوی نے اِس طرح سے سلام نہ کیا اور کہا یہ بدعت ہے اور سلام علیکم کہکے بادشاہ کے برابر بیٹھ گئے بادشاہ نے اُنکے انصاف کی داد دی اور قاضی ادریس کو اجمیر کا قاضی کیا اور چار گاؤں دئے اور فتوے کا کام جو پہلے شیخ احمد کے بزرگوں کے سپرد تھا اُنکو دیا اُنکو

خاندان نبوت سے اپنے پیر کے طریقہ پر بہت محبت تھی کہتے ہیں کہ عشرہ عاشورے سے وہ بارھویں ربیع الاول تک نئے کپڑے نہ پہنتے تھے اور ایام عاشور کی راتوں میں سوائے خاک کے اور کسی چیز پر نسوتے تھے اور سادات کے مقبروں میں اعتکاف کرتے تھے اور ہر روز جہانتک ممکن ہوتا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خاندان مطہر کے واسطے کھانا تقسیم کرتے عجب عاشورا کا روز ہوتا نئے آبخورے شربت سے بھر کر اپنے سر پر رکھ کے سادات کے گھروں میں جاتے اور یتیموں اور فقیروں کو شربت پلاتے اور اُن دنوں میں ایسا روتے کہ گویا وہ واقعہ اُنکے سامنے ہوا ہے عورتوں اور لڑکیوں کا نالہ و فریاد جو اس مُلک مروج ہے سُنکر حالت کرتے اور آنکھوں سے خون برساتے صحابہ اور تمام مشایخین کے عرس جہانتک ممکن ہوتا ترک کرتے او سرود کو بہت دوست رکھتے ہر چند اُسکے طالب تھے اور نہ رقص و وجد کرتے تھے اور مجلس بھی نہ کرتے تھے اور اکثر اوقات جامہ خسیس کم دُھلا ہوا کہ جو بہت سفید نہوتا تھا پہنتے تھے اور سر پر ٹوپی رکھتے تھے دستار نماز کے علاوہ بہت کم باندھتے تھے بسبب گرمی کہتے ہیں کہ ایک بڑی سی دستار اور نفیس و عمدہ پیراہن یعنی کرتا تیار رکھتے تھے جمعہ اور عیدین کو پہنتے تھے اور اگر کوئی دُنیا دار آتا تب بھی پہن لیتے اور سفیروں کی طرح مجلس میں بیٹھتے اور جو خدا اور رسول کا قول ہے نہایت ہیبت و عظمت کے ساتھ بیان کرتے یہانتک کہ بادشاہوں کا زہرہ بھی پانی ہوجاتا تھا۔ اور اپنے مریدوں سے فرماتے تھے کہ اہل دین کو دنیا داروں کے سامنے ذلیل نہونا چاہیے کیونکہ یہ لوگ ظاہر بین ہیں۔ اور فقیر اور بعض دیوانوں کی جو اس مُلک میں تھے بہت عزت کرتے تھے اور جس رستے میں سوار ہو کر جاتے اگر کوئی مجذوب ملجاتا فوراً گھوڑے سے نیچے اُتر آتے اور دست بستہ کھڑے ہوجاتے اور جو کچھ وہ مجذوب کہتا وہی کرتے اور اگر کوئی اُنکے سامنے کسی غایب کی غیبت کرتا یا کوئی بیفائدہ بات کہتا وہ فرماتے بابو خاموش رہو اور اگر کوئی اُنکا نام تعظیم سے جیسے مریدوں کی عادت ہے لیتا وہ چشم پُر آب کرتے اور فرماتے احمد موذی زبان کا نقل ہے کہ ایسے ہی خواجہ حسین کو بھی اچھا نہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اُنکی تعظیم کرے اور کہتے تھے رانگ اور رانگ اُسکو کہتے ہیں کہ جو سب سے کمتر و کمینہ ہو۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ اگر کوئی اُنکے سامنے

آتا اور کہتا کہ میں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے وہ ادب سے بیٹھ جاتے اور خواب کا
تمام قصہ سنکر اُسکے ہاتھ پیر چومتے اور اسکے دامن و آستین کو آنکھوں سے ملتے اور جس جگہ وہ شخص کہتا
کہ میں نے فلاں جگہ دیکھا ہے وہاں جاکر بوسہ دیتے اور وہاں کی خاک کو اپنے مُنہ اور بالوں پر ملتے
اور اگر پتھر ہوتا اُس پتھر کو دھوکر اُس پانی کو پی لیتے اور بدن اور کپڑوں پر گلاب کیطرح چھڑکتے اور
اگر کسی شخص کو سید کے ساتھ دعویٰ یا خصوصت ہوتی اُسکو منت وسماجت وشفاعت کے ساتھ اسطرح مائل کرتے
کہ سید ہی کا قول بالا رہتا اور فرماتے سادات کے ساتھ شریعت کی بات نکرنی چاہئے بلکہ انسے مروت
کے ساتھ بات کرنی چاہئے ؛ **نقل ہے** کہ جب اجمیر میں خلل واقع ہوا اور قلعہ کو رانا سانگا نے جو
بڑا راجہ تھا مسلمانوں کے ہاتھ سے لیلیا اور بہت مسلمانوں کو شہید کیا شیخ احمد مجد اس حادثہ سے
سات روز پہلے حضرت خواجہ کے اشارہ سے شہر کے باہر آئے اور مسلمانوں کو خبر کی کہ اس شہر پر
کچھ نظر جلال ہے حضرت خواجہ کا فرمان ہے کہ مسلمان شہر سے چلے جائیں روز دوشنبہ ۹۲۲ھ
کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ اجمیر سے باہر آئے دوسرے دوشنبہ کو کفاروں نے اجمیر پر حملہ
کیا اور اُس شہر کو زیر وزبر کرکے وہاں کے مسلمانوں کو شہید کیا شیخ احمد جب اجمیر میں آئے تو اٹھارہ
سال کے تھے اور جب گئے تو نوے برس کے قریب پہنچ گئے تھے اور تین چار برس نارنول میں رہے
ایک دن الہدین مجذوب آئے اور کہا احمد تجھکو آسمان پر بلاتے ہیں اپنے پیر کے پاس جا اُنہوں
نے خود بھی خواب میں کچھ ایسا ہی دیکھا تھا اُسیوقت ناگور کی طرف متوجہ ہوئے اور تھوڑے
دنوں میں اس دار فانی سے دار بقا میں تشریف لیگئے کہتے ہیں کہ حالت سکرات میں جب
ذرا افاقہ ہوتا ہاتھ اُٹھاکر تکبیر تحریمہ کہتے اور پھر بیخود ہو جاتے اسی حالت میں اللہ اکبر کہتے ہوئے
جان بحق تسلیم کی چھبیویں صفر ۹۲۷ھ کو روضہ مخدوم بزرگ حضرت سلطان التارکین میں اپنے
پیر کے پائیں جگہ پائی رحمۃ اللہ علیہ انکی تاریخ رحلت ملا محمد نارنولی نے جو ایک شخص صالح اور
مقبول ومعتقد مشایخ اور اپنے ملک کے مورخ بھی تھے اور زمانہ صبا میں شیخ احمد کی شرف بیعت
سے مشرف بھی ہوئے تھے کہی ہے **قطعہ** نظم سنہ بود احمد مجد شیباں ؛ زد دل خدا بجو زاہد

زشاہد کہ تاریخ آں پیر خود نارنولی ❊ برآورد از جملۂ شیخ زاہد ❊ **نقل ہے** کہ نارنول میں بادشاہوں میں سے ایک نامور شخص اُنکا مرید تھا اور چھوٹے بھائیوں سے کچھ اُسکی لڑائی تھی ایک دن وہ پانی کا مشکا بھرا ہوا سر پر رکھ کے شیخ کی خانقاہ میں آیا لوگوں میں غل ہوا کہ فلاں شخص شیخ کی خانقاہ کیواسطے پانی بھرتا ہے شیخ کی جو اُسپر نظر پڑی فرمایا بابو احمد اس کام سے راضی نہیں ہوتا جاؤ اور اپنے بھائیوں کو راضی کرو اور اُنکے ساتھ جو خصومت ہے اُس سے باز آؤ جب میں تمسے خوش ہونگا۔ **نقل ہے** کہ جب سے اُنہوں نے بادشاہوں کے ہاں آنا جانا ترک کیا اور مرید ہوئے اُنکی عادت یہ تھی کہ آدھی رات کو حضرت خواجہ بزرگ کے روضہ پر حاضر ہوتے اور تہجد کی نماز سے چاشت تک کلام نکرتے اور وظائف و نماز چاشت سے فارغ ہوکر علوم دینیہ کا درس دیتے اور تھوڑے سے قیلولہ کے بعد اُٹھ جاتے اور پھر عصر تک اوراد میں مشغول رہتے پھر اہل مجلس کے سامنے تفسیر مدارک بیان فرماتے وعدے و وعید پر اتنا روتے اور حالت کرتے کہ جتنے صوفی سماع میں کرتے ہیں آنکھیں اُنکے زیادہ جاگنے سے ہمیشہ سرخ رہتی تھیں اور تفسیر مدارک کا وظیفہ اُنکے مشائخین کا طریقہ سلوک ہے کیونکہ خواجہ حسن ناگوری اور شیخ حمید الدین صوفی بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ غرض اجمیر شریف میں ستر برس اسی طرح سے گذارے **نقل ہے** کہ جب آدھی رات کو اپنے گھر سے حضرت خواجہ کے روضہ شریف پر حاضر ہوتے روضہ کا دروازہ کھلجاتا تھا۔ جب یہ راز لوگوں میں فاش ہوا ایک شخص چھپکر امتحان کیواسطے آدھی رات کو اُنکے پیچھے چلا جب شیخ دروازہ کے اندر چلے گئے اُس نے بھی اندر جانا چاہا دو تختوں نے اندر سے آکر اُسے دبا لیا وہ چیخا چلایا جبھی میں نے توبہ کی ❊ **مولانا محمد** نارنولی نے اپنے استاد مولانا عبد المقتدر سے کہ عالم و عامل و متشرع و متبع اور ثقہ و فقیہ تھے نقل کی ہے کہ میں نے نارنول میں چند مریدوں کے ساتھ اس دروازہ کے کھلنے کو شیخ سے معائنہ کیا ہے جو شیخ احمد ترک کے روضہ میں واقع ہوا تھا رحمۃ اللہ علی جمیع عبادہ الصالحین۔

ذکر شیخ حمزہ دھرسوی

شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا کی اولاد سے ہیں اور سلسلۂ اُنکا میر سید محمد گیسو دراز سے ملتا ہے پیر بزرگ صاحب برکت و نعمت و کرامت تھے کل وقتوں کو عبادت سے معمور رکھتے تھے

عمر بہت بڑی تھی سلطان بہلول کے زمانہ سے اسلام شاہ کے وقت تک زندہ رہے ابتدا میں
کسی بادشاہ کی خدمت میں بھی رہتے تھے ایک شب محلسرائے شاہی کی حفاظت کر رہے تھے دل میں
خیال آیا کہ ایسے شخص کی خدمت کرنی چاہیے جو میری حفاظت کرے نہ ایسے کی جسکی میں حفاظت
کروں اسی خیال میں اجمیر شریف گئے حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین کی زیارت کیواسطے
وہاں ایک دیوانہ تھے بایتن نام اُن سے نعمت پائی اور شیخ احمد مجد کی بھی صحبت میں رہے۔ پھر
وہاں سے اپنے وطن میں آئے اور قصبہ دھرسو میں جو نارنول سے تین کوس ہے سکونت اختیار
کی۔ انکے والدین نرہر میں رہتے تھے۔ انکے دھرسو میں رہنے کی یہ وجہ ہوئی کہ وہاں بعضے سادات
رہتے تھے جنکی عادات وضع اشراف سے خارج تھیں اُن سب کو تربیت و تعلیم کی اور دو معلم ایک
ایک عربی اور ایک فارسی کے وہاں چھوڑے طالبعلموں اور فقرا سے بہت محبت رکھتے تھے
فتوحات کے دروازے اُنپر بے انتہا کھلے ہوئے تھے اور بالکل انقطاع رکھتے تھے سب کو فقرا
کے واسطے خرچ کر دیتے اور کچھ باقی نرکھتے اپنی اولاد اور بیبیوں کے جو حصہ میں آتا اُس سے زیادہ
ندیتے اور جب سے گوشہ عزلت میں بیٹھے پھر کبھی کسی دُنیادار کے گھر پر نہیں گئے اور نہ کسی اپنے
خادم کو بھیجا۔ **نقل ہے** کہ وہ جمعہ کی نماز کے واسطے دھرسو سے نارنول میں آیا کرتے تھے
اور رستے میں سے لکڑیاں چن کے گٹھڑی باندھ لیتے اور جہاں کوئی فقیر بیٹھا ہوا ملجاتا اُسکو
دیدیتے ؛ **نقل ہے** وہ فرماتے تھے دُنیا ایسی ہے جیسے آگ اتنی ہی کافی ہے کہ جس سے روٹی
پک جائے اور سردی میں گرم ہو جائیں اور جب زیادہ ہو جاتی ہے تو جلا کر ہلاک کر دیتی ہے۔ انکے
مریدوں میں سے ایک مرید کہتے تھے کہ ایک دفعہ شیخ نے مجھکو ریگستان کی طرف رخصت
کیا میں ایک جنگل میں پہنچا اور پیاس غالب ہوئی پانی کا اُس جگہ ملنا محال تھا۔ میرے دل میں
خطرہ گذرا کہ پہلے زمانہ کے مشائخ جو مریدوں کو کہیں بھیجتے تھے تو نہ پانی کی جگہہ دو وہ پاتے تھے
اور میں اس جنگل میں بے پانی کے ہلاک ہوا جاتا ہوں کہ ناگاہ ایک چرواہے کو دُور سے دیکھا کہ بکریاں
چرا رہا ہے اور اُسکی بغل میں ایک مشک ہے میں نے اُسکے نزدیک جا کر کہا کہ تھوڑا سا پانی میرے حلق

میں ٹپکا دے کیونکہ میں پیاس سے مرا جاتا ہوں اُس نے کہا یہاں پانی کہاں ہے اس مشک میں
دودھ ہے اگر پیو تو میں دوں۔ آخر میں نے اُسمیں سے پیا تھوڑی دیر میں پھر پیاس نے غلبہ کیا
ناگاہ میں نے ریت کے ٹیلوں میں ایک گڑھا دیکھا اُسمیں نہایت شیریں و پاکیزہ پانی بھرا ہوا تھا
میں نے خوب سیر ہو کر پیا اور نئے سر سے زندگی پائی وفات شیخ حمزہ کی ۹۵۸ھ میں ہوئی پچیسویں[۲۵]
ربیع الثانی کو مغرب کی نماز میں دو رکعتیں پڑھ کر تیسری رکعت میں تھے کہ جان بحق تسلیم کی رحمۃ اللہ
علیہ **ذکر شیخ احمد عبد الحق** شیخ جلال پانی پتی کے مرید ہیں درویش صاحب تصرف
تھے خوارق عادات و کرامات انسے بہت ظاہر ہوئیں صاحب ذوق و شکر و حالت و فقر و تجرید تھے
جذب قوی و نظر موثر و تصرف غالب رکھتے تھے پیدایش اُنکی مقام ردولی میں ہوئی اور مزار بھی وہیں ہے
نقل ہے کہ یہ سات برس کے تھے جب اُنکی والدہ تہجد کے واسطے اُٹھتی تھیں تو یہ بھی اُٹھتے
تھے اس طرح سے کہ والدہ کو خبر نہوتی اور گھر کے ایک کونے میں نماز پڑھا کرتے جب والدہ کو خبر ہوئی
بسبب محبت کے جو والدہ کو ہوتی ہے اُنکو منع کیا آپکو چونکہ محبت حق غالب تھی خیال کیا کہ یہاں
راہ زن ہیں جو مجھکو خدا کی عبادت سے باز رکھتی ہیں اور سر عالم میں نکلکر خدا کی طلب میں نکلے کہتے
ہیں کہ وہ جب سفر میں نکلے تو بارہ برس کے تھے اُن کے ایک بھائی شیخ تقی الدین نام دہلی میں رہتے
تھے اور بڑے عالم و دانشمند تھے اُنکی خدمت میں آئے اور تعلیم کا قصد کیا شیخ تقی الدین نے اُنکو
کچھ علم ظاہری پڑھانا شروع کیا وہ نہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھکو خدا کی معرفت کا علم پڑھائیے
مجھکو اس علم سے جو آپ پڑھاتے ہیں کچھ کام نہیں اُنکے بھائی اُنکو دہلی کے دانشمندوں کے پاس
لے گئے اور کہا کہ یہ بچہ مجھکو رنج دیتا ہے مجھ سے کہتا ہے کہ مجھکو علم سکھاؤ اور جب میں پڑھاتا ہوں
تو پڑھتا نہیں آپ لوگ اُنکو نصیحت کیجئے شاید آپ کی نصیحت کچھ اثر کرے وہ بھی ایک صرف کی
کتاب لائے اُنہوں نے کہا مجھکو اس سے کچھ کام نہیں مجھکو خدا کا علم سکھائیے میں اُسکے سوا کچھ
دوست نہیں رکھتا سب لوگ اُنکی حالت پر حیران تھے پھر بھائی کی صحبت کو چھوڑ کر اپنے کام
میں مشغول ہوئے۔ **نقل ہے** کہ اُن کے بھائی شیخ تقی الدین نے چاہا کہ اُنکی شادی کریں اُنکو

اسکی خبر ہوئی اُن لوگوں کے پاس جنکے ہاں نسبت ہوئی تھی گئے اور کہا میں غنی ہوں مجھکو لڑکی
ندیویں۔ **نقل ہے** کہ جب وہ مرید شیخ جلال الدین کے ہوئے اُنکے مریدوں میں سے ایک
شخص نے مہمانی کی اور اُسمیں شیخ احمد کو بھی بلایا اُس مجلس میں بعضے محظورات شرعیہ بھی تھیں انہوں نے
جب یہ دیکھا فی الفور تبری کیا اور اُسی وقت جو ٹوپی کہ شیخ جلال الدین سے پائی تھی واپس کردی
اور جنگل کی راہ لی۔ وہاں رستہ بھولکر اور ایک درخت پر چڑھگئے دو شخصوں کو آتے ہوئے دیکھا
اُنسے پوچھا راستہ کدھر ہے اُنہوں نے کہا رستہ کو تو شیخ جلال الدین کے دروازہ پر گم کردیا اور
اب پوچھتے ہو کہ رستہ کدھر ہے اُنہوں نے کہا یونہی ہے اُنہوں نے کہا ہاں یونہی ہے جب یہ
سمجھے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اُلٹے پھرے اور جو اعتراض کیا تھا اُس سے توبہ کی اور نئے سرے
سے رجوع ہوئے۔ **نقل ہے** کہ یہ ایک دفعہ سفر میں ایک مسجد میں داخل ہوئے شب جمعہ تھی
اُس محلہ کے مسلمان سات اذانیں کہا کرتے تھے۔ اُنہوں نے پوچھا اس تکرار اذان سے کیا
مقصد ہے اُنہوں نے کہا ہمنے سُنا ہے کہ اگر شب جمعہ میں سات اذانیں دیجاویں تو خداوند
تعالے اُس شہر سے بلائیں اُٹھا دیتا ہے تم بھی کہو۔ اُنہوں نے کہا میری اس فعل میں نیت
نہیں ہے کیونکہ جو کوئی خدا کی پرستش کرے اور اُسکی بلاؤں سے بھاگے وہ اپنا بندہ ہے خدا
کا بندہ نہیں ہوگا۔ **نقل ہے** کہ جب یہ خدا کی تلاش میں پھرتے تھے شیخ نور قطب العالم
کے پاس پہنچے کچھ پاس نتھا تھوڑی سی گھانس توڑکے شیخ نور کے سامنے لے گئے اور کہا بابا
صفا است شیخ نور نے فرمایا بابا عزت ست تھوڑی دیر تک ملاقات رہی اور بلا امر کالمت
اُٹھکر چلے گئے۔ شیخ عبد القدوس انوار العیون میں لکھتے ہیں کہ درویش جب صفا پاتا ہے اسوقت
حق کا ظہور اُسمیں ہوتا ہے بس غیر نہیں رہتا اور یہ شیخ نور سے اس مرتبہ کی خبر لیتے تھے شیخ
نے اُنکے جواب میں عزت فرمایا جو تنزلات میں اس سے بہت نیچے ہے جب اُنہوں نے مطلوب
کی خبر شیخ سے نہ پائی واپس چلے گئے۔ انتہی کلامہٗ وہانسے پھر بہار میں آئے اس شہر میں دو دیوانے
تھے ایک کو شیخ علاؤ الدین سر برہنہ اور دوسرے کو نیم لنگوٹہ کہتے تھے کہ وہ آگے ایک کپڑا لٹکائے

اور پیچھے سے بالکل برہنہ رہتے تھے اُنسے اُنہوں نے اپنے مقصود کی بشارت پائی اور جو افسردگی کہ مقصود کی عدم دستیابی سے ہوگئی تھی دُور ہوئی اور پھر نئے سرے سے تازہ دم ہوگئے اور طلب میں جلدی کی پھر وہاں سے شہر آودہ میں آئے اور شیخ فتح اللہ اودھی سے ملاقات کی شیخ فتح اللہ کا طریق زاہدانہ اور اُنکا مشرب عاشقانہ تھا صحبت ٹھیک نہ بیٹھی اور اپنے سے کہا احمد زندوں سے تو خبر مقصود کی نہ ملی اب مُردوں کی صحبت میں چلو شاید وہانسے کچھ بوئے مقصود آئے کئی برس تک وہاں کے قبرستان اور جنگلوں میں یاہادی کہتے ہوئے پھرا کئے۔ پھر کہا اے احمد مرجا اور زندہ درگور ہوجا اور اپنے ہاتھ سے قبر کھود کر چھ مہینے تک اُسمیں مشغول رہے۔ **نقل ہے** اُنکے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا عزیز نام ذکر لفظ حق کا اُسکی زبان پر جاری تھا ایسا کہ سب حاضرین نے سُنا اور خوارق عادات اُنسے بہت ظاہر ہوئیں ایک روز جو اُنسے کوئی کرامت ظاہر ہوئی لوگوں میں شور ہوا پوچھنے لگے یہ کیا غوغا ہے ہمارے مقصود میں غوغا کرنا نہیں چاہیئے یہ کہکر خانقاہ سے باہر آئے اور قبرستان میں چلے گئے ایک جگہہ کو پسند کرکے فرمایا یہاں عزیز کی قبر ہوگی۔ عزیز کو ایک مرض پیدا ہوا اور دو تین روز میں انتقال کرگیا۔ **نقل ہے** وہ کہتے تھے منصور ایک بچہ تھا ضبط کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اِس طریق میں بعضے ایسے مرد ہیں کہ دریا پی جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے اور فرماتے تھے نظامی ناقص شاعر تھے جو یہ شعر فرمایا۔ **بیت**

صحبتِ نیکاں زجہاں دور گشت ؛ خوانِ عسل خانہ زنبور گشت ؛ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت جیسی کہ صحابہ کو حاصل تھی ویسی ہی ارباب حال اور محبان ذوالجلال کو اب بھی حاصل ہے۔ **نقل ہے** کہ وہ جامع مسجد میں اوّل وقت جاتے اور اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے تھے پینتالیس برس تک جامع مسجد میں گئے مگر یہ نہ جانا کہ جامع مسجد کہاں ہے جب چلتے تھے مرید لفظ حق کا ذکر پکار پکار کے کرتے تھے اُسکی آواز سے اُس سمت کو جاتے تھے اور اکثر اوقات مست رہتے تھے۔ آنکھیں بند کئے ہوئے اُنکا اور اُنکے مریدوں کا اکثر ذکر حق ہوتا تھا اُنکے سلسلہ کا معہود ہے کہ جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو بجائے سلام علیک کے یہی

حق حق حق کہتے ہیں اور چھینکنے والے کا جواب بھی اسی کلمہ سے دیتے ہیں اور خطوں میں بھی
یہی کلمہ تین مرتبہ لکھتے ہیں بلکہ شروع و اختتام ہر کام دینی
دنیاوی میں مثل نماز و فاتحہ و تکبیر وغیرہ کے اور خرید و فروخت اور تمام کاموں میں یہ کلمہ تین بار کہتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ علامت ہے انکے مریدوں کی اور نہیں چاہئے کہ کسی کو یہاں خلجان ترک سنت
سلام اور جواب عاطس میں واقع ہو کہتے تھے کہ اب یہ رسم جو خلاف سنت تھی اُٹھ گئی ہے لیکن خطوط
وغیرہ کے شروع میں باقی ہے وفات اُنکی پندرھویں جمادی الثانی ۸۳۶ھ میں بزمانہ سلطان
ابراہیم شرقی ہوئی واللہ اعلم۔ نقل ہے وہ کہتے تھے کہ حق تعالیٰ کی ذات بے نام و بے نشان ہے
اگر کوئی نام ناموں میں سے اُس ذات پاک پر اطلاق کریں تو وہ نام اسم حق سے بڑھکر بزرگ نہوگا
کیونکہ اسم حق کے معنی سزاوار تمام کمالات و ثابت بذات کے ہیں پس اسم حق کا اطلاق ذات پاک
پر کمال کے ساتھ ہے شیخ عبد القدوس نے انوار العیون میں اس فعل کی توجیہ میں بعض باتیں اُنکی
اصطلاح کے موافق لکھی ہیں ایسا کہتے ہیں کہ انکے بعض مریدوں نے اسی کلمہ کے ساتھ جان
دی ہے اور اُنکی خانقاہ میں غیب سے یہی آواز سنتے تھے۔ نقل ہے کہ وہ ایک روز اپنے یاروں
سے کہتے تھے کہ گازروں میں خواجہ اسحاق گازرونی کا چراغ جل رہا ہے اور قیامت تک خلق
میں بھی کھانیکی ایک دیگ پکاتا ہوں جسسے قیامت تک لوگ کھائیں گے اور کبھی کم نہوگی کہکر یہ
ایک دیگ منگاکر دیگدان پر رکھی اور اُسکے نیچے آگ جلائی جب کھانا اُس دیگ میں پک گیا اُسکو رستہ
میں رکھوادیا آنے جانے والے لوگ اُسمیں سے کھانا کھاتے تھے اور وہ ویسی ہی بھری رہتی تھی
تین روز کے بعد کہا اے عبد الحق الشہرۃ آفۃ شہرت آفت ہے رزاق مطلق خدا ہی وہ جانے
اور اُسکے بندے جانیں تو اس سے باہر آ۔ دیگ کو دیگدان سے نیچے اتار دیا اور تکبیر واسطے
زیادتی طالبان حق کے نہ کہی۔ اور دیگ کو زمین پر دے مارا۔ رحمۃ اللہ علیہ: **ذکر شیخ
صالح درویش** قصبہ ردولی میں حوض کے اوپر سوتے ہیں شیخ احمد عبد الحق کہتے تھے
کہ جب میں مسافت کے بعد ردولی میں آیا اُنکے روضہ پر گیا اور فاتحہ پڑھی اور حضرت سر درکانہ

پر درود بھیجا اور عرض کیا کہ اگر میرے پاس ایک مصلیٰ اور ایک مٹکا ہوتا تو میں یہاں سکونت کرتا
ہر چند کہ ردولی میرا وطن اصلی تھا مگر میں نے وہاں رہنے کی اجازت شیخ صلاح سے چاہی کیونکہ آپ
وہاں کے صاحب ولایت تھے۔ اُنکے مزار سے آواز آئی اے عبد الحق حوض میں آؤ مصلےٰ اور مٹکا لیلو میں
حوض میں آیا اور ہاتھ ڈالا اول ہاتھ مٹکے پر پڑا اُسکو پکڑ لیا پھر جو ہاتھ ڈالا تو ایک پرانی چارپائی کی
رسی ہاتھ میں آئی میں نے اُسکو لیلیا کہ میرا مصلا یہی ہے ÷ **ذکر شیخ جمال گوجری** یہہ
آودہ میں ایک شخص تھے اور شیخ احمد عبد الحق سے بھی ہم صحبت رہے تھے شیخ احمد کہتے تھے کہ
میں نے دیار بکر سے پنڈوہ تک مسافرت کی کسی مسلمان سے ملاقات نہوئی مگر اودہ میں ایک بچہ کو
دیکھا اور شیخ جمال گوجر کی طرف اشارہ کیا ÷ **نقل ہے** کہ جب شیخ اودہ میں تھے ایک کتیا ساتھ
تھی اُس نے بچے دیے شیخ نے اُسکے بچوں کے واسطے مہمانی کی اور تمام شہر کے اکابر و رؤسا و
امرا کو بلایا اور اُنکی مہمانی کی دوسرے دن شیخ جمال گوجر نے شکایت کی کہ آپنے تمام شہر کو بلایا
اور مجھکو نہ بلایا آپنے فرمایا جمال الدین کتے کی میزبانی تھی میں نے کتوں کو بلایا کیونکہ الدنیا
جیفۃ وطالبہا کلاب (دنیا مردار ہے اور طالب اُسکے کتے) تم جملہ آدمیوں میں سے ہو تمکو کیوں
بلاتا **ذکر شیخ بختیار** شیخ عبد الحق کے مرید میں اور مخصوص تھے محرم اسرار و واقف احوال
سفر و حضر میں اور راہی کے ساتھ رہتے شیخ کے مریدوں میں بہت کم ایسے ہونگے جنپر ان جیسے عنایت
ہوگی یہ ایک سوداگر کے غلام تھے جو جواہرات کی سوداگری کرتا تھا۔ ایکدفعہ انکا مالک ردولی میں
سودے کے واسطے آیا۔ بختیار کی نظر شیخ احمد پر پڑی اور اُنکے معتقد ہوگئے ہر صبح و شام آتے اور
شیخ کی خدمت میں کھڑے رہتے چھ مہینے اسی طرح سے گذرے اور شیخ نے اُنکی طرف کچھ التفات
نہ کیا اور نہ پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ اور کیا کام ہے بعد چھ مہینے کے نظر عنایت
اُنکے حال پر ڈالی یہ اُس مست نظر کے پڑنے سے بیخود ہوگئے اور اُس بیخودی میں گستاخ ہوکر کہنے
لگے اے احمد ایسی نعمت تمہارے پاس ہے اور پھر بندگان خدا کو محروم رکھتے ہو شیخ اُنکو منع
کرتے تھے اور وہ اسی کلام میں مست تھے۔ پھر تھوڑا پانی انکو پلایا اور مستی سے ہوش میں لائے

اور فرمایا بختیار اپنے مالک کے پاس جاؤ اور اُنسے رضا طلب کرو اور اُنکے کام میں رہو بختیار نے
سر زمین پر رکھا اور جونپور میں جہاں اُنکے مولا تھے گئے مولانے جب اُنکا ایسا حال دیکھا آزاد کردیا
بختیار پر آتش عشق و محبت ایسی غالب تھی کہ ایک دم قرار نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ شیخ شرف الدین پانی پتی
نے عالم اسرار میں شیخ احمد سے شیخ بختیار کی سفارش کی اور کہا احمد تجھکو جیسا کہ تو ہے عالم میں کسی نے
نہیں پہچانا مگر بیچارے بختیار نے گھر خانماں سے دل اُٹھا کر جونپور سے ردولی میں آئے اور شیخ کی خدمت
میں مشغول ہوئے اور جو کچھ صدق و محبت و خلوص و معاملہ چاہئے سب پورا کیا۔ **نقل ہے** کہ
ایکدن شیخ احمد نے کہا بختیار میں چاہتا ہوں کہ صحن خانقاہ میں ایک کنوان تم کھودو اُسیوقت
یہ کدال و پھاوڑہ لائے اور کنواں کھودنا شروع کردیا یہانتک کہ پانی نکل آیا شیخ نے اُس پانی
پر تکبیر فرمائی اور تقسیم کردیا پھر اشارہ کیا کہ بختیار اس کنوئیں کو خاک سے بھر کے یہاں چبوترہ بناؤ
شیخ احمد نے اُسیوقت خاک سے اُسکو برابر کرکے چبوترہ بنادیا اور کچھ نہ پوچھا کہ کیوں کنواں کھدوایا
اور کیوں چبوترہ بنوایا۔ **نقل ہے** کہ ایکدن شیخ اپنے حجرہ میں بیٹھے تھے اور شیخ بختیار
کھڑے ہوئے تھے فرمایا بختیار کچھ دیکھتے ہو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام حجرہ سونے کا ہے فرمایا بختیار
اگر کام آوے تو اسکو اختیار کرلو عرض کیا بختیار کو اسمیں سے کچھ درکار نہیں فرمایا پھر دیکھو پھر
جو دیکھا تو حجرہ وہی خاک سے بنا ہوا تھا۔ **نقل ہے** کہ ایکدن شیخ احمد نے اپنے بیٹے شیخ عارف کو شیخ
بختیار کے بلانے کیواسطے بھیجا شیخ عارف اُنکے دروازہ پر گئے اور آواز دی وہ اُسوقت چاہتے
تھے کہ اپنی عورت سے صحبت کریں بدن سے کپڑے اُتار دیئے تھے کہ اُنہوں نے آواز دی اُسی
وقت عورت کو اُسی طرح چھوڑ کر پیر کی خدمت میں بھاگے۔ کہتے ہیں کہ شیخ بختیار کو جماع کی
شہوت بہت تھی اور اُسکے پورا کرنے میں بیطاقت تھے شاید یہ اُنکو بلانا امتحان کیواسطے
ہو کہ ایسے وقت میں بھی اطاعت کرتے ہیں یا نہیں۔ **نقل ہے** کہ وہ ایکدن شیخ کے
سامنے آئے اور کہا میرا قصد تجارت کا ہے کیا ارشاد ہے فرمایا جاؤ مگر دریا کے پرے نہ جانا کیونکہ
دریا تک اس فقیر کی ولایت ہے کہتے ہیں کہ یہ بالکل اَن پڑھ تھے مگر شیخ کی برکت صحبت سے

علم معرفت کے عالم تھے جو کچھ کہتے تھے خدا و رسول کے حکم سے باہر نہ کہتے تھے رحمۃ اللہ علیہ **ذکر شیخ عارف** شیخ عبد الحق کے بیٹے ہیں اور اُنکے صاحب سجادہ تھے چالیس سال کے قریب عمر ہوئی ہر گروہ کے ساتھ ایک بھید رکھتے تھے اور سب لوگ اُنسے راضی تھے۔ **نقل ہے** کہ شیخ احمد کے جو لڑکا ہوتا تھا وہ زندہ نرہتا تھا ایک دن اُنکی بی بی نے شکایت کی کہ مجھے ایک لڑکا بھی مجھکو نصیب ہوا جو لڑکا پیدا ہوتا ہے حق کہتا ہوا پیدا ہوتا ہے اور تھوڑی دیر میں رحمت حق سے ملجاتا ہے شیخ نے فرمایا میرے واسطے ایک لڑکا ہے سو وہ تجھکو دونگا مگر ابھی پختہ نہیں ہوا ہے اُسکو میں روم کے سفر میں پختہ کرونگا پھر تمکو سپرد کردونگا اس شرط سے کہ اُسکو کچھ نہ کہنا اور اُسکی رضا میں رہنا تھوڑے دنوں کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا شیخ عارف اُسکا نام رکھا شیخ عارف کے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا شیخ محمد نام اور شیخ عبد القدوس انہی شیخ محمد کے مرید ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ؁ **ذکر شاہ داؤد** شہر مرپور میں رہتے تھے کئی واسطوں سے شاہ خضر تک جو حضرت خواجہ قطب الحق والدین اوشی کے مرید تھے پہنچتے ہیں۔ درویش کامل تھے کہتے ہیں کہ جب شیخ عبد اللہ شطاری اس ملک میں تشریف لائے لوگ انکی ملازمت کے واسطے متوجہ ہوئے شیخ داؤد بھی شیخ کی ملاقات کو اُنکے گھر پہنچے شیخ عبد اللہ شطاری کی رسم تھی کہ اُنکے دروازہ پر دربان رہتا تھا اُس نے انکو اندر جانے سے منع کیا یہ چونکہ زور و قوت رکھتے تھے دربان کو گرا کے اُسکے سینہ پر پیر رکھکے بیخبر شیخ کے سامنے آئے اور جس فرش پر شیخ بیٹھے ہوئے تھے بیٹھ گئے شیخ نے اُنکا بہت احترام کیا اثنا مجلس میں شیخ عبد اللہ کے خادموں میں سے ایک نے کہا کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچا ہے۔ اُنہوں نے کہا کوئی با ادب خدا تک نہیں پہنچا ہے اُنہوں نے کہا یہ ناممکن ہے آپنے ارشاد فرمایا اگر میں بے ادبی نکرتا اور دربان کو نہ مارتا تو شیخ تک کیونکر پہنچتا اور خدا تک کیسے پہنچتا شیخ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور اُنکی اس بات کو پسند کیا اور بہت عنایت فرمائی۔ **ذکر شیخ نور** شاہ داؤد کے مرید ہیں بڑے بزرگ صاحب کشف و کرامات و تصرف ظاہر و باطن تھے یہ اول ہیں قصار تھے

کرنیکا ایک شاہ داؤد انکے پاس پہنچے اور انکی استعداد کو دیکھکر کہنے لگے بابا کب تک لکڑی کو لکڑی
پر مارو گے اب دوسرا کام کرو انہوں نے شیخ کے اشارے سے وہ کام چھوڑ دیا اور ریاضت شروع
کی اور کمال کو پہنچے انکے ایک خلیفہ تھے شیخ پیرک نام انبالہ میں اگرچہ یہ شیخ یوسف قتال کے مرید تھے
مگر تربیت وارشاد شاہ نور سے پایا تھا اور انہیں کی طرف سے مرید کرتے تھے کبیر السن اور بڑے صاحب
حال تھے۔ تصرف کامل رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ انتقال شیخ یوسف قتال کے بعد دہلی میں آئے اور
انکے روضہ میں مشغول ہوئے خواب میں دیکھا کہ شیخ فرماتے ہیں میں نے تمکو ابراہیم خلیل کے سپرد کیا
اور ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ وہ یہ ہیں انکی طلب میں یہ باہر آئے یہ شیخ پیرک ان
دنوں میں گھوڑوں کی سوداگری کرتے تھے اور گھوڑوں کے فروخت کرنے کیواسطے موضع خرید
علاقہ بہار کی طرف متوجہ ہوئے جب سرہرپور میں پہنچے وہاں ایک شیخ کو دیکھا کہ لباس مشائخ کا پہنے
ہوئے بیٹھے ہیں انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ شیخان سند عجب زرق برق سے رہتے ہیں۔ انہوں نے
اپنے اشراق سے دریافت کیا اور فرمایا بابا ادھر آؤ مجھکو پہچانتے ہو وہ شخص جنکو تمہارے پیر نے تمکو
خواب میں دکھایا تھا میں ہی ہوں اور وہ ابراہیم خلیل کہ بحکم لا یزال من امتی اربعون رجلا
علی قلب ابراھیم (ہمیشہ رہیں گے میری امت سے چالیس آدمی قلب ابراہیم علیہ السلام پر)
فرمایا تھا میں ہی ہوں۔ انہوں نے بھی انکو پہچانا اور انکی ملازمت اختیار کی شیخ نے انکو ذکر تلقین
کیا اور وصیت کی کہ اسکو ہمیشہ کرتے رہنا کسی کی شرم نکرنا اور رخصت کردیا۔ پھر یہ قندھار چلے گئے
اور شیخ کے فرمانے پر عمل کرتے رہے ایک رات کو مجمع تھا انکو ذکر کرنے سے شرم آئی مگر پھر اس خطرہ کو
دفع کیا اور موافق وصیت کے ذکر کیا جب پھر شیخ کی خدمت میں آئے انہوں نے فرمایا بابا کسواسطے
خدا کے ذکر سے شرم کرتے ہو عرض کی بندہ نے کبھی جو کچھ حضرت نے فرمایا تھا اسکو ترک نہیں کیا
فرمایا یاد کرو فلاں شب جو تمہارے دل میں یہ خطرہ گزرا تھا اسوقت میں تمہارے ساتھ تھا
نقل ہے کہ شیخ پیرک سماع بہت سنتے تھے مگر وجد بہت کم کبھی کبھی ہوتا تھا اور کبھی ایسا
ہوتا تھا کہ ایک دو روز تک بیہوش رہتے تھے کہتے ہیں وہاں ایک عالم منکر سماع رہتے تھے ایک دن

بقصد احتساب شیخ پیرگ کے سامنے آئے شیخ کی انپر دُور سے نظر پڑی اور فرمایا درگرفت درگرفت یہ
کہتے ہی شہر میں آگ لگ گئی اور اُس صاحب علم کو حالت ہوئی اسقدر کہ بیہوش ہوکر گر پڑے اور
اتنے بیہوش رہے کہ کئی نمازیں فوت ہوگئیں بعد میں اُنکے معتقد ہوکر ذکر و مجاہدہ میں مشغول
ہوئے اور اسقدر مراقبہ میں رہتے تھے کہ گردن کی ہڈی نکل آئی تھی یہ شیخ حسین سہرندی جوان
حکایتوں کو نقل کرتے ہیں کہتے تھے میرے خویشوں میں سے ایک شخص تھے اُنکی خاطر خراب تھی
اور ہر وقت نشست و برخاست میں استغفار کیا کرتے تھے کسی طرح سے یہ خطرہ اُنسے دفع نہوتا تھا
اگر کوئی اُنسے پوچھتا تو اُسکو کہہ سکتے تھے یہ شیخ عبد القادر کے مرید تھے جو شیراز سے آئے تھے اُن سے
بھی نہ کہہ سکے آخر شیخ پیرگ کے سامنے آئے اُنہوں نے انکو دیکھتے ہی کہا بابا اس خطرہ کو دُور کر انکے
کہتے ہی وہ خطرہ اُنسے دُور ہوگیا یہ شیخ پیرگ سلطان بہلول کے زمانہ سے ابتداء دولت اکبر شاہ تک
زندہ رہے رحمۃ اللہ علیہ **ذکر شیخ سعد الدین** - خیر آبادی شیخ مینا کے مرید ہیں بزرگ
تھے حدود شریعت کے حفاظت کرنیوالے اداب طریقت میں ہمت عالی رکھتے تھے ترک و تجرید
کے ساتھ موصوف تھے اور اپنے پیر کے طریقہ کے موافق یہ بھی حضور تھے سماع کے شایق علوم
شریعت و طریقت کے عالم تھے - نحو و فقہ و اصول میں اُنکی تصنیفات ہیں مثل مفتاح شرح مصباح
اور کافیہ و حسامی اور بزدوی وغیرہ کے اور رسالہ مکیہ پر بھی شرح لکھی ہے جسکا نام مجمع السالک
ہی خزانہ جلالی ملفوظ حضرت مخدوم جہانیاں کے طرز پر حضرت شیخ مینا کے بہت ملفوظات و حالات
اُسمیں درج کئے ہیں - اور جس جگہ اُنسے نقل کرتے ہیں اسطرح لکھتے ہیں - قال شیخی شیخ مینا
ادام اللہ فینا (فرمایا میرے شیخ شیخ مینا نے ہمیشہ رکھے اُنکو اللہ ہم میں) اور جس جگہ کہتے ہیں
قال شیخ شیخی (فرمایا میرے شیخ کے شیخ نے) تو اُنسے مراد شیخ قوام الدین لکھنوی ہیں - یہ علم ظاہری
میں مولانا اعظم کے جو اُسوقت کے فقہا اور علماء میں مشہور تھے شاگرد ہیں - اور اُنکے پیر شیخ مینا
نے بھی مولانا سے کتاب عوارف المعارف پڑھی ہے یہ اکثر اپنے پیر سے عرض کیا کرتے تھے کہ بندگی
مخدوم کو معلوم ہے کہ لفظوں کی صحت کیواسطے طبع بندہ کافی ہے اور معانی کا سمجھنا خاصہ

احوال شریف اسکا ہی پھر بلاؤں سے پڑھنا کسواسطے ہی انہوں سے نقل پایا بابا یہ دیانت نہیں ہے
کہ باوجود علم کے ترک تعلم کریں اور اپنے علم پر اکتفا کریں۔ انکے مرید بہت ہیں چنانچہ شیخ صفی
بزرگ تھے صاحب ذوق وحالت اور اپنے پیر کے قدم پر وہ بھی حضور رہتے اور شیخ مبارک سندیلوی
کہ احکام شریعت اور آداب طریقت کے ساتھ موصوف تھے مرید ہیں شیخ سعد خیرآبادی کے
اور شیخ سالار سے بھی تربیت پائی تھی **سید صفی** ایک شخص انبالہ کے رہنے والے
تھے درویشوں کے اوصاف سے موصوف اور انکے حالات سے خوب واقف لباس ستر واخفا میں
چھپے ہوئے شیخ مبارک سندیلوی کے مرید تھے اور شیخ سعد خیرآبادی کے ایک مرید شیخ الہدیہ
خیرآبادی بہت مسن و معمر تھے جس زمانہ میں کہ والی عہد کے حکم سے اس ملک میں تشریف لائے
تھے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ مخصوص ہوئے تھے۔ انکے آثار عظمت وکرامت ظاہر تھے اور اسی
سال میں کہ سنہ ۹۹۳ھ ہے اس عالم سے تشریف لیگئے رحمۃ اللہ علیہ **ذکر شاہ سیدو** پہلے
بادشاہوں کی خدمت میں رہتے تھے اور انکے پاس بہت دولت تھی آخر کو جذبہ عنایت نے
اپنا کار کیا کل اسباب دنیاوی کو چھوڑ چھاڑ کے شیخ حسام الدین مانکپوری کی خدمت میں آ پڑے
راہ مجاہدہ اختیار کی اور خرقہ پہنا اور درویش ہوگئے کہتے ہیں اول یہ ایک عورت پر
عاشق تھے جامہ فقر پہننے کے بعد پھر یہ اس عورت کے پاس گئے انہوں نے کہا سیدو الہیہ
شدی یعنی گدا و فقیر کیونکہ اس ملک کے عرف میں فقیر کو الہیہ کہتے ہیں۔ اس دن سے انکا لقب
سیدو الہیہ ہو گیا وہ عورت بھی انسے علاقہ محبت رکھتی تھی انکی خدمت میں آکر فقیر ہوگئی انکے
اشعار ہیں جنمیں سے ایک بیت ہے ع دل گویدم سیدو بگو احوال خود یکیک مگو ؛ اندم کہ
خودی آید او سیدو کجا گفتار گو ؛ **نقل ہے** کہ ایک دفعہ شیخ حسام الدین اور راجی حامد شاہ
اور شاہ سیدو تینوں کے پاس کپڑا نہ تھا ایک روئی کی قبا موجود تھی شیخ حسام الدین نے اسکو تین
حصے کرکے ابرہ ایک کو دیا اور استر ایک کو اور روئی خود اوڑھ لی اور ایک رسی وہاں پڑی ہوئی تھی
اس سے کمر باندھلی سر ویسے ہی ننگا تھا اور تینوں بزرگوار جامع مسجد کی طرف متوجہ ہوئے

رستے میں ایک شخص نے پتوں میں لپٹا ہوا حلوا نظر کیا حلوے کو آپ نے تقسیم کر کے پتوں کو ٹوپی کی طرح پر سر
رکھ لیا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین شاہ سیدو کا مزار فتح پور ہنسوہ میں ہے۔ کڑہ مانکپور کے قریب **ذکر
راجی حامد شاہ** مرید شیخ حسام الدین مانکپوری کے ہیں بزرگ صاحب نسب صاحب حال صحیح و صاحب
صفائی باطن تھے۔ **نقل ہے** کہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں دو بھائی سادات
گردیز سے دہلی میں آئے ایک انمیں سے سید شمس الدین تھے جنہوں نے میوات میں سکونت
اختیار کی اور انکی اولاد بھی وہیں ہے۔ دوسرے سید شہاب الدین جو انکے اجداد سے ہیں انکے بزرگ
ہمیشہ سے معزز و مکرم رہے ہیں وہاں کے لوگوں کی زبان میں انکے نام پر راجی کا لفظ غالب ہے
یہ بھی اول سپاہیوں کے لباس میں رہتے تھے آخر میں شیخ حسام الدین مانکپوری کی خدمت میں
پہنچے اور بہت ریاضتہائے شاقہ کھینچکر صفائی باطن اور حضور وقت انکو نصیب ہوا علم ظاہر پر انہوں
نے بقدر ضرورت اکتفا کی تھی مگر بڑے بڑے دانشمند انکے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔ کہتے ہیں
جب یہ چاہتے کہ کوئی معارف کی بات کشف ضمائر سے ظاہر کریں کوئی حکایت اپنی سرگذشت
کی بیان کرتے جسکے ضمن میں طالب کا مقصد بھی انجام کو پہنچ جاتا۔ مزار انکا مانکپور میں ہے ؛
ذکر راجی سید نور راجی حامد شاہ کے فرزند ہیں۔ یہ بھی اپنے والد جیسے بزرگ صاحب کرامات
تھے سپاہگری کے لباس کو اپنا پردہ بنا کے مشغولی باطن کرتے تھے۔ مزار انکا بھی مانکپور میں ہے
ذکر شیخ حسن طاہر راجی حامد شاہ کے مرید ہیں اور راجی سید نور سے بھی نعمت خلافت
پائی تھی انکے والد شیخ طاہر ملتان سے تحصیل علم کیواسطے اس ملک میں آئے تھے ایک مدت تک شہر
بہار میں رہکر شیخ بڈھ حقانی سے تحصیل علم کیا اور وہیں بہار ہی میں شیخ حسن خلوتخانہ عدم سے
جہان سرائے وجود میں تشریف لائے اور شروع جوانی و اثنائے تحصیل علم میں درویشوں کی
صحبت میں مشغول ہوئے۔ **نقل ہے** کہ انہوں نے انہیں دنوں میں کسی مشایخ سے کتاب
فصوص الحکم شروع کی انکے والد خصوص الحکم کے طریق کے منکر تھے ایکدن انہوں نے ان سے
توحید وجودی کا مسئلہ پوچھا انکے والد نے بقدر علم علمائے ظاہر کے تقریر فرمائی اور مولوی کے عقدہ

کے حل ہونیکا باعث ہوئے اور وہ اُنکو جو اس کتاب کے پڑھنے سے منع کرتے تھے باز آئے۔ اُن ہی دنوں میں ایسی حادثہ کا آوازہ مشیخت لوگوں میں بلند ہوا شیخ حسن سید کے دیکھنے کو امتحان کیطرح سے گئے اور پہلی ہی ملاقات میں بقوت جاذبہ ازلی سلسلہ ارادت میں داخل ہوئے سعدی کو زہے آنم کہ بایں جاذبہ شوق ؛ رخسار ترا بینم وبیتاب نگردم ؛ علما میں سے اول جو شخص سید کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے یہی تھے کہ جونپور کے مشایخ سے تھے سلطان سکندر انار اللہ برہانہ کے زمانہ میں اُنکے بلانے سے اِس مُلک میں تشریف لائے۔ **نقل ہے** کہ سلطان سکندر کے بھائیوں میں سے ایک شخص جنکے دماغ میں ہوائے سلطنت سمائی تھی اُنکے مرید ہوئے ایک دن اسی خیال سے خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت شیخ فاتحہ پڑھیں تا کہ مجھکو دہلی کی سلطنت نصیب ہو شیخ نے انکو اس ہاگل پن سے منع کیا اور فرمایا کہ حق سبحانہ اپنی حکمت سے ایک کی ترقی چاہتا ہے تو اُسکا معارضہ مت کر اور اُسکا مطیع ہو یہ خبر جب سلطان سکندر کو ہوئی اُنکی کرامت کے معتقد ہوئے اور اُس جانب تشریف لانیکا التماس کیا وہ چونکہ پہلے ہی سے مشایخین دہلی کا اشتیاق زیارت رکھتے تھے سلطان کے طلب کرنے سے اور بھی تاکید ہوگئی۔ اول آگرہ میں آکر ایک مدت تک وہاں رہے پھر دہلی میں آکر بیچ منڈل میں جو سلطان محمد تغلق کی عمارت ہے مقیم ہوئے اہل وعیال سمیت اور وہیں وفات پائی۔ اُنکی اور اُنکی اکثر اولاد کی وہیں قبریں ہیں۔ چوتھی ربیع الاول ۹۰۹ھ میں طریق سلوک وعلم توحید میں اُنکے رسایل ہیں منجملہ اُنکے ایک مفتاح الفیض ہے جسمیں لکھتے ہیں۔ **سوال** سلوک کیا ہے اور سالک کون ہے اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب اور تخلیہ سر اور تجلیہ روح کیا ہے اور منزل کیا ہے اور مقصد اور کرامت اور جذبہ کیا ہے اور وصول کون ہے اور شریعت اور طریقت کیا ہے اور کیا مقام ہے۔ **جواب** سلوک کے معنے لغت میں چلنا ہیں اور حسی چلنا انتقال ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ میں اور یہاں سلوک سے معنوی چلنا مراد ہے اور اسی سلوک و انتقال کا مرتبہ نفس میں تزکیہ نام ہے اور تزکیہ نفس یہ ہے کہ نفس کو اوصاف ذمیمہ نفسانی سے اوصاف حمیدہ ملکی اور امارگی سے لوامگی اور مطمئنی کے

ساتھ موصوف کرے۔ اور سلوک دل کو تصفیہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ دل کو دنیا کے ہموں اور غموں سے اور اسکی طرف میل کرنے سے اور اسکے لوگوں سے اور حرص و حُبِ دنیا اور اندیشہائے بیفائدہ سے صاف کرے اور تخلیہ سِر یہ ہے کہ سِر کو اندیشہ ماسوائے اللہ اور غوغاء غیر حق سے اگرچہ بہشت بھی ہووے تب بھی اُس سے خالی رکھے اور سِر کی پاسبانی کرے یعنی غیر حق کے اندیشہ کو اُسمیں رستہ نہ دے اور اگر کچھ گذرے تو اُسکو نفی خواطر سے دفع کرے۔ تجلیہ روح یہ ہے کہ مشاہدہ حق کا نور اور ذوق و شوق و محبت اور اسرار و انوار مشاہدہ سے روح کو متجلّی و متحلّی کریں پس حقیقت سلوک کی عبارت ہے اخلاق حیوانی کے بدل دینے اور اوصاف بشری سے نکل جانے اور اخلاق الٰہی کے ساتھ متخلق ہونے سے حضرت قطب العالم نے اپنے رسالہ ملہمات میں شریعت و طریقت و حقیقت کا بیان فرمایا ہے۔ الشریعۃ الاتباع والطریقۃ الانقطاع والحقیقۃ الاطلاع الشریعۃ الانقیادُ والطریقۃ الانقاد والحقیقۃ الاتحادُ (شریعت اتباع ہے طریقت غیر حق سے جُدا ہونا ہے حقیقت اطلاع ہے۔ شریعت مطیع ہونا ہے طریقت (ماسوا سے) دُور ہونا ہے حقیقت (حق سے) ملجانا ہے) شریعت اطاعت کی کمر باندھنا ہے اور طریقت اپنے سے الگ ہوجانا اور حقیقت دوست سے ملجانا۔ شریعت فرمانبرداری ہے طریقت غیر سے بیزاری ہے حقیقت دوست سے برخورداری ہے۔ شریعت عنا ہے۔ طریقت فنا ہے۔ حقیقت بقا ہے۔ سالک ابتداء حال میں حس ہے اور توسط میں عقل معاد ہے اور انتہا میں نور معاد ہے۔ سیر الی اللہ میں نکوئی رستہ ہے نہ کوئی منزل ہے کیونکہ راستہ اور منزل دو چیزوں میں ہوتا ہے اور جب دوئی نہیں ہے تو نہ راستہ ہے اور نہ منزل حضرت منصور حلاج سے کسی نے پوچھا کیف الطریق فقال الطریق بین اثنین (خدا کا) رستہ کیونکر ہے فرمایا رستہ دو چیزوں میں ہوتا ہے) مگر سیر فی اللہ میں بہت منزلیں ہیں کسواسطے کہ نہ اُسکی غایت ہے اور نہ انحصار اور مقصد پہنچنا ہے وحدت حقیقی میں اور باہر آنا شرک و پندار خودی و دوئی سے اور جذبہ عبارت ہے رحمت خاص سے کہ اتیناہ رحمۃ من عندنا۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ

صلے اللہ وسلم کی دعا اللھم انی اسالک رحمۃ من عندک تھدی بھا قلبی الی اخر
(اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں رحمت تیرے پاس سے کہ دے ہدایت اُسکے ساتھ میرے دل کو آخر تک)
اسی پر مبنی ہے اور فیض حق بھی اسی کا نام ہے۔ جذبۃ من جذبات الحق تیوازی عمل الثقلین
(حق کے جذبوں میں سے ایک جذبہ جن و انس کے عملوں کی برابر ہے)۔ **مصرع** یک نفس رہ عنایت نوازے
بندہ نواز: ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا ؎ تو مستحق نظر شو کمال و قابل فیض: کہ
منقطع نشود فیض ہرگز از فیاض: والیہ اشار صلی اللہ علیہ وسلم انی لاجد نفس الرحمٰن
من جانب الیمن (اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں پاتا ہوں نفس
رحمٰن کو یمن کی طرف سے) ؎ مرد باید کہ بوئے داند برد: ورنہ عالم پر از نسیم صباست: **بیت**
دریں دیار ازاں سرخوشم کہ گاہی گاہی: نسیم بوئے تو ام زین دیار مے آید: بہ اشارہ ہی تجلی دائم اور فیض
حق کے ساتھ اور جذبہ حق اور وصول بحق عبارت ہی انقطاع اور تبری پندار خودی دوئی سے
اور جہل کے اٹھنے اور علم سے وجود مطلق کے ساتھ۔ **ذکر مولانا الہداد**۔ بزرگاں علماء جونپور
سے ہیں۔ شارح کافیہ۔ ہدایہ۔ بزدوی اور مدارک ہیں تحریر اور تنقیح میں زمان طالب علمی سے ہی بڑی
قدرت رکھتے تھے ایک واسطے سے مولانا شہاب الدین کے شاگرد ہیں اور راجی حامد کے مرید تھے
نقل ہے کہ شیخ حسن طاہر اور مولانا الہداد تحصیل علم کے رستہ میں ایک دوسرے کے رفیق تھے
اور ان دونوں میں بہت محبت تھی جب شیخ حسن طاہر راجی حامد شہ کے سلسلہ ارادت میں آئے
مولانا الہداد نے کہا میاں حسن تمنے طالبعلموں کی عزت کو برباد کر دیا انہوں نے کہا تم بھی ذرا
ایک دفعہ چلکے تو دیکھو اور امتحان کرو پھر مجھکو کہنا دوسرے دن دونوں دوستوں نے ملازمت کا
قصد کیا مولانا الہداد نے چند مسئلے ہدایہ و بزدوی کے جو مشکلات میں مشہور ہیں تصور کرکے خوب
سوچ سمجھ کے خدمت میں پہنچے راجی حامد شہ نے اُسی طرح سے اپنی سرگذشت کی حکایت شروع
کی اور اُسی کے ضمن میں مولانا الہداد کے اشکال کو دفع کر دیا آخر کو مولانا الہداد بھی مرید ہوئے
اور طریق مجاہدے کو ریاضت کے ساتھ طے کرنا شروع کیا رحمۃ اللہ علیہ۔ **ذکر شیخ معروف**

جونپوری مولانا الہ داد شارح کے مرید ہیں بزرگ ہیں صاحب مجاہدات اور ریاضات اور ذوق اور حالات انکے مریدوں میں سے شیخ احمد زین ہیں جو جونپور میں عالم و عامل و متبرک متورع مشہور تھے رحمۃ اللہ علیہما۔ **ذکر شیخ بہاؤ الدین** جونپوری اس ملک کے مشہور مشایخین سے ہیں مرید تھے شیخ محمد عیسےٰ کے خاصکر ترک و تجرید و صدق و ورع میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ کہتے ہیں ایک شخص صاحب نعمت شیخ حسین نام دولقہ گجرات سے شیخ محمد عیسےٰ کی دریافت صحبت کیواسطے جونپور میں آیا شیخ بہاؤ الدین اُن دنوں میں طالب علم صالح اور قابل تھے اُنکی صحبت میں رہنے لگے شیخ حسین کیمیا جانتے تھے جب اُنہوں نے شیخ بہاؤ الدین کو دیکھا خیال کیا کہ یہ ایک جوان فقیر اور مستحق ہیں ایکدن انکو انکی بے بضاعتی پر ترس آیا انسے کہا تمکو میرے ساتھ جنگل میں چلنا چاہئے جنگل میں گئے اور کیمیا عمل میں لائے اُنہوں نے انکو دیکر کہا کہ اس سے اپنا خرچ یا محتاج کر دا گر اور ضرورت ہو تو مجھسے کہنا میں تمہارے واسطے اور بنا دوں گا شیخ بہاؤ الدین نے کہا مجھکو آپ سے اور کیمیا کی امید ہے یہ کیمیا میرے کام کی نہیں ہے شیخ کا انکی اس بات سے بہت دل خوش ہوا مگر تربیت باطن میں کچھ زیادتی نہیں کی یہانتک کہ شیخ حسین کی ملاقات کا وقت شیخ محمد عیسےٰ سے آخر کو پہنچا اور وہ خرقہ خلافت و نعمت شیخ سے پاکر دولقہ کی طرف رخصت ہوئے شیخ بہاؤ الدین نے شیخ کا دامان پکڑا اور ارادت و اجازت کا التماس کیا اُنہوں نے کہا تمہارے پیر اس شہر میں موجود ہیں مجھ سے تمکو اتنی ہی صحبت نصیب ہونی تھی۔ پھر ایک مدت کے بعد شیخ بہاؤ الدین کا دل شیخ عیسےٰ کی ملازمت کی طرف مایل ہوا اور بسبب علاقہ سابقہ از لی کے انکے مریدوں میں اور معتقدوں میں داخل ہوئے اور نعمت پائی ہنوز خلافت سے مشرف نہوئے تھے کہ شیخ کی رحلت کا وقت قریب پہنچا فرمایا بہاؤ الدین تمہارا خرقہ خلافت ایک سید کے پاس ہے جو جونپور سے آتے ہیں وقت موعود پر راجی حامد شاہ جونپور سے پہنچے شیخ بہاؤ الدین نے انکا استقبال کیا پہلی ہی ملاقات میں انکو خرقہ پہنا دیا اور خلیفہ کر دیا۔ **ذکر شیخ بہاؤ الدین بن ابراہیم بن عطاء اللہ** الانصاری القادری الشطاری الحسینی صاحب حالات جامع برکات و کرامات تھے آپ کا

وطن اصلی قصبہ جنید ہے سرکار ہند سے مندو کے کسی بادشاہ کی خواہش سے اُس مُلک میں گئے یہ
قادری تھے اور مشرب شطاری رکھتے تھے انکا ایک سالہ ہے جسمیں قسم قسم کے ذکر و اشغال کے
طریقے اور آداب بیان کئے ہیں اور اپنی نسبت کو سلسلہ قادریہ سے اس طرح بیان کیا ہے۔ لقن
الشیخ السموات والارضین شیخ محی الدین عبد القادر الجیلی ابنہ الشیخ عبد الرزاق
شیوخًا بعد شیوخ الی شیخی و مرشدی سید احمد الجیلی القادری الشافعی رضی
لقنی جمیع الاذکار والبسنی خرقۃ القادریۃ فی الحرم الشریف تجاہ الکعبۃ واجازنی
اجازۃ مطلقۃ بان اجیز من یستجیزنی والقن والبس من یستلقن منی، ترجمہ
تلقین کی شیخ عبد القادر جیلانی نے اپنے بیٹے شیخ عبد الرزاق کو شیخ بعد شیخ کے میرے شیخ تک و مرشد
سید احمد جیلی تک اور میرے شیخ نے تلقین کئے تمام اذکار مجھکو اور پہنایا خرقہ قادریہ حرم شریف میں کعبہ
شریف کے پاس اور اجازت دی مجھکو اجازت مطلقہ یہ کہ اجازت دوں میں اُسکو جو مجھ سے اجازت
مانگے اور پہناؤں میں خرقہ اُسکو جو مجھ سے تلقین چاہے، **نقل ہے** کہتے ہیں انکو خوشبو کے سونگھنے
سے ایسی حالت ہوتی تھی کہ روح نکلنے کے قریب پہنچ جاتی تھی کہتے ہیں کہ ایک شخص حالت ضعف
و نقاہت میں غالیہ اُنکے پاس لایا اُسکے سونگھتے ہی اسقدر ذوق ہوا کہ اُسی میں انتقال کر گئے یہ
واقعہ ۹۲۱ھ میں ہوا۔ رسالہ شطاریہ میں کہتے ہیں۔ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلق
خدا کے رستے خلقت کے نفسوں کے عدد کے برابر ہیں کہتے ہیں مگر انمیں سے تین طریق بہت
مشہور ہیں۔ پہلا طریق اخیار کا اور وہ روزہ اور نماز اور تلاوت قرآن شریف اور جہاد ہے اس
رستے کے چلنے والے بہت مدت میں منزل مقصود تک پہنچتے ہیں۔ دوسرا طریق اصحاب
مجاہدات اور ریاضات کا ہے اخلاق ذمیمہ کا بدل دینا نفس کا تزکیہ کرنا اور دل کا تصفیہ کرنا اور
روح کا تجلیہ۔ فالواصلون بھذا الطریق اکثر من ذلک الطریق (اس رستے سے
پہنچنے والے اُس رستے کے پہنچنے والوں سے بہت ہیں) سوم طریق شطاریہ۔ فالواصلون
منہم فی البدایات اکثر ھم من غیرھم فی النہایات (اس رستے کے پہنچنے والے

شروع میں زیادہ ہیں اور چلنے والوں سے انتہا میں) یہ اُن دونوں طریقوں سے جلدی پہنچے گا رستہ ہے۔ طریق شطاریہ کی اصول میں دس چیزیں ہیں۔ اوّل توبہ وھو الخروج عن کل مطلوب سواہ (اور وہ نکلنا ہے کل مطلوب سے سوائے خدا کے) دوسرے زہد۔ عن الدنیا و محبتھا و مناعھا و شھواتھا قلیلہا و کثیرھا۔ (زہد دنیا سے اور اسکی محبت سے اور اسکے اسباب سے اور اسکی شہوتوں سے تھوڑی ہوں یا بہت)۔ تیسرے توکل۔ وھو الخروج عن الاسباب (اور وہ نکلنا ہے اسباب سے) چوتھے قناعت۔ وھی الخروج عن الشھوات النفسانیۃ (اور وہ نکلنا نفسانی شہوتوں سے)۔ پانچویں عزلت۔ وھی الخروج عن مخالطۃ الخلق بالانزواء و الانقطاع کما ھو بالموت (اور وہ نکلنا ہے خلقت کی مخالطت سے گوشہ نشینی کے سبب اور جدا ہونا جیسے موت سے ہوتا ہے) چھٹے توجہ حق کی طرف (وھو الخروج عن داعیۃ تدعوا الی غیر الحق کما ھو بالموت فلا یبقی مطلوب و لا محبوب و لا مرغوب و لا مقصود الا اللّٰہ (اور وہ نکلنا ہے ہر بلانیوالے سے جو بلائے غیر حق کی طرف جیسے موت کے ساتھ ہوتا ہے کہ نہ باقی ہے کوئی کوئی مطلوب اور نہ محبوب اور نہ مرغوب اور نہ مقصود سوا خدا کے) ساتویں صبر۔ وھو الخروج عن حظوظ النفس (اور وہ نکلنا ہے نفس کے حظوں سے) آٹھویں رضا۔ وھو الخروج عن رضا النفس بالدخول فی رضاء اللّٰہ تعالیٰ بالتسلیم للاحکام الازلیۃ و التفویض الی تدبیر اللّٰہ کما ھو بالموت (اور وہ نکلنا ہے نفس کی رضا سے خدا کی رضا میں داخل ہونیکے ساتھ تسلیم کے ساتھ احکام ازلیہ کے اور تفویض کے طرف تدبیر خداوندی کے جیسے موت کے ساتھ ہوتا ہے) نویں ذکر وھو الخروج عن ذکر ما سوی اللّٰہ تعالیٰ (اور وہ نکلنا ہی ماسوائے ذکر سے ہے) دسویں مراقبہ۔ وھی الخروج عن وجودھا کما ھو بالموت (اور وہ نکلنا ہے اسکے وجود اور قوت سے جیسے موت سے) اسماء ذکر تین قسم ہیں اسم جلال اور اسم جمال اور اسم مشترک جب سختی اور رعونت کو اپنے اندر دیکھے تو چاہیئے کہ اسم جلال میں مشغول ہو تاکہ نفس مطیع و تابعدار ہو جائے جیسے یا قہار یا جبار یا متکبر بعدہ اسم جمال میں مشغول ہو جیسے یا ملک یا قدوس یا علیم پھر اسم مشترک میں مشغول

جیسے یا مومن یا مہیمن اور جب انکسار اور تواضع اور خاکساری اپنی میں دیکھے تو ادل اسم جمال میں مشغول ہو پھر اسم مشترک میں پھر اسم جلال میں اسی طرح ذکر میں مشغول ہو یہانتک کہ ذکر سے صاف ہو جائے اور ذکر دل میں جگہ پکڑے مقام ذکر میں ننانوے نام مقام تلوین میں ہے بس صدر مقام تمکین اور تمکین ذاکر کے اسم اللہ کے ذکر میں ہے کیونکہ وہ اسم ذات ہی اور یہ ننانوے نام اسمار صفا ہے جب تلک اسمار صفات میں ہے مقام تلوین میں ہے اور جب ذکر اسم ذات میں پہنچیگا تب لفظ اللہ کی تابش سے وجود فانی سوختہ ہو کر مضمحل ہو جائیگا اور اس جگہہ فنا حاصل ہوتی ہے اور بھی محو سے عبارت ہے اور جب اپنی خودی سے فانی ہو جاتا ہے بقا پاتا ہے۔ پس مرید صادق کو بغیر ذکر کے کشودگی نہیں ہوتی اور جب دل منور ہو جاتا ہے تب حقیقت اشیار اُسپر منکشف ہوتی ہے اور عالم ارواح سے ملاقات کرتا ہے۔ ذکر حقیقی جو حق کا شہود ہے۔ اس منزل میں کھلتا ہے۔ اور اسی رسالہ میں بعد بیان کیفیت سلوک ور اُسکے آداب و شرائط ذکر و اقسام و اسامی کے لکھتے ہیں ذکر کشف ارواح کا یا احمد یا محمد ہے اور اسکے دو طریق ہیں ایک طریق یہ ہے کہ یا احمد کو داہنی طرف کہے اور یا محمد کو بائیں طرف اور دل پر یا رسول اللہ کی ضرب دے۔ اور دوسرا طریق یہ ہے کہ یا احمد کو داہنی جانب کہے اور یا محمد کو بائیں جانب اور دل میں یا مصطفی کا وہم کرے۔ دوسرے ذکر یا احمد یا محمد یا علی یا حسن یا حسین یا فاطمہ چھوں جہت ذکر کرے کہ تمام ارواح کا کشف حاصل ہو۔ دوسرے ذکر اسمار ملائکہ مقربین سے بھی یہی بات حاصل ہوتی ہے یا جبرئیل یا میکائیل یا اسرافیل یا عزرائیل و چہار ضربی دوسرے ذکر اسم شیخ یا شیخ یا شیخ ہزار بار کہے حرف ندا یا کو دل سے کھینچے اور داہنی طرف لیجائے پھر شیخ کی دل پر ضرب دے۔ دوسرے ذکر درازی عمر بعد ادا نماز فجر کے ہو الحی القیوم طلوع آفتاب تک ہزار بار پھر ظہر کے بعد ہو العلی العظیم ہزار بار اور بعد عصر کے ہو الرحمن الرحیم ہزار بار پھر بعد مغرب کے ہو الغنی الحمید ہزار بار پھر عشا کے بعد ہو اللطیف الخبیر ہزار بار اور بیان مراقبہ میں فرماتے ہیں۔ جان تو کہ مراقبہ یہ ہے کہ ہر کلمہ اور آیت جو قرآن شریف میں ہے توحید کے معنوں پر دلالت کرتے ہیں اُس کلمہ یا آیت کا باطن میں تصور کرنا ہے چند کلمے لکھے

جانتے ہیں اُنپر اوروں کو قیاس کر لینا چاہیے اوّل وہو معکم اینما کنتم (وہ تمہارے ساتھ ہے
جہاں تم ہو) دوسرے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (جدھر تم مُنہ کروگے اُدھر ہی خدا کی ذات ہے)
تیسرے۔ الم یعلم بان اللہ یریٰ (کیا نہیں جانتا ہے کہ اللہ دیکھتا ہے) چوتھے ونحن اقرب
الیہ من حبل الورید (ہم زیادہ قریب ہیں اُسکی طرف رگ گردن سے) پانچویں ان اللہ بکل
شئی محیط (تحقیق اللہ ہر شئے کے ساتھ محیط ہے) چھٹی وفی انفسکم افلا تبصرون (اور تمہارے
نفسوں میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو) ساتویں ان معی ربی سیہدین (تحقیق میرے ساتھ
میرا رب ہے قریب ہے کہ مجھکو ہدایت کرے) آٹھویں اللہ حاضری۔ اللہ ناظری اللہ شاہدی اللہ
معی۔ نویں مراقبہ اسم ذات محض۔ دسویں مراقبہ یا حی یا قیوم۔ گیارھویں مراقبہ انیس۔
بارھویں مراقبہ تمام اسماء حسنے۔ تیرھویں مراقبہ تلاوت کلام مجید۔ چودھویں مراقبہ فنائے خویش
یہ چند رموزات مراقبات سے ظاہر کئے گئے ہیں تاکہ اس قوم کی اصطلاحوں کو سمجھیں ایک مراقبہ
پسند آدے اور وہ حق کی ہستی کا اثبات ہی ہر حال میں درا ہی اور کُل کائنات کی فنا بس یہی
کافی ہے جہاں کہیں ہو بسم اللہ کو باطن میں کہوے تاکہ دل کی صفائی حاصل ہو۔ مراقبہ کی وجہ
تسمیہ یہ ہے کہ مراقبہ مشتق ہے رقیب سے اور رقیب کہتے ہیں حفاظت کرنیوالے کو یعنی ما دام
المرید مشتغلاً بالمراقبۃ محفوظا من شواغل اللذات الجسمانیۃ والخواطر الغفلانیۃ
والهواءات النفسانیۃ ویکون متوجها الی الحضرۃ الصمدیۃ فارغا عن غیرہ و
انہ قیل الفکر افضل من الذکر لانہ شغل الباطن لا یطلع علیہ غیرہ یعنی مراقبہ
یہ ہے کہ دل کی نگاہبانی کرے اور دل کو حق کی طرف متوجہ کرے اور غیر حق کو دل میں جگہ نہ دیوے
پس ایسے صوفی کو صاحب حال کہتے ہیں۔ **ذکر شیخ بدھن شطاری**۔ یہ اولاد سے شیخ
عبد اللہ شطاری کے ہیں سلطان سکندر کے زمانہ میں انکا نقارہ مشیخت خوب بجا طریقہ شطاریہ
پر لوگوں کو تلقین وارشاد کرتے تھے محرر سطور کے بڑے چچا شیخ رزق اللہ نے انکی خدمت میں جاکر
تلقین ذکر پائی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔ **ذکر مولانا عماد الدین غوری** شہر نارنول کے

مشایخین سے ہیں اُنکے ابا واجداد دیارِ عرب سے ملک عجم میں آئے تھے اور سلطان شہاب الدین کے ہمراہ غور سے ہندوستان میں آئے نقل ہے کہ اُنہوں نے جوانی میں علم پڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی قوت بھی بہت رکھتے تھے اور اکثر پہلوانوں سے کشتی کیا کرتے تھے ایک دن ایک پہلوان کو کہ جس سے زیادہ طاقت در روئے زمین پر کوئی نہیں تھا پچھاڑ کے مغرور و مست گھر کو جا رہے تھے اُسوقت کے علما میں سے ایک شخص نے اُنکو اِس حالت میں دیکھکر تاسف کیا اور اُنکو اِس بات کا طعنہ دیا اُس سے اُنکی حمیت و غیرت جوش میں آئی اور اُس وضع سے پشیمان ہوئے اور علم کا تحصیل کرنا چاہا مگر چونکہ بچپن میں کچھ نہیں پڑھا تھا لہذا مشکل معلوم ہوا آخر کو شیخ محمد ترک کے روضہ پر نارنول میں سکونت اختیار کی اور رات دن وہیں پڑے رہتے اور حصول علم کیواسطے مدد مانگتے اسی طرح بارہ برس گذر گئے آخر ایک رات کو طہارت کیواسطے باہر نکلے پیچھے سے ایک شخص نے آپکو پکڑا اور کہا مانگو کیا مانگتے ہو یہ تو اپنے باپ دادا کے طریقہ کے طالب تھے علم و تقویٰ کی درخواست کی اُنہوں نے کہا جاؤ اپنے باپ دادا کا کتب خانہ سنبھالو اور لوگوں کو درس دو حق سبحانہ تعالےٰ نے علوم دینیہ کے دروازے اُنپر کھول دئے شیخ احمد محی شیبانی سے منقول ہے کہ میں نے مولانا عماد کو ایام صبا میں دیکھا تھا ایک شخص بزرگ کمال متبع تھے کوئی سنت اُنسے ترک نہوتی تھی فقرا اور فقرار کو بہت دوست رکھتے تھے اور یہ مولانا عماد اُن مولانا عماد کی اولاد سے ہیں جو تغلق کے زمانہ سلطنت میں تھے تغلق نے کہا تھا کہ خدا کا فیض منقطع نہیں ہوتا پھر فیض نبوت کیونکر منقطع ہو سکتا ہے اگر اب کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اور معجزہ دکھائے تو اُسکی تصدیق کروگے یا نہیں مولانا عماد نے اسی وقت کہا کہ گو ہ مخور چہ میگوئی محمد تغلق نے حکم دیا کہ اُنکو ذبح کرکے زبان کھینچ لو۔ رحمتہ اللہ علیہ

ذکر شیخ علم الدین حاجی ایک بزرگوار تھے تارک دنیا علایق سے مجرد رزق اپنا کسب کرتے تھے جب مکہ شریف گئے راستہ میں ایک کلہاڑا اور ہتھوڑا ساتھ لے گئے لکڑیاں کاٹتے اور بیچتے کھاتے پیتے چلے گئے نہ گدائی کی اور نہ نذر کسی سے قبول کی اور نہ اپنے تئیں مشایخوں کی طرح رکھتے تھے بلکہ کاحد من الناس زندگی بسر کرتے تھے کہتے ہیں کہ وہ سب کچھ تھے مگر لوگوں سے ظاہر نہ کرتے تھے ملا نظام میواتی اُنکے مرید تھے اُنہوں نے چاہا کہ اُنکے واسطے گھر اور خانقاہ

بنائیں مگر انہوں نے منظور نہ کیا اور کہا شیخ محمد ترک صاحب ولایت ہیں جو عمارت میرے واسطے بنائی
جاتے ہونگے روضہ پر بناؤ پہلے شیخ محمد ترک کے مقبرہ کی چاردیواری پست تھی عالم خاں نے اسپر گنبد
بنایا جو اب تک موجود ہے۔ ملا محمد نارنولی شیخ حمزہ دہرسوی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ میرے
دادا اور شیخ صدرالدین کہرولی اور شیخ علم الدین حاجی تینوں کعبہ شریف کی زیارت کو گئے جب دریا
پر پہنچے کشتی بانوں سے تحقیق کیا کہ اگر کوئی شخص اپنے خویش و قرابت کو چھوڑ آیا ہو وہ جا کر صلہ رحم
بجا لاوے شیخ علم الدین نے اپنا کلہاڑا و ہتھوڑا جو کمر سے باندھے ہوئے تھے بلا کر کہا میرے خویش و
اقارب یہ ہیں کشتی بانوں نے تبسم کیا اور کشتی پر بٹھا لیا وہ دونوں بزرگ وطن کو واپس چلے گئے
مقبرہ انکا شہر نارنول کے باہر ہے دہرسو کے رستہ کے قریب رحمۃ اللہ علیہ **مخدوم شیخ**
محمد الحسینی الجیلانی الاُچی حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر ... ایک مراد ... ثانی
کی اولاد سے ہیں نسبت انکی چھ واسطے سے حضرت میرسید تک اس طرح سے پہنچتی ہے
سید شاہ امیر بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن سید صفی الدین بن سید السادات ...
البرکات شیخ سیف الدین عبدالوہاب بن شیخ السموات والارضین محی الدین ابی محمد عبد(القادر)
الجیلی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ صاحب عظمت و کرامت تھے سطوت ظاہر و عظمت باہر رکھتے
تھے علوم معقول و منقول کے جامع ظاہری و باطنی نعمت پر حاوی تھے فضایل حسبی و نسبی رکھتے تھے
ولایت روم سے خراسان میں تشریف لائے پھر وہاں سے ملتان کو اپنے قدموں سے مشرف
کر کے اُچہ میں سکونت اختیار کی ایک دفعہ تو تمام عالم کی سیر قدم تجرید کے ساتھ بغیر متعلقین کے کی
اور دوسری دفعہ بہت خیل و حشم و متعلقین و متبعین کے ساتھ اس ملک میں رونق افروز ہوئے
بادشاہ وقت انکے حلقہ ارادت میں داخل ہوا اور حضرت کے ملازمان کے ساتھ انتہا درجہ اخلاص
و بندگی کی رعایت رکھتا تھا ملتان کا ملک ان دنوں میں علت قحط سے قحط زدہ تھا انہوں نے
وہاں بتقاضائے غیرت ذاتی و علو فطرتی سب سے آگے بڑھکے مسند امتیاز و انفراد پر تشریف رکھی
انکو شعر کہنے سے بھی شوق تھا اکثر مناقب حضرت غوث الثقلین کے نظم فرمائے ہیں اور دیوان غزلیات

بھی مرتب کیا ہے قادری تخلص کرتے تھے اور نہایت ذوق کی زبان میں ترجیعات کہے ہیں یہ چند بیتیں انہیں سے ہیں سہ رندیم و قلندریم و چالاک ؛ مستیم و محرمیم و بیباک ؛ جامیم و صراحیم و بادہ ؛ دُرد و صدفیم و بحر و خاشاک ؛ والی ولایت شش و پنج ؛ حامی بلاد فہم و ادراک ؛ مجموعہ راز عالی دل ؛ منصوبہ کشائی سر لولاک ؛ بگذشتہ ز خویش بے کدورت ؛ نگذشتہ عشق جوہر خاک ؛ آئینہ باغل و بے غش ؛ صافی دل و پاک ای و شکاک ؛ گر صاف شوی و پاک دائم ؛ میگوئی جو قادری تو ما پاک ؛ ما بلبل بوستان قدسیم ؛ شہباز سفید دشت انسیم ؛ آخر بیت میں تلمیح ہے نسبت شہبازیت کے وارث ہونیکی طرف حضرت غوثیت رحمۃ اللہ علیہ کیونکہ بازاشہب حضرت کے خطابوں میں سے ایک خطاب ہے جبکی بعض متقدمین اولیا نے حضرت کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی خبر دیدی تھی اور کہا تھا کہ اُن حضرت کا لقب ملکوت اعلیٰ میں باز اشہب ہے اور قصیدہ میں فرماتے ہیں **شعر** انا بلبل الافراح املاء دوحہا ؛ طربا و فی العلیا باز اشہب ؛ مقبرہ مخدومی شیخ محمد کا اُچہ میں ہے رحمۃ اللہ علیہ اُنکے تین بیٹے تھے (۱) شیخ عبدالقادر جنکو مخدوم ثانی کہتے ہیں (۲) سید عبداللہ جو لطافت و پاکیزگی طبع میں اپنے زمانہ میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ کہتے ہیں حضرت مولانا جامی اُنکے فضائل کی خبر سُنکر اُنکے پاس اپنی اشعار بھیجتے تھے۔ سید مبارک سید عالی مقام تھے انکے پیچھے ایک فرزند رہے جنکو میر میراں کہتے ہیں بہت مسن و متبرک تھے لاہور میں سکونت رکھتے تھے۔ **ذکر مخدوم شیخ عبدالقادر** بن شیخ محمد الحسنی الجیلانی رح صاحب کرامات ظاہرہ و احوال باہرہ و مقامات علیہ و مناقب جلیہ کے ساتھ موصوف تھے کمالات ظاہر و باطن میں برہان ساطع حال باکمال اور کمال فوق الوہم و الخیال رکھتے تھے بہت سے گنہگار اور کفار اُنکے مشاہدہ جمال اور معائنہ کمال سے سعادت توبۃ النصوح کو پہنچکر شرف ایمان سے مشرف ہوئے تھے۔ یہ اس ولایت میں وارث خاص حضرت غوث الثقلین کے ہیں اور تمام کمالات میں بھی حضرت ہی کے تابع ہیں اور اسی سبب سے انکو عبدالقادر ثانی اور مخدوم ثانی کہتے ہیں ہر چند کہ آنحضرت ثانی نہیں رکھتے۔ اس سے بڑھکر اور کیا درجہ ہوگا اس مرتبے کا منتخب **نقل** ہے کہ حضرت جوانی کے ایام میں عیش و طرب کیطرف

بہت مائل تھے اسقدر رکھی اونٹوں کے بوجھ تو مزامیر وغیرہ آلات طرب کا انکے ساتھ ہوتا تھا اور جب
آخر کو سجادہ مشیخت اور مقام تربیت پر بیٹھے تو پھر بالکل پرہیز کیا گانے سُننے اور وہاں کے بیٹھنے سے
بھی اور مریدوں اور طالبوں کو بھی منع کرتے تھے اور اگر اچانک کچھ سن لیتے تو پھر اتنا گریہ وزاری کرتے
کہ روح نکلنے کے قریب ہو جاتی اُنکا شروع جذبہ اس طرح ہوا کہ ایکدن اوچھ کے جنگل میں شکار کھیل رہے
تھے ایک تیتر کو دیکھا کہ عجیب و غریب آواز سے نالہ وزاری کر رہا ہے ایک درویش اُس جنگل میں پھر رہے تھے
اُنہوں نے کہا سُبحان اللہ ایکدن وہ ہوگا کہ یہ جوان مولیٰ جل و علا کی قلق محبت سے اسی طرح نالہ و
فریاد کرتا ہوگا اُس درویش سے یہ سُنکر ایک حالت پیدا ہوئی اور ماسوائے اللہ سے دل بیزار ہوا اسی طرح
روز بروز ترقی ہوتی گئی اور اسباب جذبے و آثار شوق و انوار محبت دل پر نازل ہونے لگے یہانتک کہ
پوری طرح سے خاطر جمع کر کے مولےٰ کے ساتھ مشغول ہوئے **نقل ہے** کہ ایک دن اُنکے والد ماجد
کی خدمت میں چند تھان مخمل کے لائے تھے اُنہوں نے فرمایا اسکو عبدالقادر کے پاس لیجاؤ تا کہ
پوستین کا ابرہ بنالے اُنہوں نے شکاری کتوں کے جھولوں کے بنانے کا حکم دیا یہ خبر حضرت
کی خدمت میں پہنچی کہ جس مخمل کو آپنے پوستین کے ابرے کیواسطے بھیجا تھا اُنہوں نے اُسکی کتوں کی
جھولیں بنائیں آپنے اُنکو بلا کر بہت عتاب فرمایا اور بہت غصے ہوئے اُسی رات کو حضرت غوث الثقلین
کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں عبدالقادر میرا فرزند ہے اُسکی تربیت میرے ذمہ میں ہے تمہارے اور
فرزند ہیں اُنکو تربیت کرو عبدالقادر سے تمکو کچھ کام نہیں اس واقعہ سے اُنکی حالت جذبہ اور نسبت توبہ
اور بھی مضبوط ہوگئی اور کل لذتوں کی چیزوں اور عیش و عشرت سے باز رہے مزامیر و آلات نغمہ
کو توڑ ڈالا شکاری جانوروں کو چھوڑ دیا اور سر منڈا کر طریق حق میں مشغول ہوئے جب بندگی مخدوم
اس سرائے فانی سے تشریف لیگئے منصب سجادگی و مقام خلافت سب بھائیوں میں سے انہیں
پر متعین ہوا مگر چونکہ اُنہوں نے بادشاہ کی ملازمت چھوڑ دی تھی اور سب بھائی اُنکے ملازم تھے اُس
سبب سے بادشاہ کے دل میں حضرت کی طرف سے فرق پیدا ہوا آپنے تمام فرمان اور سندیں جو
وظائف وغیرہ کی تھیں بادشاہ کے پاس واپس بھیجدیں اور کہلا بھیجا کہ ہمکو اس سے کچھ کام نہیں

یہ درکار ہوں اُسکو دیدوا ور اُسی حالت سے برسوں گذارہ کیا اور جو کچھ غیروں سے ظلم ہوتا تھا اُسپر صبر کرتے
تھے **نقل ہے** کہ ایک مرتبہ بادشاہ عہد نے اُنکو اپنے سامنے بلایا اور نوشتہ بھیجا کہ اگر حضرت میرے مجلس کو
حضور خالص النور سے مشرف کریں تو میری عین سعادت اور حضرت کا محض کرم ہوگا حضرت کے سامنے
کسکی مجال ہے کہ دعوی مشیخت کرے جو کچھ تقصیریں اور تاخیریں خدمت میں ہوئیں اُنکو معاف کر کے
ان حدود میں تشریف لائیں حضرت نے جواب میں لکھا ؎ ہیچ بابا زیں باب بروئے کشتن نیست
ہرانچہ بر سر ما میرود مبارکباد ٭ لکیکہ خلعت سلطان عشق پوشیدست ٭ بجلہائے بہشتی کجا شود دلشاد
یہ واقعہ بالکل اُسکے موافق ہے کہ جیسے سلطان سنجر اول نے حضرت غوث الثقلین کو لکھا تھا کہ اگر عنان
توجہ اس ملک کیطرف متوجہ ہو تو ملک سیستان کو جو ولایت نیمروز ہے خرچ خانقاہ و لنگر خانہ میں کردیا جائیگا
اُن حضرت نے بھی جواب میں لکھا ؎ چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد ٭ جز فقر اگر بود ہوس ملک
سنجرم ٭ زانگہ کہ یافتم خبراز ملک نیم شب ٭ صد ملک نیم روز بیک جو نمی خرم ٭ اور بعضے اس حکایت
کو حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں واللہ اعلم۔ **نقل ہے** کہ اُن کو اول اوراد و
عملیات و عبادت ظاہری سے بہت شوق تھا اور تمام روز اُسمیں مشغول رہتے تھے یہانتک کہ کلام
کرنے کی بھی فرصت نہوتی تھی اور آخر میں تو پھر استغراق محبت و مشغولی باطن نے اتنا غلبہ کیا کہ
فرض و سنت کے بعد سوائے مراقبہ کے اور کچھ کام نہ تھا صبح کی نماز کے بعد سے اشراق تک دریار
مراقبہ میں غرق رہتے تھے اور پھر اشراق سے چاشت تک غرض اسی طرح سے کل نمازوں کے درمیان
میں قیلولہ بھی تھوڑی دیر کرتے تھے اُسی بوریئے پر جو مسجد میں پڑا رہتا تھا اکثر اوقات اذان و تکبیر
خود کہتے تھے جب صبح کی نماز کو اُٹھتے لوگوں کو آوازیں دیتے تاکہ اُسوقت کی سعادت حاصل
کریں اور جبتک لوگ آتے وہ دولت تمام ہو جاتی جب تھوڑے سے آدمی خدمت میں آتے آپ
فرماتے اسوقت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھکو اپنے جمال باکمال سے مشرف کیا ہے میں چاہتا تھا
کہ تمکو بھی اُس سے فیض پہنچے مگر تمنے دیر کردی۔ **نقل ہے** ایکدن ایک قوال حضرت کی خدمت
میں آیا آپنے فرمایا جا توبہ کر اور رباب کو توڑ اور سر تراش اور درویش ہوجا۔ قوال بے توفیق کو

اس کام کی ہمت نہوئی ایک امیر اُس مجلس میں حاضر تھے اس بات نے انمیں اثر کیا سر منڈا کر کل گناہوں سے
توبہ کر کے بیٹھ گئے اور اُسیوقت سے گریہ وزاری شروع کی اور کہنے لگے میرے ایک بھائی گجرات میں تھے
اب میں دیکھ رہا ہوں کہ انکا جنازہ دفن کر رہے ہیں حق سبحانہ وتعالےٰ نے انکو حضرت کے نفس مبارک
کی برکت سے اُسی وقت اُنکو ایسا جلی کشف عطا کیا۔ **نقل ہے** کہ ایک دفعہ ملتان میں طاعون پیدا ہوا
اور وہاں کی خلقت تنگ ہوگئی وبائے عام پھیل گئی لوگ حضرت کے وضو کی جگہ سے گھاس لیجا کر
ملتے تھے فوراً شفا ہو جاتی تھی۔ **نقل ہے** وہ فرماتے تھے کہ میرے ہاتھ میں ایک خاصیت رکھی ہے
کہ جس مرض پر ملا جاوے شفا ہو جاتی ہے اور یہ خاصیت بھی بسبب نسبت وراثت حضرت غوث الثقلین
کی تھی چنانچہ بعض اولیا نے جو حضرت کے وقت میں تھے فرمایا ہے الشیخ عبد القادر یبری
الاکمہ والابرص ویحیی الموتی باذن اللہ۔ انکے عجائب کشفوں اور خوارق عادات سے یہ نقل
کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ملتان اور اُچہ میں پسلی کا درد اسقدر پھیلا تھا کہ ادھر درد ہوا اور اُدھر دم نکلا۔
ایک شخص تھے غیاث الدین نام جو حضرت سے ارادت رکھتے تھے اور بہت تقویٰ اور صلاحیت کیساتھ
آراستہ تھے ہر شب جمعہ کو حضرت سرور کائنات کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے تھے ایک رات کو حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ہتھ کی مقدار سنے کا ٹکڑا انہیں دیا اور فرمایا اسکو لو اور میرے فرزند عبد القادر
کو بشارت دو کہ اس سنے کے ٹکڑے کو جہاں پہنچاؤ گے اور دس بار قل ہو اللہ احد پڑھو گے اُس جگہ فی الحال
شفا کا اثر پیدا ہوگا ادھر انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں غیاث الدین کو
ایک امانت سپرد کی ہے اسکو لیلو اور کام میں لاؤ کہتے ہیں اس سنے سے اتنے اثر ظاہر ہوئے کہ تقریر و
تحریر سے باہر ہیں اس سنے کی حکایت ملتان میں مشہور ہے۔ حضرت مخدوم ملتانی کی والدہ شریفہ سیدہ
تھیں شیخ ابو الفتح کی بیٹی اور سید صفی الدین خواہر زادہ شیخ ابو اسحٰق گازرونی کی اولاد سے شہر اُچہ کی بنائے
عمارت سید صفی الدین نے کی ہے اسکی آبادی کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابو اسحٰق گازرونی
نے نعمت خلافت عطا کر کے سید صفی الدین کو حکم کیا کہ ایک اونٹ پر سوار ہو اور جہاں وہ اونٹ جائے
وہیں تم بھی جاؤ اور جہاں وہ بیٹھ جائے وہیں تم رہ پڑو اور گھر بناؤ جب اُس سرزمین میں جہاں اُچہ ہے

پہنچا اونٹ بیٹھ گیا اور پھر نہ اٹھا وہیں اُنہوں نے شیخ کے اشارہ کے موافق وطن بنا لیا اور شہر اُچھ آباد
کیا کہتے ہیں سرزمین اُچھ میں ایسی حالت وکیفیت ہے جو اور سرزمینوں میں نہیں پائی جاتی اب وہ آبادی
نہیں ہے جو پہلے زمانے میں تھی اب مختصر آبادی ہے اور بزرگوں کے مقبرے ہیں اسمیں شک نہیں ہے
کہ اس تقدیر پر وہاں کیفیت و وجد بہت ہوگا شیخ ابو الفتح نانا بندگی مخدوم کے بہت عالیمقام و
متبرک تھے جنوں کے تسخیر اور حاضر کرنے میں پورا تصرف رکھتے تھے حضرت مخدوم ثانی کی عمر شریف
اٹھتر برس کی تھی وفات انکی اٹھارہ ربیع الاول ۹۴۰ھ میں ہوئی مقبرہ شریف انکا اُچھ میں ہے انکی
زیارت کیجاتی ہے اور اس سے برکت لیجاتی ہے مخدوم عبد القادر کے دو لڑکے تھے بڑے اُن میں
شیخ عبد الرزاق تھے صاحب فضائل و مناقب و مفاخر تھے ہمت عالی اور نشان عظیم رکھتے تھے
وقت رحلت حضرت مخدوم کے حاضر نہیں تھے بعض امور کے انصرام کے لئے ناگور چلے گئے تھے
ایک دن ناگور میں بیٹھے ہوئے تھے فرمانے لگے مجھکو بندگی مخدوم نے آواز دی ہے اور اپنے پاس بلایا ہے
دیکھا چاہئے کیا ہوا ہو چونکہ وہاں سے پہنچنے میں تھوڑی دیر ہوئی اس سبب سے وقت رحلت تک نہ پہنچ سکے
چند روز کے بعد تشریف لائے اور موافق وصیت والد ماجد کے خلافت و نعمت مشیخت سے مشرف
ہوئے وفات انکی پانچویں جمادی الآخر ۹۴۲ھ میں ہے اور دوسرے فرزند سید زین العابدین
کہ جو حین حیات مخدوم میں اس عالم سے تشریف لیگئے تھے والدہ انکی صالحات قانتات سے تھیں
اُن سے ایک صاحبزادہ باقی رہا تھا میر سید محمد نام جو حضرت مخدوم کے منظور نظر تھے اور انکے حال پر انکی
بہت شفقت تھی شاہ اللہ بخش اور انکے بھائی جو لاہور میں رہتے ہیں انہیں کے فرزند ہیں شاہ
اللہ بخش بہت با اخلاق تھے صفات برگزیدہ رکھتے تھے ۹۹۴ھ ولایت بنگالہ میں انتقال کیا رحمۃ اللہ
علیہ و علی جمیع اسلافہ اجمعین۔ **ذکر مخدوم شیخ حامد** بن شیخ عبد الرزاق بن شیخ عبد القادر
الحسنی الجیلانی صاحب سجادہ برحق اور خلیفہ مطلق حضرت غوث الثقلین کے تھے بزرگ عالیشان
و رفیع المکان مظہر کبریا و جلال صاحب تصرف و کرامت و عظمت و ہیبت و جلالت تھے ہمت
انکی بہت عالی اور مقام بہت بلند تھا دنیا کے اسباب میں سے کل چیزیں انکے پاس موجود تھیں

لیکن کبھی نصاب کے جس سے زکوۃ واجب ہو مالک نہ تھے اور مرید اپنے دادا کے ہیں شیخ عبد القادر ثانی
اپنے زمانہ میں نقارہ بزرگی و مشیخت اس سلسلہ کا خوب بجایا اور خلقت میں قبول عظیم رکھتے تھے جو کوئی
انکے ساتھ مخالفت کرتا سوائے پشیمانی کے اسکو اور کچھ حاصل نہوتا تھا شیخ حامد نے اپنی حالت
ہی میں اپنے صاحبزادہ کو امر خلافت و سجادہ نشینی سپرد کر دیا تھا اور وہ سید سندی و شیخی
مشکاۃ مصباح الاحدیتہ مراۃ جمال الحقیقۃ المحمدیتہ النور الازہر السر الاقدس
الاطہر صاحب المجد والمفاخر کامل الباطن والظاہر المتحلی بحلیتہ المصطفی و
المتخلق باخلاق المرتضی الشیخ الوصی المرضی البہی جمال الدین ابو الحسن شیخ موسیٰ
سلمہ اللہ والقی (سید میرے سند اور میرے شیخ قندیل چراغ احدیت کے آئینہ جمال حقیقت کے
محمدیہ نور روشن اور ظاہر بھید پاک اور طاہر صاحب بزرگی و فخر کے کامل باطن و ظاہر کے آراستہ ساتھ زیور
مصطفے صلے اللہ اور اخلاق حضرت مرتضے کے شیخ جمال الدین ابو الحسن شیخ ابو موسیٰ) اور کل لوازمات
و توابع اس امر شریف یعنی خلافت اور اشغال باطنی و اوضاع ظاہری کو انکے سپرد کیا چونکہ حضرت
مخدوم کو انکے محبت بہت تھی اس سبب سے انکی قابلیت اور استحقاق کو دیکھا اور بسبب اذن
صریح یا اشارہ کے جو حضرات قادریہ سے اسباب میں پایا پھر تلقین و تفویض کے تھوڑے دن بعد
انتقال فرمایا وفات انکی انیسویں ذیقعد سنہ ۹۷۸ھ میں ہوئی یہ خلقت اور خُلق میں حضرت نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم کے وارث تھے اور اپنے زمانہ میں صاحب سجادہ راستین سلسلہ علیہ قادریہ کے رہے
انکو حضرت غوث الثقلین سے سوائے نسبت نسبی کے اور بھی خصوصیات تھیں کہ بارہا شرف زیارت
آنحضرت اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے تھے اور حضرت مخدوم شیخ عبد القادر
ثانی سے بھی بطریق کشف قبور کے ملاقات کی اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے تھے اور یہ
شجاعت و سخاوت و علم و حلم میں حضرت مرتضوی کے وارث ہیں اور حسن صورت و سیرت میں تعداد
ائمہ اثنا عشر سے مودت رکھتے ہیں کہ حدیث کانت فی عینی موسیٰ ملاحۃ من راٰہ احبہ (تھی
موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں نمکینی جو انکو دیکھتا تھا انکے محبت کرتا تھا) کی مصداق ہے اور سیرت کہ

جو آیت وانک لعلیٰ خلق عظیم کے مصدوق ہے نور اللہ العالم بنور جمالہ ما دام
بقا ل اللھم صل علیٰ محمد و آلہ اجمعین۔ **ذکر شیخ داؤد**۔ مرید و خلیفہ مخدوم
شیخ حامد کے ہیں حال صحیح اور کشف صریح رکھتے تھے زمانہ سلوک میں ریاضتہا ر شاقہ طاقت سے بھی
زیادہ کھینچی ہیں ہاتف غیب سے اشارہ لاریبی سنتے تھے طریق سلوک میں انکا آنا اسطرح سے ہوا کہ
انکو اثنا ر تحصیل علم میں توفیق الٰہی نے اور طرف کھینچا اور مجاہدہ و ریاضت کی طرف رستہ بتا یا۔
آپنے اپنے نفس کے اوپر تنگی کی اور اسکے خلاف چلے کہ تقریر و تحریر سے خارج ہے کبھی اول شب سے آخر
تک قیام میں گذار دیتے ہے رکوع و سجدہ میں گئے اور کبھی تمام شب رکوع میں گذار دیتے اور کبھی سجدہ
میں اور کبھی قعدہ میں ایسے ہی جو عبادتیں سخت و مشکل تھیں انکو اختیار کرتے کئی برس تک جنگل میں
اسی طرح سے رہے یہانتک کہ انکی خاطر کل خطروں اور وسوسوں سے پاک ہوگئی اور تفرقہ و تشویش
انکے باطن فیض مواطن سے رخصت ہوگئے پھر اُسکے بعد سنت انابت و بیعت کے قایم کرنے کو
حضرت کی خدمت میں متوجہ ہوئے چونکہ کمال حال و صدق طلب و قوت استعداد انکی تھی الا
سلسلہ علیہ قادریہ کے ساتھ اشارت ساتھ بشارت کے پائی۔ متوجہ ہوئے کہ کونسے خلیفہ کو اس خاندان
کے ہاتھ دیویں آخر بمقتضائے اشارت غیبی سید حامد صاحب جو خلیفہ راستین حضرت غوث الثقلین
کے ہیں اُن کی خدمت میں پہنچے اور دست بیعت انکو دیا اور نعمت خلافت سے مشرف ہوئے
نقل ہے کہ وہ مجلس میں ایسے مضطرب و منتظر بیٹھے تھے کہ گویا کوئی چیز کھوئی گئی ہے یا کسی
محبوب کے آنیکی راہ دیکھ رہے ہیں اور ایکبارگی ذوق و حالت شروع ہوتا اور حقایق و معارف
بیان کرنے لگتے اور بہت باریکیاں اور نکتے ارشاد فرماتے۔ کہتے تھے عراق کی طرف سے ایک
ہوا میرے دل کو لگتی ہے جس کے ہمراہ ایک نفحہ ہے نفحات الٰہی سے اور اکثر احوال عراق کی
طرف نگراں رہتے تھے یہ بات نسبت معنوی سے متعلق ہے جو انکو آنحضرت سے تھی شیخ
قطب العالم کہتے ہیں کہ میں جب انکی خدمت میں پہنچا بسبب غلبہ وعظ و نصیحت کے جو انکی خدمت
سے مشاہدہ ہوا میرے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ شاید شیخ طریقہ مہدویہ رکھتے ہیں بمجرد اس خطرہ

کے شیخ نے سر اٹھا کر فرمایا مہدویہ فرقہ گمراہ باطل ہے روش مابین نفاس کی انکے یہاں متعارف ہی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہوئی ذکر کا کمتر مرتبہ نفس کا سنانا ہی یہ شیخ داؤد کے خلیفہ شیخ ابو المعالی ہیں منصب عالی اور قدر بلند رکھتے ہیں ریاضت و مجاہدہ بہت کھینچے ہیں خلقت میں پورا قبول پائے ہوئے ہیں حسن گفتگو کو ضمیمہ صحت حالی بنا کر مناقب حضرت غوث الثقلین کو عبارت فارسی میں نہایت لطافت و فصاحت و شیرینی کے ساتھ بیان کرتے ہیں انکی ملازمت کا شوق بہت ہے اگر اللہ کو منظور ہوا تو میسر ہوگی شیخ داؤد کی وفات ۹۸۲ھ میں ہوئی چنانچہ مشتاق منان سے یہی عبارت ہی قبر انکی شیر گڈھ میں ہے ملک پنجاب میں جو انکی رہنے کی جگہ تھی اور اب تمام مخلوقات کی زیارت گاہ ہی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ **ذکر میر سید اسمعیل** بن سید ابدال انکا سلسلہ حضرت شیخ عبدالرزاق بن حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر الجیلانی الحسنی رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہی اس ہمارے ملک میں اُن حضرت کی سجادگی کا سلسلہ شیخ محمد حسن اور شیخ امان اور اور درویشوں نے نہایت بندگی اور نیاز سے برپا کیا ہے اور میر سید اسمعیل کے ملازموں کے ساتھ خاص عنایت کرتے تھے قبر انکی رنتھور میں ہے کیونکہ وہاں بسبب کسی ضرورت کے تشریف لیگئے تھے رحمۃ اللہ علیہ۔ **ذکر شاہ قمیص** بن سید ابی الحیوٰۃ یہ بھی اپنے سلسلہ کو حضرت سید عبدالرزاق تک پہنچاتے ہیں بنگالہ سے اس ملک میں قدم ترک تجرید کے ساتھ آکر قصبہ ساڈھورہ خضر آباد میں مقیم ہوئے ایک مدت تک فقر و تجرید کی وضع سے گذارہ کئے گئے سید نصر اللہ ایک شخص عالم و عامل و صاحب حال و متشرع و مستقیم تھے اُنھوں نے اپنے جگر گوشہ کو انکے عقد نکاح میں دیدیا۔ بعد عقد کے حضرت کو وہیں سکونت بسبب مصلحت وقت کے اختیار کرنی پڑی خلقت میں پورا قبول و شہرت اُنکو نصیب ہوا تمام گرد و نواح کے اکثر لوگ اُنکے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور درویشوں کی بھی بہت سی جماعتیں انسے منسوب ہوئیں منجملہ اُنکے شیخ عبدالرزاق مشہور شیخ بہلول انکے خلیفہ ہیں علم شریعت و طریقت کے جامع ہیں اوائل فطرت سے نشاۃ عبادت و تقویٰ و صلاح پر آئے ہوئے اور عصمت ذاتی سے نشو و نما پائے ہوئے بعد تحصیل علوم دینی کے تہذیب اخلاق و تبدیل صفات کے ساتھ توفیق دئے گئے فی الحقیقت

اس زمانے میں درویشوں اور سالکوں کے زمرہ میں ایسے شخص اس استنہ کے سلوک میں ایسی راسخ القدمی واتباع سنت کے ساتھ نادر الوجود ہیں شاہ قمیص کی وفات بنگالہ میں واقع ہوئی کیونکہ سلطان عہد نے وہاں انکو بھیجا تھا وہاں سے تیسری ذیقعد ۹۹۲ھ کو ساڈھورہ میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ ہمارے شہروں میں جو کچھ ان سلسلوں کا حال جو اس خاندان عظیم الشان سے منسوب ہیں مشہور ہے بیان کیا گیا اس نسب عالی کے مدعیوں میں سے یہاں ایک سید شاہ محمد فیروز آبادی تھا جسکا قصہ عجیب و غریب مشہور ہے مجمل کیفیت اسکی یہ ہے کہ یہ ایک شخص تھے سلطان ابراہیم بن سکندر لودھی کے زمانہ میں دکن کے ملک سے یہاں آ کر انہوں نے حضرت غوث الثقلین کے نسب میں ہونے کا دعویٰ کیا اس نسبت عالی کی سبب سے اور انکی غرائب اوضاع واطوار سے اور عظمت صورت واستغنا اور ہمت وقوت اور اوراد و ادعیہ و وظائف میں مشغول رہنے سے واسطے ظاہر کرنے لطافت و نظافت کے اور ایسے بلند دعوے کے آنحضرت کی نسبت معنوی میں ظاہر کرنے سے اس ملک کی خلقت انسے بہت رجوع ہوئے اور اعتقاد میں بے اختیار ہوئے سلطان ابراہیم کو اس زمانہ میں ظہیر الدین بابر شاہ کی طرف سے بڑا دغدغہ تھا اور یہ بڑی بھاری مہم انکو درپیش تھی اس سبب سے درویشوں کی خدمت میں التماس و التجا کے ساتھ مضطر رہتے تھے انہوں نے بھی سلطان کے کام پورا ہونیکے واسطے دعوتیں پڑھیں اور بہت مشغولیاں کیں مگر چونکہ حاکم مطلق کا فیصلہ انکے برخلاف تھا اسکا کچھ اثر ظاہر نہوا۔ پھر بعد سلطنت ظہیر الدین بابر شاہ کے یہیں فیروز آباد کی عمارتوں میں رہتے تھے اور ہمایوں شاہ کے عہد میں بھی بڑی عزت و توقیر رکھتے تھے اور انتہا درجہ علو درجہ و شوکت و مشیخت انکی اسلام شاہ بن شیر شاہ کے زمانہ میں ہوئی اور انپر اسکا اتنا عقیدہ جما یا کہ حد تقریر و بیان سے باہر ہے انکے سبب سے انکے بہت سے امرا بھی انکی مریدی اور بندگی میں داخل ہوئے مشیخت اور بزرگی ان کی ان دنوں میں بہت زوروں پر تھی اسی اثنا میں دو بزرگوار سید ولایت سے اس ملک میں تشریف لائے۔ ایک کا نام میر شمس الدین محمد بڑے فاضل و دانشور اور شعر کہنے میں کامل اور فن طب میں بے نظیر تھے بے تعلقی و تجرید کے ساتھ جہاں کی سیر کرتے پھرتے تھے چند کتابیں اور دو تین خادم ساتھ تھے

زیادہ تکلف اپنے ہمراہ نہ رکھتے تھے ہمت اُنکی بڑی عالی تھی ایک مدت تک کابل میں مقیم رہے تھے ہمایوں شاہ کو اُنسے بڑا عقیدہ تھا۔ دوسرے سید ابوطالب سادات عراق کی اولاد سے نوجوان تھے حسن صورت و حسن سیرت کے ساتھ موصوف حوادث زمانہ کے باعث سے وطن مالوف سے نکلے اور بہت سفروں میں سید شمس الدین کے ہمراہ تھے اور دونوں آپس میں بھائی چارہ مضبوط کر کے ہندوستان کی سیر کو آئے تھے شاہ محمد نے جو اُن سادات بزرگوار کو اپنی طرف آتے سُنا چاہا کہ انکو اپنی طرف کھینچیں انکے کئی بیٹیاں تھیں اُنکی شادی کی کہیں صورت نہ بنتی تھی ان سادات کو جو دیکھا کہ مسافر ہیں اور بیگانہ شہروں سے آئے ہیں لوگوں میں مشہور کیا کہ یہ میرے ہم کفو ہیں اور انکے آنے سے پہلے کہا کرتے تھے کہ میرے رشتہ دار شہر فارس میں ہیں اگر وہ یہاں آگئے تو میری لڑکیوں کی قرابت خوب ہو جائیگی انکو اپنا مہمان کر کے بہت خاطر و مدارات کی اور دوستی و محبت کی باتوں میں کچھ تقصیر نہیں کی اور التماس کیا کہ آپکے رہنے کے مناسب الٰہی میرے گھر کے اور کوئی جگہ نہیں ہے آپ یہیں رہیے میں جہانتک ممکن ہے آپکی خدمت و رعایت میں کچھ کمی و کوتاہی نکروں گا وہ چونکہ مسافر و غریب تھے اور یہ بادشاہ وقت کے ہاں بڑے معتبر تھے اس سبب سے انہوں نے وہیں رہنا اختیار کیا تھوڑے دنوں کے بعد اُنہوں نے سید ابوطالب کو نکاح کا پیام دیا یہ بات انکو ناموافق ہوئی اور کہا کہ ہم لوگ مسافر ہیں تنہا مجردانہ حالت سے سفر کرتے ہیں ہمکو معاف کریں اسی اثنا میں دونوں شہزادے اُنکے گھر میں قتل ہوئے انکے قتل ہونے سے خلقت میں اسقدر شور اور غوغا ہوا کہ کربلا کی مصیبت نئے سر سے تازہ ہو گئی انکو مع اُن خون آلودہ کپڑوں اور علم ہائے سیاہ کے باہر لائے کوئی مرد و زن ایسا نہو گا جس نے اُس دن کپڑے نہ پھاڑے ہوں اور سر پر خاک نہ ڈالی ہو خون آنکھوں سے بہتا تھا اور سینہ سے آہ نکلتی تھی زبان وقت اُس پر شفقت قضیہ کو دیکھکر ان بیتوں کے ساتھ مترنم تھے ؎ بازلہٗ فلک بہر خدا این چہ ماجرا ست

بازیچہ ظلم و اینچہ حسین و اینچہ کربلاست ٭ بازیچہ کوفہ و اینچہ فرات و اینچہ وقت ٭ عاشورنیست ورنہ قضیہ بعینہا ست ٭ این زہر مایہ با حسن مجتبےٰ کہ داد ٭ این تیغ باز بر سر شبیر خدا کرا ست ٭ بازیچہ درد این چہ الم این چہ محنت است ٭ بازیچہ ہجر و این چہ فراق اینچہ ابتلا ست ٭ بازیچہ

عصہ و رجگر انس و جان نشست ؛ باز این فتنہ در سر کون و مکاں نجاست ؛ باز این [illegible] کرد ؛ باز این نجاندان پیمبر ستم کہ خواست ؛ این لیش کہنہ را دگر از سر کہ تازہ کرد ؛ این [illegible] را دگر از سر کہ پوست کاست ؛ اے وائے بر محنت دنیا و کار او ؛ زنہار دل مبند برین [illegible] او ؛ انکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ قدمگاہ مین دفن کیا ہی۔ انتک ان دونوں بزرگوار دں کی زیارتین خلقت کی زیارت گاہ ہیں یہ واقعہ ۹۵۵ھ میں ہوا۔ اس واقعہ کے بعد لوگوں نے اس قتل کو شاہ محمد کی طرف منسوب کیا اور تمام خلایق انسے پھر کر برگشتہ ہوگئی معتقد انکے منکر ہو گئے اور دوست دشمن بنگئے قریب والے دور ہوگئے دوستوں کو نفرت ہوگئی تاج خاں کرانی اور شیخ فرید جو صوبہ دہلی کے دہ ہزاریوں میں سے تھے تحقیقات کیواسطے آئے انہوں نے انکار کیا کہ میں نے یہ کام نہیں کیا نہ میری مرضی سے ہوا بلکہ میں اسوقت موجود بھی نہ تھا چوروں نے گھر میں گھسکر انکو قتل کیا آخر یہ خبر اسلام شاہ کو پہنچی انہوں نے علماء کو اشارہ کیا کہ مسئلہ شرعی اس باب میں کیا ہی جسکے موافق عمل کیا جائے تمام علماء دہلی و لاہور و جونپور و بہار نے سلطان وقت کے حکم سے جمع ہو کر ایک محضر لکھا شاہ محمد بالکل منکر تھے مجلس علماء میں انکو حاضر کیا گیا وہ علماء سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تمہارا جو جی چاہے سو کرو میں بالکل بے قصور و مظلوم ہوں اس کام سے بالکل پاک و صاف اہلبیت کی مظلومی اور بیعزتی و بیحرمتی ایک قدیم امر ہے اور ہمکو وراثتہ پہنچا ہے جو کچھ ہمارے سر پر آئیگا ہم اسپر صابر ہیں۔ علماء انکے قتل پر فتوی دینے میں مختلف ہوگئے اور ہر چند تردد کیا مگر کوئی ثبوت شرعی جسمیں شبہ نہو بہم نہ پہنچا ایک مدت دراز ہوگئی اور خلقت میں بھی غوغا رہا اور انکو قید کر رکھا تھا پس اور جو کچھ ذلت و خواری انکے نصیب میں تھی انکو پہنچی۔ نقل ہے کہ شیخ امان پانی پتی کو بھی اس محضر کے واسطے تکلیف دیگئی تھی اور طلب کیے گئے تھے وہ نہ آئے اور کہلا بھیجا کہ امان دوزخ میں چلا جانا بہتر ہے اس سے کہ اہلبیت کو ذلیل و خوار کرکے کھڑا کریں اور میں معزز و ممتاز بنکر بیٹھوں ان حضرات کا قتل کیا جانا بھی حیف ہے اور انکا ذلیل و خوار کرنا بھی حیف ہے اس واقعہ سے میرا جگر خون ہوا ہے اور اس سے بھی میں خوف و خطر میں ہوں فرماتے تھے جن ایسے بہت کام کرتے ہیں

[illegible] ایسا گناہ سرزد ہوا آخر کو تھوڑے دن بعد قیدخانہ ہی میں انتقال کر گئے رحمۃ اللہ علیہ
[illegible] رحمۃ اللہ علیہ اُنکے انتقال کے بعد لوگوں نے اُنکے پیر میں رسی باندھکر ایک کونہ میں ڈالدیا
آخر کو [illegible] کے نیچے کو شاہ برد زمین دفن ہوئے یہ شیخ یعقوب کشمیری نقل کرتے ہیں کہ جہاتوں کی
ایک جماعت اُنکے سامنے کھانا کھا رہی تھی ایک مہمان نے دہی کی درخواست کی اُنہوں نے دہی نکالکر
اُن کو دیا کہ ایک عورت روتی ہوئی آئی اور عرض کیا کہ ایک غلام بچہ سپاہی سر و تن برہنہ میری دہی
کی ہنڈیا لیکر حضرت کی مجلس میں آیا ہے اُنہوں نے کچھ دیکر اُسے رخصت کر دیا کہتے ہیں یہ بات تسخیر
جن سے تھی انکے مرید اور خلفا بہت تھے مگر اس واقعہ کے بعد بہت کم لوگوں کے اعتقاد اُنسے درست
رہے یہ شیخ محمد عاشق جو سنبھل میں تھے انہیں کے مرید و خلیفہ ہیں یہ شیخ محمد بہت ہی نیک درویش صاحب
ذوق و حالت و اہل مجاہدہ تھے اور شیخ حسن سرمست جو بہرگانو میں رہتے تھے وہ بھی انہیں کے مرید تھے
رحمۃ اللہ علیٰ جمیع عبادہ ؛ **ذکر مولانا سماؤالدین** علوم رسمی و حقیقی کے جامع تھے صاحب
تقویٰ و ورع اسباب دنیا سوائے ضروری اشیا اور کچھ نرکھتے تھے اور شیخ کبیر کے جو شیخ جہانیان کے
پوتے تھے مرید تھے۔ کہتے ہیں یہ مولانا سماءالدین میر سید شریف جرجانی کے شاگرد تھے اور
ملتان سے بسبب بعض وقایع کے جو وہاں در پیش آئے رنتہنبور و بیانہ وغیرہ ہوتے ہوئے دہلی میں
آکر متوطن ہوئے عمر بہت رکھتے تھے آخر عمر میں آنکھیں جاتی رہی تھیں آخر خداوند تعالیٰ نے بغیر علاج کے
پھر روشن کر دیں **نقل** ہے کہ یہ کبھی کبھی اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہتے تھے خلق پر شفقت اور
مہربانی کا غلبہ اسقدر رہی کہ تمام خلایق سماءالدین کی آنکھ میں ہو اور لمعات مولنا فخرالدین پر حاشیہ
لکھا ہے جو اُسکے حل معانی کو وافی و کافی ہے اور ایک رسالہ مفتاح الاسرار نام لکھا ہے گویا وہ بعینہٖ شیخ
عزیز نسفی کے رسایل سے منقول ہے وفات اُنکی سترہ جمادی الاول سنہ ۹۰۱ھ میں ہوئی اُنکا اور اُنکی اولاد
کا مقبرہ حوض شمسی کے اوپر ہے وہاں پر انکی اولاد کی صفیں کی صفیں ہوتی ہیں رحمۃ اللہ علیہم **نقل** ہے
مفتاح الاسرار ملفوظ شیخ عزیز نسفی سے کہ انتہار انسان کے معنوں میں اہل شریعت و اہل حکمت و اہل
وحدت نے اختلاف کیا ہے اہل شریعت کہتے ہیں کہ خدا نے روحوں کو جسموں سے ہزاروں برس پہلے

پیدا کیا تھا اور ہر ایک کا مقام معین کر دیا تھا آخر رجوع اُس روح کا اُسی مقام میں ہوتا ہے وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (اور نہیں ہے کوئی ہم میں سے مگر اُسکا مقام مقرر ہے) یعنی جسکی روح مقام ایمان میں جدا ہوتی ہے بازگشت اُسکی پہلے آسمان پر ہوتی ہے اور جسکی روح مقام عبادت میں جدا ہوتی ہے بازگشت اُسکی دوسرے آسمان پر ہوتی ہے اور جسکی روح مقام زہد میں جدا ہوتی ہے بازگشت اُسکی تیسرے آسمان پر ہوتی ہے اور جسکی روح مقام معرفت میں مفارقت کرتی ہے اُسکی بازگشت چوتھے آسمان پر ہوتی ہے اور جسکی روح مقام ولایت میں جدا ہوتی ہے بازگشت اُسکی پانچویں آسمان پر ہوتی ہے اور جسکی روح مقام نبوت میں جدا ہوتی ہے بازگشت اُسکی چھٹے آسمان پر ہوتی ہے اور جسکی روح مقام رسالت میں جدا ہوتی ہے بازگشت اُسکی ساتویں آسمان پر ہوتی ہے اور جسکی مقام اولوالعزمی میں مفارقت کرتی ہے بازگشت اُسکی مقام کرسی میں ہوتی ہے اور حضرت پیغمبر کی روح نے جو مقام ختمیت میں مفارقت کی ہے بازگشت اُسکا عرش ہے جو کوئی اُس مقام سے نزول کرتا ہے پھر وہیں عروج کرتا ہے اور اپنے دائرہ کو پورا کرتا ہے ان نوں مرتبوں کا اس طرح حال ہوتا ہے اور جو کوئی مقام ایمان تک نہیں پہنچا اُسکا گذر آسمان تک نہیں ہوتا۔ جان لے۔ یہ مراتب خلقی ہیں کسبی نہیں ہیں اور خدا تعالیٰ کی خلقت میں تبدیل نہیں ہے دین حق اور دین قیم ہے اگر یہ مراتب کسبی ہوتے تو ہر ایک کسب کر کے پہلے مقام سے گذر کے اوپر کے مقام میں پہنچ جاتا۔ لیکن مومن غیر نبی کے کسب سے مقام نبوت میں پہنچنا ممکن نہیں اس گروہ کے نزدیک مقصود سلوک سے یہ ہے کہ موت سے پہلے موت کا معائنہ کرے اور مقام بازگشت کا مشاہدہ ہو اور علم الیقین کے مرتبہ سے عین الیقین میں پہنچ جائے۔ انبیاؤں کا عروج دو قسم ہے ایک وہ جو روح کے ساتھ ہو دوسرے وہ جو روح و جسم دونوں کے ساتھ ہو۔ اور اولیاء کا عروج ایک قسم ہے روح کے ساتھ بغیر جسم کے معلوم کر کہ اہل حکمت کہتے ہیں کہ روحیں جسم سے پہلے موجود نہ تھیں جب وہ موجود نہ تھیں تو اُنکا کوئی مقام معین بھی نہ تھا ابدان اپنے مقام کو پیدا کرتی ہیں۔ اہل حکمت کہتے ہیں یہ بات محال ہے کہ روحیں جسم سے پہلے بالفعل موجود ہوں کیونکہ اگر بالفعل ہوتیں تو یا تو اُنمیں امتیاز ہوتا یا نہ ہوتا اگر امتیاز نہ ہوتا تو پھر ایک روح ہوتی اور یہ محال ہے اور اگر

امتیاز نہوتا تو جس جس چیز کے ساتھ امتیاز نہوتا وہ خلاف ہوتی اُس چیز سے جسمیں یہ شریک نہیں تب روح
مرکب ہوگی اور یہ اتفاق ہو کہ روح انسانی مرکب نہیں ہو پس حاصل یہ ہوا کہ روح جسم کے ساتھ بالفعل موجود
ہوتی ہے اور جسم سے مفارقت کے بعد روح باقی ہو پس اگر کمال حاصل کیا جائے تو بازگشت اُسکی عقول و
نفوس عالم علوی ہیں اور عقول و نفوس عالم علوی ہمیشہ علم و طہارت کے ساتھ رہتے ہیں اور اکتساب علوم
اور اقتباس انوار کرتے ہیں اور جسنے عقول و نفوس کے ساتھ مناسبت حاصل کی جب اُسکا نفس مفارقت
کرتا ہو وہ عقول و نفوس عالم علوی اپنی طرف اُسکو کھینچ لیتے ہیں اور شفاعت کے یہی معنی ہیں جس کسی کے
ساتھ کہ مناسبت حاصل کیجائے بازگشت اُسکی اُسی کے ساتھ ہوتی ہو اگر فلک قمر کے ساتھ نفس
کی مناسبت حاصل کی ہو اور اُس سے قبول فیض کیا ہو اگر اس حال میں مفارقت کی ہو بازگشت اُسکی
نفس کی نفس فلک القمر ہوگی اور اگر اس حال میں مفارقت نہ کی اور طہارت و علم ایسا حاصل کیا کہ جو فلک
الافلاک سے مناسبت رکھتا تھا کہ اُس سے قبول فیض کر سکے تو جب ایسی صورت میں مفارقت
کریگا بازگشت اُسکے نفس کی نفس فلک الافلاک ہوگی جب تو نے اول و آخر کو جانا تو باقی کو بھی
ایسا ہی جان اور کہتے ہیں کہ ہر مستعد آدمی کو ممکن ہو کہ ریاضت و مجاہدہ سے اور علوم و فنون
کے کسب کرنے سے اپنے نفس کے انوار کو اتنا پہنچائے کہ نفس فلک الافلاک کے مناسب ہو اور
جب مفارقت کرے بازگشت اُسکی نفس فلک الافلاک ہو اور اگر اس نفس انسانی نے ریاضتیں
اور مجاہدے اور علموں کا کسب اور نور کو حاصل نہ کیا اور علم و طہارت بھی نہ سیکھا تو یہ فلک قمر کے
نیچے جہاں دوزخ ہے رہیگا اور عالم علوی میں جس سے جنت مراد ہے نہیں پہنچیگا کہتے ہیں
کہ جس نے اپنے نفس کو وہاں پہنچایا کہ فلک الافلاک کے نفس سے مناسبت حاصل ہوئی تو اُس نے
علم و طہارت کو انتہاء مقامات انسانی تک پہنچا دیا اور جو عالم صغیر کو تمام کرکے عالم کبیر میں خدا
کا خلیفہ ہوا اور خلیفہ کبریت احمر اور معجون اکبر اور اکسیر اعظم اور جام جہان نما اور آئینہ گیتی نما ہی
من الملک الحی الذی لا یموت الی الملک الحی الذی لا یموت - اور اس مقام
میں کبھی بواسطے عقل اوّل خداوند تعالے اُسکے ساتھ کلام کرتا ہے اور سنتا ہے اور کبھی بے واسطے

عقل و دل کے خدا سے کہتا اور سنتا ہے اور جب اسی مقام میں مفارقت کرتا ہی تو ہمیشہ جوار حضرت
رب العالمین میں خورم و شاد رہتا ہے اور اُسکے مقربوں میں سے ہو جاتا ہے اور یہ بہشت خاص
کاملوں کی جگہ ہے اور جان لے کہ اہل وحدت کہتے ہیں آدمی کے عروج کو حد نہیں ہی اگر آدمی
مستعد ہو اور ہزار برس ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے ہر روز اُسکو نئی چیز معلوم ہو گی جو پہلے معلوم نہ
تھی کیونکہ خدا کے علم و حکمت کی انتہا نہیں ہی اور اہل وحدت کہتے ہیں کہ آدمی کے مقام سے اور کوئی مقام
شریف نہیں ہے یہاں کہ آدمی کی بازگشت وہی آدمی ہی اپنے وجود کی حشرگاہ میں :: **ذکر شیخ
عبد اللہ بیابانی** مولانا اسماء الدین کے بیٹے اپنے زمانہ کے زاہدوں میں سے تھے اور بہت تجرید رکھتے
تھے پہلے شادی کی تھی جب دیکھا کہ اس سے حضور اور فراغ عبادت میں فرق آتا ہی اختیار کے ساتھ اُنسے
جدائی کی کہتے ہیں کہ یہ بات کرنے میں اپنی طرف اضافت نکرتے تھے جو کچھ کہتے صیغہ غایب سے کہتے خواہد آمد
خواہد رفت یہ نکہتے تھے خواہم آمد خواہم رفت اول دہلی میں حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین محمد
بدایونی قدس سرہ کی خانقاہ میں مشغول تھے کہتے ہیں یہ ہر نماز کیواسطے غسل کرتے اور کپڑے دھوتے تھے
کہتے ہیں کہ بادشاہ نے ایک قوم کو قید کیا تھا جنمیں سادات بھی تھے یہ بادشاہ کے پاس گئے اور کہا سادات کو
چھوڑ دے بادشاہ نے انکے کہنے کو قبول نہ کیا اُنہوں نے کہا اس شہر میں رہنا حرام ہی جہاں کا تو بادشاہ
ہو اسکے بعد مانڈو چلے گئے وہاں کے بادشاہ نے انکو دیکھکر نذر پیش کی اُنہوں نے قبول نہ کی فرمایا مجھکو
ضرورت نہیں فلاں دہ کے حاکم کو حکم کر دکہ فلاں جنگل میں مجھکو تھوڑی سی اراضی دے اور ظلم نکرے
اس کے بعد سندو کی کسی گانوں میں قیام کیا اور وہیں انکی قبر ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ **ذکر سید کبیر الدین
حسن** آپنے بہت سیر کرکے اُچہ میں سکونت اختیار کی تھی کہتے ہیں ایکسو اسی برس کی عمر پائی
واللہ اعلم اُنسے بہت خوارق ظہور میں آئے تھے اور سب سے بڑی کرامت کفار کا اسلام میں داخل
کرنا تھا کسی کا ذکر و انکے کہنے کے بعد اسلام میں داخل ہونے سے کچھ انکار نہ رہتا تھا اور بے اختیار کافروں
کی جماعت کی جماعت آکر اسلام میں داخل ہوتی تھی کہتے ہیں یہ بات اُنکی بعض اولاد کو بھی حاصل
تھی جب آپکی اولاد بسبب نفس و دنیا کے اغوا کرنیکی بدعتوں میں مبتلا ہو گئی اور نئی نئی عجیب چیزیں

پیدا کرنے لگے اور بہت برائیوں کے ساتھ منسوب ہوئے جس سے انکے سلسلہ کو بدنامی ہوئی یہ کرامت بھی جاتی رہی وفات انکی ۹۶۸ھ میں ہوئی قبر انکی اُچہ میں ہے ؛ **ذکر شیخ حسام الدین متقی ملتانی** عالم و زاہد و متقی فاتقوا اللہ ما استطعتم کے پایہ سے فاتقوا اللہ حق تقاتہ کے مرتبہ میں پہنچے ہوئے تھے اور کھانے میں بہت احتیاط کرتے تھے زمین خراجی میں کھیتی کیا کرتے آخر میں جبکہ وہاں کی خراجی زمینوں میں بسبب بعضے حوادث کے تفریط و تخلیط واقع ہو گئے تھے جب تک کہ حالت مخمصہ میں نہ پہنچتے نہ کھاتے اور آخر کو اسی حالت میں انتقال کر گئے حقیقت میں وہ تقویٰ اور ورع اور مسلمانی میں خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی اور بیشک و شبہ اولیاء اللہ میں سے ایک تھے۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون ۔ ترجمہ خبردار ہو جاؤ کہ تحقیق اولیاء اللہ پر نہ خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے وہ لوگ جو ایمان لائے اور متقی ہیں) شیخ علی متقی اول ابتدا میں اُنکی صحبت میں رہے تھے اور تعلیم حاصل کی تھی رضی اللہ عنہ ۔ نقل ہے شیخ علی متقی سے کہ وہ فرماتے تھے کہ ایک دن شیخ حسام الدین فرماتے تھے آج میرے دل پر ایک کدورت طاری ہے نہیں معلوم کیا سبب ہے انکی عادت یہ تھی کہ جب دل پر کدورت اور ظلمت دیکھتے لقمہ میں تحقیقات کرتے کہ مبادا اسمیں کچھ شبہ ہو فرماتے آج کھانا کہاں سے آیا تھا اور اُسکی دریافت کیواسطے گھر میں جاتے اور جسکے متعلق کھانیکا کام تھا اُس سے پوچھتے کہ کھانا کہاں سے آیا تھا اور کیونکر پکا تھا بعد تحقیق و تفتیش کے حال معلوم ہوا کہ آگ لینے کیواسطے ہمسایہ کے گھر میں سے بغیر اذن کے گھانس لی تھی ہمسایہ کے پاس گئے اور اُسنے معافی چاہی اور کچھ اُنکو دیا تاکہ وہ راضی ہو جائیں ۔ نقل ہے فرماتے تھے کہ ایکدن ایک شخص مجلس میں سے اٹھا اور بے اختیار حضرت شیخ حسام الدین کی جوتیاں پہنکر چلا گیا جب خبر ہوئی اُن جوتیوں کو حضرت کی خدمت میں لائے انہوں نے جبتک کہ انکی قیمت اُس شخص کو نذی اُنکو نہ لیا اور فرمایا کہ میں نے تمام اشیاء انکو اپنے ملک سے باہر کیا ہے تاکہ اگر کوئی شخص فرضًا اسمیں تصرف کرے تو اُسکا تصرف حرام میں نہ ہووے رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ شیخ بہاؤالدین ذکریا کے مقبرہ کی دیوار کے سایہ میں کھڑے نہوتے تھے کیونکہ اُسکی عمارت بیت المال سے بنی تھی اور مسلمانوں کا حق اُسپر صرف ہوا تھا اور اُس سے

حالت مخمصہ یعنی حالت اضطرار جسمیں مردار بھی حلال ہو جاتا ہے ۱۲

نفع اور فائدہ لینا درست نہیں انکے ایک فرزند تھے شیخ بایزید نام وہ بھی ورع و تقویٰ میں احوال مشائخ
کے ساتھ موصوف تھے۔ **نقل** ہے کہ شیخ حسام الدین کا یہ طریقہ تھا اگر کسی کو دیکھتے کہ مسجد میں گناہ ہوتا ہے اسکو
اُس سے منع کرتے اور حق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ادا کرتے بخلاف شیخ بایزید کے کہ وہ اپنے تئیں
ایک کونے میں پوشیدہ رکھتے تھے اور بہت روتے رہتے تھے ایک شخص انکے پاس کچھ روپیہ بطور نذر کے
لایا یہ نہ جانتے تھے کہ یہ روپیہ ہے پوچھا یہ کیا ہے اور اسکو کیا کرتے ہیں پھر جانا کہ جنس نقد میں سے ہے اور لوگوں
کے کام میں آتا ہے رحمۃ اللہ علیہم ۞ **ذکر شاہ عبداللہ قریشی** اولاد سے شیخ الاسلام بہاؤ الدین
زکریا کی ہیں انکے آباء کرام کو ملتان سے دہلی میں تشریف لانیکے بعد بہلول لودہی نے انکو اپنی امداد
میں اختیار کیا تھا اور اپنی بیٹی انکو دی تھی یہ سالک مجذوب تھے سطوت ظاہر اور عظمت باہر رکھتے تھے
سلوک کے وقت میں ریاضتہاے شاقہ اور طاقت سے زیادہ مجاہدے اُٹھائے تھے وہ فرماتے ہیں
ابتداء سلوک میں جو میں نماز پڑھتا تھا تو دہ ہزار رکعت سے کم نہوتی تھی اور جب قرآن شریف پڑھتا
تو میں ختم سے کم نہ کرتا تھا اور جو فائدہ کہ ایک ساعت کے ذکر کرنے سے ہوتا ہے وہ ان سب سے زیادہ ہے
شیخ عبدالوہاب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یا ھذا انی کنت لیلۃ فی خدمۃ مرشدی
میں ایک رات کو اپنے مرشد کی خدمت میں
رئیس العقلاء المجانین عبداللہ بن یوسف القرشی وکان یعلمنی مما علمہ اللہ
رئیس ہیں مجذوب عقلمندوں کے عبداللہ بن یوسف قرشی اور وہ مجھکو سکھاتے تھے وہ علم جو خدا نے انکو سکھایا تھا پس جب پہنچے
فلما انتھی الی کیفیۃ المشاھدۃ فقال ان ھذا العلم لا یدخل فی التقریر ولکن اذا
کیفیت مشاہدہ پر فرمانے لگے یہ علم تقریر میں نہیں آتا مگر جب حاصل کیا جائے اور ارشاد طلب کیا جائے
حصل واسترشد یرشد وقال ذلک لان القلوب فی کونھا اوعاء لاحوال متفاوتۃ
معلوم ہوجاتا ہے فرمایا اس کا سبب یہ ہے کہ چونکہ دل ہیں برتن احوال متفاوتہ کے اور نہیں پائے جاتے ہیں دو
لا یوجد قلبان متفقان فی وجدان ثمرات الاحوال اصلا فکل قلب لذۃ غیر لذۃ قلب غیرہ
دل متفق بیچ پانی پھلوں احوال کے ہرگز پس ہر قلب کے واسطے لذت ہے سوائے لذت قلب غیرہ کے

نقل ہے کہ ایکدن یہ چھت پر جو اب پہلو میں انکی قبر کے کھڑے ہی بیٹھے تھے کہ یکایک ایک حالت پیدا ہوئی اور اس حالت میں زمین پر گر پڑے مگر کچھ نقصان نہ پہنچا نقل ہے کہ انکو حالت ہوئی اور اُسمیں ایک بکری کے بچہ کو پکڑ کے دے مارا جس سے وہ مرگئی لوگوں کو اس حرکت سے تشویش ہوئی کہ اس بیچارے جوان کو کیوں مار ڈالا اتنے میں یہ اسکے پاس آئے اور لات مار کے کہا کہ اٹھ لوگوں کو بدنام مت کر خدا کی قدرت سے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک روز اپنی حالت میں تھے کہ خدمتگار سے کہا جو اسباب گھر میں ہو سب کو باہر لے آؤ اور گھر میں آگ لگا دو اُن دنوں میں انکے فرزند شاہ احمد چھوٹے سے تھے اور انکے پاس کھڑے ہوئے تھے کہنے لگے گھر سے مال کا نکالنا دشواری سے ہوگا اگر وہیں آگ لگا دیں تو خوب اچھی طرح جلجائیگا شاہ کا اس سے بہت دل خوش ہوا شاہ عبداللہ کا روضہ پرانی دہلی کے قریب مشہور ہے وہاں کی زیارت کیجاتی ہے اور اس سے برکت لیجاتی ہے ؛

ذکر شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری

سید جلال بخاری کے اولاد سے بڑے بزرگ ہیں جو سید جلال الدین مخدوم جہانیاں کے جد تھے سید جلال کے دو لڑکے تھے ایک سید احمد بزرگ اور دوسرے سید محمود مخدوم جہانیاں سید محمود کے فرزند ہیں اور شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری سید احمد بزرگ کی اولاد سے ہیں علم و عمل و حالات و محبت کے ساتھ موصوف تھے ابتداء حال میں جب ملتان ہی میں رہتے تھے ایکدن اپنے پیر و استاد سید صدرالدین بخاری کی خدمت میں بیٹھے تھے اُنسے سنا کہ کہتے ہیں عالم میں دو نعمتیں بالفعل موجود ہیں جو سب نعمتوں سے بالا ہیں مگر لوگ انکی قدر نہیں جانتے اور انسے فائدہ نہیں لیتے اور انکے حاصل کرنے سے غافل ہیں ایک تو یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مدینہ شریف میں بصفت حیات موجود ہے اور لوگ اُس سعادت کو نہیں جانتے دوسرے قرآن مجید جو خدا کا کلام ہے اور خداوند تعالے بیواسطہ مخلوق سے متکلم ہے لوگ اُس سے بھی غافل ہیں یہ پیر سے اس کلام کے سنتے ہی اُٹھے اور مدینہ شریف کی زیارت کی رخصت چاہی اور خشکی کے راستہ سے پیغمبر خدا کی زیارت کو دوڑے اور اس سعادت کو حاصل کرکے پھر وطن اصلی میں آئے بعد اسکے بسبب بعضے سوانح روزگار کے وہاں سے سلطان سکندر کے زمانہ میں دہلی میں آئے سلطان

سکندر کو اُنسے اعتقاد پیدا ہوا اور تعظیم و تکریم کی کل شرطیں پوری کیں انکو شاہ عبداللہ سے بہت محبت
و نیاز تھا اور انسے ایسی طلب و استرشاد کی کہ جیسی چاہیے یعنی فنا فی الشیخ ہونا انکی صحبت اُنکے ساتھ ایسی
تھی جیسے مولانا روم کی حضرت شمس الدین تبریزی کے ساتھ دوسری دفعہ بھی دہلی سے زیارت حرمین شریفین
کا قصد کرکے دوبارہ اس سعادت عظمیٰ سے مشرف ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ سے اشارہ پاکر پھر ان
حدود میں تشریف لائے وفات شیخ کی سنہ ۹۳۲ھ میں ہوئی کہ جو شیخ حاجی کے لفظ سے عدد نکلتے ہیں مقبرہ
اُنکا شیخ عبداللہ کے مقبرہ کے پاس ہی ہے شیخ حاجی عبدالوہاب کی تفسیر ہے کہ جسمیں اکثر قرآن بلکہ تمام
قرآن میں نعت آنحضرت کو ذکر کیا ہے اور بہت سے دقائق عشق و اسرار محبت کو اسمیں درج کیا ہے
غالباً اُسکا لکھنا حالت استغراق میں ہوا ہے جسکے سبب سے بعض جگہوں میں ظاہری لفظ و عبارت
نامرعی رہی ہے اُسمیں سے تھوڑا سا لکھا جاتا ہے تاکہ اُس عجیب و غریب کتاب کی کیفیت معلوم ہو۔

سورہ مریم قولہ تعالیٰ۔ کھیعص علم یا حبیب حبیب الرحمن صلے اللہ علیہ وسلم

جان تو اے دوست دوست رحمن کے

ان الحروف المقطعۃ من خزائن اللہ العظیم التی قد سلمت الی النبی العظیم

تحقیق حروف مقطعہ خدا کے اُن خزانوں میں سے ہیں جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دئے گئے

وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو وقال علی بن ابیطالب کرم اللہ وجھہ ھذا

اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا ہے انکو مگر وہی اور فرمایا حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ نے یہ

اسم اللہ الاعظم جل جلالہ واعلم یا ھذا الخیمل ان یکون الکاف اشارۃ الی

اللہ کا اسم اعظم ہے اور یہ بھی تو جان کہ اسمیں احتمال ہے یہ کہ کاف اشارہ ہو

کن والھاء والیاء اشارۃ الی لفظ ھیا للنداء والعین اشارۃ الی عین العبد

کن کی طرف اور ہا اور یا اشارہ ہے لفظ ہیا کی طرف جو ندا کیواسطے ہے اور عین اشارہ عین عبد یعنی

وھو محمد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم والصاد اشارۃ الی صورۃ رسول اللہ

بندہ کی ذات کی طرف جس سے مراد محمد مصطفےٰ سید المرسلین ہیں اور صاد اشارہ ہے صورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

صلے اللہ علیہ وسلم والمعنی بھذا التاویل کن ھیا عبد اللہ صورۃ تحتمل جمال اللہ فینفع

کی طرف۔ اس تاویل کے یہ معنی ہوئے کہ ہوای اللہ کے بندہ وہ صورت جو آراستہ ہو جمال خداوند کے ساتھ تاکہ

الناس بک ویکون ھذا الخطاب لسید المرسلین لیصیر صورۃ فی رحم امہ بعد

لوگ تجھ سے نفع حاصل کریں اور یہ خطاب حضرت سید المرسلین کیواسطے ہو تاکہ ہو جاویں صورت رحم مادر میں

ماکان روحا ونورا عند اللہ بنعمتہ کانت لہ عند اللہ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم

بعد اسکے کہ تھی روح اور نور اللہ کے نزدیک اسکی نعمت سے جو انکے واسطے تھی خدا کے پاس

اذ نادی ربہ نداء خفیا تمکن ھذا نداء زکریا الخفیۃ استشفاعہ بسید المرسلین

جب ندا کی اپنے رب سے ندا خفی۔ ممکن ہے کہ یہ زکریا علیہ السلام کی ندا خفی شفاعت چاہنی ہو گی بطفیل سید المرسلین

صلے اللہ علیہ وسلم وھو الذی توجہ الیہ جمیع الانبیاء علیھم السلام فی امورھم

کی اور انکی وہ ذات ہے کہ جسکی طرف متوجہ ہوتے ہیں تمام انبیاء و مرسلین علیہ السلام اپنے کل کاموں

وحوائجھم وھو الامام المشھور فیھا بینھم صلی اللہ علیہ وسلم وانی خفت الموالی من

اور حاجتوں میں اور وہ امام ہیں ان سب میں مشہور۔ اور میں خوف کرتا ہوں موالی کا اپنے بعد ممکن ہے کہ

ورائی ویمکن بھذا ان یکون خوف زکریا بالموالی بان تغیروا فی انتظار

حضرت زکریا کا خوف یہ ہو کہ لوگ متغیر نہ ہو جاویں انتظار میں حضرت سید المرسلین کے اسکا

سیدنا وذلک لان الانبیاء کلھم کانوا منتظرین لبعثہ یوصون اممھم

سبب یہ ہے کہ سب انبیاء رہتے منتظر حضرت کے مبعوث ہونیکے اپنی امتوں کو

بانتظارہ کی ینتفعوا بہ صلی اللہ علیہ وسلم یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ واتیناہ

وصیت کرتے تھے حضرت کے انتظار کی تاکہ وہ حضرت سے نفع حاصل کریں۔ اے یحیی پکڑ کتاب کو قوت کیساتھ

الحکم صبیا وحنانا من لدنا وزکوۃ قولہ تعالی یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ ای خذ الکتاب

اور دیا تھا ہمنے انکو حکم بچپن میں اپنے پاس سے اور پاکی کو خداوند تعالی کا یہ قول اے یحیی پکڑ کتاب کو قوت کیساتھ یعنی

المشتمل علی صفات سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ واتیناہ الحکم

اس کتاب کو پکڑ جو مشتمل ہے حضرت سید المرسلین کی صفات کے بیان میں اور دیا تھا ہمنے انکو حکم یعنی کتاب کا سمجھنا

ای فھم الکتاب بان یعرف سید المرسلین والقوۃ ھو التوجہ لسید المرسلین علیہ السلام

بایں طور کہ جانیں حضرت سید المرسلین کو۔ اور قوت سے مراد توجہ کرنا ہے حضرت سید المرسلین کیخدمت میں

وکان تقیا وکان یتقی اللہ عن الخلاف لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم یوم یموت ویوم یبعث حیا و
اور تھے یحیی تقی یعنی خدا سے ڈرنے والے اس بات سے کہ خلاف کریں حضرت سید المرسلین کا جس دن مرینگے اور جس دن اٹھیں گے
وھذا الرمز من الحلوا واللبن المخلوط بالارز والسکر المصری واذکر فی الکتاب مریم اذا
زندہ ہوکر یہ رمز ہے حلوے کا ہے اور دودھ کا جس میں چانول اور مصری ملی ہوئی ۔ اور یاد کر قصہ مریم کا جب
انتبذت من اھلھا مکانا شرقیا واذکر یا زوج مریم فی الجنۃ یا محمد خوب صورۃ یا احمد خوب روئی
علیحدہ کیا انہوں نے اپنے اہل سے مکان شرقی کو اور یاد کرلے خاوند مریم کے جنت میں اے محمد خوبصورت اے احمد خوبصورت
فی کتاب مریم زوجتک ویمکن ان یکون انتباذ مریم من اھلھا واتخاذھا مکانا
اپنی بی بی مریم کا اور ممکن ہے یہ کہ علیحدہ ہونا مریم کا اپنی اہل سے اور پکڑنا مکان شرقی کو اسواسطے
شرقیا لکونھا عارفۃ بانھا تکون زوجۃ سید المرسلین فی الجنۃ فتوجھت الی زوجۃ
ہو کہ وہ جانتی تھیں اس بات کو کہ وہ زوجہ ہیں سید المرسلین کی جنت میں پس متوجہ ہوئیں طرف زوجہ
لان یحصل الواردات فی حب اللہ تعالی وحب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فاتخذت من
کے اسواسطے کہ حاصل ہوویں واردات خدا و سید المرسلین کی محبت میں اس سبب سے انہوں نے اور لوگوں سے پردہ کیا پس
دونھم حجابا فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا اعلم بان ھذا انہ یحتمل ان یکون
بھیجا ہم نے انکی طرف اپنی روح (جبرئیل کو) پس وہ بنگئے انکے سامنے آدمی اور جان تو اسکو کہ یہ احتمال لکھا ہے کہ روح سے
المراد بالروح روح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فیمکن ان اللہ مثلہ بصورۃ بشر
مراد روح سید المرسلین ہو پس ممکن ہے یہ کہ اللہ نے انکو بشر کی صورت میں بنا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سوی العین صورۃ رسول اللہ التی ظھرت فی الدنیا کے تراھا مریم فاذا رات فی
کی صورت وہ صورت جو دنیا میں ظاہر ہوئی تاکہ ان کو جب مریم جنت میں دیکھیں تو پہچان لیں
الجنۃ تعرف ان ھذہ الصورۃ تمثلت لی فی الدنیا صلی اللہ علیہ وسلم ونادیناہ من جانب
کہ یہ وہی صورت ہے جو دنیا میں دیکھی تھی اور آواز دی ہم نے انکو (موسی کو) طور کے دہنی طرف سے اور قریب کیا
الطور الایمن وقربناہ نجیا واعلم بان ھذا ان النداء لموسی کلہ کان نعت رسول اللہ
ہم نے انکو بہت نزدیک، جان تو کہ موسی کو جو ندا ہوئی وہ سب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف تھی
صلی اللہ علیہ وسلم وکان النجو الغرکان بکشف فضائل سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ
اور نجف میں بھی حضرت سید المرسلین ہی کے فضائل بیان ہوتے تھے

علیہ وسلم لا یسمعون فیھا لغوا الا سلاما یمکن ان یکون السلام منھم علی رسول اللہ
نہ سنیں گے اُسمیں لغو کو سوائے سلام کے اور ممکن ہے کہ اُنکا سلام حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ہو
علیہ وسلم ومنہ علیہم ولہم رزقھم فیھا بکرۃ وعشیا یمکن ان یکون الرزق ھو الصحبۃ
اور ان کے واسطے ہے اُسمیں رزق صبح اور شام۔ ممکن ہے کہ رزق سے مراد صحبت ہو
مع سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم وھی افضل الرزق تلک الجنۃ التی نورث من
سید المرسلین کی اور یہ رزق سے بھی افضل ہے اُس جنت کا وارث بنائیں ہم اپنے
عبادنا من کان تقیا یحتمل ان یکون من کان تقیا ھو رسول اللہ نورث تلک الجنۃ
متقی بندوں کو احتمال ہے کہ متقی سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوں
محمدا صلے اللہ فیعطی من یشاء ویمنع عمن یشاء وھو السلطان فی الدنیا والاخرۃ
کہ وارث کرینگے ہم اُس جنت کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پس وہ دینگے جسکو چاہیں اور نہ دینگے جسکو چاہیں وہی دنیا بادشاہ ہیں
فلہ الدنیا ولہ الجنۃ ولہ المشاھدۃ صلے اللہ علیہ وسلم وان منکم الا واردھا کان
انہیں کے واسطے دنیا اور جنت ہے اور انہیں کے واسطے مشاہدہ ہے اور نہیں ہے کوئی تم میں سے مگر وارد
علی ربک حتما مقضیا ای وما منکم یا عباد اللہ الا وارد جہنم ای داخلھا وعلیہ اکثر
ہونیوالا ہے یہ تیرے رب کی بات ٹھہرائی ہوئی یعنی تم میں سے اے اللہ کے بندو کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنم میں
المفسرین وقیل ان ورودھم قیامھم حولھا وقیل حضورھم فی ناحیۃ النار وھذا الوجہ
داخل ہونیوالا نہیں ہے مذہب اکثر مفسرین کا ہی اور کہا گیا ہی کہ وارد ہونے سے مراد اُن کا کھڑا ہونا ہے اسکے گرد اور بعضوں کا قول ہے
اوجہ لان قولہ وان منکم الا واردھا یشمل سید المرسلین ایضا بالعموم وھو الذی
کہ دوزخ ایک کونے میں حاضر ہونا ہی اسی توجیہ میں کئی وجہیں ہیں اور یہ خداوند تعالیٰ کا قول کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اسپر وارد نہو شامل
لو دخل النار لصارت بستانا وکانت نعمۃ لاھل النار لان ابراھیم الذی کان نورہ
وہ ذات ہے کہ اگر دوزخ میں چلے جائیں تو گلزار ہو جائے کیونکہ حضرت ابراہیم وہ جنمیں حضرت کا نور تھا
فیہ صار نارہ بستانا وروحا وریحانا فکیف اذا دخل ھو بنفسہ فی النار واللہ باللہ تاللہ
اُنکے لئے تو آگ گلزار ہو گئی پھر خاص حضرت کے واسطے کیوں نہو گی قسم ہے خدا کی اگر اُن کے
لو وقع نظرہ علی النار لصارت جنات تجری من تحتھا الانھار وینعم اھل النار
نظر آگ پر پڑی تو البتہ وہ باغ بنجائے جسکے نیچے نہریں بہتی ہیں اور دوزخیوں کو بھی وہی نعمتیں حاصل ہوں جو

بما ینعم اهل الجنۃ ولکن النار واهلها محجوبون عن اللہ وحبیبہ قال اللہ تعالیٰ
جنیتوں کو ہیں مگر دوزخ اور وہاں کے رہنے والے پردہیں ہیں اللہ سے اور اُسکے حبیب سے فرمایا خداوند تعالی نے
فضرب بینهم بسور له باب الاٰیۃ واعلم یاهذا ان قوله وان منکم الا واردها بشارۃ
پس کھڑے کردی گئی انکے درمیان میں ایک دیوار جسمیں دروازہ ہے اور نہیں ہے کوئی تم میں سے مگر وارد ہوگا اسکا اس عموم
بهذا العموم للمشتاقین الی سید المرسلین لان یحصل لهم الاجتماع بالحبیب فی ذلک المشهد
کے ساتھ بشارت ہی مشتاقوں کو سید المرسلین کیطرف کہ حاصل ہوگا انکو اکٹھا ہونا سید المرسلین کے ساتھ اس مقام مبارک میں
المبارک فینظرون الیه صلی اللہ علیہ وسلم ثم بعد ذلک لو عذبوا ایاما لشومۃ انفسهم
اور دیکھیں گے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر بعد اسکے اگر عذاب دئے جائیں گے اپنے اعمال کی شومی سے تو وہی نظر
کان النظر المبارک لهم قوۃ وزادا الایام العذاب نعوذ باللہ منہ واللہ الکریم بفضلہ
مبارک حضرت کی انکے واسطے قوت اور توشہ ہوجائیگی عذاب کے دنوں میں پناہ مانگتے ہیں ہم ساتھ اللہ کے اس سے اور خداوند
لا یفرق بین المحبین انشاء اللہ تعالیٰ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا وخیر
کریم نہیں جدائی کریگا دوستوں میں انشاء اللہ۔ اور نیک چیزیں باقی رہنے والی بہتر ہیں تیرے رب کے پاس ثواب میں
یحتمل ان یکون المراد بالباقیات الصالحات النظرات الی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فالبصر
احتمال ہی کہ باقیات صالحات سے مراد نظریں ہیں حضرت سید المرسلین کی طرف پس ایک قوم کیواسطے بصر ہے
لقوم والبصیرۃ لقوم۔ سورۃ طٰہٰ قوله تعالیٰ الا تذکرۃ لمن یخشی اعلم یاهذا ان حتی
اور ایک کے واسطے بصیرت ہی۔ سورہ طٰہٰ فرمان خداوند تعالیٰ کا مگر نصیحت اسکے واسطے جو ڈرے اے جان تو کہ
الکلام عین الانقاب من المحبوب لکن فی التعب لذات المحبوب فی ذلک ان اللہ تعالیٰ
تحقیق کلام میں عین نقاب ہے محبوب سے اور لیکن مشقت میں لذتیں محبوب کے اور یہ اسطرح ہی کہ خدا نے اپنے فضل سے فرمایا
بفضله قال طٰہٰ ما انزلنا علیک القراٰن لتشقی الی لتتعب وتقع فی التعب ثم قال الا تذکرۃ لمن
طٰہٰ نہیں اتارا میں نے قرآن شریف کو تجھپر اسواسطے کہ گمراہ ہوجائے یعنی تجھکو مشقت ہو پھر فرمایا مگر نصیحت اُسکے
یخشی وقد اعطاہ خشیۃ لم یعط احدا من العالمین ومثل ذلک فی اللسان رجلا طلب
واسطے جو ڈرے اور حالانکہ انکو وہ ڈر دیا ہے جو کسیکو نہیں دیا تمام عالم میں اسکی مثال ایسی ہی کہ جیسے ایک آدمی نے اپنے
محبوبا فلما جاء المحبوب اخذہ الطالب عانقه معانقۃ شدیدۃ بالقوۃ حتی بلغ منه
محبوب کو بلایا پھر جب وہ آگیا تو اس طالب نے اسکو پکڑ کے معانقہ کیا نہایت شوق کے ساتھ ایسا کہ جس سے اسکا

الجهد وهو يقول ما طلبتك لتتعب يا محبوبی و بلقيه بمعانقته لفرة شديدة و
پہنچی اور حال یہ کہ وہ کہتا ہے اے محبوب میں مجھکو اسواسطے نہیں بلایا کہ تو مشقت میں پڑا اور
المحبوب ضعيف البنية يتاذى بظاهرة ويفرح بباطنه فلذلك المخشية كان لذيذا
حالانکہ اُسکے معانقہ سے اُسکو مشقت پہنچی ہوا اور محبوب نازک اندام ظاہر میں تو اذیت پاتا ہو اور باطن
حلوا عند سيد المرسلين وكانه لم يتعب فلما انتها نودی یا موسى انی انا ربك فاخلع نعليه
میں خوش ہوتا ہو پس ایسی خشیۃ بہت میٹھی ہوگی گویا کہ اُسکی مشقت ہی نہیں پہنچنے کی۔ پس جب آئی اُسکے پاس
اعلم يا هذا ان الكليم لما جاء نودی بكلام السلاطين وامر باداب المتوجهين
آواز بھی اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں پس اُتار اپنی جوتیوں کو جان تو کہ تحقیق کلیم اور دیگیے ساتھ کلام سلاطین کے
الى الملوك فقيل انی انا ربك فاخلع نعليك فقوله انی انا ربك اظهار السلطنة وقوله
اور حکم کئے گئے آداب بادشاہی کے پس کہا گیا کہ میں تیرا رب ہوں پس جوتیوں کو پس قولہ انی انا ربک میں اظہار سلطنت ہے
فاخلع نعليك امر برعاية الادب عند التوجه الى السلطان والحبيب الشهيد الناظر الى وجه
اور قولہ فاخلع نعلیک حکم کئے گئے ساتھ رعایۃ ادب کے بادشاہ کے پاس جانیکے لئے اور جو حبیب کہ شہید اور دیکھنے والا
السلطان لعين الراس نودی بقوله نعم السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته
سلطان کی طرف ساتھ آنکھ کے ندا کئے گئے ساتھ قول خدا و ند نعم کے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔
فكان الخطاب بين الكليم الكريم باظهار السلطنة وكان الحبيب والمحبوب باظهار المؤانسة
پس خطاب کلیم اور کریم کے درمیان میں تھا اظہار سلطنت کیواسطے اور حبیب و محبوب میں تھا موانست کے
والملاطفة فشتان بين الخطابين يا هذا فافهم ان الكليم كان غائبا والسلام
ظاہر کرنے کو پس دونوں خطابوں میں کسقدر دوری ہے کلیم غایب تھے اور سلام
على الحاضرين والحبيب كان حاضرا والسلام للحاضرين والكلام باظهار السلطان
حاضرین پر ہے کہ حبیب حاضر تھے اور کلام غلبہ کے ظاہر کرنے کو
للطالبين السلام على المطلوبين فالكليم كان طالبا ونعم الطالب المجلى
طالبوں کے واسطے۔
والحبيب كان مطلوبا قد طلب بالبراق واوقظ من النوم بلا وعد سابق

سورہ انبیاء۔ لو اردنا ان نتخذ لہوا لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین اعلم ہذہ الآیۃ فیہا
اسرار اللہ لا یعلمہا الا ہو والرسول ویحتمل ان یکون المراد من المتخذ من لدن
رب العالمین ہو الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم ای لو اردنا ولدا کما زعمت النصاری
لاتخذناہ من لدنا بان نتخذ محمدا ولدا حین کان لدنیا نورا فیہ جمیع الکائنات
ولہو لبشر لیس کمثلہ احد من البشر لا ان نتخذ عیسی الذی ہو من اتباع محمد ولدا و
لکن اللہ سبحانہ وتعالی منزہ عما یقولون الظالمون محمد عبدہ ورسولہ وعیسی
عبدہ ورسولہ۔ سورہ حج قولہ تعالی الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات
ومن فی الارض والشمس والقمر الآیۃ اعلم بان ہذہ الآیۃ بحر اللہ وفیہ اظہار
عظمۃ المحبوب الی المحب جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم ومن اسم المحبوبین
انہم یظہرون انقیاد الغیر الی المحبوب المکرم لکمال الکرم کی یغبط وینقاد اکثر
مما ینقاد وہذا من مصالح المحبۃ لا یعرفہا الا ارباب المحبۃ بارک اللہ فیما
عامل الحبیب ففی کل کلام لہ نعمۃ صلی اللہ علیہ وسلم ویحتمل ان یکون فی الکلام
اشارۃ الی حال سید المرسلین فی بدء الاسلام حیث کان لا یمر علی شجر ولا مدر
ولا جبل الا یسجد لہ فقال اللہ الم تر یا محمد خوب دیکھ ای ان اللہ ان اللہ یسجد لہ
ای یخضع وینقاد اللہ بان یامر امر اللہ فیسجد للحبیب صلی اللہ علیہ وسلم
ہذا الوجہ الذی من الملو عند ارباب المحب صلی اللہ علیہ وسلم قولہ تعالی اذ بوانا
لابراہیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا وطہر بیتی للطائفین والقائمین
والرکع السجود اعلم بان ہذا ان المقصود من البیت المعمور وہو طینۃ سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم فبہا شرفت الکعبۃ وسمیت بیت اللہ تعالی واللہ اعلم
التطہیر ایضا کان للتربۃ السید علیہ السلام فیہا اسرار لا یعلمہ الا اللہ
والرسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم قولہ تعالی اللہ اصطفی من

الملائكة رسلا ومن الناس لم يقل ومن الناس رسلا ويتخالج في ضمير انا
انه يحتمل ان الله اراد بالكلام والله اعلم برسوله ومن الناس رسولا واحدا
هو سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم ورسلا آخرين هم امثلة سيد المرسلين
صلى الله عليه وسلم فالمقصود من رسل الناس هو واحد معين وغيره اتباعه من
وراءه فكانه واحد في الحقيقة والملائكة ليس في قسم هذا الامر بان يكون
واحد هو سيد المرسلين وامام المتقين محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم
قوله تعالى يا ايها الذين امنوا اركعوا واسجدوا واعبدوا ربكم وافعلوا الخير
اعلم يا هذا ان الخير كل الخير هي متابعة سيد المرسلين قولا وفعلا وحالا
فالمتابعة القولي والفعلي يمكن ان توجد بغير صحبة رجل من رجال الله
الذين جعلهم من جنوده فيسوق اليهم فيسوق اليهم من كان له نصيب
من تلك الوراثة في الازل فيمكن ان يجذب الله عبدا من عباده بجذبة خفية
فيدخل في الطلب فياخذ العمل باقوال سيد المرسلين ويطالع كتب الاوراد
حكايات الصالحين ولكن المتابعة الحالية لا يحصل الا بصحبة شيخ كامل
وقد وجد له صحبة حصل له منها حال من احوال رسول الله صلى الله عليه
وسلم على قدر طاقته فان الاحوال هذا يا الارواح بحكم الا النيام و
ذلك انما يحصل بالصحبة والانقسام اعلم ان الالفة هي المقصودة
في وجدان علم الوراثة ولو ان واحد من الطالبين يصحب شيخا كاملا سنين
ولم يحصل الالفة من الجانبين لا تسري احوال الشيخ اليه ولو ان واحدا من
عباد الله يصحب رجلا من رجال الله ساعة واحدة ووقع الالفة والمحبة
في قلب كل منهما فصار كل واحد منهما مفتونا صاحبه يستحق المريد ان يسير
علم نور ... بين الشيخ الى باطنه ويكون هذا الصحبة اليسير لمزاد العمر

نوکما یزداد رصبہ فی اللہ ورسولہ والحب واحدۃ والحکم فی سرایۃ الاحوال
من البواطن الی البواطن ان اللہ سبحانہ وتعالی خلق سید المرسلین محمد رسول اللہ
بنفس متألفۃ رحیمۃ وکریمۃ متخلقۃ باخلاق اللہ سبحانہ ومن اخلاق اللہ
سبحانہ الشوق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاکیا عن اللہ سبحانہ وتعالی
الا طال شوق الابرار الی لقائی وانی لاشد شوقا الی لقائہم فتخلق رسول اللہ
بہذہ الاخلاق علی الکمال فکان مشتاقاً الی المشتاقین وکان شوقہ اشد
من المشتاقین الیہ لکون شوقہ علی قدر مرتبتہ وشوقہم علی قدرہم و
کان للنفوس امتزاج الحکم النفسیۃ فاجتمع الشوقان شوق الحبیب وشوق
المشتاق من الامۃ فی واد واحدٍ وللقلب وجہ الی النفس فقام نفس
المشتاق من الامۃ لما ہو مجتمع بالنفس الاحمدیۃ الرحیمۃ فوجد صاحب
النفس المجتمعۃ نفس سید المرسلین فی وادی الشوق قطامن احوال قلب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیمکن الاحوال فی قلب المشتاق من
الامۃ ثم حصل منہ لغیرہ بہذا الطریق المذکور ثم لغیرہ ثم فثم فثم الی یوم
القیامۃ فہذا السبیل یجری بکرم اللہ تعالی یا اخذ المشتاقون من المشتاقین
بالصحبۃ والالفۃ خالخرقۃ للصحبۃ والصحبۃ للالفۃ والالفۃ للنعمۃ
والنعمۃ للذۃ واللذۃ للوصلۃ والی الابد الاباد ولا انتہی زیادۃ
الوصلۃ وانواعہا وثمراتہا ولا یکاد یدخل تحت التقریر والتحریر وکان شروع
ہذا التفسیر فی شہر ربیع الثانی سنہ ٩١٥ خمس عشر وتسعمائۃ واتمامہ فی یوم الاثنین
الثالث عشر من شہر شوال سنہ ٩١٥ھ وکان بین الشروع والاتمام ستۃ اشہر
وعدد من الایام ؛ **ذکر شاہ جلال شیرازی** مرید شیخ نور بخش کے ہیں گلشن راز
کی شرح کی ہے۔ اس ملک میں سلطان سکندر کے زمانہ میں مکہ معظمہ سے تشریف لائے اور سکونت

اختیار کی۔ عارف صاحب ستا ب دراہل شرع تھے مولانا روم کی مثنوی سے ایک خاص نسبت رکھتے تھے اور
درویشوں کی خدمت میں اسکی سند کی تھی حلیہ نورانی رکھتے تھے جسدن سے آئے تھے انکی دیگدان کی آگ نہ بجھی
اکثر انکے گھر میں مہمانوں کیواسطے فرنی اور روٹی تیار رہتی تھی جسوقت کوئی مہمان آتا یہ کھانا اسکو کھلاتے
سوائے اور کھانوں کے جو وقت معین پر پکتے تھے نقل ہے وہ کہتے تھے کہ ایکدفعہ حرم شریف میں ایک
درویش سے بیں لے ایک بات سنی جو ظاہر شریعت کے خلاف تھی میں نے چاہا کہ انکو پکڑ کے تعزیر دوں وہ ایک
پہاڑ پر چڑھگئے اور میں انکے پیچھے پیچھے انہوں نے میری طرف پھر کر دیکھا اور یہ بیت پڑھی ؎
دست تا پیدا گریبان میکنند • من بے دست و گریبان میروم • اس بیت نے مجھ میں اثر کیا اور میں
بیہوش ہوکر گر پڑا ایسا کہ اپنی کچھ خبر نرہی انکی سادات بخارا سے نسبت تھی اور قرابت بھی واقع ہوئی تھی
اپنی جگہ گوشہ کو نشینیم مدثر بن شیخ حاجی عبد الوہاب کے عہد میں پایا تھا وفات انکی سنہ ۹۴۴ھ میں ہوئی قبر انکی
حاجی عبد الوہاب کے مقبرہ کے پاس ہو رحمۃ اللہ علیہ **ذکر شاہ احمد شرعی** دانشمند متبحر قوم سے ترک تھے
درویش کامل علوم عقلیہ و رسمیہ و حقیقیہ کے جامع تھے چندیری کے علاقہ میں رہتے تھے سن سہبت ہو گیا تھا صاحب
کشاف نے جو اہل سنت پر طعن کے شعر کہے ہیں انہوں نے انکا جواب لکھا ہو شعر

عجبا لقوم ظالمین تقیبوا	بالعدل ما فیہم لعمری معرفہ
تعجب ہے اس قوم ظالم پر جنہوں نے یقین کر لیا	(اپنے میں) عدل کا اور قسم ہے انہیں کچھ بھی معرفت نہیں
قد جاءہم من حیث لا یدرونہ	تعطیل ذات اللہ مع نفی الصفۃ
تحقیق آئی انکے پاس اسطرح سے کہ نہیں جانتے ہیں اسکو	ذات خداوندی کا معطل کرنا نفی صفت کے ساتھ

وفات انکی سنہ ۹۲۸ھ میں ہوئی بعد تفتیش کے معلوم ہوا کہ ہماری جماعت جو شرکیہ کے ساتھ منسوب
ہے انسے پیوند و قرابت اصل ہے شیخ عبد الغنی سنبھلی جو اس ملک کے قدما بزرگان سے ہیں ورتشرع
و متعبد تھے شاگرد شاہ احمد کے ہیں شاہ کی بعض تصنیفات و مسودے انکے پاس تھے اور اکثر اوقات
انکے فضایل و مناقب بیان کیا کرتے تھے کہتے ہیں کہ ایکدفعہ جب میں انکی خدمت میں پڑھتا تھا
اسوقت عمر انکی چھیانوے برس کی تھی وہ تیر اندازی میں بے مثل تھے ایکدن تیر اندازی کر رہے تھے

ایک تیر نشانہ پر پہنچا کہنے لگے اگر کہو تو جس تیر کو میں چھوڑوں اُسکو پہلے تیر کے سوراخ میں بند کردوں
اور اسی طرح دو تین تیروں کو چھوڑا پھر کہنے لگے کہ تیر ضایع جاتے ہیں اور اسراف ہوتا ہے نہیں تو تیروں
کو ایک کو دوسرے میں بند کر لیتا - اور یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ وہ علم وعمل ودعوت میں خدا کی نشانیوں میں سے
ایک نشانی تھے ہر جمعہ کو بادشاہ کو اُس قوت سے کھینچتے تھے اور مسلمانوں کی حاجت روائی کراتے تھے
اُنکے پاس ایک تسبیح تھی جسکے پہلے دانہ کے ہلانے سے بادشاہ کو جنبش ہوتی تھی اور دوسری کے ہلانے
سے سوار ہوتا تھا غرض ایسے ہی ہر ایک دانہ پر وہاں پہنچا اور یہاں آیا غرض کہ عدد معین کے پورا ہونے پر
اُنکے پاس آموجود ہوتا تھا - ایک دن وہ وضو کے واسطے گئے تھے ایک غلام نے جو انکی خدمت میں رہتا تھا
تسبیح کو صندوق سے نکالکے اسی طرح انکو دیکھا تھا کہنے لگا کہ یہ دانہ جو پھراتے ہیں تو بادشاہ ملازمت
میں آنیکا قصد کرتا ہے اور جب اس دوسرے دانہ کو پھراتے ہیں تو وہ سوار ہوتا ہے اور اسطرح سے غرض
یہ کہ جب گنتی پوری ہو گئی یکایک بادشاہ خلاف معمول کے اُنکے گھر میں آ گئے اُسوقت یہ طہارت خانہ میں
تھے حیران ہو گئے کہ کیا سبب ہے بادشاہ آج ناوقت آیا پھر معلوم ہوا کہ اُس لڑکے نے تسبیح کے دانہ
کو پھرایا تھا اُسکے سبب سے بادشاہ آج ناوقت آئے پھر معلوم ہوا کہ اُس لڑکے نے تسبیح کے دانہ کو پھرایا
تھا اُسکے سبب سے بادشاہ آیا تھا - **ذکر شیخ سلیمان بن عفان المندوی الدہلوی** طالبوں کی
تربیت وارشاد وتلقین اذکار میں یگانہ عصر تھے اور مسافرت بہت کی تھی اور نعمتیں بھی بہت
پائی تھیں کہتے ہیں نقل ارواح جو ایک مرتبہ ہے تصرفات نفس ناطقہ انسانی کے مرتبوں میں سے انکو حاصل
حاصل تھا اور اُسکے سبب سے پہلے گذرے ہوئے قصوں کو خوب بیان کرتے تھے کہتے ہیں کہ وہ تجوید قرآن
شریف میں بے مثل زمانہ تھے عالم معاملہ میں قرآن شریف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تجوید کیا تھا اور
اُنسے شیخ عبد القدوس نے تجوید کیا تھا اور مدت دراز تک اُنکی خانقاہ میں رہے تھے وفات اُن کی
چودھویں محرم کو سنہ ۹۴۴ھ میں ہوئی مقبرہ انکا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے پیچھے
ہے رحمۃ اللہ علیہ - **ذکر شیخ عبد القدوس** مرید شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد
عبد الحق کے ہیں صاحب علم وعمل وذوق وحالت وحلاوت ووجد وسماع تھے اگرچہ ظاہر میں شیخ محمد کے

مرید تھے مگر عشق و محبت شیخ احمد عبد الحق سے حاصل کیا تھا اور اُنکی روحانیت کے ساتھ مشغوف تھے
اُنکی ایک کتاب ہے انوار العیون جسکی ترتیب سات فنوں پر ہے فن اوّل میں شیخ احمد کے مناقب لکھے
ہیں اور بہت عقیدت و بندگی کا اُنکے ساتھ اظہار کیا ہے جو اُنکے بیان میں گذر چکا وفات اُن کی
۹۴۵ھ میں ہوئی۔ شیخ عبد القدوس کے مرید و خلفا بہت ہیں منجملہ اُنکے ایک شیخ بھورو تھے جو ابتدا
میں زنگریزی کا پیشہ کیا کرتے تھے کہ یکایک اُنکی ہدایت کا وقت پہنچا اور مسلمان ہو کر شیخ عبد القدوس
کے مرید ہوئے اور کمال درویشانی حاصل کیا وفات اُنکی ۹۸۲ھ میں ہوئی رحمۃ اللہ علیہ۔
شیخ عمر دینی شیخ عبد القدوس کے مرید اور شاہ عبد الرزاق کے خلیفہ تھے اور توجہ و عقیدت
بھی اُنہیں سے رکھتے تھے نقل ہے کہ ایک دن شاہ عبد الرزاق شیخ عبد القدوس کی
ملاقات کیواسطے گھر سے چلے شیخ کو حالت ہو رہی تھی جب وہ حالت موقوف ہوئی شیخ عبد القدوس
نے اپنے ہر ایک مرید کا ہاتھ پکڑ پکڑ کے شیخ عبد الرزاق کو دکھایا آخر کو شیخ عمر کا ہاتھ پکڑ کے کہا یہ آپ کا
مرید ہے آپکے پیروں میں پڑا ہے شیخ عمر نے اُٹھکر دونوں ہاتھ شیخ کے پیروں پر رکھے اور سر بھی
پیروں میں رکھا تاکہ دونوں جانب سے رعایت ہو اور اُنکے خلفا سے شیخ عبد الغفور میں اعظم پوری
بزرگ صاحب کرامات و واقعات تھے کہتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت نے اُنکو درود شریف تلقین کیا۔ اللھم صل علی محمد و آلہ بعدد
اسمائک الحسنیٰ رحمۃ اللہ علیہ شیخ عبد القدوس کے اولاد بہت تھی تمام فرزند اُنکے عالم و عامل
لباس مشائخین سے آراستہ تھے اُن سب میں شیخ رکن الدین بڑے متبرک اور فقر و محبت کے مشرب کے
ساتھ موصوف تھے اپنے والد کے قدم بقدم رکھتے تھے اُنکے بیٹوں میں سے ایک شیخ عبد النبی تھے
جو تحصیل علم رسمی کر کے حرمین کی زیارت کی طرف متوجہ ہوئے اور مکہ شریف کے علماء سے علم حدیث کی
سند لی اور پھر وطن اصلی میں آ گئے زہد و عشق کے ساتھ منسوب تھے ایک مرتبہ اُنکی اپنے والد اور اُن کے
بھائیوں سے مسئلہ توحید و سماع میں بحث ہو گئی اُنکے والد نے اباحت سماع میں ایک رسالہ لکھا اُنہوں
نے بھی انکار سماع میں رسالہ لکھا آخر اس سے بہت ایذا و کلفت ہوئی اور یہی باعث اُنکی شہرت کا ہوا

بادشاہ وقت کو اُس زمانے میں صدر کی ضرورت تھی جو علم و دیانت سے موصوف ہو چنانچہ بسبب بعضے وسیلوں اور کوششوں کے سنہ ۹۷۱ھ میں یہ صدارت پر بیٹھے اور حضرت شیخ کا نقش نگین زمانہ جلوس میں یہ تھا۔ الٰہا لا انت سبحانک انی کنت من الظالمین اپنے استحقاق سے زیادہ منصب عزت و صدارت کو پایا اور خوب نقارہ استقلال کا بجایا مال و جاہ بیحد و اندازہ انکو میسر ہوا اور بادشاہ وقت کو انسے اعتقاد عظیم پیدا ہوا لوگ اس سبب سے انکو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے کیونکہ جو انکی طبیعت کے موافق ہوتا اُسی کو مالامال کرتے اور جو کوئی اُنکے مزاج کے موافق نہوتا وہی محروم رہتا چند سال گزرنے کے بعد بادشاہ کا مزاج بسبب بعضے حوادث کے اُنسے منحرف ہو گیا اور وہ منصب صدارت سے معزول ہو گئے یہ واقعہ سنہ ۹۸۰ھ میں ہوا انکو اور مولانا عبد اللہ سلطان پوری کو جو ایک مقدم اور دانشمند اور رئیس تھے اور افغانوں کے زمانہ سے اسوقت تک معتبر و معزز ملقب بمخدوم الملک عقل والے اور تجربہ اور جمع احوال میں موصوف تھے مکہ شریف بھیجا دونوں کی آپسمیں ایک مدت سے مخالفت تھی لہذا ایک کو دوسرے کا رفیق بنا کر اُس بقعہ شریف کی طرف روانہ کیا اسپر بھی اُن دونو میں رہنے میں کعبہ شریف میں کوئی بات رفع کدورت کی ہوئی آخر جلدی سے پھر ہندوستان میں واپس آگئے مخدوم الملک نے گجرات میں وفات کی سنہ ۹۹۱ھ اور شیخ عبد النبی پھر بادشاہ کے پاس آئے اور ایک مدت تک قیدخانہ میں محبوس رہے جیسی عزت اور مرتبہ پہلے رکھتے تھے ویسی ہی ذلت و خواری دیکھی اور وہیں قید میں سنہ ۹۹۲ھ میں وفات پائی شیخ عبد القدوس رح رسالہ قدسیہ میں گرسنگی کے معنی میں کہتے ہیں جان تو الہام کرے تجھکو اللہ کہ گرسنگی دو قسم ہے سفلی اور علوی سفلی تمام حیوانات کی ہے جبکہ روح حیوانی نے اس جہان کے طبائع سے امتزاج پایا اور سیر وجود سے مرتبہ مرکبات میں کہ کلمات اللہ سے عبارت ہے آئی سبب تمام وجود کے مقام میں ہوا اور اُسکے باطن میں حرارت پیدا ہوئی اور محتاج غذا کی ہوئی جسکو تو بھوک کہتا ہے اور اُسکی غذا کو تو کھانا اور گھانس پھونس جانتا ہے یہ عالم سفلی سے عروج نہیں کرتی کہ تجلیات و نام و مقام مختلف صور بہایم سے اور علوی انام کل خاص و عام کو ہے جب جمحض تھا غیب محض سے

مقام فاجبت سے عالم جنبش سے بے جنبش کے جنبش کی ہویت حق نے ظہور پایا اور میدان حضرت
احدیت میں تجلی کی جو اللہ احد سے عبارت ہے اور محبت تجلی دا انوار و اسرار بیشمار کے ساتھ تمام صفات
کمالات کو جلال و جمال و کریمی و رحیمی و ستاری و جباری و قہاری و رزاقی و خلاقی و رحمانیت اور
ربوبیت ہزار در ہزار کو یہاں سے موج بر موج نکالا اور بحسب تعداد مظاہر کے کہ لون الماء لون انائہ
نور اللہ و روح اللہ اضافی و نبی اللہ و رسول اللہ و ولی اللہ یہ سب اسکے اسماء ہیں اپنے مختلف مظاہر
میں قد جاءکم من اللہ نور اور یہ اول ہے مقام احدیت سے یہ مقام روح انسانی اور عالم
جبروت ہے اور یہ مقام قرب و عالم معیت ہے اور یہ مقام اگرچہ تجلی ہے مگر سطوات مقام جبار سے فائدہ
تمام نہیں پاتا پھر مقام تجلی میں گیا عالم عقول ظاہر ہوا وہ عالم ملکوت اور مقام روح انسانی ہے اس
مقام میں اگرچہ فائدہ ظہور جو نفس معرفت ہی ظاہر ہے لیکن یہ مقام تقدس اور میدان تسبیح و تہلیل
ہے اور یہ قید کی نشانی ہے وما منا الا لہ مقام معلوم ہیں عشق کو ظہور پذیر نہوا - فائدہ کمال معرفت
کا کہ مقام عروج ہے منتہائے عروج ہے ظاہر نہیں ہوا پھر مقام تجلی میں گیا عالم اجساد ظاہر ہوئی یہاں بشر
ظہور پورا ہوا اور عالم عشق نے موج بر موج ماری ایسی کہ ملکوت و جبروت حیران ہو گئے اور یہاں یہ
نقطہ اول و آخر نے ظہور پایا اور ساتھ عروج وان الی ربک المنتہیٰ کہ جو بحر محض وجود صرف ہے
گیا اس سبب سے کہ جوش سوزش عشق کو مقام فاجبت کہ کنتم ذات سے بحر صفات ہی مرتبہ محض وجود میں اپنے
ساتھ رکھتا تھا باہر نکالا معلومات کو علم کے سپرد کیا اور علم کو معلومات کے ساتھ سر ذات میں جو بحر صفات
ہے لیگیا اور ذات کو مجاز صفات کیساتھ رکھا اور صفات کو ذات کی پوشش بنایا وحدت کو کثرت
میں کر کے وحدت کو کثرت کا لباس پہنایا وحدت کو کثرت میں اور کثرت کو وحدت میں اور غلط کو صحت
میں اور صحت کو غلط میں اور غایب کو حاضر میں اور حاضر کو غایب میں فی الاحسن و قبح دونوں نے قدم
صحرائے وجود میں رکھا الرحمن علی العرش استویٰ علم اٹھایا فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر
سب کے سامنے رکھا تاکہ اسکے سبب سے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ جوش میں آئی
اور شور و فغان کون و مکاں میں پڑا اور ایک غل مچا تاکہ ہر ایک بقدر استعداد مظہر کے نوعیت

الم ذلک الکتاب لاریب فیہ سے جان وجہان پر تاخت کرے اور ہاتھ اپنے محبوب کے دامن پر مارے یہ ہیں اس گرسنگی کے معنی کہ جو بشر کے معدہ کے بنا دین رکھی ہی اور یہ تیز تر اور گرم تر دوزخ کی آگ سے ہی کہ گرسنگی کثیف کو لطیف کے پاس پہنچاتی ہی اور مقید کو مطلق کا نشان دیتی ہی انسانیت کو رحمانیت کی طرف لیجاتی ہی کیونکہ گرسنگی سے آدمی خدا تک پہنچ سکتا ہے یہ خاصیت کسی اور حیوان میں نہیں رکھی ہی اگرچہ گرسنگی رکھتے ہیں مگر مجرد سفلیات سے ہیں ملائکہ اور ارواح اگرچہ علویات سے ہیں مگر گرسنگی کی آتش نہیں رکھتے اسی سبب سے اپنے مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتے یہ کام آتش کا ہی پھر مرتبہ محبت وعشق کا ہے اب یہ جانو کہ گرسنگی کے تین مقام ہیں پہلے مقام کو آتش گرسنگی کہتے ہیں جسکی غذا کھانا اور پینا ہی دوسرے مقام کو آتش ؟؟ ومحبت وعشق کہتے ہیں جسکی غذا خون جگر وتماشاک وغیرہ ہی اور تیسرے مقام کو آتش محبوبی ومعشوقی کہتے ہیں جسکی غذا حسن وجمال و اوصاف کمال ہی۔ ان اللہ جمیل یحب الجمال ؎

عاشق حسن خود است آں بے نظیر ٭ حسن خود را با خود تماشا میکند ٭

ذکر شیخ امجد دہلوی

یہ بزرگ سلطان بہلول کے زمانہ میں تھے حضرت خواجہ قطب الحق والدین کے آستانہ مبارک میں بہت حاضر رہتے تھے اور حضرت کی روحانیت سے فیض پاتے تھے ایک دفعہ کسی کی طلب پر گھر سے باہر گئے ایک پانی بہتا تھا اسمیں قدم رکھا جان ہلاکت کے قریب پہنچ گئی ایک شخص اس پانی میں سے نکلا اور انکو اس مہلکہ سے نجات دی پھر گھر میں الٹے آکر گوشہ میں بیٹھ گئے اور قدم باہر نہ رکھا اپنی نسبت فتح اور استفادہ کو بے واسطہ خواجہ سے حاصل کیا آپ مرید بھی کرتے تھے مقبرہ انکا حوض شمسی پر ہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شیخ ادھن دہلوی

کا تجے وف کے ناناہیں اصلی نام انکا زین العابدین ہے اور عرف شیخ ادھن والد شیخ کامل پرہیزگار عابد نہایت خشوع وخضوع کرنے والے ادب ووقار کے ساتھ موصوف تھے والد فرماتے ہیں میں نے کسی کو ایسا نہیں دیکھا کہ ظاہر وباطن یکساں ہو مگر انکو جس طریقہ کے ساتھ باہر رہتے تھے وہی گھر میں بھی مرعی رکھتے تھے اور ہمیشہ انکی زبان خدا کے ذکر کے ساتھ مالوف رہتی تھی۔ حلیہ انکا نہایت ہی نورانی تھا اوصاف جمال تھے علم وتقوی کے انوار پیشانی سے ظاہر تھے اکثر اوقات روزہ سے رہتے تھے اور کھانے میں بہت احتیاط کرتے تھے

سلطان ابراہیم بن سکندر لودی نے انکو اپنی چوبداری کیواسطے بلایا تھا اُنہوں نے قبول نکیا یہ مولانا
سماء الدین کے مرید تھے اور میاں عبداللہ طلبنی کے شاگرد۔ وفات اُنکی ۹۴۳ھ میں ہوئی مقبرہ اُنکا چاہ
غریب عوض شمسی ہے۔ **ذکر شیخ یوسف قتال** اُنہوں نے بہت مجاہدے اور ریاضتیں کی تھیں
اور قاضی جلال الدین لاہوری کے مرید تھے جو اُن کے خسر بھی ہوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ہفت پُلے میں جو
سلطان محمد تغلق کی عمارت ہے ذکر الہی میں مشغول رہتے تھے اور بہت ریاضتیں کرتے تھے اور اُنکا مقبرہ
بھی وہیں ہے اُنہیں دنوں میں ایک شخص کہ اُنکا بھی جلال الدین نام تھا اُنکے پاس پہنچے اور ایک نعمت
اُنکے پاس امانت تھی یہ تو اُسکے طالب تھے مرید ہونیکے منتظر اُنہوں نے جو کچھ کہا اُنہوں نے قبول کیا
اور اُنکے اشارہ کے ساتھ طلب حق میں مشغول ہوگئے اور مقصود کو پہنچے وفات اُنکی ۹۳۳ھ میں ہوئی؛
ذکر مولانا شعیب عالم و عامل تھے صورت و سیرت میں فرشتوں کی مثال تھے وعظ و نصیحت
میں بےنظیر زمانہ تھے جب وعظ کہتے یا قرآن شریف پڑھتے تھے کسی کو اُس سننے سے گریز نکی تاب نہ
تھی اگر سر پر بوجھ کا گٹھڑ بھی ہوتا مگر پھر بھی وعظ سُننے کو کھڑا ہو جاتا وعظ کہتے میں اُنکی حالت وعد
و وعید کے ساتھ مختلف ہوتی تھی اور اُنکے وعظ میں کل علماء شہر شامل ہوتے تھے اکثر اہالی و موالی شہر
ابتدا میں اُنکے شاگرد تھے۔ انکے والد ماجد مولانا منہاج لاہور سے دہلی میں تحصیل علم کیواسطے تشریف
لائے تھے اور اثناء تحصیل علم میں بہت ریاضتیں کیں پھر سلطان بہلول لودھی کے زمانہ میں مفتی
شہر ہوئے اور یہیں سکونت اختیار کی۔ **نقل ہے** کہ مولانا منہاج دو کانوں سے آٹا اور تیل مانگ لیتے
تھے اور اُس سے چراغ بناکے رات کو مطالعہ کرتے تھے جب صبح ہوتی اُنہی چراغوں کی روٹی پکالے
اور اُسی پر اکتفا کرتے تھے۔ اسی طرح مدتوں گذارہ کیا یہانتک کہ علم حاصل ہوا ہمارے قبیلہ کو اُنسے بہت
قریب کی قرابت ہے **نقل ہے** کہ وہ درویش جنسے مولانا یوسف قتال کو نعمت حاصل ہوئی پہلے وہ
مولانا شعیب کے پاس آئے اور کہا کہ مولانا تمکو ایک کام سکھاؤں مگر شرط یہ ہے کہ اس کام کو چھوڑ دو یعنی
درس تدریس و وعظ وغیرہ کو مولانا نے یکبارگی درس وغیرہ کا ترک کرنا مصلحت وقت نہ سمجھا اور
کہا میں نے بہت ریاضتیں کرکے اور مشقتیں اُٹھاکے علم حاصل کیا ہے اور اُسی کو آخرت میں نجات کا رستہ

سمجھا ہی اسکا ایک بات ترک کرنا مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ ہاں آپ کوئی ایسی مشغولی بتائیں جو مجھپر غالب آجاوے
اور خود مجھ سے ان کاموں کو چھڑا دے وہ درویش مولانا یوسف قتال کے پاس گئے اُنہوں نے انکے
کہنے کے موافق عمل کیا وفات مولانا شعیب کی ۹۳۶ھ میں ہوئی مزار انکا حوض شمسی کے اوپر ملک
زین الدین کی خانقاہ کے متصل شمال کی طرف ہے رحمۃ اللہ علیہ **ذکر ملک زین الدین و ظہیر الدین** یہ دونو بھائی نیک تھے اور وقت کے جبار زمانہ سے تھے اکثر شاہان دہلی کی خدمت
میں رہتے تھے انکے محامد اخلاق و محاسن اوصاف کی تحریر کیواسطے دفاتر درکار ہیں۔ زین الدین
خانجہاں کے داماد تھے اور ظہیر الدین بھی سلطان سکندر کے بنی اعمام میں تھا جب سلطان کی خانجہاں سے
محبت میں فرق آیا اور سبب قواعد سلطنت کی حفاظت اور بھائی چارہ کی نسبت سے رنجش
ظاہر کرنے کو مناسب نہ پایا اور چاہا انکو انکے منصب سے کہ جو بارہ ہزار سوار کے سردار تھے معزول کرنا مناسب
سمجھا مگر خفیہ طور سے زین الدین کو حکم دیا اور اپنے خط سے یہ کلمہ بھی لکھدئے کہ جو کچھ اموال و املاک
خانجہاں کے ہیں سب اپنے تصرف میں کرے اور جس طرح چاہے خرچ میں لالے مگر اس طرح کہ خانجہاں کو
خبر نہو اور لکھدیا تھا کہ زین الدین سے حساب لیلیا گیا کسی کو اُنسے کچھ کام نہیں ہے چونکہ نیک کاموں
اور خیرات میں صرف کرنیکی انکو توفیق دیگئی تھی اُنہوں نے نیک کاموں میں خوب خرچ کیا بسبب
انکی صلاح و تقوی اور خدمتگاری کے اکثر مشایخ کو اُنسے محبت تھی اور اکثر آتے جاتے رہتے تھے ظہیر الدین
بھائی کی نوکری کے سبب سے تجرد و زراعت کیساتھ کہ اس سے جمعیت عبادت حاصل ہوتی ہے گذران
کرتے تھے اور اکثر اوقات دہلی کے مقامات کی سیر سے حظ اُٹھاتے اور دہلی کی آس پاس کے گاؤں
اپنی ملکیت میں شامل کرتے تھے تمام علما و صلحا اُنکی پاس خوش رہتے تھے سلطان سکندر کا زمانہ تقوی
و دیانت و عدل و امانت و علم و وقار کا تھا انکو علما و صلحا کیساتھ بہت محبت ہوگئی تھی اسی سبب
تمام اطراف عالم عرب عجم وغیرہ سے علما بعضے انکے بُلانے سے اور بعضے بغیر بلائے اس ملک میں آگئے
اور یہاں کا رہنا اختیار کیا چنانچہ اکثر بزرگان جو اس طبقہ میں مذکور ہوئے ہیں وغیرہ وہی ہیں جنکا ذکر ہے
فی الحقیقت سلطان سکندر کی سلطنت کا زمانہ تعریف کی حد تقریر و تحریر سے باہر ہے چنانچہ انکی بھی

فراست بلکہ کرامت کی حکایتیں نقل کیجاتی ہیں ؎ گرانجملہ راسعدی املا کند * مگر دفتر دیگر انشا کند
اُنکی تاریخ جلوس ۸۹۶ھ ہے اور وفات انکی ۹۳۳ھ میں ہوئی کل مدت سلطنت انتالیس سال ہے
نقل ہے کہ یہ شیخ زین الدین کبھی قرآن شریف کو سوائے کھڑے ہو کر نہ پڑھتے تھے اور ایک سینہ تک
کی رحل بنا رکھی تھی اسمیں قرآن شریف رکھکر پڑھتے تھے نیند کے واسطے چھت میں ایک کمند لٹکا
رکھی تھی اُسکو گردن میں باندھ لیتے تاکہ جب نیند آئے اور یہ نیچے کو جھکیں تو وہ پھندا کھنچے اور یہ خبردار ہو جاویں
انکے تمام خدمتگار اور متعلقین تہجد کیواسطے اٹھتے تھے نصف شب سے چاشت تک انکے گھر میں بجز اشارہ
کے بات نہوتی تھی کیونکہ سب اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ ہر شب جمعہ کو نو من
چانول کی قبولی پکاتے تھے اور ہر چانول پر تین بار قل ہو اللہ احد دم کیجاتی تھی اور آنحضرت کے ایام مولد
میں ایکہزار تنکہ سے زیادہ ہر روز خرچ کرتے تھے آخر کے روز بارہ ہزار تنکہ خرچ کرتے تھے۔ قیاس کرنا چاہیے
کہ کل مجموعہ خرچ کا کتنا ہوا باوجود اسوقت کی ارزانی اسباب مصالح کے۔ نقل ہے کہ دونو بھائی ختم قرآن
شریف کراتے تھے ہر چہارشنبہ کو غسل کے ساتھ کیونکہ اُسکے اثر کی قبولیت دُعا میں بڑی شہرت ہے
اسواسطے کہ خداوند کریم اُن دونوں بھائیوں کو شہادت نصیب کرے آخر ایسا ہی ہوا جیسا کہ وہ
چاہتے تھے یہ شیخ زین الدین کو اُنکے ایک غلام نافرجام نے سحری کیوقت جو انکی عادت تھی دودھ میں
زہر دیا اور شیخ ظہیر الدین سلطان ابراہیم کے ساتھ سنہ ۹۳۲ھ میں شہید ہوئے قبر انکی حوض شمسی سے مغرب
کی جانب ہے یہ ایک خانقاہ اور چبوترہ ہے مقام بہت نفیس و دلکش جگہ کی عمارتوں میں ممتاز اور مشہور
انکے مزار پر انوار سے برکات کے آثار ظاہر ہیں رحمۃ اللہ علیہ **ذکر شیخ جمالی** مولانا سماء الدین
کے مرید ہیں اپنے وقت کے یکانہ اور جامع اطوار تھے اصل اُنکی جلال خانی ہے پہلے انہوں نے اپنا تخلص جلالی
رکھا تھا مگر پھر پیر کی بشارت سے جمالی کر لیا انکو انکے باپ یتیم چھوڑ گئے تھے اُنہوں نے محض اپنی ہمت اور قابلیت
سے ایسی تربیت پائی اور علم و فضل حاصل کیا شاعر تھے اور ہر قسم کے شعر کہتے تھے مثنوی و قصیدہ و غزل وغیرہ
انکے شعروں کا حال لوگوں کو معلوم ہے انکا قصیدہ غزل اور مثنوی وغیرہ سے عمدہ ہی اُنہوں نے سفر بھی
بہت کیے اور حرمین شریفین کی زیارت بھی مشرف ہوئے تھے مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہٗ اور

مولانا جلال الدین دوانی سے ملے تھے ہیبت ظاہری و باطنی انکی ذات میں موجود تھی بڑی بڑی محفلوں میں
مشکل مشکل کام کرتے تھے اور مجلس میں بہت کم کسی کو اپنے روبرو بولنے دیتے تھے انکی ابتدا سلطان سکندر
بن بہلول کے وقت میں ہوئی بابر بادشاہ کے نزدیک بھی بڑے معتبر تھے اور انکے نام کا ایک قصیدہ بھی کہا ہی
جسکا ایک یہ شعر ہے ؎ شاہ دشمن کش ظہیر الدین محمد بابر آنکہ ٭ لشکر زنگالہ را از الغار کابل بشکند ٭
اور ہمایوں بادشاہ کے نام پر بھی قصیدے کہے ہیں اور اپنے پیر سے اعتقاد عظیم رکھتے تھے انکی یہ بیت
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مشہور ہی اور بعضے صلحانے خواب میں آنحضرت سے اسکی قبولیت کی بشارت
بھی پائی ہے ؎ موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات ٭ تو عین ذات می نگری در تبسمی ٭ مقبرہ انکا
حضرت خواجہ قطب الدین کے جوار میں ہی نہایت لطیف و پاکیزہ اپنے سامنے بنوایا تھا جس مکان میں اب انکی
قبر ہے زندگی میں وہیں رہتے تھے وفات انکی دسویں ذیقعدہ سنہ ۹۴۲ھ میں ہوئی۔ جب ہمایوں بادشاہ گجرات
کی طرف گئے یہ انکے ساتھ تھے وہیں انکا انتقال ہوا شیخ جمالی کے دو بیٹے تھے ایک شیخ عبد الحی جنکا
صافی تخلص ہے مجموعہ تھے مکارم اخلاق و محامد اوصاف کے انکا اپنے زمانے کے فضلاء وقت میں شمار تھا
باپ کے سب سے زیادہ محبوب اور دل میں جگر پکڑے ہوئے تھے نشاء غریب اور ظہور عجیب رکھتے تھے بغیر
فیض و حالت کے ہوتا تھا شعر کو فی البدیہہ کہتے تھے اور بہت کہتے تھے فی الحقیقۃ اگر اتنی قوت جتنی
شعر کہنے میں تھی فکر و وقت کا ضمیمہ ہوتا تو عجیب عجیب چیزیں انسے ظاہر ہوتیں ہمیشہ اپنے یاروں کی
دلداری و خاطر و مدارات میں رہتے تھے اور ہر گروہ کے ساتھ نئی طرح سے پیش آتے اس سبب سے انکو
اور ہی قبول تھا باوجود اس عزت و بزرگی کے جو وہ رکھتے تھے بے تعلقی اور بے تکلفی انکی سب سے زیادہ تھی
تھوڑی سی معاش کے ساتھ ایسی خوشی سے گذران کرتے تھے کہ کبھی کلفت و محنت کو انکے سراپردہ حال سے
گذرنے کی مجال نہ تھی ہمیشہ سیر و شوق میں رہتے تھے باوجود اسکے فقر و فنا و دردمندی سے کہ جو سعادت
ابدی کا پورا سرمایہ ہیں انکا پورا حصہ تھا افغانوں کے زمانہ میں جو کوئی طالبعلموں یا شاعروں یا
قلندروں کی قسم سے ولایت سے آتا انہی کے گھر ٹھہرتا اور وہ ہر ایک کے ساتھ مہربانی اور خدمت کرتے
انکو انکے والد کی بہت میراث پہنچی تھی اس سب کو اپنی تمام عمر میں دوستوں پر خرچ کر دیا اور جوانی ہی میں

اس سرائے فانی سے کوچ کرگئے سنہ ۹۳۳ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۹۵۸ھ میں وفات پائی قبر انکی اسی حجرہ میں
ہے جو انکے والد کے روضہ کے باہر ہے۔ **ذکر سید شاہ میرک** سید عالی نسب ہیں سید شریف
جرجانی کی اولاد سے ہیں جزئیات فنون اور نایاب کاموں میں بے نظیر تھے انکی تاریخ وفات کسی نے کہی ہے
قطعہ تاریخ نادر العصر شیخ عبدالحی ٭ کہ بوصفش مرا زبان نبود ٭ وقت نزع از پئے رسیدم من
گفتم اے چون تو در زمان نبود ٭ سال تاریخ خویش خود فرما ٭ کہ جز او در دہان زبان نبود ٭ گفت تاریخ
من بود نامم ٭ بندہ وقتے کہ درمیان نبود ٭ شیخ عبدالحی سے لفظ عبد الگ کردیا جائے تب لفظ الحی سے
عدد سال نکلیں گے۔ دوسرے شیخ گدائی بڑے بیٹے شیخ جمالی کے ہیں یہ بزرگی و مرتبہ میں اپنے والد کے ہم پہلو
تھے اور ابتدا و آخر میں بڑے مرتبوں کے کسب کرنے اور نتائج حاصل کرنے میں بہت عالی ہمت تھے اطوار
بزرگی و عزت کی رعایت اور ملاحظہ جاہ و دولت میں رکھتے تھے اول دل نصیر الدین محمد ہمایوں کے
مقبولوں اور خواص میں تھے جب شیر شاہ نے غلبہ کرکے تخت سلطنت پر قدم رکھا یہ لاچار بسبب اس
خصوصیت کے جو ہمایوں شاہ کے خاندان سے رکھتے تھے گجرات کی طرف نکل گئے پھر وہاں سے حرمین شریفین
کی زیارت کو جاکر اس سعادت سے مع اہل و عیال کے مشرف ہوئے پھر اکبر کے زمانہ میں اپنے وطن مالوف
کی طرف الٹے پھرے اور چونکہ نواب خانخاناں محمد بیرم خان سے بہت ارتباط و محبت تھی اس سبب سے
بڑے اعتبار کو پہنچے پھر بسبب واقع ہونے بعضے امور کے جو خداوند تعالی کے پوشیدہ جاذبوں کے لطایف
سے تھا اور دنیا کے ترک اور توجہ نواب خانخاناں سے حرمین شریفین گئے اور حج ہی کے راستہ میں سنہ ۹۶۸ھ
میں شہید ہوئے یہ بعض حاسد دشمنوں کی سازش سے کوہ جیسلمیر میں ڈالے گئے تھے ایک مدت تک وہاں
گذران کی پھر وہاں سے آئے اور تھوڑی سی معاش پر قناعت کی سلطنت کی طرف سے شہر کی
سکونت ملی تھوڑے دنوں گوشہ فراغت و آسایش میں باوجود اتنی عمر دراز ہونیکے باغوں میں
خوبصورت ماہرو مہ جبین نوجوانوں نازنین لڑکیوں میں عمر گذارتے جب مرنے کا وقت آیا تو سب کو
چھوڑ چھاڑ کر چلدیئے ٭ **ذکر سید حسین پالی میناری** یہ درویش تھے بہت سفر کیے
اور صحبتیں اٹھائے ہوئے نہایت جسیم تھے سلطان سکندر کے زمانہ میں مشہد مقدس کیجانب طوس

سے دہلی میں تشریف لائے چونکہ سلطان سے انکی موافقت نہوئی لہذا پُرانی دہلی کے قلعہ میں منار کے
پائیں کی مسجد میں گوشہ گیر ہوئے سُلطان سکندر کے بعض امرا کی عورتیں انکی معتقد ہوئیں اور وجہ معیشت
انکو حاصل ہونے لگا علاوہ اسکے قلعہ کے اندر کی زمین کی زراعت بھی کرتے تھے اور اسکی آمدنی کو فقرا
پر خرچ کرتے انہیں دنوں شیخ جمالی میں بسبب بعض ناشایستہ باتوں کے نزاکت تھی شیخ انکو اکثر اوقات ہنسی کے
وقت بعض ناشایستہ باتوں کی نسبت کرتے تھے اس باعث سے انکو غصہ آیا اور انہوں نے اپنے عضو
تناسل کو کاٹ ڈالا اور شیخ کے پاس بھیجدیا بعضے لوگ کہتے ہیں یہ حکایت غلط ہے انکو استسقا کا
مرض ہوگیا تھا اس سبب سے بے مشورہ حکیموں کے اسکا قصد کیا اور لوگوں میں یہ مشہور ہوگیا کہتے ہیں
شیخ جمالی نے اُنکے ایذا دینے کو یہ بیت پڑھی **بیت** آلت خویش را چو ببریدی ؛ علت پس چگونہ خواہد رفت
واللہ اعلم وفات اُنکی سنہ ۹۴۲ھ میں ہوئی مقبرہ اُنکا منار شمسی کے پائیں ہے؛ **ذکر شیخ یوسف
چڑیا کوٹی** - ایک درویش تھے مشرب شطاریہ کے ذکر کا حلقہ بہت عجیب رکھتے تھے اور اسکے درمیان
میں عاشقانہ اشعار بھی پڑھتے تھے اور شوق کرتے تھے شان عالی رکھتے اور دو واسطے میں شیخ عبد اللہ
شطار تک پہنچتے تھے حضرت والد کی خدمت میں گئے تھے اور اُنسے تلقین ذکر بھی حاصل کی تھی اب انکی
اولاد بعضے دواب کے گاؤں میں موجود ہے رحمۃ اللہ علیہ **ذکر شیخ خانو گوالیری** اپنے وقت میں بہت
مشہور تھے خواجہ حسین ناگوری کے مرید ہیں اور خرقہ شیخ اسمٰعیل بن شیخ حسین سرمست سے بھی جو جنید یہ
میں ہوتے ہیں لیا تھا اور حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین کی روحانیت سے بہت متوجہ اور
فانی تھے بسبب بڑھاپے اور ضعف جسم کے لوگوں کی تعظیم کو کھڑے نہوتے تھے حضرت والد انکی صحبت شریف
میں گئے تھے اور قیام نکرنے کا جو لوگوں میں مشہور ہوا تھا حال دریافت کیا فرمایا میں ضعیف ہوگیا ہوں ہر
ایک آنے جانیوالے کیواسطے قیام نہیں کر سکتا اور بعض کو خصوصیت سے قیام کرنا اور بعض کے واسطے
نہ کرنا حال فقرا کے لائق نہیں مجھکو معذور رکھیں شیخ نظام نارنولی اُنکے مریدوں میں سے ہیں
بھی اپنے پیر کے اتباع کے قصد سے ترک قیام کرتے تھے اور لوگوں میں خوب مقبول و مشہور تھے شیخ نظام
کے بھائی شیخ اسمٰعیل بھی انہیں کے مرید و خلیفہ ہیں اور یہ کامل مرد تھے اُنکے مرید بھی ہیں خواجگی ایک

پیر ہیں بیانہ کی بستی کے کونہ میں پڑے ہوئے پختہ کار شیخ اسمعیل کے مرید ہیں شیخ منور جو آگرہ میں ہیں وہ بھی خواجہ خانو کے مرید ہیں جذبہ سے خالی اور کچھ حالت بھی نہیں رکھتے تھے وفات شیخ خانو کی سنہ ۹۹۴ھ میں ہوئی ؛

ذکر شیخ علاؤ الدین بن شیخ نور الدین اجودھنی

حضرت خواجہ شیخ العالم فرید الدین گنجشکر کی اولاد سے ہیں یکتائے زمانہ حمیدہ اخلاق اور فرشتہ صفات تھے ابتدائے فطرت سے تہذیب و ادب پائے ہوئے آئے تھے درویشوں کے خلق اور کمالات انمیں جبلی تھی حلم اور بخشش اور کرم اور سخاوت اور عفو اور صفح کے جامع تھے نفس کے آرام اور بدن کی آسایش دینے والی چیزوں کو اپنے پاس راہ ندیتے تھے انکو انکے زمانہ میں فرید ثانی کہتے تھے اور انکو حضرت خواجہ قطب الدین کی روحانیت سے ایک خاص تعلق اور کامل اعتقاد تھا کہتے ہیں کہ ایکدن ایک درویش انکے پاس آیا اسکے پاس تریاق بھی تھا اُنہوں نے کہا میرے پاس بھی تریاق ہے آؤ امتحان کرلیں ایک چڑیا کو پکڑکے ایک قطرہ زہر کا اسکو پلایا اور حضرت خواجہ کے لنگر کے کاک کا ٹکڑا پانی میں گھول کر اسکو پلادیا وہ فی الفور زندہ ہوگئی۔ پیدایش انکی سنہ ۷۶۲ھ میں تھی اور وفات سنہ ۸۲۰ھ میں ہوئی مقبرہ انکا دہلی کہنہ کے قریب سرائے میں ہے وہیں انکی اولاد بھی رہتی ہے ؛

ذکر سید سلطان بھرائچی

حضرت والد فرماتے تھے کہ یہ ایک درویش اہل دل خاکسار صاحب ہمت تھے شیخ علاؤ الدین اجودھنی کے مرید۔ مگر تلقین و ارشاد شطاریہ رکھتے تھے ستر عورت کے موافق کپڑے پر کفایت کرتے تھے اور اکثر اوقات ننگے سر رہتے تھے اور کبھی فقیروں کے ساتھ ہو جاتے تھے اور کبھی اکیلے لوگوں کی رسموں کے مقید نہ تھے ذکر جہر بہت کرتے تھے اور ذکر کی ضرب قلب صنوبری پر لگاتے تھے بعینہ ہتھوڑے کی آواز معلوم ہوتی تھی اور دکتر کر ہوتی تھی حضرت والد فرماتے ہیں ابتداء طلب میں ایکدن میں انکے پاس بیٹھا تھا اور وہ لکھنے میں مشغول تھے اور میں سر ڈالے ہوئے ذکر میں مشغول تھا تھوڑی دیر کے بعد غصہ سے میری طرف دیکھا اور پھر اسی وقت تبسم کیا اور مجھکو بغل میں لیکر بہت مہربانی فرمائی کہتے ہیں مجھکو دریافت کرنیکی مجال نہوئی جب مجلس میں سے اٹھا تو میں نے سنا کہ انہوں نے خود اور کسی مجلس میں اس حکایت کو بیان کیا کہ آج ایک جوان میرے پاس آیا اسکا دل ذاکر تھا مجھکو غیرت آئی میں نے چاہا کہ ایک طمانچہ اسکے دل کے منہ پر ماروں کہ اتنے میں ایک پیر آئے اور انہوں نے کہا رحم کی جگہ ہے۔ نقل ہے کہ انکی ایک

ہندنی عورت بھی محبت ہوگئی اور وہ انکی برکت سے مشرف باسلام ہوئی اُسکے قبیلہ والوں نے محمد خاں سے
جو بابر کے رشتہ دار تھے فریاد چاہی اُس نے شیخ کو کہلا بھیجا کہ عورت کو گھر سے نکالدو ورنہ میں آتا ہوں شیخ
تلوار لیکر باہر نکلے اور کہا وہ مسلمان ہوگئی اُسکو کافروں کے سپرد کرنا جایز نہیں اگر لڑائی کا دغدغہ ہے تو فوراً آجاؤ
اور دیکھو خدا کیا کرتا ہے شیخ کے اس کہنے سے اُسکے دل میں رعب چھا گیا اور اپنے کہنے سے پشیمان ہوا شیخ علاء الدین
کے خلفا میں سے ایک شیخ ابن ابیز دلہہ تھے نہایت مسن اور متبرک درمجذوب مشکل رحمۃ اللہ علیہ ۔

ذکر سید علاء الدین سید عالی نسب اور متبرک صاحب ذوق وحالت وحلاوت تھے اور ہندوستانی
فن موسیقی میں خوب وقوف رکھتے تھے اور شعر بھی کہتے تھے انکی ایک غزل یہ بھی ہے۔ **غزل** ندانم آن گل
خنداں چہ رنگ و بو دارد ۔ کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئی او دارد ۔ بجست وجوئے نیابد کسی مراد دلی ۔ کسے مراد
بیابد کہ جست وجو دارد ۔ نشاط بادہ پرستان بعہد ما برسید ۔ ہنوز ساقی ما بادہ و سبو دارد ۔ حدیث
عشق تو تنہا نہ من ہمیگویم ۔ کہ ہر کہ ہست ازیں گونہ گفتگو دارد ۔ متاع دل بکف دلبرے بدہ تو علا ۔ کہ
این متاع گرانمایہ رانکو دارد ۔

ذکر سید علی انکا قوام ارباب کمال وسکر ووجد وحال سے تھا ہمیشہ ایک
حالت سرگرمی میں رہتے تھے مجذوبوں کی طرح سے بات کرتے تھے ایک لباس کے پابند نہ تھے کبھی خرقہ پہنتے
مشایخوں کا سا اور کبھی سپاہیوں کی سی وردی ۔ اصل انکی سادات سوانہ سے ہے طلب علم کے زمانہ میں
جونپور چلے گئے اور درویشوں کی خدمت کی اور شیخ بہار الدین جونپوری کے مرید ہوئے اور قبولیت
تام اور حالت مخصوص انکو نصیب ہوئی ۔ فتوحات کے دروازے انپر کھل گئے چار عورتوں سے نکاح
کیا وظیفہ دار بہت تھے جو کچھ فتوحات آتی نصف وظیفہ داروں کو تقسیم کر دیتے اور نصف بیبیوں کو دیدیتے
فتوحات انکو برابر پہنچتی تھیں کبھی موقوف نہوتی تھیں کہتے ہیں اُنہوں چالیس برس تک کسی خادم سے
کچھ خدمت نہیں لی اور نہ حکم کیا ایک دفعہ رات کو سوتے تھے کہ پیاس لگی جو شخص رات کو پانی رکھتے تھے
وہ رکھنا بھی بھول گئے اُنہوں نے ہر طرف ہاتھ مارے کہیں پانی کا برتن ہاتھ نہ آیا آخر کو سو رہے مگر پیاس
کب سونے دیتی ہے اُس نے غلبہ کرکے پھر جگایا اُنہوں نے پھر چاروں طرف ہاتھ چلائے پانی ندارد جب
پیاس نے غلبہ کیا اور ہلاکت کے قریب پہنچے یہ نہ چاہا کہ کسی سے مانگیں در خدا سے جو عہد کیا ہے اُسکو توڑیں

موت پر کمر ہمت باندھ کر کہا آجاے موت اب تیرا وقت ہی یہ کہکر پھر ہاتھ پھیلایا پانی کا بھرا ہوا کوزہ
منگیا اسکو پی لیا اور خدا کا شکر ادا کیا حضرت والد فرماتے ہیں میں انکی خدمت میں گیا ہوں ور انکی باتیں
سنی ہیں ذوق و عرفان کا اثر اور سرگرمی محبت قلب انکے کلمات سے ظاہر تھے فرماتے تھے میں جب سے پیدا
ہوا ہوں کسی دنیادار کے گھر نہیں گیا اور نہ انمیں سے کسی کو اپنے گھر بلایا اور نہ کسی کے گھر اپنا خادم بھیجا ہے
فرماتے تھے بعضے لوگ جو کسی کے گھر نہیں جاتے اور رقعہ لکھتے ہیں یا خادم بھیجتے ہیں یہ کچھ بات نہیں ہے
انسے توجہ کرنا ہی منع ہے خواہ کسی طرح سے ہو فرماتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا
فرماتے ہیں علی ڈھول اپنے دروازہ پر بجاتے ہو اور خلقت کے حال سے خبردار نہیں ہوتے میں نے عرض کیا یا
رسول اللہ اگر ڈھول ہی تو آپ ہی کا ہی اور اگر در ہی تو آپ ہی کا ہی علی بیچارہ درمیان میں کون فرمایا خلقت
کیواسطے دعا کرو کیونکہ تمہاری دعا انکے حق میں مستجاب ہو گی۔ فرماتے تھے میں فقیروں کا خادم ہوں سارے
دن انکی خدمت کیا کرتا ہوں سوائی اسکے کہ عصر اور مغرب کے درمیان میں مجھکو معاف رکھیں اور میری مزاحم
نہوں اس ایک ساعت میں مجھکو چھوڑ دیں کہ میں اس ایک گھڑی میں اپنے حال کے ساتھ ہو جاؤں۔ فرماتے
تھے مجھکو اس گروہ پر تعجب ہوتا ہی جو قوالوں سے فرمایش کرتے ہیں کہ فلاں غزل گاؤ ہمیں وہ پسند ہی یہ اچھی
بات نہیں معلوم ہوتی۔ میرا ذوق مقید نہیں ہی میرے سامنے جو کچھ کہتے ہیں مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہی اور
اسی پر میں ذوق کرتا ہوں۔ قبر انکی جونپور میں ہی وفات انکی سنہ ۹۰۵ھ میں ہوئی رحمتہ اللہ علیہ۔

ذکر شیخ ادھن جونپوری بن شیخ بہاء الدین۔ شیخ بزرگ صاحب عظمت ظاہر تھے
بہت مسن و متبرک تھے عمر سو برس سے تجاوز کر گئی تھی مگر ذوق و شوق و محبت ویسی ہی تازہ تھی
اسقدر ضعیف ہو گئے تھے کہ جب تک دو آدمی انکو پکڑ کر نہ اٹھاتے وہ کھڑے نہو سکتے تھے بخلاف حالت
سماع کے کہ اسوقت ایسے جوان ہو جاتے تھے کہ دس آدمی بھی پکڑ نہ سکتے تھے۔ نقل ہے کہ جب شیخ بہاء الدین
شیخ محمد علیہ کے پاس تھے ہر نماز صبح میں شیخ کو تکبیر اولے میں پاتے یہانتک کہ اگر انکی اولاد میں سے بھی کوئی
مرجاتا تب بھی وہ اس سعادت سے محروم نہوتے مگر ایک دن انکے صاحبزادے فوت ہو گئے اور کوئی شخص
موجود نہ تھا جو انکو تجہیز و تکفین کرتا ضرورت کے سبب سے لاچار مقید ہوئے اس سبب سے آخری تشہد میں

جماعت کے شریک ہوئے شیخ نے سلام کے بعد انکی طرف منہ کرکے فرمایا اب نہیں مرنے کا انشاء اللہ تعالیٰ اسکے بعد
شیخ ادھن پیدا ہوئے خداوند تعالیٰ نے پیر کی دعا کی برکت سے انکی اولاد میں ترقی و برکت دی۔ وفات
انکی سنہ ۹۷۶ھ میں ہوئی۔ قبر انکی بھی جونپور میں ہے۔ **ذکر میاں قاضی خان ظفرآبادی قدس سرہ**
مرید اور خلیفہ شیخ حسن طاہر کے ہیں حاذق فان طریق و صاحب استقامت و کرامت و خدمت و زہد و تجرید
تھے یہ اگرچہ باعتبار زمانہ کے متاخرین میں داخل ہیں مگر باعتبار صفائی معاملہ کے متقدمین سے گنے جاتے
ہیں **نقل ہے** وہ فرماتے تھے کہ تیس برس ہمنے جان کو کھو دیا اور ریاضتیں اٹھائیں تب تھوڑا سا علم نفس کے
فریبوں کا حاصل کیا اور جانا کہ نفس کیونکر راہ مارتا ہے اور کون کونسی گھاٹیاں رکھتا ہے۔ **نقل ہے** کہ
نصیر الدین محمد ہمایوں نے ہر چند انسے نذر کے قبول کرنے کا التماس کیا مگر انہوں نے قبول نہ کیا ایکدفعہ
سفید کاغذ مہروں اور نشانوں کے ساتھ جو فرمانوں میں ہوتے تھے انکی خدمت میں بھیجا تاکہ جس گاؤں یا
جس مقدار کو وہ چاہیں اسمیں لکھدیں انہوں نے فرمایا مجھکو حاجت نہیں ہے اور بے ضرورت کے مسلمانوں
کا حق لینا جائز نہیں ہے میں نے اپنے پیر کی خدمت میں عہد کیا ہے کہ ؎ از خدا خواہم و از غیر نخواہم تجدید
کنیم بندہ غیر نہ خدا، دگر است۔ عرض کیا گیا کہ اپنے فرزندوں کو حکم کیجیے شاید انکو ضرورت ہو فرمایا
میرا انپر حکم نہیں ہے وہ جانیں لیں یا نہ لیں جب فرمان شیخ عبد اللہ انکے بڑے بیٹے کی خدمت میں پیش
کیا انہوں نے بھی قبول نہ کیا اور فرمایا پسر کو چاہیے کہ پدر کی متابعت کرے جب میرے والد نے قبول نکیا
ناچار مجھکو بھی وہی کرنا چاہیے جو انہوں نے کیا ہے۔ حضرت والد فرماتے ہیں کہ ایکدفعہ میں چند آدمیوں
کے ساتھ جونپور سے دہلی آتا تھا جب ظفرآباد کے قریب ہمارا گذر ہوا چونکہ شیخ کی ملازمت واجبات سے تھی
لہذا شیخ کی خانقاہ میں آئے اور انکے باہر آنے کی انتظار میں بیٹھ گئے جب نماز کا وقت ہوا شیخ اور صوفی
خلوتوں سے باہر نکلے اور نماز گذاری نماز کے بعد شیخ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مخدوم
آپ کہاں سے آتے ہیں اور کہاں جائینگے اور آپکے ان لوگوں میں اور کیا نام ہے ہر ایک بات کا جواب
دیا گیا ما حضر جو درویشوں کے پاس موجود تھا حاضر کیا گیا بعد اسکے رخصت ہوگئے والد فرماتے ہیں جس وقت
میں انکی خدمت میں سے باہر آیا گریہ مجھکو شروع ہوا جسکی کیفیت کو نہیں پہنچ سکتا وہ تمام دن روتے ہی میں

گذرا مزار انکا ظفر آباد میں ہے وفات انکی پندرہ صفر سنہ ۹۷۰ھ میں ہوئی **ذکر شیخ محمد مودود لاری**
علم توحید کے جانیوالوں میں سے اور رندان مشرب تجرید و تفرید تھے حریف شگرف تھے مشرب عالی اور ہمت
بلند رکھتے تھے سنہ ۹۰۰ھ میں اس ملک میں تشریف لائے شیخ امان سے انکی خوب صحبت رہتی تھی شیخ امان نے
علم توحید و تحقیق کے فائدے حاصل کرنیکی غرض سے فصوص الحکم وغیرہ انکی خدمت میں پیش کیں۔ کہتے ہیں جب
رات ہوتی تھی اور انکو حالت ذوق و سرگرمی شروع ہوتی فرماتے ہاں ملا اب بات کرنیکا وقت ہے کتاب
کو اٹھا کر رکھدو اور بات سنو۔ اسوقت جو کچھ حقایق و اسرار زبان پر آتے بیان فرماتے کہتے ہیں انکو
پوشیدہ علم مثل کیمیا وغیرہ کے بھی معلوم تھے بارہا شیخ امان سے کہتے میں میوہ سے لدا ہوا درخت ہوں
مجھکو ملا اور میوہ چن شیخ امان کہتے میرے نزدیک آپکی توحید کی باتیں سو کیمیاؤں سے بڑھکر ہیں یہی
یہی کافی ہیں شیخ امان کے حق میں فرماتے تھے جوہر تو قابل ہیں نے پایا مگر افسوس کہ ایک آنکھ رکھتا ہے
اور بات چیت میں بھی انکو کورک کہتے تھے ایک مدت تک آگرہ میں رہے پھر شیخ امان کے علاقہ محبت
و واسطہ سے پانی پت میں جاکر سکونت فرمائی شیخ نے بھی مدد معاش کی بقدر کفایت حاصل کرکے وہیں
وفات پائی انکی اور شیخ امان کی قبر ایک جگہ ہیں قدس سرہما۔ **ذکر شیخ محمد حسن** بڑے فرزند
شیخ حسن طاہر کے ہیں عارف روزگار تھے حال صحیح اور مشرب عالی رکھتے تھے کہتے ہیں جب وہ خلوت سے
باہر نکلتے جس کسی پر نظر پڑتی تھی خواہ کافر ہو یا مسلمان فوراً تکبیر کہنے لگتا تھا اور تعجب کرتا تھا۔ جامع تھے
علم و حال کے اور مظاہر جمال سے بھی تعلق رکھتے تھے اصل نسبت انکی والد کی طرف سے چشتیہ ہے مگر سلسلہ
قادریہ سے انکا لگاؤ سب پر غالب تھا مدینہ شریف میں برسوں حرم رسول مقبول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے مجاور رہے اور خاندان قادریہ کے مشایخین سے جو یمن میں رہتے تھے بیعت اور اجازت حاصل کی
پھر دوبارہ جب شیخ عبد الوہاب حرمین شریفین کی زیارت کو گئے انکو اپنے وطن اصلی میں لائے پیدایش
انکی جونپور میں ہوئی تھی اور اقامت انکی آگرہ میں رہی اور قبر دہلی میں بجی منڈل کے نیچے اپنے والد
بزرگوار کے مزار کے پاس ہے کہتے ہیں یہ عصر کی نماز کے بعد سے رات کے آنیکے ایسے منتظر رہتے تھے
جیسے کوئی محبوب کا منتظر ہوتا ہے اور شام ہوتے ہی خلوت میں چلے جاتے اور حجرہ کا دروازہ بند کرادیتے

شمع روشن کرکے مشغول ہوجاتے کبھی اگر مقتضای وقت ہوتا تو اُس گروہ کے علم سے کچھ املا کرتے اور جب وہ
کتاب پوری ہوجاتی تو اُسکو جلا دیتے یا قینچی سے کتر ڈالتے اُنکے بعض مکتوبات بھی جمع کئے گئے ہیں اور بعض
مکتوبات بھی جمع کئے گئے ہیں اور بعض رسالے بھی ہیں اور یہ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے اُنکے بعض مرید اُنکو
شاہ خیالی بھی کہتے ہیں اُنکے مرید بھی بہت تھے محرر سطور کے منجھلے چچا شیخ فضل اللہ جنکا عرف شیخ منجھو ہے
انہیں کے آخری مرید تھے شیخ منجھو ایک شخص صاحب برکت و نعمت اشغال و اوراد میں مشغول رہنے والے تھے
پیر کی محبت سے مغلوب صاحب ذوق و حالت مشائخین و مجذوبوں کے مقبول تھے ظاہری برکت و نعمت انہیں
موجود تھے اور فوت ہونیکے وقت مردانہ وار تشریف لیگئے رحمۃ اللہ علیہ شیخ محمد حسن کی وفات ستائیسویں
رجب ۱۰۴۲ھ میں ہوئی اُنکے مکتوبات میں سے یہ چند کلمے لکھے جاتے ہیں۔ جان تو ایک عالم ہے جسکا معلوم
کرنا سوائے حواس کے اور کسی چیز سے ممکن نہیں۔ قل ھو الذی انشاٴکم وجعل لکم السمع و
الابصار والافئدۃ اور ایک دوسرا عالم ہے جسکا پہچاننا سوائے عقل کے اور کسی چیز سے ممکن نہیں
العقل نور یقذفہ اللہ فی قلب المومنین فیفرق بہ بین الحق والباطل والصواب
والخطاء (ترجمہ عقل ایک نور ہے جسکو خدا مومن کے دل میں ڈالتا ہے پس فرق کرتا ہے مومن اُسکے ساتھ
حق اور باطل اور صواب خطا میں) اور ایک اور عالم ہے جسکا ادراک بجز علم کے نہیں ہوسکتا۔ فاسئلوا
اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ ترجمہ (دریافت کر جاننے والوں سے اگر تم نہیں جانتے) اور
ایک عالم ہے جسکو عشق کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ وھو القاھر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ
(ترجمہ وہی قاہر ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا تمہارے اوپر حفاظت کرنیوالے) اے عزیز طور حس اور
طور عقل اور طور علم کے پرے ایک اور طور ہے جسکو طور عشق کہتے ہیں اُس طور میں وہ چیزیں معلوم ہوتی ہیں
جو اور کسی طور میں معلوم نہیں ہوتیں عرف من ذاق الا طال شوق الابرار الی لقائی وانا
الیھم لاشد شوقا (ترجمہ جانا اُس نے جسنے چکھا خبردار دراز ہوا شوق ابرار کا میرے ملنے
کی طرف اور میں اُنکی ساتھ بہت شوق رکھتا ہوں) اے جوانمرد صورت معنوں کی مشتاق ہے اور
معنی صورت کے مشتاق ہیں مولیٰ بندہ کا مشتاق ہے اور بندہ مولیٰ کا مشتاق ہے ۔ بانگ مے آید کہ اے

طالب بیا ؛ جود محتاج گدایاں چوں گدا ؛ جود می جوید گدایاں ضعاف ؛ ہمچو خوبان کاینہ جوید صاف
ذات عاشق کی صفت ہے اور صفت عاشق کی بذات ہوئی عاشق کی حرکت سکون ہوئی اور عاشق
کا سکون حرکت ہوا آثار افعال سے ہیں اور افعال آثار سے جدا نہیں ہوتے انکسار سے کسر اور کسر سے انکسار
جدا نہیں ہوتے اور افعال اور آثار افعال جائے ظہور و تجلی صفات ہیں اور سوائے ذات مولیٰ تبارک و تعالیٰ
اور اُسکی صفات کمال کے ممتنعات و محالات ہیں سوائے اُسکی ذات کے اور کوئی چیز وجود نہیں رکھتی اور
سوائے اُسکی ذات کے اور کوئی مشہور نہیں ہے وحدت کی مقتضا ذات ہوئی اور کثرت کی مقتضا صفات ہوئی
؎ اینجملہ صفت کہ کردمی اثبات ؛ میدان ہمہ بے تصرف ذات ؛ اورا ہمہ صفات میخواں ؛ لیکن صفتش
ہمہ یکے داں ؛ اعلم ان اللہ تعالیٰ ذاتا واحد وصفۃ واحد لکنہا تنوعت بتنوع
النسب والاضافات وتکثرۃ الشیون والاعتبارات باطن (ترجمہ جان تحقیق خدائے
تعالیٰ از روئے ذات کے ایک اور از روئے صفت کے ایک ہے مگر وہ صفت منقسم ہوگئی باعتبار نسبات
اضافات کے اور کثیر ہوگئی باعتبار کثرۃ شیون اور اضافات کے) بے نمود کے ذات خدا اور اُسکی
صفات نہیں اور ظاہر بے بود کے افعال خدا اور اُسکے آثار افعال ہیں ؎ بودے کہ نمود نیست
اورا ؛ ذاتست وصفت بدان و دریاب ؛ وانرا کہ نمود ہست بے بود ؛ فعل و اثر سبب ہمات تاب
اگرچہ عقل و فہم کے موافق صفتیں غیر معلوم ہوتی ہیں مگر تحقیق و حصول کی حیثیت سے عین ذات ہیں ؎
بود ہست و نمود ہست و دگر چیزے نیست ؛ حق ست ہمہ بود و جہاں جملہ نمود ؛ شوق ست بوحدت و
ز کثرت ہمہ ذوق ؛ کثرت ز نمود آمد و وحدت ہمہ بود ؛ جو مظہر ہے اُسکے خلاف ہے جسمیں وہ ظاہر ہوا ہے اور
ظاہر ہے اپنی صورت و شکل سے اُس مظہر میں اور پوشیدہ ہے نز اپنی ذات و حقیقت سے بیت ؛ نہ بینی صورت
در آب و مرات ؛ بکہ آں دیگر بود و تو دیگر ستی ؛ مگر خدا کے مظاہر جہاں ظاہر و مظہر متحد ہیں اور انمیں فرق اطلاق
اور تجرد و تقید و تعین کے ساتھ ہے مثلاً حقیقۃ انسانی جو باعتبار اطلاق و تجرد کے ظاہر ہے اور باعتبار
تعین و تقید کے مظہر ہے اور شک نہیں ہے کہ وہ حقیقۃ اپنی عین افراد ہے اُن افراد کی جو اسکے مظہر ہیں۔
؎ آں نور پاک ظاہر و شخص تو مظہر ست ؛ باشد میان ظاہر و مظہر دوئی محال ؛ ذوق بجز تقید و اطلاق

یافتن دستوان میان ظاہر و مظہر بہیچ حال ؛ قال بعض العارفین ہو الظاہر بالتقیید و
التعیین الذی اقتضتہ الاسماء والصفات والباطن بالاطلاق والتجرد الذی
اقتضتہ الہویۃ والذات والاخر بالانکشاف والانجلاء الذی ہو اثر التعیین
والتقیید الاول بالاستتار والخفاء الذی ہو اثر الاطلاق والتجرد وہذہ
الاولیۃ والاخرویۃ من حیث المرتبۃ لا من حیث الزمان اذا المکون عین
الاکوان سبحان من خلق الاشیاء وہو عینہا۔ (ترجمہ کہا ہی بعضے عارفین نے وہ ظاہر ہی
ساتھ تقیید اور تعین کے وہ تقیید اور تعین کہ مقتضے ہوئی جسکے اسماء اور صفات اور باطن بالاطلاق اور وہ
تجرد جسکی مقتضے ہوئی ہویۃ اور ذات اور دوسرے ساتھ انکشاف اور انجلا جو اثر تعین ہی اور تقیید اول ساتھ
پردہ اور خفا کے وہ جو اثر اطلاق ہی اور تجرد کے اور یہ اولیت اور آخرویۃ مرتبہ کی حیثیت سے ہی نہ زمانہ
کی حیثیت سے کیونکہ مکون عین اکوان ہی) انسان نام ہی تمثیل خدا تعالی کا تمام موجودات کی صورت
میں اور نام ہی اسکی شکل کے ساتھ کل کائنات کی شکلوں میں عالم انسان کبیر ہے انسان عالم صغیر ہے انسان
کی وحدت دلیل ہے وحدت ذات پر بلکہ ہر ذرہ جو نظر میں آتا ہی اسمیں وحدت حقیقی اور کثرت نسبی کو تو مشاہدہ
کرتا ہی محض نور اور صرف ظلمت ہرگز دکھائی نہیں دیتی ہے جو کچھ دکھائی دیتا ہی نور ہے ظلمت کیساتھ
ملا ہوا جسکو ضیا کہتے ہیں جو کچھ ظہور ہی وہ (فی الحقیقۃ) ہستی ہے ہستی کے ساتھ ملی ہوئی جسکو جہان کہتے
ہیں جو نسبت کہ حق تعالی کو موجودات کے ساتھ ہی بواسطہ تنزل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی کمال
نورہیتا اور بساطت اخلاق سے ساتھ مرتبہ افعال و اسماء و صفات کے چونکہ ممکنات اپنی حد ذات میں
معدوم ہیں لہذا انکا شعور و ادراک بھی معدوم ہی **بیت** چہ نسبت خاک را با عالم پاک * کہ ادراک
ست عجز از درک ادراک ؛ ہائے دریغ میں نہیں جانتا کہ کیا سمجھوں اور کہاں ہے انکا انتہا جاننا جز رکا
نرشناسنے والا سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے لا یعرف اللہ غیر اللہ سالکان راہ حق تعالی کی
روش یہ ہے کہ ایسے مقام میں پہنچے کہ تمام اشیاء نہ و فانی ہو جائیں پرتو نور تجلی حق تعالی سے اور ذہن
جو فنا فی اللہ کا مرتبہ ہے متحقق ہو جائے اور بحکم ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا

(ترجمہ تحقیق اللہ حکم کرتا ہی ممکویہ کہ ادا کرو امانتوں کو اسکے اہل کیطرف ہستی نیستی کی طرف رجوع کر جاوے اور نیستی پھر واپس آجاوے) ظہر النور ذو المنن باشد * بطل الزور جان و تن باشد * **ذکر شاہ عبدالرزاق جھنجھانہ** - مرید و خلیفہ شیخ محمد حسن کے ہیں مشائخین قادریہ سے تھے بڑے صاحب کمال و اہل حال تھے انکی خوارق عادات اور کرامات بہت نقل کرتے ہیں اول انہوں نے تحصیل علم کی پھر انپر مشرب عشق و محبت غالب آیا اور ریاضتیں کھینچنے میں مشغول ہوئے اور مجاہدہ سے مشاہدہ کو پہنچے - کہتے ہیں حضرات قادریہ سے کمال نسبت تھی اور بیواسطہ اُن حضرت سے ماذون و مشار تھے - یہ بڑے کمال کی بات ہی کہ اُن حضرت سے بیواسطہ فیض حاصل ہوا اور یہ بلاؤں پر صبر کرنے میں بڑے مضبوط تھے - **نقل ہے** کہ ایک دفعہ ایک سید کو انہوں نے دیکھا کہ کسی سپاہی کے ہاتھ میں گرفتار ہیں شیخ انکے ضامن ہوئے اور انکو چھوڑوا دیا اور کہا کہ تم شہر سے چلے جاؤ تمہارے بدلہ میں قید ہو جاؤں گا اس سبب سے انپر بڑی سختیاں ہوئیں اور اُنہوں نے سبکو تحمل کیا اور اپنے تئیں ظاہر نہ کیا غالباً انمیں اور شیخ امان پانی پتی میں توحید اور اطلاق وجود و عینیت و غیریت اولعالم کے مسئلہ میں تقریر ہو گئے تھے یا اور بعضے مشائخین عصر اطلاق حق کو اور زور سے تقریر کرتے تھے اور شیخ امان کا اس باب میں ایک رسالہ ہی اثبات الاحدیۃ نام اُنکے مخالفین انکو وجودیہ کہتے ہیں کچھ تھوڑا سا اُسکا بھی بیان ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ - شاہ عبدالرزاق کے مریدان و خلفاء بہت ہیں سید علی جو لاہانہ میں ہیں انہی کے مرید ہیں سن رسیدہ صاحب ذکر و شغل و ذوق تھے شاہ عبدالرزاق کی وفات ۹۴۹ھ میں ہوئی شاہ عبدالرزاق نے ایک مکتوب عینیت حق جل و علا کی نسبت با فراد عالم و نفی و درایت آنحضرت عزت اسمہ کے باب میں شیخ امان ہیں اور اُنمیں جو گفتگو ہوئی تھی اپنے کسی خاص ہمراز کو لکھا ہی یہاں نقل کیا جاتا ہے اگرچہ افشاء راز اور اُن کلمات کے لکھنے میں کانج دف کے وقت کا نقصان ہی مگر چونکہ اُنہوں نے لکھا ہی لہذا ہمکو بھی اُسکے بغیر لکھے چارہ نہیں ہے اور اسکا باعث یہ ہے کہ چونکہ شیخ امان کا مجموعہ آگے لکھا جائیگا لہذا اسکا لکھنا اُسکے مقابلہ میں لطف سے خالی نہیں اور یہ بالکل کتاب نفحات الانس کے مشابہ ہی جسمیں شیخ عبدالرزاق کاشی اور شیخ علاؤ الدین سمنانی کے مکتوبات جمع ہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم بحضرت خداوند ذوالجلال فی العین شیخ المشائخ شیخ

حبیبی دام حسنہ و عرفانہ الفقیر عبدالرزاق احمد عرض رسانیدہ اعلم یا اخی متعک اللہ بالمعرفۃ
والمحبۃ ان المعرفۃ علی نوعین استدلالی و وجدانی واما الاستدلالی فان من طالع
حسن اللہ واتقانہ فی خلق السموات والارض وما بینہما لاح لہ فی کل صنع آیۃ
یستدل بہا علی صانع حکیم مرید لا الی غیرہ ذلک یکون ذلک الصنع اثرا منہ فیعرف
اللہ بہ لا لنفسہا وہذہ المعرفۃ وان کانت ضروریۃ لا یسع المومن جہلہا و
لا ینعقد عقد الایمان الا بہا لکنہا معرفۃ عامۃ لیست من المعرفۃ الحقیقیۃ
فی شیء (ترجمہ جان اے بھائی نفع دیوے تجھکو اللہ ساتھ معرفت اور محبت کے کہ معرفت دو قسم پر ہے
استدلالی اور وجدانی مگر استدلالی یہ کہ جو مطلع ہوا خدا کے حسن اور اسکے اتقان پر خلق آسمانوں اور
زمینوں میں اور جو انکے درمیان میں ہیں ظاہر ہو گئی اسکو صنعت نشانی جسکے سبب سے دلیل پکڑتا ہے
اوپر صانع حکیم کے جو ارادہ کرنیوالا اسکے غیر کی طرف ہوگی یہ صنعت اثر اسمیں سے پس پہچانے گا اللہ کو
اسکے سبب سے یہ معرفت اگرچہ ضروری ہے کہ مومن اس سے جاہل نہیں ہو سکتا اور ایمان کی گرہ بغیر اسکے
نہیں لگ سکتی مگر یہ معرفۃ عامہ ہے معرفۃ حقیقۃ شے کی نہیں) **بیت** چو آیات روشن گشت
از ذات ٭ نگردد ذات او روشن ز آیات ٭ والمستدلون یعرفونہ وراء العالم وہم المومنون
بالغیب المستدلون بالدلیل۔ (ترجمہ اور دلیل یعنی حق جانتے ہیں وراء عالم کے اور وہ ایمان
لانیوالے ہیں غیب کے ساتھ دلیل پکڑنے والے ساتھ دلیل کے) **س** زہے ناداں کہ او خورشید تاباں
بنور شمع جوید در بیاباں ٭ واما المعرفۃ الحقیقیۃ الواجدانیۃ فہی ان ینخلع ذات العارف
عن ملابس الوجود بملازمۃ الریاضات والمجاہدات وادامۃ الذکر بمواطاۃ
القلب واللسان والاعتصام بعروۃ ہمۃ الشیخ فسلک بہ مسالک الفناء فیخلع
اللہ علیہ لباس نعوتہ واسمائہ فانہ الذی یعرف الحق بالحق کما قال علیہ السلام
عرفت ربی بربی۔ (ترجمہ اور معرفۃ حقیقی وجدانی پس وہ یہ ہے کہ الگ ہو جاوے ذات عارف کی
ملابس وجود سے بسبب کرنے ریاضتوں کے اور مجاہدوں کے اور ہمیشہ کرنے ذکر کے ساتھ موافقت

دل کے اور زبان کے اور مضبوط پکڑ لینے کے ساتھ دستگی ہمہ پیر شیخ کے پس چلے اسکے ساتھ رستہ فنا کا پس
پہنا دے اسکو اللہ لباس اپنی نعمتوں و اسماء کا پس وہی شخص ہے جو پہچانتا ہے خدا کو خدا کے ساتھ چنانچہ
فرمایا حضرت علیہ السلام نے پہچانا میں نے اپنے رب کو رب سے ؎ رویت حق بحق مشہود بود ؛ خاصہ حضرت
وجود بود ؛ حاصل اس معرفت کا یہ ہے کہ تمام موجودات ممکنات حق تعالیٰ کے ذریعہ تجلی سے پیدا اور روشن
ہیں اور اسی کی تجلی کے واسطے سے اشیاء کی صورت میں وجود کی نسبت اشیا کے ساتھ کی ہے اور فی الحقیقہ
حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی موجود نہیں ہے کل اشیا اسی کے ساتھ موجود ہوئے ہیں یہ کہ خداوند تعالیٰ
وراء عالم ہے اور عالم وراء خداوند تعالیٰ ہے۔ تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً اعوذ باللہ
من الذلل و الخلل و من تفسیر القرآن برائہ بل یکون ہذا بفضلہ و عطائہ
قال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا امنوا باللہ یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو یعنی
مومنین الذین یومنون بالغیب وہم المستدلون خاطبہم اللہ بخطابہ
امرہم بقولہ آمنوا باللہ ای بالشہادۃ کما اشار الی ہذا الایمان بقولہ
الا انہم فی مریۃ من لقاء ربہم الا انہ بکل شئ محیط محقق چاہیے کہ حق کا مشاہدہ
کرے ہر تعین میں بغیر تعین کے کیونکہ اللہ تعالیٰ مشہود ہے ہر مقید میں اسم و صفت کے ساتھ مگر فی الواقع
انکے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ ان سب سے مطلق ہے ؎ ہمہ عالم جمال حضرت اوست ؛ او جمیل و
جمال او دوست ؛ فاعلم یا اخی اطال اللہ بقاءک بالمعرفۃ و انجح ان الحق سبحانہ
و تعالی واجب الوجود فاذا وجب وجودہ وجب عدم ما سواہ فان الذی یظن
انہ ما سواہ لیس سواہ لانہ تنزہ ان یکون غیرہ سواہ بل غیرہ ہو فلذا
نبہ الی ہذہ اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا الدہر فان اللہ ہو
الدہر اشار الی ان وجود الدہر ہو وجود اللہ تبارک ربکم لا انہ وراء
العالم تعالی اللہ عن ذلک شاید خاطر شریف پر ابھی پورے طور سے روشن نہوا ہو اس سے
زیادہ واضح اور بیان کرتا ہوں۔ یا ایہا الذین امنوا امنوا باللہ یعنی اے وہ لوگو جو ایمان

لائے ہوا ہی ذات کیساتھ یعنی ہستی کو اپنی طرف نسبت کیا ہے اور جانا ہے کہ ہم موجود ہیں وراء حقیقت
مطلق کے خطاب باء شاہ وہاب کی طرف سے انکو پہنچتا ہے ۔ یا ایہا الذین آمنوا یعنی وہ مومن جو یقین
کئے ہوئے اپنی جان پر امنوا باللہ بان وجودک وجود اللہ بلا ضرورۃ وجودا ا دلیا
وھذا معنی قولہ علیہ السلام من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کیونکہ اول وہی ہے آخر وہی ہے
ظاہر وہی ہے باطن وہی ہے فاذا ثبت انہ الاول والاخر والظاہر والباطن ثبت انک
لست انت بل انت ھو فاذا عرفت نفسک ہکذا فقد عرفت اللہ والا فلا لانہ
تعالی لیس شیء حقیقی وراءک ووراء الموجودات کلھا تعالی اللہ عن ذلک علوا
کبیرا شاید ابھی اچھی طرح سے معلوم نہوا ہو اور زیادہ واضح بیان کرتا ہوں ۔ قال اللہ
تعالی یا ایھا الذین امنوا آمنوا باللہ یعنی المومنین الذین امنوا بالاشیاء وقنوا
بان الاشیاء موجودات علیحدۃ مستقلۃ وراء الحقیقۃ المطلقہ خطاب بزرگ
رحمت خدا سے انکو پہنچا کہ ایمان لاؤ اللہ کے ساتھ از اشیاء کے ساتھ کیونکہ اعیان معلومات ہمیشہ
کو معدوم ہیں اسکے وجود کے ساتھ ہمیشہ موجود ہیں اور یہی معنے ہیں کلام حضرت علیہ السلام کے
سے درنظر عین غیر آب نیا ید ۔ محو شد قطرہ و حیات نماند ۔ اعیان چونکہ ممکن ہیں لہذا معدوم ہیں
اور اعیان ممکنات کے آثار ہیں جس وجود میں کہ ظاہر ہے اور اعیان میں عین حق کا وجود ہے اور
وجود کی اعیان کے ساتھ اضافت ایک اعتباری نسبت ہے اور افعال و تاثیرات وجود کے ظاہر
ہیں اور اعیان معدوم ہیں اور معدوم نہ موثر ہو سکتا ہے نہ فاعل بلکہ موجود حق تعالی جو عابد ہے
باعتبار تعین و تقید کے بندہ کی صورت ہیں اور یہ ایک شان ہے اسکی ذاتیہ شانوں میں سے اور معبود ہے
سے باعتبار اطلاق کے اور عین عبد باقی ہے نہ وہ تعالی شانہ وراء حقیقت عبد کے معبود ہے کیونکہ
حقیقت عبد ذات اس تعالی شانہ کی ہے اور وہ ذات با حیثیت تعدد و تکثر کے کہ جو بوا [illegible]
اسکے تعینات سے ہوتا ہے خلق اور عالم ہے پس عالم ظاہر ہونے سے پہلے عین حق تھا اور
حق بعد ظہور کے عین عالم ہے سے برشکل بتاں رہزن عشاق حق است ۔ نا بلکہ عیاں در ہمہ

اَنوار حق ست * چیزے کہ بود ز روئے تقید جانی * واللہ کہ باں زوجہ اطلاق حق ست * فان
لاموجود الا اللہ ولا معبود غیر اللہ وقد ذکران تجانیہ وحدانیتہ وفردانیتہ لا غیر
ولہذا جاء للواصل ان یقول انا الحق وان یقول سبحانی ما اعظم شانی
ما وصل واصل الا الی صفاتہ صفات اللہ وذاتہ ذات اللہ لانہ لا ذات
الا ذاتہ ولا وجود الا وجودہ کما ثبت من قبل قولہ لا تسبوا الدھر فان اللہ
ھو الدھر (ترجمہ پس اسوقت نہیں ہی موجود اور نہ معبود مگر اللہ اور یہ بھی ذکر دیا گیا ہی کہ
اُسکا حجاب اُسکی وحدانیۃ ہے اور اُسکے سوا کچھ نہیں اور اسی واسطے آیا ہی واصل کو یہ کہ کہے انا الحق اور
سبحانی ما اعظم شانی کوئی واصل خدا تک نہیں پہنچا ہی مگر صفات کے ساتھ خدا کی ذات اور صفات
ذات ہیں خدا کی کیونکہ نہیں ہی ذات مگر اسی کی اور نہیں ہی وجود مگر اُسکا جیسے کہ اس حدیث سے
ثابت ہوتا ہی مت برا کہو تم زمانہ کو کیونکہ اللہ وہی زمانہ ہے) شاید اب بھی اطمینان نہوا ہو
اس سے اور واضح عرض کرتا ہوں روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال حاکیا
عن اللہ تعا یا عبدی مرضت فلم تعدنی وسألتک فلم تعطنی اشار الی ان وجود
المریض وجودہ ووجود السائل وجودہ واذا ثبت ان وجود السائل وجودہ ثبت ان
وجودہ ووجود جمیع الاشیاء من المکونات ومن الجواھر والاعراض وجودہ ومتوظہر
سر ذرۃ من الذرات ظہر سر جمیع الموجودات الظاھرۃ والباطنۃ ۔ (ترجمہ اے میرے
بندے میں مریض ہوا تو نے میری عیادت نکی اور میں نے تجھ سے مانگا پس تو نے مجھکو نہ دیا ۔ اسمیں اشارہ ہی
اسکی طرف کہ وجود مریض کا وجود اُسکا ہی اور وجود سایل کا وجود بھی اُسکا ہی اور جب ثابت ہو گیا کہ وجود
سایل کا وجود اُسکا ہی ثابت ہو گیا کہ تحقیق وجود اُسکا اور وجود تمام اشیاء کا مکونات سے اور جوہر سے اور
عرض سے وجود اُسکا ہی اور جب ظاہر ہو گیا بھید ایک ذرہ کا ذات میں سے ظاہر ہو گیا بھید تمام موجودات کا
خواہ ظاہرہ ہوں خواہ باطنہ) میں جانتا ہوں کہ خوب ظاہر نہیں ہوا لہذا اور واضح بیان کرتا ہوں اور
وجدانی کو کتاب میں لاتا ہوں خداوند تعا اپنی محکم کتاب میں فرماتا ہی ۔ الحمد للہ مفسرین کا قول ہے

الف لام اسمیں استغراق کا ہے معنے اسکے یہ ہوئے کہ تمام محامد یعنی جو کچھ کائنات کے صحیفوں میں ہے جنس ثنا
اور محامد سے وہ ثنا، و محامد ذات واحد کی ہے تعالیٰ شانہ پس اشارہ قولہ تعالیٰ الحمد للہ سے معلوم ہوتا ہے
کہ کوئی ذات سوائے ذات تم کے موجود نہیں ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ بغیر ذات حق سبحانہ تعم کے اور کوئی
ذات موجود ہو الغرض اگر کوئی ذات خداوند تعم کی ذات کے سوا اگر موجود ہو تو وہ صفت سے خالی
نہو گی کیونکہ جو ذات سوائے ذات مطلق کے موجود ہو گی قبل و بعد و فنا و بقا و حرکت و سکون سے خالی
نہو گی پس انکی ذات اُسکی صفات ہونگی۔ وقد ثبت ان الصفات کلھا اللہ حقیقۃ ان
لا ذات الا اللہ (اور تحقیق ثابت ہو گیا کہ کل صفتیں خدا کیواسطے ہیں تو ثابت ہو گیا کہ نہیں ذات
مگر اللہ کی) اور واضح تر عرض کرتا ہوں خداوند تعم نے فرمایا ہے۔ یا ایھا الذین امنوا آمنوا باللہ
یعنی اے وہ لوگو جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے ہو یہ کہ وہ خالق ہے موجود سوائے تیرے موصوف
صفات کمال کے ساتھ پاک ہے نقص و زوال سے خطاب رگبا دشاہ مہربان کی طرف سے انکو پہنچا۔
امنوا باللہ یعنی ایمان لاؤ اُسکے ساتھ یہ کہ وہ خالق ہے موجود نہ سوائے تیرے موصوف صفات کمال
کے ساتھ پاک نقصان و زوال سے بلکہ وہ موجود موصوف تو ہی تو ہے بس ایمان لا اللہ کے ساتھ کیونکہ تو ہی تو
موصوف ہے صفات کمال کے ساتھ بغیر اسکے کہ تو ہے۔ جب تب خدا تعالیٰ کے ساتھ ایمان لے آیا تو مومن ہو گیا
اور اللہ ہی تو مومن ہے دیوانہ یگانہ کیا اچھا فرماتے ہیں ؎ بیروں ز حدود کائنات دلم ؛ بیزار
ز احاطہ جہات دلم ؛ فارغ ز تقابل صفات دلم ؛ مرآۃ تجلیات ذات ست دلم ؛ یہ ایک اور
رسالہ میں لکھتے ہیں کہ قریب تر رستہ ذکر ہے اور اُس سے بھی قریب کا رستہ صورت پیر میں مشغول ہونا ہے جس
کسی کو توفیق رفیق ہووے مشغولی واسطے پیر کے حاصل ہو گی اس سے بہتر اور کوئی کام نہیں ہے ایک گھڑی
میں ملاحظہ میں مشغول ہو اگرچہ اور ریاضتیں نکی ہوں فقط یہی ریاضت اُسکو خدا تک پہنچا دیگی
مبتدی کو بغیر پیر کی صورت میں مشغول ہونیکے چارہ نہیں ہے کیونکہ عالم الٰہی عالم مطلق ہے اُسکا دیکھنا ممکن
نہیں ہے مگر صاحب کمال شخص کی صورت میں جسکی ذات ذات حق ہو اور مظہر ہو کمالات حق کا ؎
مظہر غیر نام انسانیست ؛ کہ ہمہ کون را مسخر کرد ؛ انبیا و اولیا را حق بدان ؛ مختفی کردہ ام با تو بیان ؛

اس فقیر کو حضرت پیر نے اپنی صورت کا ملاحظہ ذکر چہار پایہ کے ساتھ فرمایا تھا اسمیں اتنا مشغول ہوا کہ
بالکلیہ ذکر سے جاتا رہا فقط وہی صورت کا ملاحظہ رہگیا سوائے فرض و سنت ہو کرہ کے اور کچھ نہو سکتا تھا
جو شخص واسطہ پیر میں مشغول ہوا اور کوئی عبادت و ریاضت اسنے نہیں کی تو فقط یہی واسطہ اسکو خدا
تک پہنچا دیگا کیونکہ جو سعادتمند انکی خدمت میں متوجہ ہوگا اور انکی متابعت میں چلیگا انکے چمکتے ہوئے
چہرہ کا نور اسکے دل کے آئینہ پر پڑیگا اور انکے چہرہ کی صفائی کے سبب سے اپنے تئیں عین انہیں کو جانیگا یا
اور جو عطا و فیض کہ انکو پہنچے تھے اسکو بھی پہنچیں گے اور جو ذوق و حال کہ انسے ظاہر ہوتا ہے اسنے بھی
ظاہر ہوگا چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حضرت ابوبکر صدیق کے حق میں ما صب اللہ
فی صدری شیئا الا و قد صببتہ فی صدر ابن ابی قحافہ حضرت پیر کا واسطہ اس فقیر پر اتنا
غالب ہے کہ جب لوگ چاند دیکھتے تھے اور بندہ بھی دیکھتا تھا تو سوائے صورت پیر کے اور کچھ نہ دکھائی
دیتا تھا اور جب درخت یا دیوار وغیرہ پر نظر پڑتی حضرت پیر ہی کا جمال دکھائی دیتا ؏ در ہر چہ نظر
کردم غیر از تو نمی بینم ؛ غیر از تو کسے باشد حقا کہ محال ست ایں ؏ در ہر چہ نظر کنم بہ تحقیق ؛ جز نور
رخ تو نیست منظور ؛ **ذکر شیخ امان پانی پتی** - انکا نام عبد الملک ہے اور لقب امان اللہ
لوگوں میں لقب ہی مشہور ہے یہ علمائے صوفیہ موحدین سے ہیں اور شیخ ابن عربی کی متابعت کرتے
تھے اور گروہ صوفیہ میں بڑا مرتبہ رکھتے اور توحید کے مسئلہ میں خوش بیانی و تقریر کرتے تھے توحید کی
باتوں کو فاش کرتے اور فرماتے تھے کہ اگر پایۂ انصاف درمیان میں ہوتا تو اس علم کو منبر پر بیان
کرتا اس طرح سے کہ جسمیں اصلا انکار کی جگہ نہ رکھتے تھے اول مجھکو توحید کے مسئلہ پر دو دلیلیں معلوم
تھیں اور اب تفضل الہی سے سولہ دلیلیں یاد ہیں انکی علم توحید و تصوف میں بہت کتابیں ہیں اور دو
نسخے کلام سے آثار تحقیق ظاہر ہیں ایک رسالہ ہے انکا اثبات الاحدیۃ نام جسمیں اطلاق حق اور اسکا
احاطہ کو حقائق کونیہ کے ساتھ مع اسکی حفظ و رائیۃ کے عین غیبۃ اسکی ہیں علم کے ساتھ مطابق اذوق
لکمل اور کلمات محققین اہل توحید کے بیان کیا ہے۔ اور لوائح مولانا جامی پر شرح لکھی ہے بہت
تشریح کے ساتھ نہایت بسیط و طویل اول میں اسکے مقدمہ ہے بہت مفید اور جامع بہ تہذیب اخلاق

وتحریب عادات میں مرتبہ کمال رکھتے تھے۔ فرماتے تھے درویشی کا سرمایہ میرے نزدیک دو چیزیں ہیں
اخلاق کا تہذیب کرنا اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اہلبیت سے محبت رکھنا۔ فرماتے تھے علامت
کمال محبت کی یہ ہے کہ محبوب سے اُسکے متعلقوں تک تجاوز کر جائے خداوند تعالیٰ کی محبت کا کمال
یہ ہے کہ اُسکے رسول کی پیروی کرے اور رسول کی محبت کا کمال یہ ہے کہ انکے متعلقین کرے نقل ہے
کہ اگر انکے پڑھانے کیوقت سادات کے لڑکے کھیلتے ہوئے اُس محلہ میں آجاتے تھے تو یہ کتاب بغل میں
لیکر کھڑے ہو جاتے اور جب تک وہ کھیلتے رہتے انکو بیٹھنے کی تاب نہیں ہوتی تھی یہ تصوف میں ملامتیہ
مشرب رکھتے تھے انکی مجلس میں دنیا اور مالایعنی کا ذکر اور لوگوں کی غیبت نہوتی تھی انکی اوقات
ذکر حق اور علم کے پھیلانے میں معمور تھی اور مطالعہ و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ اللھم ارزقنا
افعالھم و اقوالھم فرماتے تھے قال اس علم کا عین حال ہے فرماتے تھے کہ ہر ایک کو ہر چیز میں
کشایش ہوتی ہے اور میری کشایش صوفیہ کتابوں میں ہے۔ اگر کوئی طالب آنکے پاس آتا تا اُس سے
فرماتے تھے کچھ پڑھلو کیونکہ میرا ایسا ہی طریقہ ہے اس سبب سے عوام الناس کا انکے پاس ہجوم کم ہوتا تھا
نیز اُنکی کوئی خانقاہ اور رہنے کا مکان بھی نہ تھا۔ طالبوں کو عشق صورت سے منع کرتے اور فرماتے
تھے کہ مبتدی کو اس کام میں مبتلا ہونا اصل کام سے باز رکھتا ہے اور آسایش کی چیزوں کھانا پینا
وغیرہ کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھتے تھے زمین پر سوتے اور کھانا تھوڑا سا چکھ لیتے تھے تمام حالات میں فقر
کے ساتھ طریقہ تسلیم و سلوک کا رکھتے تھے۔ ایکدفعہ ایک دیوانہ انکے پاس آیا اور کہا مان اسوقت
ہزار گائیں میری آسمان سے اُتری تھیں ابھی مغلوں نے سب کو چھین لیا تم ذرا میرے ساتھ چلو اور
میری گائیں دلوا دو حاضرین مجلس نے اس پر ہنسی کی اُنہوں نے انکو منع کیا اور درویش کی خدمت
میں کھانا حاضر کیا اور پانی دیا درویش نے کھانا کھایا اور پانی پیکر سو رہے اور وہ حالت انکی جاتی
رہی اور پھر چلے گئے اُسوقت اُنہوں نے اپنے یاروں سے کہا مجذوبوں کی ظاہر ہونیکی بہت طرح
ہوتی ہیں تم کیسے انکار کرتے ہو کیا تعجب ہے اگر انکو وہی دکھلایا گیا ہو کہتے ہیں کہ انسے کبھی کبھی
فرض نماز بھی فوت ہو جاتی تھی باوجودیکہ ہمیشہ ذکر و حضور میں رہتے تھے اور یہ جو کچھ انکا علم اور

حال اور صدق وکمال منقول ہے اسکو سوائے اچھی تاویلوں کے حمل کرنا چاہیے۔ راتوں کو جاگتے اور
جب اٹھتے وضو تازہ کرتے اور وجد کرتے اور نعرے لگاتے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال نقل ہے ملو
بہت دفعہ دیکھا ہے کہ جب نماز شروع کرتے اور ایاک نعبد و ایاک نستعین پر پہنچتے اس سے آگے نہ پڑھ
سکتے تھے اور اسی کلمہ کی تکرار کرتے تھے یہانتک کہ بیہوش ہو کر گر پڑتے تھے اور اکثر مرتبہ یہ بھی دیکھا
گیا ہے کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تھے چہرہ کا رنگ دگرگوں ہو جاتا تھا اور کھڑے رہنے کی طاقت
نہ رہتی تھی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ یہ مرید شیخ محمد حسن کے اور شاگرد شیخ محمد مودود لاری کے ہیں
اور اکثر سلسلوں سے بھی واسطہ رکھتے تھے مشرب قلندریہ میں شاہ نعمت اللہ ولی تک دو واسطے سے
پہنچتے ہیں اور سب سلسلوں میں قادریہ سلسلہ کا اعتقاد غالب تھا نقل ہے کہ وہ بعض دوستوں کے
تقرب کے سبب سے دہلی میں تشریف لاتے تھے آخر مرتبہ جب رحلت کرنے کو رخصت کیوقت یاروں
کی طرف دیکھا اور فرمایا ایکے دو سفروں میں سے ایک کرنا ہوگا انشاء اللہ شیخ زکریا اجودھنی نے
جو انکے احباب میں مخصوص تھے التماس کیا کہ ہم بھی ہمرکاب ہونگے فرمایا اگر سفر ظاہری ہے تو تم سب
ساتھ ہونگے اور اگر دوسرا سفر ہے تو میں نے تم سب کو خدا کے سپرد کیا پھر جب گھر میں پہنچے کل خردوں
اور کل آدمیوں کو رخصت کیا کتاب کو کھولتے اور دیکھتے اور وداع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تجھ سے
میں بہت محظوظ ہوا ہوں اور تجھ سے میں نے بہت فائدے حاصل کئے ہیں اسی طرح سے حجرہ اور در و دیوار
کو رخصت کیا۔ اسی اثنا میں انہیں بخار آیا فرمایا کہ پانی خوب گرم کریں اور کورے آبخورے لائیں کہ
آج تمام عمر کے وسوسے زائل ہوتے ہیں گیارھویں ربیع الآخر کو حضرت غوث الثقلین کا عرس کیا اور فرمایا
کہ صاحبوں سے تقدم نکرنا چاہیے جو کھانا کہ پکایا تھا اسکو تقسیم کیا۔ بارھویں ماہ مذکور کو حالت سکرات
انپر طاری ہوئی اور اسی حالت میں فرماتے تھے کہ مشائخین طریقت استادہ ہیں اور توحید کے فتوے
مانگتے ہیں اور اور کلمات انکی زبان سے جاری ہوئے۔ وفات انکی بارہ ربیع الاخر سنہ ۹۵ ہجری
میں ہوئی۔ شیخ امان کے معتقدین اور شاگرد بہت ہیں شیخ تاج الدین بن زکریا اجودھنی جو
حسن اخلاق اور معرفت کتب تصوف میں اپنے پیر کے طریقہ پر تھے اور شیخ رکن الدین جو ذوق

اور توحید کی باتوں اور وحدانیت میں ممتاز تھے اور انکے سلک استفادہ میں داخل تھے بعدہ شیخ سلیم سیکری کے پاس چلے گئے تھے! اور شیخ حسین چشتی جو خوش خطی اور جودت طبع اور شعر اور حالت میں ممتاز تھے انکی یہ بیت تازگی سے خالی نہیں ہی۔ بیت چنیں کہ بر سر طاؤس قیس امیلے ست؛ مگر دروا رسے پار ناقہ لیلے است؛ مولانا حسین نقشی کہ جو خوشخطی اور مہر کنی میں بے بدل تھے تبرک اور سخی اور خوش وقت اور خوش خلق اور ولایت شعار نرم دل دوستوں کے طرفدار تھے اور شیخ بہلول کے مرید تھے مگر انکی خدمت میں بھی اعتقاد عظیم و محبت رکھتے تھے اور انہیں میں سے ایک شیخ سیف الدین ہیں فقیر کے والد جو انسے بہت اعتقاد اور محبت و بندگی رکھتے تھے اور انکا ذکر بھی اکثر کرتے رہتے تھے اور انکو گریہ گرمی و حالت حاصل ہوتی تھی بہت سلوک یاران شیخ کا انکی خدمت میں شاگردوں کے رنگ میں ہے نہ استادوں کے ساتھ بخلاف والد فقیر کے جو نہایت ارادت و محبت شیخ سے رکھتے تھے فرماتے تھے کہ فقیر کو سات برس کی عمر سے طلب و شوق درویشوں کی بندگی کا ہی بہت سے مشایخ کی خدمت میں پہنچا ہوں یہ بات انہی میں دیکھی اور کسی میں نہ دیکھی جو تعلق اور ربط کے دل کو انسے ہوا اور کسی سے نہوا اور جو تسکین اور یقین کہ انکی صحبت سے حاصل ہوا اور کسی سے حاصل نہیں ہوا اسی سبب سے انہوں نے میرے والد کو اپنی خاص عنایت سے مخصوص کیا اور خرقہ خلافت پہنا کر خلافت کی سند کا مسودہ اپنے ہاتھ سے کرکے اسمیں بہت امور درج کئے اور شغل باطن جسکو سجود قلب کہتے ہیں انکو سکھایا اور بعضی قومی کتابیں جو اس رستہ میں ضروری ہیں انکو پڑھائیں والد کو ابتدا میں ایک عالم سے جو سلسلہ سہروردیہ میں تھے بیعت ہو گئے تھے اور پھر جب شیخ امان کے پاس گئے عرض کیا کہ بندہ آپکی خدمت میں آنے سے پہلے مرید ہو گیا ہی اور اب آپکا جذبہ محبت و ارادت مجھپر غالب ہے کیا کیا جاوے فرمایا کچھ غم نہیں۔ المرء مع من احب اس رستہ میں محبت کا اعتبار ہے کہتے ہیں اول جو میں انکی خدمت میں گیا فرمایا کچھ اپنے حالات مع خیالات و تصورات کے کہو میں نے عرض کیا مجھکو حالات ہی نہیں ہوتے تصور و خیالات کہاں فرمایا میں اسواسطے پوچھتا ہوں تاکہ تمہاری طبیعت کا میلان معلوم ہو کہ کس مشرب کیطرف ہے میں نے عرض کیا کہ بندہ کو اکثر خیال ہوتا ہی کہ گویا عرش سے فرش تک کو میں گھیرے ہوئے ہوں اور سب پر محیط ہوں فرمایا تم میں توحید

کا تخم بویا ہوا ہی پھر تربیت اور تلقین فرمائی ایک رات کو اپنی خلوت خاص میں مجھکو طلب کیا اور فرمایا ایک
رستہ ہی جس سے دو قدم میں خدا تک پہنچتے ہیں اور ایک رستہ ہی کہ جس سے ایک قدم میں پہنچتے ہیں اور وہ یہ ہے
کہ یا وجود ہے یا عدم عدم نہیں ہی کسی شے کیساتھ وجود وہی حق تعالیٰ ہی اس طریق سے تو ایک قدم میں خدا
تک پہنچتے ہیں اور ایک مشغولی فرمائی جسکو سجود قلب کہتے ہیں اور فرمایا کہ پانی پر چلنا اور ہوا پر اوڑنا اور
آگ میں جانا سب اس سے حاصل ہوتا ہی مگر یہ بات نہوئی قدس سرہ خاتمہ میں کچھ تھوڑا سا احوال اولیاء
کا بیان ہوگا انشاء اللہ اب رسالہ اثبات الاحدیہ شیخ امان سے کچھ استفادہ کیا جاتا ہی ۔ جان تو کہ
وہ اول رسالہ میں لکھتے ہیں ۔ پوشیدہ نہ ہے کہ عرفاء محققین و ناظرین تنزیہین و قائلان وحدت
وجود و فائزان بسعادت معرفت و شہود فرماتے ہیں کہ ہمکو وجدان صحیح اور کشف صریح سے معلوم ہو گیا ہی
کہ حضرت واجب تعالیٰ عین حقیقۃ وجود ہی اور کل موجودات کے ساتھ ظاہر اور مشہود ہی بعضے صوفیہ کی گروہ
اسکو ایک بری طرح سے سمجھے ہیں اور نئی وجہ سے خاطر میں گذرا ہی اور یہ دو قسم ہیں پس اسواسطے ہر ایک کا کلام
مع نتائج کے ہر جگہ مذکور ہوتا ہے تاکہ حق باطل سے ظاہر ہو اور کامل ناقص سے معلوم ہو ۔ جان تو کہ قدوۃ
العلما مولانا جلال الدین دوانی علیہ الرحمۃ اپنی رباعیات کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعضے ناقصوں نے
جب محققوں سے سنا کہ حق کی عین ذات وجود ہی انہوں نے ان معنوں کو اسپر حمل کیا کہ حق تعالیٰ کی حقیقت
جامعیت مشترک ہے کل موجودات میں اور چونکہ بعضے علوم عقلیہ والوں سے سنا ہی کہ کلی موجود نہیں ہے
مگر ضمن افراد میں یہ معنی اس سبب سے کئی ہیں کہ خداوند تعالیٰ موجود نہیں ہی مگر بعضے افراد ممکنات
کے ضمن میں اور اسکا وجود منحصر ہے وجود افراد میں اور اسکی صفات بھی منحصر ہیں صفات افراد
میں ایسے ہی علم بھی اسکا افراد کے علم پر منحصر ہونا چاہیے اور ایسے ہی اسکی تمام صفتیں اور کلام بھی
بھی بشری کلام ہوگا ۔ یہ باتیں گمراہی کے ہیں اور بالکل جہالت محض ہیں پھر اسکے بعد کہتے ہیں
کہ فقیر کا اس گروہ میں سے ایک شخص کے ساتھ صحبت کا اتفاق ہوا اسی لئے سنا میں وہ قائل ہے انحصار
وجود ممکنات میں اور اسکے علم و کلام کے منحصر ہونیکے ساتھ علم و کلام بشری سکے ہیں لئے اسنے کہا اس
بات سے یہ لازم ہوتا ہی کہ بعض ممکنات حق تعالیٰ کو معلوم ہیں اور بعض نہیں ہیں کیونکہ سب میں

خداوند تعالیٰ کے ساتھ شریک ہیں مثلاً ریگستان یا مینہ کی بوندیں اصلا بشر کو معلوم نہیں ہیں کیونکہ کوئی فرد
اکیلا اسپر مطلع ہوا ہی نہ لوگوں کے ساتھ پس اس فرض سے کہ علم خداوند تعالیٰ کا افراد بشری میں منحصر ہے لازم
آئیگا کہ یہ اور انکی مثل چیزیں خداوند تعالیٰ کو معلوم نہیں ہیں اور جو چیزیں کہ بشر کو معلوم ہیں وہی اسکو بھی معلوم
ہیں پس اسکا حاصل یہ ہوا کہ تمام موجودات ممکنات خود بخود موجود ہیں بغیر کسی کے ایجاد کئے کیونکہ ان موجودات
کا پیدا کرنیوالا حقیقت وجود سے غیر نہیں ہی اور اُسکو خود اک امر مشترک خیال کرلیا اور اس سے جو کچھ لازم
آتا ہی اُس سے غافل ہیں بعضے کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ تھا اور اُسکے ساتھ کوئی چیز نہ تھی مگر جب تجلی کی
اپنے تئیں مگر جب تجلی کی اور اپنے تئیں چیزوں کی صورت میں ظاہر کیا۔ البتہ وہ وجود مستقل جو ظہور سے
پہلے ارواح کے روز تھا نہ رہا بلکہ انہیں سرایت کرکے ان موجودات کی صورتوں میں مخفی جیسے کہ آنحضرت
کو ایک وجود مستقل علاوہ ان موجودات کے مخلوقات سے خارج تھا اب وہ باقی و ثابت نہیں ہی مگر یہ ہے
کہ انہیں موجودات کے وجود سے معلوم و ظاہر ہوتا ہی نہ انکے سوا غیر سے یہ گروہ اگرچہ خداوند تعالیٰ کے تقدیم
وجود کے تمام موجودات پر اور اُسکے اثبات میں وجہ استقلال کے ساتھ پہلے ظہور کے گروہ اول سے آگے
بڑھے ہوئے ہیں مگر نفی وجود وجہ استقلال پر سوائے اس موجودات کے بعد ظہور کے اُسکے ساتھ اور اثبات
وجود اُسکے کے دور نہیں موجودات کے ساتھ برابر ہیں اور اس معنے میں دونوں ایک قبیلہ سے ہیں بغیر فرق
و تفاوت کے اور شک نہیں ہی کہ اس جگہ بھی چند امر ظاہر ہوتے ہوں۔ بعد باطل کرنے اس کلام صریح
البطلان کے دلائل متعددہ عقلیہ و نقلیہ اور شرح و بسط کلام کے اُنمیں کہتے ہیں کہ حضرت سبحانہ و تعالیٰ متعین
نہیں ہی وگرنہ شخصیتہ لازم آجائیگی اور یہ واقع نہیں ہی کیونکہ جو موجود ہی جس وجود کے ساتھ ہو حقیقتہً ہو
یا اعتباراً یا عیناً ہو یا علمیاً یا لفظیاً ہو یا خطیاً بے تعین کے نہیں ہوگا کیونکہ موجود کو تمیز و امتیاز سے
بغیر چارہ نہیں ہی اور تمیز و امتیاز بغیر تعین کے ممکن نہیں پس لاچار کوئی موجود بغیر تعین کے نہو گا خواہ یہ
کہ وہ اُسے تعینات ہو مطلقاً اسطرح کہ اُسکا تعین مانع نہو شرکت کو تعینات عالم میں جیسے تعین حقیقتہ
مطلقہ کہ اصل ہے تمام حقائق عالم کی اور صادق ہی تمام افراد عالم پر کیا پوشیدہ نہیں ہی کہ اگرچہ وہ
حقیقہ مطلقہ فی حد نفسہا متعین ہی اور اپنے سوا سب سے ممتاز مگر اُسکا تعین افراد عالم میں شرکت کا

مانع نہیں ہی اور خواہ اخص تعینات ہو مطلقا اس طرح کہ اسکا تعین شرکت کو مانع ہو جیسے تعین زید و عمر کا
کیونکہ انکا تعین سوائے انکے اور کسی پر صادق نہیں ہی اور خواہ اعم میں وجہ اور خواہ اخص میں وجہ ہو
اسطرح کہ بہ نسبت ماقبل کے اخص ہووے اور بہ نسبت مابعد کے اعم جیسے کہ حقایق کلیات ان دونوں کے درمیان
میں ہیں اور خواہ حقیقت پر زاید ہو اور خواہ عین حقیقت ہو اور جیسا اسمیں ہے کہ جو موجود کہ جسمیں
ترکیب ہووے اسکا تعین اور مابہ الامتیاز اُسکی حقیقۃ مشترکہ پر زاید ہوگا مثلاً اگر موجود قایم بذات
خود ہو اُسکو جوہر کہیں گے اور اگر نہیں تو عرض اسمیں شک نہیں ہی کہ تعین اور مابہ الامتیاز انکا انکی
حقیقۃ مشترکہ سے زاید ہی اور جس موجود میں کہ ترکیب نہو بلکہ وحدۃ حقیقی کے ساتھ واحد ہو۔ اسکا تعین
عین اُسکی حقیقۃ ہے ورنہ واحد نہوگا مگر وہ واحد ہے پس ناچار غیر ذات اپنے نفس کے ساتھ موجود اور متعین
اور قایم اسجگہہ نہوگا کیونکہ دوسروں کو جو تمیز اور امتیاز وجود سے حاصل ہوتا ہی اُسکو بذات خود حاصل
ہے پس وہ ذات بذات خود موجود ہوئی اور اپنی ہی ذات سے متعین یعنی اُسکا وجود عین اُسکی ذات
ہے اور تعین عین ہی اُس ذات کا۔ اسمیں شک نہیں ہی کہ ایسا موجود سوائے ذات باریتعالے کے اور
کوئی نہیں ہی پس اُسکا وجود عین اُسکی ذات ہی اور اُسکا تعین عین اُسکی ذات ہی پس وہ متعین اسطرح
ہے کہ وہ اپنے تئیں ایسا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ متعین کو اُسکا تعین فایدہ دیتا ہے خارج میں ساتھ نسبت کے
اور دوسرے تعینات کی طرف محققوں نے فرمایا ہے کہ موجودات متعینہ کا سلسلہ ایک غیر متعین پر
منتہی ہوتا ہے اور چونکہ ہر متعین مسبوق بلا تعین ہی اور ہر متعین اپنے اوپر غیر متعین کے سبقت کرنے کو
حکم کرتا ہے اسواسطے کہ تعین کو جس مبدا سے کہ وہ پیدا ہوتا ہے اور جو محل کہ اسکو عارض ہوتا ہی چارہ
نہیں ہے پس ناچار ہوا کہ ایک غیر متعین ہو اور وہ غیر متعین چاہیے کہ اپنے عروض تعینات اور تقیدات
سے بذات خود موجود ہو تاکہ وہ تمام تعینات خاص اسی کو عارض و ثابت ہو سکیں کیونکہ یہ بات ثابت ہوئی
ہوئی ہے کہ ثبوت شئے کا خاص شئے کو فروع وجود مثبت لہ ہے اور اسمیں شک نہیں ہی کہ ماہیات
قطع نظر تعینات و تمیزات سے موجود نہیں ہیں تاکہ کوئی چیز انکو عارض و ثابت ہو بلکہ ماہیات خود
عبارت انہیں اعراض اور تعینات سے ہی چنانچہ یہ معنی اُنمیں پائے جاتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ

ہرچند حقایق موجودات کو تجدید کرتے ہیں سوائے اعراض کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ مثلاً جب کہیں کہ انسان حیوان ناطق ہی اور حیوان جسم نامی ہے متحرک بالارادہ اور جسم جوہر ہے قابل ابعاد ثلثہ کو۔ وجود موجود ہے لا فی الموضوع اور موجود ایک ذات ہی کہ جسکو تحقیق اور حصول ہو۔ اس حدود میں جو مذکور ہوئے ہیں سب قبیل اعراض سے ہیں بخلاف اس ذات مبہم کے جو ان مفہومات میں ملحوظ ہی ناطق کے کیا معنے ذات لہ النطق (وہ ذات جسکے واسطے نطق ہے) اور نامی کے کیا معنے ذات لہ النمو (وہ ذات جسکے واسطے نمو ہے) ایسے ہی باقی کا حال ہی کیونکہ وہ ذات مبہم قایم اور عارض بغیر اپنے نہیں ہی ورنہ یہ اعراض اسکو عارض و ثابت نہوتیں اور حال یہ ہے کہ وہ سب اسی کے ساتھ قایم ہیں اور اسی کے ساتھ عارض ہیں۔ پس ناچار وہی ذات مبہم غیر متعین ہوئے اور مطلق ہوئے اور وہی عین وجود صرف اور ذات بحت ہی کہ جو قایم ہے اپنی ذات کیساتھ اور مقوم ہی ان اعراض کی اور اسکا باعتبار تعین کے ایک نام ہی اور آثار ہیں اور احکام ہیں صوفیہ قدس اسرارہم کے نزدیک وہ ذات مبہم موجود خارجی ہے اور مطلق ہی باطلاق حقیقی کہ کسی طرح سے تعین و تعدد اور تکثر کو اسمیں گنجایش کی مجال نہیں ہی ورنہ وہ مسبوق بالتعین ہو جائیگا یعنی وہ موجود مطلق نہ کلی ہی اور نہ جزئی اور نہ عام ہے اور نہ خاص اور نہ واحد ہے اور نہ کثیر اور نہ مطلق ہے اور نہ مقید بلکہ مطلق ہے سب قیدوں سے یہانتک کہ قید اطلاق سے آزاد ہے کیونکہ اگر اطلاق کیساتھ مقید کر دیا جائے تو شرط ہو گی یہ کہ وہ متعقل ہو معنون میں وصف سلبی کے یعنی نہ مقید ہو وہ کسی شے میں یہ کہ وہ ایسا مطلق ہو کہ جسکی ضد مقید ہونا ہے بلکہ وہ اطلاق ہے ان دونوں وحدۃ و کثرۃ سے جو معلوم ہیں اور حصر سے بھی اطلاق اور تقید میں اور ان دونوں میں جمع کرنے اور تنزہ میں ان دونوں سے پس نسبت اسکی اسکی طرف و سلب کا اس سے برابر ہے دونوں میں سے کوئی دوسرے پر اولی نہیں پس بوقت پاک ہونے اسکے کے سب سے صحیح ہو گا اسکے حق میں یہ اور اسکو کشف صریح اور ذوق صحیح کے حوالہ کرتے ہیں کیونکہ عقل کل اضداد کی قائل نہیں ہی اور اس موجود حقیقی میں کل اضداد موجود ہیں اور ایکدوسرے کے عین ہیں اس بات کا یہ مطلب نہیں ہی کہ وہ فی نفسہ کسی حکم کے ساتھ محکوم نہیں ہی بلکہ یہ معنی ہیں کہ کوئی اس نسبت سے اسکو حقیقت میں اپنی خودی کے

ساتھ موجود نہیں ہے اور اگرچہ ایک خارج میں بغیر ان نسبتوں کے کسی کے نہیں ہو سکتی جیسے کہ اہل ظاہر نے ماہیات میں کہا ہی کہ ماہیات فی حد نفسہا نہ کلیات ہیں نہ جزئیات اسطرح کہ کوئی ان نسبتوں میں سے اُسکی حقیقت میں داخل نہیں ہیں بلکہ ان نسبتوں میں سے ہر ایک اُسپر زائد ہیں کیونکہ اگر کلیتہ اُسپر اعتبار کیجائے تو کلی ہے اور اگر جزئیت اعتبار کیجائے تو جزئی ہے اور اگر کچھ بھی نہ اعتبار کیا جائے تو نہ محکوم بکلیتہ ہے اور نہ محکوم بجزئیتہ اور نہ اُن معنوں کیساتھ کہ ماہیتہ خارج میں کلیتہ و جزئیتہ سے علیحدہ موجود ہے ورنہ واسطہ لازم ہوگا۔ بلکہ حقیقۃ اور نفس الامر میں بھی ایک موجود ہے کل اضداد کو جامع اسطرح کہ نہ اول ہے نہ آخر نہ ظاہر ہے نہ باطن اور اول بھی ہے اور آخر بھی ہے اور ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہی اول ہے اُس رو سے کہ آخر ہے اور آخر ہے اُس رو سے کہ اول ہی ظاہر ہے اُس رو سے کہ باطن ہی اور باطن ہی اُس رو سے کہ ظاہر ہے۔ بلکہ اول ہے اُس رو سے کہ نہ اول ہی اور آخر ہے اُس رو سے کہ نہ آخر ہے اور سب اضداد اسی طرح ہیں۔ **سؤال** مانا ہوا ہی کہ جو کچھ ظاہر میں ہی متعین ہے اور جو متعین ہوگا مطلق نہوگا پس ذات موجودہ خارج میں مطلق کیسے ہو سکتی ہے۔ **جواب** پوشیدہ نہیں ہی کہ یہاں اطلاق سے مراد وہ نہیں ہی جسکی طرف عقلمندوں کی عقلیں دوڑتی ہیں بلکہ یہاں مراد وہ ہی کہ جسکا تعین تمام تعینات سے منافی نہو بلکہ اُسکا تعین جامع ہو اُن تمام تعینات کو جو اُسکو لاحق ہیں اُسکے مراتب تنزلات میں اس سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ وہ مطلق فی حد نفسہ ایسے متعین کے ساتھ متعین نہو کہ جو مخرج ہو کلیتہ اور اطلاق سے بلکہ وہ فی حد ذاتہ و حقیقۃ خارج میں متعین ہے اور بہ نسبت تمام تعینات کے مطلق ہی پس ہوگا وہ متعین مطلق اور اُسکے متعین اور مطلق ہونے میں کچھ منافات نہیں ہی کیا تو نہیں دیکھتا کہ کلی طبعی بعض عقلا و حکما کے نزدیک خارج میں موجود ہے اور باوجود اسکے وہ کلی ہے اور اُسکا تعین خارج میں اُسکی کلیت کے منافی نہیں اور نہ اُسکی کلیت تعین کو منافی ہے اگرچہ بعضوں کے نزدیک خارج میں وجود اور کلیتہ دونوں منافی ہیں اور اسی سبب سے کلی طبعی کو موجود نہیں کہتے ہیں مگر اُسکا وجود ہونا اُسکے عدم پر غالب ہے چنانچہ کتب معقول میں مذکور اور ہر ایک کے دلایل بھی لکھے ہیں۔ یعنی شئی موجود مطلق کا تعین مثل تعینات متعینہ کے نہیں ہی کیونکہ ہر تعین تعینات معینہ میں سے

ایک دوسرے کے مقابل ہے اور اُسکو مجامع نہیں ہے سوائے اُس موجود مطلق کے کہ اُسمیں تغایر و تقابل
منتفی ہے بلکہ عین ہر تعین علوی و سفلی و صوری و معنوی کا ہے یہاں سے متحقق ہوگیا کہ وجود خارج
میں اطلاق کو منافی نہیں ہے بلکہ وہی موجود متعین خارج میں مطلق باطلاق حقیقی ہے کہ جسنے اپنے
اُنتے کمالات کیساتھ تجلی فرمائی اور اپنے آپ کو صور متعینہ اور موجودات متکثرہ میں بصورت اعتبار
ظاہر کرکے بالبقاء علی ماکان علیہ فی الازل قبل البروز من الوحدۃ والاحدیۃ الذاتیۃ
فی الحقیقۃ ونفس الامر۔ پس تعدد صوری ہوا اور احدیہ معنوی ہوئی کیونکہ وہ ذات اگرچہ
موجود و متعین خارج میں اس حیثیت سے کہ وہ عین ذات ہے جو آنکھ کے ساتھ معلوم نہیں ہوتی مثل
اور تمام مشہودات جسمانیہ کے کہ جو آنکھ سے معلوم و معقول ہوتی ہیں ان موجودات کی نسبت اُس
حضرت سے بحیثیت تمائز صوری و تغایر عینی کے ایسی ہے کہ اگر دو صورتوں کو ان صور کونیہ کے درمیان
میں اعتبار کریں تو وہ حضرت ذات تعین کرنیوالا اُن دو کا ہوگا اور اگر تین اعتبار کریں تو وہ چار
کرنے والا اُن تین کا ہوگا جیسے قرآن شریف میں فرمان ہے۔ مایکون من نجوی ثلثۃ الا ھو
رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم اینما
کانوا۔ (نہیں ہوتے ہیں کوئی مشورہ کرنیوالے تین مگر وہ چوتھا اُنکا ہوتا ہے اور نہ پانچ مگر وہ چھٹا اُنکا
ہے اور نہ کم اُنسے اور نہ زیادہ مگر وہ اُنکے ساتھ ہے) اسمیں شک نہیں ہے کہ اگر وہ غیر عالم ہوتا تو یہ بات
پس صحیح ہوتی لیکن چونکہ یہ صحیح ہے پس وہ بھی اُسکا غیر ہے اور اسمیں شک نہیں ہے کہ بحسب حقیقۃ کے
غیر ممکن نہیں ہے پس ضرور ہے کہ وہ بحسب تعین و تقید کے ہوگا پس ضرور ہوا کہ خداوند تعالیٰ کا اور تعین
ہوا اور تمام افراد عالم روحانیات اور جسمانیات سے اور تعین ہوں اور بحیثیت سریان معنوی اور
احدیۃ کے اسطرح ہے کہ عین ان موجودات روحانی اور جسمانی کا اور یہ موجودات عین اُس حضرت
احدیۃ الٰہیۃ کا ہیں بغیر ہونیہ غیر کے کیا چیز ہے۔ اگر حضرت حق سبحانہ بحیثیت احدیۃ ذاتیہ اور ہوئیۃ غیبیۃ
سے منظور ہووے سب اسمیں ہلاک ہو جائینگے اور اُسی کے عین ہیں اور اگر (خداوند تعالیٰ) بحیثیت
سریان و ظہور کے منظور ہوگا تو خود ہی سب کی صورت میں ظاہر و متمثل ہے پس غیر کیا ہوگا اور

کہاں سے ہوگا اس سے پہلے نہیں ہی کہ غیریتہ بتعین و تقید کے ساتھ ہو۔ پس و رائیتہ بحسب صورت کے ہوگی اور
عینیۃ بحسب حقیقت کے جیسے کہ قرآن شریف میں وارد ہوا ہے واللہ من ورائهم محیط کشف
صریح اور ذوق صحیح ان دونوں حیثیتوں کا اثبات کرتا ہے اور انکے احکام وآثار کو اور ان دونوں کے
ادا حق کو واجب و لازم کرتا ہے۔ اور کاملان محققین اور عارفین مدققین کثرت کو بالکلیہ نفی کرتے
ہیں بلکہ یہ ہے کہ کثرۃ حقیقی اور تغائر نفس الامری منفی ہووے اور غیریتہ اعتباری اور تغائر صوری
ثابت ہووے تاکہ دونوں وحدۃ و کثرۃ اپنی جگہ پر ہوں اور احکام و آثار ہر ایک کے جاری ہوں۔ پس
وہ عالم کا نہ اثبات کرتے ہیں مثل اثبات اہل ظاہر کے اور نہ نفی کرتے ہیں مثل نفی اہل باطن کے۔
بلکہ اثبات بھی کرتے ہیں اور نفی بھی کرتے ہیں نہ عالم کو غیر حق سبحانہ کے کہتے ہیں اور نہ حق سبحانہ
کو ورا عالم کے مثل حکما و متکلمین کے اور نہ عالم کو عین آنحضرت کہتے ہیں اور نہ آنحضرت کو عین عالم
مثل اہل توحید کے بلکہ عالم کو بھی عین و غیر آنحضرت کہتے ہیں اور آنحضرت کو بھی عین و غیر عالم کہتے ہیں
پس وہ مشاہدہ حقیقی واحدیتہ معنوی کی نظر سے اہل جمع ہیں اور ملاحظہ غیریتہ اعتباری و تعدد صوری
کی نظر سے اہل فرق ہیں نہ انکی جمع انکے فرق کا حجاب ہے اور نہ انکا فرق انکی جمع کا حجاب ہے۔ پس خداوند تعالی
ایک طرح سے عالم کے سوا ہے اور ایک طرح سے عالم کے سوا نہیں ہے اور عالم بھی ایک وجہ سے آنحضرت
کے سوا ہے اور ایک وجہ سے آنحضرت کے سوا نہیں ہے۔ پس جو کچھ اپنی شان میں کہنا چاہتا ہے کہہ کہ
تو عین میرا ہے اور میں عین تیرا ہوں۔ کیونکہ حقیقت میں کچھ فرق نہیں ہے اور اگر بلا اعتبار ہو
پس یہ ہے جمع درمیان عینیۃ حقیقۃ اور غیریتہ صوریہ کے۔ اور اگر چاہتا ہے تو کہہ میں عین
تیرا نہیں ہوں کیونکہ تیرے وجود میں میرا کچھ حصہ نہیں ہے بلکہ تمام تو ہی ہے اور وجود نہیں
ہوتا ہے مگر مطلق کیواسطے پس تیرا عین میں کیسے ہو سکتا ہوں اور تو تمام تو ہی ہے نہ واسطے
اقتضاء اطلاق کے بلکہ تمام میں ہی ہوں کیونکہ اطلاق وہاں پیدا نہیں ہے اور مظہر میں سوائے
تقید کے اور کچھ ظاہر نہیں ہے پس تو میرا عین کیونکر ہو سکتا ہے اور میں بھی تو نہیں ہوں یعنی
اگرچہ وہاں میں ہوں مگر عین تیرا نہیں ہوں کیونکہ میرا حصہ اطلاق میں نہیں ہے اور میرا

اختصاص اسکے ساتھ ہی جو تیری شان سے نہیں ہی اور تو بھی میں نہیں یعنی اگرچہ اسجگہہ تو ہے مگر عین میرا
نہیں ہی کیونکہ تو مقید نہیں ہی اور میں میں ہوں بسبب ہونے قید کے اور تو تو ہی ہے بسبب متحقق ہونے
اطلاق کے اور میں بھی تو ہی ہوں باعتبار اتحاد مظہر کے ظاہر کے ساتھ بحیثیہ بطون کے اور تو بھی میں
ہوں باعتبار ظاہر کے مظہر کے ساتھ حیثیہ ظہور سے اس سبحانہ تعالی کیواسطے اور کمال ہے اس کمال کے
علاوہ اور وہ کمال ذات ہی اور اسکا کمال شان بشر سے نہیں ہی اور ادراک اسکا اکثر ہے تحقیق وہ متحقق
ہے سبحانہ وتعالی کیواسطے ازل اور ابد ہے اور نہیں ہی توقف حال کسی وجہ سے اور یہ اسطرح ہے کہ یہ
اسمی ہے اور ظہور وصفی ہی اور اگرچہ نہیں متحقق ہے مگر ساتھ غیر کے اور غیریتہ کے اور موجودات علمیہ اور
عینیہ کے مگر تحقیق وہ غایتہ تنزہ میں ہے مقید ہونے سے ایک حیثیتہ کے ساتھ دوسری حیثیت سی اور
نقید نہیں ہی انحصار ایک جہتہ میں دوسری جہتہ سے صوریتہ ہو یا معنویہ بلکہ اسی کے واسطے ہے
گھیر لینا کل جہات کو یعنی اگرچہ کمال تعدد و تکثر اسمیں واقع ہے مگر جمال ذات بھی اسمیں چمکتا ہی اسمیں
شک نہیں ہی کہ ایسا اطلاق اسی نتیجہ سے اور بواسطہ ظہور ذات کے اسمیں سے پس ناچار حصر و انحصار
کو اسمیں مجال نہیں ہی کیونکہ اگر ہوگی تو منافی کمال کی ہوگی **رباعی** من با تو چنانم اے نگار ختنی ؛
کاندر غلطم کہ من توام یا تو منی ؛ من منم و لے تو تو لی ؛ ذ تو منی ہم من منم و ہم تو تو لی ہم تو منی ؛ اس رسالہ
میں انکا کلام بہت دراز ہے گویا کہ کلام کا دروازہ کھلا ہوا ہے مگر یہ جو نقل کیا گیا ہی کافی ہی واللہ اعلم

ذکر سلطان جلال الدین قریشی

میں نے انکے عجیب و غریب حالات تقریر و تحریر سے
باہر سنے ہیں یہ ایک درویش صاحب حالت اور مجذوب تھے اکثر اوقات سر و پا برہنہ رہتے اور
جنگلوں میں پھرا کرتے تھے کپڑے فقط ستر عورت کی برابر رکھتے تھے علوم عقلی و نقلی و رسمی و حقیقی
سب انکو یاد تھے اور جب کبھی تقریر کا موقعہ ہوتا تھا تو پورا بیان کرتے تھے یہ جوان تھے اور کچھ
تعلق نہ رکھتے تھے اور باوجود ایسے غلبہ حال کے احکام شریعت کے مقید تھے کسی دنیا دار کو انکی
آنکھ میں اعتبار نہ تھا اور جس شہر یا گاؤں میں جاتے وہاں کے لوگ انکے معتقد ہو جاتے اور بہت
ہجوم کرتے تھے یہ کسی کو مرید نہ کرتے اور فرماتے تھے میرا ایک مرید ہے ہشام نام مجذوبوں کی طرح

جنگل میں پھرتا ہے کہتے ہیں انکا علم نسبت ہیں فیضی تھا زبان عربی اور فارسی و ہندی میں کلام کرتے تھے
اور اکثر اوقات بات کرنے لگتے تو ڈھیروں باتیں کرڈالتے اور جب کلام گرم ہوتا تو جنگل کا راستہ لیتے
ملا محمد یار نولی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد میں محتسب کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی اور صبح کی نماز کا وقت
تھا یہ آگئے اور صف کو چیر کے آگے جاکے نماز کی نیت باندھلی لوگوں کو انکی یہ حرکت بہت گراں معلوم ہوئی
چونکہ نماز کا وقت تنگ تھا اور انہوں نے لمبی قراۃ پڑھی نتیجہ سر لوگوں نے اسکو سبب الزام بناکے انکے
ساتھ بحث شروع کی انہوں نے فقہ کی اتنی روایتیں پڑھیں کہ لوگ حیران ہوگئے آخر کو اس حدیث
میں کلام ہوا من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسہ ومن ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ
(ترجمہ واقعی جس نے ذکر کیا میرا اپنے نفس میں ذکر کرتا ہوں میں اسکا اپنے نفس میں اور جسنے ذکر کیا میرا
لوگوں میں میں نے ذکر کرتا ہوں اسکا ان لوگوں میں جو اسکے لوگوں سے بہتر ہیں) اور بے انتہا
کلام کیا پھر آخر کو جب کلام خوب گرم ہوگیا انہوں نے جنگل کا راستہ لیا کہتے ہیں کہ انکے کسی معتقد نے
آپکے ملفوظات کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کرکے آپکے سامنے پیش کیا انہوں نے اسکو لیکر کنوئیں
میں پھینکدیا۔ یہ بزرگ بہت ہی قلق و محبت رکھتے تھے اور بار بار یہ بیت پڑھتے تھے۔ بیت
عشقت سہ سخن بیش نیست ٭ سوختم سوختم سوختم۔ اور کبھی کہتے تھے۔ مصرعہ خام بودم پختہ شدم
سوختم ٭ مشرب قلندریہ رکھتے تھے عبادات میں سے فرض و سنت پر اختصار کرتے تھے فصوص الحکم
اور تمام تصوف کی کتابیں انکو یاد تھیں کہتے ہیں کہ انہوں نے پانچ برس تک کتاب علم حقیقت بلاد
پڑھی تھی اور اس پانچ برس میں کسی آدمی کا منہ نہیں دیکھا سوائے درخت کے پتوں کے اور کچھ
نہ کھایا تھا اور استاد انکے رجال الغیب تھے انکے جذب کا قصہ یہ ہے کہ یہ کسی شخص پر عاشق تھے آخر
اسی سوزش عشق نے انکو مجذوب بنادیا اور اجمیر دار الخیر چلے گئے وہاں اجمیر میں ایک شخص روحانی صفت
کو دیکھا کہ بے انتہا حسن و جمال رکھتے تھے یہ انکے پیچھے ہولئے کسی شخص نے انسے پوچھا شاید وہ خواجہ
خضر تھے فرمایا نہیں خضر علیہ السلام کی یہ نشانی ہے کہ انکے آنے سے پہلے تھوڑا مینہ برستا ہے اور
یہاں ایسا نہ تھا بلکہ وہ شخص مردان غیب سے تھے سات سو چھبیس علم جانتے تھے کہتے تھے میرے مرشد

ایسا حسن رکھتے تھے کہ شاید یوسف علیہ السلام کا ویسا ہو اور ایسی خوش الحان تھے کہ شاید اگر ایسے ہوں
تو داؤد علیہ السلام ہوں اور فرماتے تھے کہ جب میں مرید ہوا تو فرمانے لگے کہ جاؤ نوکر ہو میں باہر نکلا ایک
شخص نے آگے آکر کہا کیا نوکری کروگے میں نوکر ہو گیا اور بہت مال جمع کیا فرمایا کہ اس سب کو لٹا دے
چنانچہ تین مرتبہ انکے فرمانے سے ایسا ہی کیا۔ بعد اسکے ایک جنگل میں حجرہ تھا جسکا نشان کوئی نہ
جانتا تھا اور اس حجرہ کے اندر ایک چشمہ تھا شیخ اس حجرہ کے اندر رہتے تھے اور میں باہر رہتا تھا سوائے
نماز کیوقت کے اور کسی وقت ملاقات نہوتی تھی فرماتے تھے اندھی ہو جائے یہ آنکھ اگر اس پانچ
برس میں کسی آدمی کا منہ دیکھا ہو تین سو کئی علم مجھکو سکھائے اور باقی کو کہا کہ جا اتنا حوصلہ نہیں رکھتا
ایک دن وہ روحانی شخص انکے سامنے سے گذرے یہ انکے پیچھے دوڑے بہتیرے بھاگے مگر ان تک پہونچ سکے
آخر کو نعرہ مارا اور یہ بیتیں اپنے مرشد کی یاد میں پڑھیں ؎ دریغا مونس تنہائی ما ؛ دریغا سر مینائی
ما ؛ دریغا دولت رفت از سر ما ؛ ہمائے بر سر پرواز کشور ما ؛ اور یہ بیت بھی پڑھتے تھے ؎
من مست مے عشقم ہشیار نخواہم شد ؛ از زاہدی و قلاشی بیزار نخواہم شد ؛ کہتے ہیں کہ ایکدن
انکے سامنے کیمیا کا ذکر ہو رہا تھا تھوک دیا اور فرمایا کہ تف ہے کیمیا کے عمل پر وہ تمام تھوک نکلا تانبے
کے ایک طباق پر پڑا اسکے گرتے ہی طباق سونے کا ہو گیا۔ یہ بھی سُنا گیا ہے کہ وہ چند مرتبہ دہلی میں بھی
آئے تھے اور بیانہ و آگرہ اور اسکے گرد و نواح میں رہتے تھے عمر انکی پچیس برس کی ہوئی وفات انکی سنہ ۹۴۰
میں ہوئی قبر انکی مندو کے علاقہ کے کسی گاؤں میں ہے رحمۃ اللہ علیہ **ذکر میر سید ابراہیم**
بن معین عبد القادر الحسینی القادری الایرجی بڑے بزرگ متبرک اور دانشمند کامل تھے تمام علوم
عقلی و نقلی و رسمی و حقیقی میں عبور تھا اور بہت کتابیں ہر ایک علم کے مطالعہ فرمائی تھیں اور اکثر مشکلات
کو حل کیا تھا۔ کتاب کے دیکھنے کی انکو ضرورت نہ تھی فقط ایک ادنی نظر کافی تھی اور استاد کی ضرورت
نہوتی تھی فی الحقیقت انکے زمانے میں ان جیسا دہلی میں کوئی دانشمند نہ تھا انکے کتبخانہ سے اتنی
کتابیں اور اکثر انہیں کے ہاتھ کی لکھی ہوئیں نکلیں کہ حد حصر سے باہر ہیں اور انصاف یہی ہے کہ انکے
زمانے میں جو لوگ انکے ہمعصر تھے انہوں نے انسے کچھ فائدہ نہ حاصل کیا اور نہ انکی علمیت کے قائل ہوئے

انکی ۹۶۰ھ میں ہوئی انکے بیٹے شیخ جنید بھی اکابر اولیا سے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔ ذکر شیخ حاجی حمید شاہ قاذن کے مرید ہیں اور وہ شیخ عبداللہ شطاری کے مرید تھے انہوں نے مسافرت بہت کی تھی لوٹا انکا مٹکے کے برابر ہوتا تھا ایک عصا ہاتھ میں اور کندھے پر مصلا رکھکر پھرتے تھے اور بہت ہی ضعیف الجسم تھے شیخ محمد جنکا لقب محمد غوث ہے انہیں کے مرید مع اپنے بیس بھائیوں کے تھے کہتے ہیں کہ جب یہ پہلے روز مرید ہونے کو گئے حاجی حمید انسے بغلگیر ہوئے اور کہا آؤ شیخ محمد غوث کسی نے پوچھا کہ انکو بلا دریافت غوث کیوں فرمایا جواب دیا کچھ خوف نہیں ہے باپ اپنے بیٹے کا نام شاہ عالم رکھتا ہے اور شیخ ابوالفتح شاہ قاذن کے بیٹے تھے جب حاجی حمید کے ساتھ ہجوم خلایق بہت ہوا شیخ ابوالفتح کے پاس گئے اور انسے خلافت لی تاکہ وہ انکے پاس رجوع خلایق دیکھکر رنجیدہ نہوں اور اصل میں شاہ قاذن کے خلیفہ تھے کیونکہ شیخ ابوالفتح شجرہ میں شاہ ابوالفتح کا نام نہیں لکھتے ہیں اسی سبب سے شیخ ابوالفتح انسے رنجیدہ ہوگئے تھے۔ شیخ محمد غوث نے برسوں قلعہ کالنجر میں ریاضتیں کیں تھیں اور اسماء الہی کی دعوتیں کیں آخر کو خوب شہرت وقال و دولت حاصل ہوا اور نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ انکے معتقد ہوئے وفات انکی ۹۷۰ھ میں ہوئی مقبرہ انکا گوالیار میں ہے علما کا انسے انکار کرنیکا قصہ انکے بعض رسالوں میں مشہور ہے جنکو معراج نامہ کہتے ہیں واللہ اعلم۔ شیخ بہلول شیخ محمد کے بھائی تھے بادشاہ انسے معتقد تھا اس باعث سے بڑے مرتبہ کو پہنچ گئے تھے اور آخر کو میرزا ہندال کے ہاتھ سے شہید ہوئے مزار انکا قلعہ بیانہ میں ہے۔ ذکر میر سید عبدالوہاب ابن سید عبدالمجید بزرگ متبرک اور سن رسیدہ تھے۔ نقل ہے کہ یہ بچپن میں اپنے والد کے ساتھ غسل کرنیکو ایک حوض پر آئے پانی میں سے ایک شخص پیدا ہوئے اور انکو اپنے پاس گھسیٹکر غایب ہوگئے پھر ایک مدت دراز کے بعد پانی میں سے باہر نکلے انکے فیض اور علم کے بارہ میں نقل کرتے ہیں کہ انکے والد ایک دن ہدایہ کا جو فقہ کی کتاب ہے سبق پڑھارہے تھے اور یہ لڑکوں کے ساتھ وہیں کھیل رہے تھے انکے والد کو کوئی مسئلہ مشکل درپیش ہوا انہوں نے کھیل ہی میں جواب دیا کہ یہ مشکل یوں حل ہوگی اور بعد جوان ہونیکے مطالعہ و تدریس میں مشغول ہوئے ایک روز کتب خانہ میں جہاں ہر طرف کتابیں رکھی ہوئی تھیں اور

کہیں کہیں اوراق واجزا بکھرے ہوئے پڑے تھے یہ مطالعہ کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص جنکے چہرے سے
مردان غیب ہونیکی علامت ظاہر تھی انکی خلوت میں آئے اور کتابوں کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ کیا ہیں
اور انمیں مشغول رہنے سے کیا حاصل ہے انکے اس کہنے سے انکے دل میں ایک حالت پیدا ہوئی جس سے بے اختیار
ہوکر طاعت وعبادت الہی میں مشغول اور بحث ومباحثہ سے بالکل دست بردار ہوگئے وفات اُن کی
سنہ ۹۶۰ھ میں ہوئی اور انکا مزار سانورہ میں ہے۔ **ذکر میر سید عبد الاول** بن علاء الحسنی
حضرت سید محمد گیسو دراز کی اولاد میں سے کسی کے مرید ہیں بڑے دانشمند کل علوم عقلی ونقلی کے جامع
تھے اور اکثر علوم میں انکی تصانیف بھی ہیں چنانچہ صحیح بخاری شریف کی شرح جسکا فیض الباری
نام ہے انہوں نے ہی لکھی ہے اور علم فرائض میں سراجی کو نظم کرکے اُسپر ایک شرح لکھی اور ایک
رسالہ فارسی میں نفس کی معرفت کے بیان میں نہایت محققانہ طور پر لکھا ہے اور ایک مختصر کتاب
علم سیر میں بھی لکھی ہے جسکو سفر السعادۃ سے منتخب کیا ہے اور انکے علاوہ اور بہت کتابوں کی شرح
اور حواشی لکھی ہیں یہ بہت مسن ومعمر ہوگئے تھے اور بباعث ضعف پیری کے انکسار بہت ہوگیا تھا
ہر قسم کی کتابیں انکے پاس موجود تھیں انکے والد زین بدلاپور کے جو ایک قصبہ جونپور کے علاقہ میں ہے رہنے
والے تھے پھر وہاں سے دکن میں چلے گئے وہیں سید پیدا ہوئے اور وہیں انہوں نے تحصیل علم کیا اور بزرگ
صاحب عظمت ہوگئے پھر آخر میں گجرات میں تشریف لائے اور وہاں سے حرمین شریفین کی زیارت
سے مشرف ہوکے پھر احمد آباد سے بسبب بلانے خانخاناں محمد بیرم خاں شہید جنکو شفقت خلق
خدا پر اور درویشوں سے ازحد محبت تھی اور علما وفضلا کی تربیت میں باوجود اُس قدر ومنزلت
کے جو انکو حاصل تھی کوشش کرتے تھے دہلی میں تشریف لائے اور کچھ کم یا زیادہ دو سال دہلی میں زندہ
رہے وفات انکی سنہ ۹۶۸ھ میں ہوئی مزار انکا قلعہ دہلی کے باہر کوشک زرد کے پاس گور غریباں میں ہے رحمۃ
اللہ علیہ رسالہ معرفت نفس سے نقل ہے **فصل** جان تو کہ نفس ایک لفظ مشترک ہے کبھی نفس سے ذات اور
حقیقت شے مراد لیتے ہیں جیسا اس آیت شریف میں ہے **تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک**
اور کبھی نفس روح علوی کو کہتے ہیں جس سے کبھی نفس ناطقہ اور کبھی بخار لطیف سے مراد لیتے ہیں

جو دل میں بسبب حرارت غریزی کے اٹھتا ہی اور رگوں کے رستہ تمام اعضاء بدن میں پھیلتا ہی جیسے دو شخص ہمشکل ہوں لاغری اور فربہی اور قد و قامت میں ایک ظاہر جو بدن ہی اور دوسرا باطن جو نفس ہے بدن کی مثال ایسی ہی جیسے بدن پر کرتا اور نفس کی مثال ایسی ہی جیسے لکڑی کا دھواں جو کرتے کے تمام حصوں میں پہنچکر کرتے ہی کی شکل پر نکلتا ہی گویا بخار کا ایک آدمی انسان کے بدن میں قایم ہے اور یہ بخار بھی انسان ایک جاندار ہی کہ جسکے سبب سے بدن کی حس و حرکت ہی کیونکہ فی الحقیقۃ حس و حرکت کرنیوالا وہی ہے اور بھوکا ہونا اور پیٹ بھرنا اور حرص و خواہش اور کل نفسانی باتیں سب اُسی کے ساتھ قایم ہیں اور تصوف کے عرف میں لفظ نفس سے وہی مراد ہے **فصل** آیۃ کریمہ میں جو فرمایا ہی ثم انشاناہ خلقا الخ۔ انشاناہ سے مراد روح انسانی کا بھیجنا ہی بعد اُسکے کہ تھا وہ خالی دونوں روحوں سے اور حدیث صحیح میں جو وارد ہوا ہی کہ پھر بھیجتا ہے اللہ ایک فرشتہ کو چار باتوں کی ساتھ اس سے یہی مراد ہی جاننا چاہیے کہ اول ابتدا تعلق انسانی اور تمیز حیوانی کی ایکبارگی ہوتی ہی اور وجود انسانی بے حیوانی کے ممکن نہیں ہی اور نہ حیوانی کا وجود بے انسانی کے انسان میں کیونکہ بیشک تین چلہ گذرنیکے بعد روح انسانی ڈالی جاتی ہی اور اسیوقت بچہ شکم میں حرکت کرتا ہے اسی سبب سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہیں **فصل** روح انسانی بسبب نہایت صفائی و لطافت کے اس بدن ظلمانی کثیف سے کچھ مناسبت رکھتی تھی اور روح حیوانی کچھ صفائی رکھتی تھی اس سبب سے روح حیوانی کو اُس سے مناسبت ہوئی اور اسی سبب سے تعلق پکڑا پہلے چونکہ اپنی جگہ سے دور ہونیکے باعث سے بہت غمگین رہتی تھے مگر پھر آہستہ آہستہ روح حیوانی سے الفت پکڑنے لگی اور اپنے اُس اصلی مقام کو بھول گئے بعض روحیں نفس کے تابع ہو گئیں اور خراب گڑھوں میں گر پڑیں اور بعض نے نفس کو اپنا مرکب بنا کے ترقی و کمال کے وسیلے پیدا کئے مذہب تحقیق کے موافق روحیں مجرد ہیں آلات اور اعضا نہیں رکھتیں اور بدن کی ترکیب سے پہلے ترقی نکر سکتی تھیں **فصل** جب روح علوی ایک مدت تک پورے موثر اور مبدع کمال جلیت قدرتہ کے پاس رہتی ہیں اور نزدیکی و دانوشیت کی تاثیر اُسکے مناسب ہوتی ہی اور روح سفلی جو مقام بعد اور تاثر میں واقع ہوئی ہے اُسکا متاثر ہونا انوثیت

مذکورۂ سے اُسکی لایق ہوتا ہی پس دو روحوں کے ملنے سے ایک شئی پیدا ہوئی جسکو قلب کہتے ہیں اور یہ
ذو الوجہین اور منقلب ہے ایک وجہ ماں کی طرف رکھتا ہی اور ایک وجہ باپ کیطرف جاننا چاہیے کہ محسوسات
کا ادراک کرنیوالا نفس ہے اور معقولات کی ادراک کرنیوالی روح ہی اور اُن چیزوں کا جو معقول و
محسوس سے مرکب ہیں ادراک کرنیوالا قلب ہے پس چاہیے کہ اُس چیز کا ادراک کرنیوالا کہ جو نہ محسوس ہے
اور نہ معقول یعنی ذات باری جل شانہ کوئی اور ہو چنانچہ اسواسطے اُس جل شانہ نے ایک اور چیز سب سے
زیادہ صاف و لطیف بھی جو قلب سے تعلق رکھتی ہے اور اُسکو سر کہتے ہیں اور اُس سے بڑھکر لطیف و
پاکیزہ ایک اور لطیفہ بھیجا اور اُسکو سر سے متعلق کیا جسکو خفی کہتے ہیں خداوند تعالی کی ذات پاک کا
کشف خفی کی آنکھ سے ہوتا ہی چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے وفی الخفی انا یعنی خداوند تعالی فرماتا ہے
کہ خفی میں میں ہوں احتمال ہی کہ یہ تمام لطیفے روح علوی کے ساتھ ہر فرد انسانی میں رکھے ہوئے ہونگے اور
بسبب نفس کے ظلمتوں اور بد صفاتیوں کے پوشیدہ ہوگئے ہوں اور نفس کے پاک کرنے اور قلب کے صاف کرنے
اور روح کے روشن ہونیکے بعد پھر ظاہر ہو جائیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ تجلیہ روح کے بعد پھر نئے سر سے فائض
ہوئیں اللہ تعالی ہر شئے پر قادر ہے جبکہ لطائف مرتبہ معلوم ہو چکے تو جاننا چاہیے کہ حضرت سرور کائنات
کی روح مبارک کل روحوں کی باپ اور کل نوروں کی کان ہی اور کل موجودات کا منشا یعنی جائے
پیدائش ہی پس تمام لطائف مذکورہ کو کالبد فرض کرنا چاہیے اور روح حضرت کو سبکی جان حضرت
کی روح کا تعلق و تصرف تمام روحوں اور لطیفوں میں ایسا ہی جیسے روح علوی کا تعلق و تصرف بدن اور
تمام لطائف میں بلکہ تمام موجودات تحت تصرف میں اُس روح پاک کے ہیں اور ارباب شہود نے جو بیان
کیا ہے کہ روح انسانی کے علاوہ روح قدسی ہے یہ اُسی روح کی طرف اشارہ ہی صلے اللہ علیہ وسلم

فصل روح انسانی و حیوانی اور قلب بدن میں ایک جز حقیقی ہیں دوسرے بدن کے خلاف لیکن
سر اور خفی ظاہر ہے کہ ہر ایک انمیں سے ایک روح و مادہ ہے وحدت و جزئیت کی صفت کے ساتھ
کل بدنوں اور نفسوں اور ارواح انسانی متعلق ہے ہو اور سب میں متصرف روح کے بہت سے
بدنوں سے متعلق ہونیکا بیان آسان ہے مثلاً نفس انسانی بدن اور تمام اعضا و اجزا

میں متصرف ہی ہمنے فرض کیا کہ ایک نفس بہت قوی ہی جیسے کہ بدن میں تصرف کرتا ہی ایسے ہی گھر میں بھی تصرف
کرتا ہی اسطرح سے شرقی دیوار کو غربی کو شرقی کر دیتا ہی اور اسی طرح سے ایک نفس ایسا قوی ہی جو تمام
شہر میں تصرف کرتا ہی اور تمام شہر بمنزلہ اسکے اعضا کے ہی ایسے ہی ایک نفس تمام اقلیم میں ور ایک نفس
تمام روئے زمین میں اور ایک نفس تمام عناصر میں ور ایک نفس تمام افلاک میں تصرف کرتا ہی مثلاً
جبرئیل علیہ السلام کی روح کہ بدن انکا مجموعہ آسمانوں و عناصر کا ہی اور ساتوں آسمانوں کو گھیرے
ہوئے ہے اسی سبب سے انکا مقام سدرۃ المنتہے ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے اور یہیں سے ثابت ہی
کہ جب یوسف علیہ السلام کو کوئیں میں ڈالا جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بچا میرے بندے کو یوسف علیہ السلام
ہنوز کنوئیں کی تہ تک نہ پہنچے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام نے انکو ہاتھ میں لیلیا اور آسانی کے ساتھ
نیچے اوتار دیا پس جبرئیل کو کیوں نہیں کہتے کہ سات ہزار برس کے رستہ کو کیونکر ایک لحظہ میں طے کر لیا
اور کنوئیں میں پہنچگیے بلکہ تمام آسمان و عناصر انکے ہاتھ میں انکا تصرف عالم میں ایسا ہے جیسے ایک شخص
کا تصرف اسکے ہاتھ پاؤں اور اعضا میں گویا کہ جبرئیل علیہ السلام کی گردن کے ہار میں سے موتی بکھر گئے
تھے جو سینہ تک بھی نہ پہنچا تھا جو ہاتھ میں لیلیا ایسے ہی عزرائیل علیہ السلام کی روح ہے جسکے اعضا
تمام روحیں ہیں ور انکا تصرف روحوں کے قبض کرنے میں ایسا ہی جیسے آدمی کا تصرف اپنے اعضا میں
ان معنوں کا تصور بنیاد ہے معجزات انبیا و کرامات اولیا کے اثبات کی یعنی ولی و نبی کا نفس ایسی
قوت پاتا ہی کہ خارج بدن میں تصرف کرتا ہی اسی طرح سے کہ جیسے اپنے بدن میں پس جونکہ روح مقدس
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام عالم کی جان ہے اسی سبب سے تمام اجزاء عالم میں متصرف ہی یہیں سے
ثابت ہی کہ قمر کو جو اشارہ کرکے شق کیا گویا اپنے ناخن کو کتر دیا **فصل** جونکہ انتہا سلسلہ ارواح
و لطائف کی آنحضرت کی روح مقدس پر ہوتی ہے اور وہ روح مقدس کل روحوں کی جان سے
ایک مرتبہ اوپر ہے اور وہ حضرت جل و علا ہے جو آنحضرت کی بمنزلہ روح و جان کے ہی ~~
حق جان جہان ست و جہاں جملہ بدن ؛ افلاک و لطائف چہ قوائی این تن ؛ افلاک و عناصر
و موالید اعضا ؛ توحید ہمیں است و دگر حیلہ و فن **فصل** جاننا چاہئے کہ نسبت ہمنی تصرف

حضرت حق سبحانہ کی جمیع ذرات عالم کے ساتھ برابر ہے اور ہر ذرہ آئینہ اور مظہر ہے اُس حضرت کے
جمال باکمال کا باوجود اسکے ندا اور خطاب کے وقت دل صنوبری کیطرف توجہ کرنا اس بنا پر ہے کہ دل
معدن ہے روح حیوانی کا اور باقی لطائف روح حیوانی سے متعلق ہیں پس دل کی طرف توجہ
کرنا گویا تمام لطایف کیطرف توجہ کرنا ہے اور بہرحال دل کی طرف توجہ کرنا موجب ہے دروازہ کے
کھلنے کا اور پیش خیمہ ہے کشف لطائف کا پھر اسی ترتیب پر آخر تک مشاہدہ انوار قدسیہ و تجلیات صفات
حق سبحانہ تعالیٰ کا ہوتا ہے اسی سبب سے کہتے ہیں کہ قلب صنوبری ایک راہ ہے جسمیں سے غیب کے
عالموں اور مراتب جبروت ولاہوت کا مشاہدہ ہوتا ہے ؎ پر تو حسنت نگنجد در زمین و آسمان
در سینہ حیرانم کہ چوں جا کردۂ ؛ **فصل** اس مقام پر ایک لطیفہ میری خاطر میں گذرا ہے
بادشاہوں کے تین مقام ہوتے ہیں اول وہ عمارت وسیع وکشادہ ہوتی ہے کہ جسمیں تمام لشکر حاضر
ہوں اور وزراء و کارکن ہر ایک اپنے اپنے موقع پر بیٹھیں اور حل و عقد اور عدل و انصاف اور فیصل
و مقدمہ اور عزل و نصب اور لین دین اور حساب کریں دوسرا مقام متوسط ہوتا ہے جسمیں بادشاہ
خاص خاص لوگوں کے ساتھ دربار کرتے ہیں عام لوگوں کے جانیکی وہاں اجازت نہیں ہوتی اور اُس
مجلس کے شریک ہونے والے اپنے حقوق خدمت کے موافق کھڑے رہتے ہیں اور طرح طرح کی عطیوں
اور انعاموں سے مشرف ہوتے ہیں اور تقرب خاص کی دولت سے فیض حاصل کرتے ہیں
تیسرا مقام وہ حرم خاص ہے جہاں بادشاہ خلوت فرماتا ہے اور کسی خاص و عام بیگانہ و یگانہ کو وہاں
قدم رکھنے کی مجال نہیں ہوتی پس بحکم الظاهر عنوان الباطن بادشاہوں کے بادشاہ جلت عظمتہ
کے بھی تین مقام ہیں اول عرش عظیم جہاں سے عوام و خواص سب کو فیض ہے اور وہی دیوان ہے رزق
مومن و کافر و وحوش و طیور اور مادہ وجود و بقاء کل حیوانات و نباتات اور معادن اور
تمام لطائف و بسائط و مرکبات کا ہے اور چونکہ عرش تمام عالم کے اوپر ہے اور عام خلایق
اسکے مطالب عرش سے فایض ہوتے ہیں لہذا کل آدمیوں کا اندرون و بیرون کی طرف متوجہ ہوتا ہے
اور آسمان کی طرف دعا و مناجات کیوقت سر اٹھاتے ہیں دوسرا مقام کعبہ شریف ہے کہ جہاں

خاص مخلص مومنوں کے سوا اور کسی کو دخل نہیں ہے اور انکو وہاں طرح طرح کی عطائیں اور بخششیں نصیب ہوتی ہیں اور پچھلے گناہوں کے بخشے جانیکی فضیلت سے مشرف ہوتے ہیں اور حضرت ذوالجلال والاکرام کے قرب کی فضیلت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ کفاروں کا اسجگہہ کچھ حصہ نہیں ہے تیسرا مقام قلب ہے بندہ مومن کا فرمایا اللہ تعالیٰ نے لا یسعنی ارضی و لا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن اور آیتہ کریمہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ان تینوں مقاموں کی طرف اشارہ ہے تاویل اس آیہ کی اسطرح ہے بسم اللہ متجلی ہے عرش قلب مومن پر ساتھ عزت و وحدت کے الرحمن متجلی ہے عرش عظیم پر رحمۃ کے ساتھ جو شامل ہے ہر عام کو رحیم تجلی کرتا ہے عرش کعبہ شریف پر رحمۃ خاصہ کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے اور ذکر سہ رکنی جو مشہور ہے کہ قبلہ کیطرف مُنہ کر کے بیٹھے اور تین بار کہے اللہ اور سامنے اور اوپر کی جانب اور دل کی طرف اشارہ کرے اس سے یہی تینوں عرش مراد ہیں واللہ علم

ذکر شیخ علی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان المتقی القادری الشاذلی الچشتی رحمۃ اللہ علیہ

انکے والدین جونپور سے تشریف لائے تھے اور تولد انکا برہانپور میں ہوا تھا اور بچپن ہی میں سات یا آٹھ سال کی عمر میں والد اور بھائی کے ساتھ شاہ باجن چشتی کیخدمت میں جاکر مرید ہوئے پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد انکے والد فوت ہو گئے اور یہ بسبب مقتضائے طبیعت بشری کے عیش و لذت جسمیہ میں مشغول ہوئے اور جوانی ہی کے دنوں میں کسی بادشاہ کیخدمت میں ملازم ہوکر منادو میں آئے اور کچھ مال و اسباب دنیا جمع کیا انہیں دنوں میں جذبہ عنایت و ہدایت نے کشش کی اور دنیا کی حقارت اور فنا انکی نظر میں جم گئی تب شیخ عبدالحکیم بن شاہ باجن کی خدمت میں گئے اور انسے خرقہ خلافت مشایخ چشتیہ کا پہنا اور چونکہ انکی اصل پیدایش و وجود میں عالی ہمتی اور تقویٰ و ورع غالب تھا اس سبب سے ملتان کی طرف سفر کیا اور شیخ حسام الدین متقی علیہ الرحمۃ کیخدمت میں پہنچکر انکی امداد سے راہ سلوک طریقت و تقویٰ طے کرنا شروع کیا اور دو برس میں تفسیر بیضاوی اور عین العلم انکے پاس مطالعہ کیں اور تقوی کا نوشہ دو سال اور توفیق کی سواری لیکر حرمین شریفین کی زیارت کا قصد کیا اور وہاں شیخ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ سے جو بالاتفاق ولی تھے صحبت رکھی اور

انکے شاگرد ہوئے اور انکے سوا اور جو مشائخین و علما وہاں رہتے تھے سب سے ملکر فائدہ حاصل کیا وہیں ایک
بزرگ تھے جنکو شیخ محمد بن محمد بن محمد السخاوی کہتے تھے اُنسے خلافت قادریہ اور شاذلیہ کا خرقہ پہنا جو حضرت
شیخ قطب الوقت نورالدین ابوالحسن علی الحسن الشاذلی پر منتہی ہوتا ہے اور سلسلہ مدینہ جو حضرت شیخ ابو مدین
مغربی پر منتہی ہوتا ہے اُسکا بھی خرقہ پہنا اور مکہ معظمہ میں مقیم ہوئے اور عالم کو اپنے انوار طاعات و مجاہدات
اور علوم دینیہ کے فیضان سے معمور و مستفید کیا اور علم حدیث و تصوف میں کتابیں تصنیف کرنے میں
مشغول ہوئے انکی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا علم بغیر توفیق کامل و برکت شامل کے حاصل
نہیں ہوسکتا یا یہ کمال مرتبہ استقامت و رسوخ درجہ ولایت سے پیدا ہوتا ہے اور جوامع کبیر اور جامع
صغیر اور جمع الجوامع شیخ جلال الدین سیوطی کو جسمیں حدیثیں حروف تہجی کی ترتیب سے تھیں فقہ کی ترتیب سے
باب و فصل کرکے لکھا ہے فی الحقیقۃ اُس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کیسا بزرگ کام کیا ہے
اور کیسے تصرفات دکھلائے ہیں پھر دوبارہ اُسمیں سے مکرر حدیثوں کو الگ کرکے ایک تہذیب پاکیزہ
طرز میں رقم کیا ہے کہتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن البکری فرماتے تھے کہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام
عالم پر احسان کیا ہے اور متقی کا اُنپر احسان ہے اور انکے علاوہ اور بہت سی کتابیں اور رسایل
تصنیف کیے ہیں جو سالکان طریقت اور طالبان آخرت کیواسطے سرمایہ وقت اور یادگار حال
ہیں تمام تصانیف اُنکی کل چھوٹی و بڑی عربی و فارسی کی سو سے زیادہ ہیں پہلی تصنیف انکی رسالہ
تبیین الطرق ہے جسکے تصنیف کرنیکے واسطے انکو غیب سے الہام ہوا تھا دوسرا مجموعہ حکم کبیر ایک کتاب ہے
جسمیں کل کتب تصوف کا خلاصہ شامل ہے اپنے دوستوں سے فرماتے تھے کہ ہمارے سمجھنے کی ایک کتاب کے لیے
یہ علامت ہی کہ جہاں مشکل ہو اُسکو دریافت کرو اور اس علم کا جو مسئلہ پوچھیں اُسکا جواب دو اور آخر
وقت تک حدیثوں کی ترتیب و تفصیل میں مشغول رہے یہانتک کے اُسوقت میں بمقتضائے عادت
بشری ملنا تک ممکن نہیں ہوتا اور یہ دن رات حدیث ہی کی کتابوں کی تالیف و تصنیف میں مشغول
رہتے اور اُنہیں کی صحت و مقابلہ کیا کرتے تھے کہتے ہیں کہ یہ باریکیوں کے سمجھنے اور معانی و نکتوں
کے نکالنے میں اس مرتبہ کو پہنچے ہوئے تھے کہ بڑے بڑے علما اُس شہر کے سوائے حیران ہوتے اور

تحسین و آفرین کہنے کے اور کچھ نہ کہہ سکتے تھے شیخ ابن حجر جو اپنے زمانہ کے بڑے فقیہ اور عالم علماء مکہ میں تھے ابتدا زمانے میں شیخ کے استاد تھے اگر کسی حدیث کے معنوں میں متردد ہوتے تو شیخ کو لکھ بھیجتے کہ یہ حدیث جمع الجوامع کے کونسے باب میں مرتب کی ہے پھر اسپر قیاس کرکے اُسکے معنے سمجھ جاتے تھے اور بارہا اپنے تئیں شیخ کا شاگرد کہتے تھے اور آخر میں مرید ہوگئے اور خلافت کا خرقہ پہنا علی ہذا القیاس اُس زمانے کے کل مشایخ و علما انکے کمال و ولایت کے مقر تھے اور انکی تعظیم و تکریم میں اعانت کرتے تھے اور اب تک بھی اُس ملک کے لوگ جیسے کہ مشایخین سلف کو یاد کرتے ہیں انکو بھی یاد کرتے ہیں قطع نظر تصنیف کتب و نشر علوم وغیرہ کے جو علماء ظاہر کو بھی مشقت کے بعد حاصل ہوجاتا ہے مجاہدے اور ریاضتیں بہت کرتے تھے اور کرامتیں اور حسن اخلاق و محامد اوصاف اور رعایت آداب ظاہر و باطن اور تقوی و پرہیزگاری جو اُنسے نقل کرتے ہیں انکے کمالات باطنی و احوال حقیقی پر کافی دلیل ہے۔ رحلت کے دن مشایخین سے اپنی صحبت کا کچھ تھوڑا سا حال لکھا ہے اُسکا نسخہ جو خاص اُنہیں کے خط شریف سے نقل کیا گیا ہے یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم والسلام علی سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم و آلہ اجمعین ۔ یہ وہ ہے جسکی وصیت کرتا ہے بندہ محتاج فقیر خداوند تعالی کی طرف علی بن حسام الدین مشہور بمتقی دنیا سے اپنے نکلنے اور آخرت میں داخل ہونیکے دن یہ فقیر جب بچہ تھا تب والد رضی اللہ عنہ نے شیخ اجل باجن چشتی رضی اللہ عنہ کا مرید کردیا تھا اور اُنکا طریقہ وجد و سماع و صفا و ہیجان کا تھا پس جب میں سن تمیز کو پہنچا اور حق و باطل کی خبر ہولی اُنہیں کو میں نے اپنا شیخ رکھا اور اُنہیں کے قول پر عمل کرنے کو راضی ہوا کیونکہ مشایخین کا قول کہ لڑکا جب مرید کردیا جائے تو اسکو بعد بالغ ہونیکے اختیار ہے چاہے اسی شیخ کو اپنا شیخ رکھے اور چاہے اور کوئی شیخ بنالے میں نے اُنہیں کو اپنا شیخ رکھا بسبب والد کی موافقت کے کیونکہ اُنہوں نے انکو میرا شیخ بنایا تھا پس جب میرے والد اور شیخ کا انتقال ہوگیا تب میں نے مشایخین خاندان عالیہ چشتیہ بہشتیہ کا خرقہ حضرت شیخ عبدالحکیم بن شیخ باجن سے پہنا پھر میرا قصد ایسے شیخ کی صحبت میں رہنے کا ہوا جو مجھکو وہ مشکلیں حل کرائے جو حق تعالی کے راستہ میں درپیش ہیں تب میں نے شہر ملتان کا قصد کیا اور وہاں شیخ عارف باللہ

حسام الدین متقی کی صحبت میں چند سال رہا پھر وہاں سے حرمین شریفین کی طرف سفر کیا اور شیخ ابوالحسن بکری
قدس سرہ کی صحبت میں رہا اور اُن سے خرقہ قادریہ اور شاذلیہ اور مدینیہ حاصل کیا اور یہی تینوں خرقے پہنے شیخ
محمد بن محمد بن محمد السلاوی سے اور یہی سُنا گیا ہے کہ اُنھوں نے اپنی رحلت کے وقت ایک رقعہ میں کچھ لکھکر
اپنے کسی مخلص کو سپرد کیا تھا پھر اُن کی رحلت کے بعد اُسکو دیکھا تو یہ مضمون تھا۔ اے میرے بھائیو جانو تم
خدا تمپر رحم کرے یہ کہ میرے پاس ایک امانت تھی اسی شان سے بس میں نے اُس کو خدا کے حکم سے جس کو دینی تھی
دیدی سمجھا جو سمجھا والسلام۔ ان کی خیر و برکت و کمالات کی ایک بہت بڑی نشانی ان کے خلیفہ اور دوست
حقیقی ہیں جو دائرہ استقامت کے مرکز اور فلک ولایت کے قطب ہیں اور باتفاق کل مشائخین و فقرا اُس
ملک کے مقام ولایت کبریٰ میں جلوہ افروز ہیں لوگ اُن سے تبرک حاصل کرتے ہیں یعنی شیخ کامل عارف باللہ
عبدالوہاب بن ولی اللہ المحب الحنفی الچشتی القادری سلمہ اللہ وابقاہ اُن کے ذکر کے بعد کچھ تھوڑے سے اُن کے مناقب
و اوصاف کے ساتھ اس کتاب کو آراستہ و مزین کیا جاتا ہے انشاء اللہ شیخ کا جو کچھ حال لکھا جاتا ہے وہ
انھیں سے سُنا گیا ہے مگر الاماشاء اللہ فرماتے تھے کہ جب وہ شیخ الاسلام کی خدمت میں ملتان میں رہتے تھے تو
شیخ الاسلام خود اپنے سر پر کتابیں رکھکر اُن کے حجرے میں آتے تھے اور اندر آنے کی اجازت چاہتے تھے
اور یہ خلوت میں رہتے تھے وہ فرماتے تھے حسام الدین آیا ہے کیا حکم ہے ایک دو دفعہ اسیطرح کہتے تھے
کہ حضرت حجرہ کھول دیتے وہ بیٹھ جاتے اور تفسیر بیضاوی کا مذاکرہ کیا کرتے اور تنی ہی دیر کہ شیخ کا وقت فرصت
دیتا اور اگر دروازہ نہ کھولتے تو وہ واپس ہو جاتے تھے پھر تھوڑے دنوں کے بعد اُسی ملک میں کہ جو نیکوں
کے رہنے کی جگہ ہے سیر کرتے تھے اور جو مقام جس جگہ اچھا معلوم ہوتا وہیں تھوڑے دنوں عبادت میں مشغول
ہوتے تھے۔ فرماتے تھے سفر میں وضع اُن کی یہ تھی کہ دو تھیلے بنا لیے تھے ایک میں اسباب خورد و نوش اور اُس
کے متعلق حاجت کی چیزیں مثل چانول و ماش علیحدہ علیحدہ ہوئے اور روغن اور تیل اور نمک اور برتن وغیرہ لکڑیاں
جو خود ہی جنگل سے چنتے تھے ان سب چیزوں میں سے تھوڑا تھوڑا سا رکھتے تھے اور جو دو تین دن کا کھانا ہوتا
تھا اُس کو تین چار دن کرتے تھے اور مسجد میں نہ اُترتے تھے بلکہ مکان کرایہ کو لیکر ٹھیرتے تھے اور چقماق سے
آگ نکالتے اور پانی کی چھاگل جس میں ایک مشک پانی بعد فارغ ہونے کھانے وغیرہ سے بچتا تھا اپنے پاس رکھتے

تھے تاکہ اگر غسل کی ضرورت ہو تو موجود رہے اول پانی کو صاف کرکے برتن دھوتے تھے اور پھر اپنے ہاتھ سے
پکاتے تھے اور کبھی کسیکو کوئی خدمت نفرماتے تھے اور خدا سے عہد کرچکے تھے کہ غیر سے مدد نہ مانگوں گا اور جو کام
اپنے سے ہوسکتا تھا کسی اور سے نہ فرماتے تھے اور اگر کوئی ایسی ہی سخت ضرورت ہوتی تو اول کچھ اُس کو دیتے
پھر خدمت کو فرماتے تھے اور دوسرے تھیلے میں قرآن شریف اور چند ضرورت کی کتابیں رکھتے تھے ایسی نہایت نزاہت
وصفا و تجرید کیساتھ سفر میں بسر کرتے تھے اور اگر کوئی خدمت میں رہنے کا التماس کرتا قبول نکرتے تھے پھر وہاں سے
گجرات میں تشریف لائے وہاں کی سلطنت اُس وقت سلطان بہادر کے تصرف میں تھی اُن کو بسبب سننے کمالات
و اوصاف حضرت کی زیارت کا شوق ہوا چاہا کہ خدمت میں حاضر ہوں مگر آپ نے قبول نہ کیا اُس زمانہ میں حضرت
کی ایسی حالت تھی کہ جس گوشہ میں جاتے تھے خلقت پیچھے پیچھے ہوتی تھی جیسے شمع پر پروانے گرتے ہیں اور وہ
حجرہ کو خلائق سے بند کرکے بیٹھتے تھے اور کسی کو اپنے پاس آنے ندیتے تھے۔ جب سلطان بہادر کا شوق حد سے
درگذرا قاضی عبداللہ سندھی کو جو صاحب علم و تقوی و صلاحیت تھے اور بسبب گردش زمانے کے اپنے اہل و عیال
کے ساتھ مدینہ منورہ کی سکونت کے قصد سے نکل کر تھوڑے دن کے واسطے گجرات میں ٹھیرے تھے اور شیخ سے
محبت و اعتقاد بہت رکھتے تھے عرض کرنے لگے کہ سلطان بہادر کا التماس ایکدفعہ حاضر ہونے کا ہے قبول فرمالیجے
اور اگر چاہیں تو کلام نہ کریں ہم لوگ موجود ہوں گے اُن کو باتوں میں مشغول کرلیں گے اور خوش کردیں گے فرمایا
میں اُس کو کیونکر دیکھوں کیونکہ اُس کے لباس وغیرہ کی وضع خلاف ہے پھر میں کیونکر دیکھ سکتا ہوں اور دیکھنے کے
بعد ضروری ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروں اُنہوں نے عرض کیا کہ حضور جو چاہیں سو فرماویں اور کریں اُسکو
ایکدفعہ حاضر ہونے کی بڑی آرزو ہے آخر کو جب سلطان بہادر خدمت میں حاضر ہوا جو کچھ چاہیے تھی نصیحت فرمائی دوسرے
روز سلطان نے ایک کروڑ تنکہ سکہ گجراتی نذر بھیجا حضرت نے وہ سبکا سب قاضی عبداللہ کو عنایت کردیا اور فرمایا کہ اس
ملاقات کے باعث اور اس نذرانہ کے سبب تم تھے لہذا یہ مبلغ بھی تم ہی سے متعلق ہے۔ فرماتے تھے میرے شیخ کا طریقہ طالبوں
کے تربیت و ارشاد کرنے میں یہ تھا کہ طالب کو ظاہر میں جس حالت پر وہ ہوتا چھوڑ دیتے تھے اور خود اُس کے باطن کی
تربیت کی طرف متوجہ ہوتے تھے اس طرح کہ اُسکو اسکی کچھ خبر نہوتی تھی یہانتک کہ ایک مدت کے بعد اُسکو معلوم ہوتا تھا
کہ میں کہاں پہنچا ہوں ایسے ہی فقیر بھی جب اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو دو برس تک کچھ معلوم نہوا کہ وہ مجھ سے کچھ

بھی متوجہ ہیں اور نہ کچھ ذکر و مجاہدہ فرمایا اور اگر کسی وقت کام کو فرماتے تو یہی کتابت و مقابلہ اور تصنیف و تالیف ہوتا
تھا۔ اور کمال اُس شخص کا یہ تھا کہ وہ اپنا کام کرواتے تھے اور خود اُس کا کام کرتے تھے یہانتک کہ دو برس کے بعد میں نے
جانا کہ میں اب وہاں نہیں ہوں جہاں پہلے تھا میں اب اور جگہ ہوں جس کو میں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ فرماتے تھے مشائخ
کا مریدوں کو رستہ پر چلانا دو قسم ہے بعضے مشائخ طالب کو پہلی وضع سے نکال کر کچھ اور کام فرماتے ہیں اور یہ طریقہ
بہت مشکل ہے خاص کر ابتدا میں اور بعضے مرید کو اُسی حال میں چھوڑ دیتے ہیں اور خود اُس کے کام میں مشغول
ہوتے ہیں اور اُسکی بُرائیوں کو بدل دیتے ہیں یہانتک کہ رفتہ رفتہ اُس میں نور اور صفائی پیدا ہو جاتی ہے اور
وہ مقصود تک پہونچ جاتا ہے یہ طریقہ بہت آسان ہے فرماتے تھے اکثر اُن کے اوقات علم کے پھیلانے میں صرف
ہوتے تھے کتابوں اور اسباب کتابت کے دینے میں بہت مدد فرماتے تھے اور سیاہی بھی اپنے ہی ہاتھ سے درست
کرتے تھے اور طالبعلموں کو دیتے تھے اور جو کتابیں ملک عرب سے ہاتھ لگتی تھیں اُن کے بہت نسخہ نقل کر کے لوگوں کو دیتے
تھے اور جن شہروں میں وہ کتاب نہوتی تھی وہاں بھیجتے تھے۔ فرماتے تھے مجلس درس میں جب طلبا بحث کرتے
وہ خاموش رہتے تھے اور کچھ نبولتے تھے مگر جب ضرورت ہوتی تو ایک کلمہ ایسا فرما دیتے کہ جانبین میں سے کسی کو اُس کے
نفی و اثبات کی دلیل نہوتی تھی سُن کر کچھ کہہ نہ سکتے تھے اور کتب حقائق و اسرار توحید میں اور مثل اُس کے کلمات
شطحیات تصوف بھی فرماتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ کھانے میں آپ کا حصہ بجز اسم عبودیت کے قائم رکھنے اور حفظ تتمہ
بشریت کے اور کچھ نہ تھا چند مثقال کھانا شوربے میں ڈالکر کھاتے پھر اُس میں سے بھی اوروں کو بخشش فرماتے
تھے جو چکھنے سے زیادہ نہوتا تھا۔ فرماتے تھے آپ کا ایک خادم کمال نام تھا بہت ہی بدخلق اور بے ادب جا بجا
کر بیٹھتا اور جو جی میں آتا کہدیتا اور حضرت اُسکو بہت دوست رکھتے اور اُسکی سب بداخلاقی کو تحمل کرتے تھے ایک دن
شوربا پکا کر لایا جس میں نمک بحد ہو گیا تھا آپ نے جب اُس کو چکھا کچھ نفرمایا کہ ایسا کیوں کیا ہے فقط اتنا فرمایا کہ
کمال میرے پاس بیٹھ جاؤ اور شوربے کا پیالہ اُٹھا کر اُن کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ تھوڑا سا اس میں سے چکھو اور
دیکھو کہ کیسا تلخ ہے کھایا تک نہیں جاتا چونکہ اُس کی خرابی کمال کو معلوم تھی انکار نکر سکے اور سختی کے ساتھ کہنے
لگے کہ ہاں کچھ تلخ ہے خیر اچھا ہے کچھ ڈر نہیں کھاؤ پانی لے آؤ جب پانی آگیا شوربے میں ڈال لیا اور جو کچھ منظور
تھا کھا لیا اُسی درمیان میں ایک فقیر نے دریافت کیا کہ زمانہ جوانی میں آپ نفل کس قدر پڑھتے تھے۔ فرمایا جوانی

میں آپ بہت نفل پڑھتے تھے اور بڑھاپے میں اکثر ذکر خفی کی عبادت کیا کرتے تھے اور علوم دین کی کتابوں کی تصنیف
کرنے میں مشغول رہتے تھے باوجودیکہ تمام رات بسبب عارضہ ادرار البول کے جو ضعف پیری سے تھا بارہ دفعہ پیشاب
کے واسطے اُٹھتے تھے اور ہر بار وضو کرتے اور جتنی خدا کو منظور ہوتا نماز پڑھتے دو رکعتیں یا چار رکعتیں یا زیادہ۔
فرماتے تھے کہ ابتدا سال میں جب لکھنے کی طاقت تھی تو اپنی قوت بسری کتابت ہی کی اُجرت سے کرتے تھے اور بیوہ
عورتوں کے پاس جب پہونچتے تو اُن سے قرض لے کر اپنی ضروریات میں صرف کرتے تھے اور جب کہیں سے فتوح
ہاتھ لگتی تھی تو اُس قرضہ کو ادا کر دیتے تھے اسواسطے کہ قرضہ کے ادا کر دینے میں وسعت ہے اور کبھی کبھی فتوح کا مال
جو غالب گمان ہے کہ حلال ہی کا ہوتا ہوگا صرف کرتے تھے اور آخر میں پیروں کا عُرس بھی نقد ہی پر مقرر کر دیا تھا
جتنے دام کھانے پینے میں خرچ ہوتے تھے وہ فقرا کو تقسیم کر دیتے تھے اور ہر ایک پوشیدہ طور سے جو کچھ مناسب وقت ہوتا
عنایت فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ کھانے کی مجلس کرنی اور لوگوں کا اژدحام ہونا تکلفات سے خالی نہیں ہے
فرماتے تھے کہ ایک وزیر نے حضرت کو ضیافت کی تکلیف دی اور عرض کیا کہ ایک بار میرے مکان میں تشریف
لے چلیں تا کہ اُس میں برکت پیدا ہو فرمایا مجھکو معذور رکھو میں یہیں سے دعا کرتا ہوں خدائے تعالی تمہارے
ہاں برکت دے جب اُنہوں نے بہت اصرار کیا حضرت نے فرمایا اچھا کل آوں گا مگر تین شرطوں سے ایک تو یہ کہ
جہاں میں چاہوں گا وہیں بیٹھوں گا کچھ تکلف نہ کرنا کہ اونچا بیٹھوں یا صدر جگہ بیٹھوں اُنھوں نے عرض کیا کہ ایسا
ہی ہوگا جو جگہ آپ کو پسند ہو وہیں بیٹھیے گا فرمایا دوسرے یہ کہ جو مجھکو اچھا معلوم ہوگا وہی کھاؤں گا یہ تکلف
نکرنا کہ یہ کھائیے یا وہ کھائیے اُنہوں نے عرض کیا کہ ایسا ہی ہوگا جو آپ کو منظور ہو وہی نوش کیجے گا تیسرے یہ کہ
جب میں چاہوں گا اُٹھکر چلا آوں گا یہ تکلف نہ ہو کہ ایک ساعت اور ٹھیریئے اُنہوں نے یہ سب شرطیں قبول کیں
وعدہ فرمایا کہ کل آوں گا انشاء اللہ تعہ جب کل ہوئی روٹی کا ٹکڑا جو ہمیشہ گردن میں لٹکائے رکھتے تھے اُتار کر رکھ دیا اور
تنہا اُن کے مکان میں تشریف لے گئے اور در کے نزدیک بیٹھ گئے اُنہوں نے اُس مقام کو نہایت آراستہ و پُر
تکلف فرش وغیرہ سے مزین بادشاہوں کے لائق تیار کیا تھا ان سے عرض کیا کہ یہاں تشریف رکھیے آپ نے
فرمایا کہ کیا یہ شرط نہیں تھی کہ جہاں میں چاہوں گا بیٹھ جاؤں گا وہ بہت شرمندہ ہوئے اور کچھ کہ نسکے پھر کہنے لگے
وقت بہت تنگ ہو گیا ہے جلدی سے کھانا لگاؤ حضرت نے وہی روٹی کا ٹکڑا جو اپنے ساتھ لائے تھے کھانا شروع کیا

اُنھوں نے التماس کیا کہ یہ کھانے نوش کیجیے فرمایا شرط یہ تھی کہ جو مجھکو اچھا معلوم ہوگا وہی کھاؤں گا پھر اُٹھ کھڑے ہوئے
اور وداع کر کے فرمایا شرط یہی تھی کہ جب میں جا ہوں گا چلا آؤنگا والسلام فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں آپکے
زمانۂ حیات میں ملک مغرب سے دو شخص باپ بیٹے نہایت مرتاض و عابد آکے بیٹھے دس یا پندرہ روز میں روزہ
افطار کرتے تھے اور باپ تین یا پانچ روز کے بعد شیخ نے جو اُن کی تعریف سُنی اُن کی ملاقات کا قصد کیا اُندنوں میں
ضعف بہت تھا اپنے پیروں سے چل نسکتے تھے فرمایا اگر کوئی مجھکو اپنے کندھے پر سوار کر کے لیجا سکے تو میں چلوں
آخر ایک شخص طاقت وار پر سوار ہوئے اور دونوں صاحبوں کی خدمت میں تشریف لائے اور فقیر کو اور حکم کبیر
کے نسخہ کو ساتھ لائے جب اُنسے ملاقات ہوئی اُنھوں نے جانا کہ یہ بزرگ شخص ہیں اور ان کی آمد و رفت موجب شہرت
و پریشانی وقت ہے اس سبب بہت بے التفاتی سے پیش آئے۔ فقیر سے فرمایا کہ دیکھو کس طرح ہمکو اپنے سر سے
ٹالتے ہیں اور اپنے تئیں خلائق کی صحبت سے بچاتے ہیں پھر فرمایا کہ میں نے ایک کتاب جمع کی ہے جس میں مشائخین
کے اقوال ہیں اور فقیر سے پڑھنے کا اشارہ کیا جب تھوڑا مضمون پڑھا گیا اسوقت ایک اور گرمی پیدا ہوئی
اور وہ عزیز بھی بے اختیار ہوکر حرکت میں آئے اور انبساط و ذوق فرمانے لگے پھر وہ دونوں بزرگ ہمیشہ
حضرت کی خدمت میں آتے تھے اور فیض لیتے تھے یہاں تک کہ آخر کو دونوں مرید ہوئے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین
فرماتے تھے کہ شیخ توکل اور رزق بغیر وسیلہ اسباب کے ملنے کے بارہ میں فرماتے تھے کہ اکثر جنگلوں اور بیابانوں
مشاہدہ ہوا ہے کہ ہرن پیاسے کنوئیں کے گرداگرد جمع ہوگئے ہیں اور اُس کے پانی کی طرف نگاہ کر کے کھڑے
ہوگئے کہ اتنے وہ پانی جوش میں آیا اور اُبل گیا اور جانوروں نے خوب سیر ہوکر پی لیا اور چلے گئے اور شاید کہ
میں نے بھی اُس پانی میں سے پیا ہو۔ فرماتے تھے کہ شیخ فرماتے تھے جو کچھ حلال سے کماتے ہیں ہرگز ضائع
نہیں ہوتا اور اگر وہ کھویا جاتا ہے یقیناً ملجاتا ہے اور اسیکی موافق ایک حکایت اپنی سرگذشت سے بطور مثال
کے بیان فرمائی کہ ایک دفعہ کشتی پر میں سمندر میں سوار تھا طوفان پیدا ہوا اور کشتی ٹوٹ گئی ہم چند آدمی ایک تختہ پر
بہتے پھرے اور کئی دن کے بعد ایک کنارے پر پہونچ گئے کتابیں ساتھ تھیں سب تر بتر ہوگئیں اب چونکہ سفر
پیدل کرنے کی ضرورت ہوئی کتابوں کا بوجھ نہ چل سکا اُن سبکو عرب کے ایک جنگل میں دفن کر دیا اور ایک نشانی
وہاں کردی پھر کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے اثنائے راہ میں تشنگی بہت غالب ہوئی اور عرب کے جنگلوں میں

جانتے ہو کہ پانی نہیں ملتا اُس وقت دوستوں نے کہا دعا کیجے تاکہ خداوند کریم اپنے فیض عمیم سے آب رحمت
بھیجے تاکہ ہم خوب سیر ہو کر پیئیں اور اپنی مشکیں بھر لیں پس اُسی وقت دعا کی اور یاروں سے کہا کہ آمین کہو خداوند
تعالیٰ نے اُسیوقت مینہ برسایا جس سے ہم نے خوب سیر ہو کر پیا اور مشکیں بھر لیں پھر تھوڑے زمانے کے بعد ہم
کعبہ شریف میں پہونچے عمرہ کا طواف کر کے صفا مروہ میں سعی کر رہے تھے کہ عرب کے چند بدوی لوگ سر پر بوجھ رکھے
ہوئے ہمارے سامنے آئے اور کہنے لگے یہ کتابیں ہیں ان کو آپ خریدتے ہیں ہم نے جب اُنکو دیکھا تو وہی
ہماری کتابیں تھیں جن کو جنگل میں چھوڑ آئے تھے اُن کو قیمت دیکر کتابیں لے لیں ورق سب ایک دوسرے سے
وابستہ ہو کر خشک ہو گئے تھے ہمنے سب کو پانی میں بھگو کر علیحدہ علیحدہ کیا اور دیکھا تو اُن میں سے ایک حرف
بھی ضائع نہوا تھا۔ شیخ حاجی نظر بدخشی جو اپنے زمانے کے کاملان وقت سے تھے اور بعد حاصل کرنے علم و ریاضت
و صحبت مشائخین ماوراء النہر اور مصر و شام وغیرہ کے مکہ معظمہ میں آکر مشائخین حرمین کی خدمت میں نفس
کی تکمیل ظاہر و باطن کے ساتھ کی تھی اور ایک بزرگ رجال اللہ میں سے کہ یہ فقیر اُن کی سعادت ملاقات اور
لطف و عنایت سے اُن مقامات متبرکہ میں مشرف ہوا ہے اور اُن کے کمال کے آثار کا مشاہدہ کیا ہے اور اس
فقیر کے گمان میں وہ اولیاء اللہ میں سے تھے اور شیخ علی متقی سے بہت محبت و اعتقاد رکھتے تھے نقل فرماتے
ہیں کہ ایکدن حضرت شیخ کے خاص لوگوں میں سے ایک شخص فقیر کے پاس آیا اور کہا کہ شیخ نئے سرے سے جوان
ہو گئے ہیں اور اک عجیب حسن و حالت پیدا ہو گئی ہے تمکو طلب فرمایا ہے میں اُن کے حکم کے موافق اُس عجیب حالت
کو دیکھنے گیا دیکھا تو شیخ اُسی اپنی اصلی حالت پر ہیں مگر کچھ حالت سُکر کے آثار موجود ہیں مجھکو مرحبا فرمایا اور
کہا کہ آج ایک عجیب حالت مجھکو ہوگئی تھی اور طالبوں کے یقین زیادہ ہونیکو کچھ خرق عادات بھی ظاہر ہوا تھا تمکو
میں نے بلایا تھا تاکہ تم بھی اُس حالت کو دیکھتے پھر فرمایا کہ تم ارباب یقین سے ہو تمکو خرق عادت دکھانے کی ضرورت
نہیں میں پھر اس عالم میں اُتر آیا ہوں نقل ہے کہ بارہا سلطان محمود گجراتی آپ کی ملازمت میں آتے
مگر آپ بسبب لباس خلاف سنت کے اپنے پاس آنے نہ دیتے تھے اور نہ اُن کی طرف نگاہ کرتے تھے اور نہ کچھ
متوجہ ہوتے تھے یہاں تک کہ ایکدن سلطان نیکوں کا لباس پہنکر آیا تب اُن کو خوشنودی کی نگاہ سے دیکھا
بادشاہ نے التماس کیا کہ آج فقیر کے گھر میں تشریف لے چلیں حضرت اُن کے مکان میں تشریف لے گئے۔ کہتے ہیں

کہ سلطان محمود کو پانی کا بہت وہم تھا اور کسی طرح بچا تا تھا۔ شیخ نے ایک آفتابہ منگایا اور اپنی ٹوپی کو تین بار دھویا
اور پانی کو زمین پر بہا دیا چوتھی مرتبہ پانی کو طشت میں جمع کیا اور فرمایا کہ یا محمود یہ پانی شریعت میں پاک اور پاک
کرنے والا ہے اس میں شک کرنا وسواس ہے اور وسوسہ شیطان کا کام ہے اس پانی کو پی لو سلطان نے حضرت
کے حکم سے وہ سب پانی پی لیا پانی کے پیتے ہی وہ سب وسوسے اُن کے لوح سینہ سے دُور ہو گئے اور پھر کبھی وسوسہ
نہ ہوا۔ حضرت شیخ عبد الوہاب متقی نے کچھ حالات ان کے ایک رسالہ میں لکھے ہیں جس کا نام اتحاف التقی فی فضل الشیخ
علی المتقی رکھا ہے اُس کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے وفات بندگی شیخ علی متقی کی دوسری جمادی الاول ۹۷۵ھ نوسو
پچھتر میں ہوئی اس سے پہلے ۹۴۴ھ نوسو چوالیس میں ان کی وفات کی خبر کعبہ شریف میں مشہور ہو گئی تھی حالانکہ
یہ اُس وقت بالکل صحیح و تندرست تھے اور کوئی مرض نہ تھا جب یہ خبر مکہ شریف میں پہونچی وہاں کے لوگ فوج فوج حضرت
کی حالت پوچھنے کو آنے لگے اور تمام مشائخین و صلحا و علما و معتقدین حاضر ہوئے اور حضرت کو زندہ اور تندرست
دیکھکر بہت متعجب ہوئے حضرت نے تبسم کرکے فرمایا کہ تجدید توبہ کرو اور لوگوں سے شفاعت کا وعدہ فرمایا اور فرمایا
کہ فقیر کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص نے موت کا شربت پیا اور اپنے بعد کی حالت سے آگاہ ہو گیا اور پھر اُس نے
خداوند تعالیٰ سے چاہا کہ اُس کو دوبارہ دُنیا میں بھیجدے اور خداوند تعالیٰ نے اُس کی حاجت کو پورا کر دیا اور اُس کو پھر
دُنیا میں بھیجدیا پس معلوم ہوا کہ ایسا شخص موت کی تیاری سے غافل نہو گا چنانچہ یہ فقیر بھی غافل نہیں ہے اور اپنے
مرض موت میں فرماتے تھے کہ میں قطب ہوں اور شدت سکرات الموت مقام قطبیت کا لازمہ ہے کیونکہ اس سے
درجے بلند ہوتے ہیں اگر میرے ساتھ سکرات الموت کی شدت دیکھو تو عقیدہ کم مت کرنا اور اس فقیر سے فرماتے
تھے کہ میرے دفن کرنے کے تھوڑی دیر بعد میری روح اُس جگہ پہونچے گی جو نسبت کہ میرے اور تمہارے درمیان
حالت زندگی میں ہے جاتی رہے گی پس ناامید نہ ہونا اور میری صورت کے تصور کو ہاتھ سے نہ دینا اور ذکر و
دعا و تلاوت قرآن شریف میں میری قبر کے پاس مشغول رہنا یہاں تک کہ مجھ میں اور تم میں ایک جہت پیدا ہو جائے
پھر جہاں جی چاہے وہاں رہنا حضرت کی وفات سے دو مہینہ پہلے جنوں کی دو جماعتیں حاضر ہوتی تھیں ایک
تو بطریق اعتقاد و محبت و ارادت کے اور حضرت کے پیر کو بوسہ دیتے تھے اور توبہ کرتے تھے دوسری جماعت
بطریق انکار و عداوت کے آتے تھے اور کبھی نصاریٰ اور فاسقوں کے لباس میں ظاہر ہوتے تھے اور کلام

کرتے تھے حضرت شیخ رقعے لکھکر اُن کے پاس بھیجدیتے تھے اُن رقعوں میں سے دو مکتوب اس فقیر کے پاس موجود
تھے مکتوب اول بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ رقعہ
ہے حقیر ترین بندگان خدا علی بن حسام الدین مشہور بہ متقی کی طرف سے بادشاہ شاہ جن کی طرف سلام ہے
اُس پر جو پیرو ہوا ہدایت کا بعد حمد وصلوٰۃ کے معلوم ہو کہ تم ہمکو مدت دراز سے دکھائی دیتے ہو اور ہم سے کلام نہیں
کرتے آخر تمہارا مقصود کیا ہے ہمارے دوستوں میں سے ایک شخص عبدالوہاب ہے اگر تم چاہو تو اُن پر ظاہر ہو کے
اپنے مقصود کی خبر دو تاکہ وہ تمہاری اُس میں مدد کریں اے خدا دکھا ہمکو حق اور نصیب کر ہمکو اتباع اُس کا
اور دکھا ہمکو باطل اور نصیب کر ہمکو پرہیز کرنا اُس سے یہ کاغذ لپٹا ہوا ہے مجلس کے ستون سے والسلام
مکتوب دوم حمد ہے اُس خدا کی کہ جس نے جن اور انس کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت یعنی اپنے پہچاننے کے
واسطے پس جانو تم خدا تم پر رحم کرے کہ خدا نے تمکو نہیں پیدا کیا ہے مگر اپنے پہچاننے کے واسطے اور علماء اور عقلاء
وحکماء کا اتفاق ہے کہ بغیر علم کے خدا کی معرفت یعنی پہچاننا ممکن نہیں ہے اور جس نے لوگوں کے ساتھ کلام کرنیکو
بالکل ترک کر دیا اُس کو معرفت کیسے ممکن ہو سکتی ہے اور جو خیر کو شر سے اور نفع کو ضرر سے نہ سمجھ سکے اُس سے
یہ کیسے ممکن ہے پس کوشش کرو خدا تمپر رحم کرے لوگوں سے کلام کرنے اور خدا کی معرفت کے حاصل کرنے میں اور
ہو جاؤ تم ہدایت پانے والوں اور ہدایت کرنے والوں سے یہ نصیحت کرنی میری اوپر حق تھی اب میں نے
اپنے اس حق کو ادا کر دیا یہ میری نصیحت ہے جس کا جی چاہے قبول کرے۔ وفات کے دنوں کے قریب حضرت
میں کچھ جذبے پیدا ہوتے تھے جس سے تمام بدن میں اور حرکات وسکنات میں تغیر ہو جاتا تھا ایک رات کو
سفر کے مہینے ۹۷۵ھ نو سو پچھتر میں وفات سے دو تین روز پہلے فقیر سے فرمایا کہ فلاں بیت پڑھ فقیر نے انداز
سے پہچانا کہ اس بیت کو فرماتے ہیں یہ بیت پڑھی ؎ ہرگز نیامد در نظر صورت ز رویت خوبتر * شمسے ندانم
یا قمر یا زہرہ ویا مشتری * اس کے پڑھنے سے ایک عجیب حالت اُن میں پیدا ہوئی اور باواز بلند فرمانے لگے
پڑھ پڑھ میں نے کئی مرتبہ اس بیت کو پڑھا اور اُنسے محبت آمیز کلام اور شور انگیز نالے ظاہر ہونے لگے
اُسی اثنا میں خادم نے آکر عرض کیا کہ کھانا موجود ہے طریقہ یہ تھا کہ کھانے کو اُن کے واسطے کوٹ لیتے
تھے اس قدر کہ سب دانے ایک ہو جائیں اور اُن میں جدائی ممکن نہو جب خادم نے کھانے کی خبر کی فرمایا اس کو

کوٹ لو پھر فرمایا کہ آؤ کس طرح کوٹو گے اسطرح کوٹنا کہ سب ایک ہو جائیں اور دوئی نہ رہے چنانچہ اس دوہرہ سے
معلوم ہوتا ہے دوہرہ سن سہیلی پدم کی باتا ۔ یوں مل رہے جیوں دودہ نہاتا ۔ اُس وقت ایک غریب حال
تھا غرض تمام رات اسی کیفیت سے گذری کلمات محبت انگیز فرماتے رہے فقیر بھی تمام شب ملازمت میں رہا ان ایام
میں سب لوگ ملازمت میں حاضر رہتے تھے یہ نقل ہے عبارت رسالۂ مذکورہ سے اور فقیر حقیر عبد الحق بن سیف الدین
قادری عفی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ شیخ ان دنوں میں ذکر جہر بہت کرتے تھے اور نہایت قوت و غلبہ کے ساتھ کہ جس سے
زیادہ متصور نہیں ہو سکتا باوجودیکہ کچھ حس و حرکت کی قوت اُن میں باقی نہ تھی اور ذکر کے وقت ایسے خیال میں مستغرق ہوتے
تھے کہ گویا کوئی شے اُنکے سامنے ہے جسکو وہ دفع کر رہے ہیں فرماتے تھے قبر کی جگہ عرش معلّی میں لینی چاہیئے کہ مرنے
سے پہلے مقرر ہو جائے پھر فرمانے لگے خداوندا میری مدت حیات کس قدر ہے اور میں کب جاؤں گا یہ مقبرہ عام ہے
مسلمانوں کا وقت سے پہلے لوگوں کی جگہ کو تنگ کرنا مناسب نہیں ہے مرنے کے بعد جہاں مناسب سمجھو رکھدینا
پھر انھیں دنوں میں مرتبہ قطبیت کیساتھ مشرف ہو کر خاص لباس کیساتھ جو قطبوں کے ہی واسطے مخصوص ہے
آراستہ ہو کر خبر دینے لگے اور رحلت کے وقت سے پہلے فرمایا تھا کہ جبتک میری انگشت شہادت کو ذکر کی حرکت کے موافق
حرکت کرتے دیکھو تو جاننا کہ ابھی قالب میں روح باقی ہے اور جب اونگلی حرکت کرنیسے رہ جائے تو جان لینا کہ اب روح
قبض ہو گئی چنانچہ آخری وقت یہی مشاہدہ ہوا کہ فقط انگشت شہادت ہی حرکت میں تھی اور باقی سب اعضا ساکن تھے
اور کہیں زندگی کا اثر نہ تھا مگر اُسی اونگلی میں کہ ذکر کی طرح سے حرکت کرتی تھی ۔ اور اُن کی رحلت کے وقت سر اُن کا
فقیر ہی کے زانو پر تھا ۔ قضا کی اُنھوں نے اللہ رحمت کرے اُنپر حالت ذکر میں اللہ کی محبت کیساتھ اور یہ واقعہ
صبح کیوقت ہوا بارہویں جمادی الاولیٰ ۹۷۵ھ نو سو پچہتر ہجری میں اور اُنکی ولادت تھی ۸۸۵ھ آٹھ سو پچاسی کی اور
اُنکی تاریخ وفات شیخ مکہ اور متابعت نبی سے بھی نکلتی ہے اُنکے خوارق عادات میں سے ایک بات اُنکی وفات کے بارہ
یا چودہ برس بعد ظاہر ہوئی کہ اُنکے بھتیجے سید احمد فوت ہو گئے اور مکہ شریف کے لوگوں کی عادت یہ ہے کہ مردہ کو
کسی صالح کی قبر میں رکھدیتے ہیں چنانچہ امام عبد اللہ یافعی حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کے مزار شریف میں رکھے
ہوئے ہیں اسیطرح لوگوں نے چاہا کہ انکو بھی حضرت کے مزار میں رکھدیں جب مزار کو کھولا دیکھا کہ جنازہ مبارک ویسا ہی
سالم رکھا ہوا ہے حالانکہ مکہ شریف کی زمین کی تاثیر یہ ہے کہ دو تین مہینہ میں مردہ کو خاک کر دیتی ہے اور اُسکا اثر تک

نہیں رہتا رحمتہ اللہ علیہ فقیر جب مکہ شریف میں تھا تو حضرت شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں رہتا تھا اور اُنکے مزار شریف پر زیارت کرنیکو حاضر ہوتا تھا ایکدن جو حاضر ہوا تو عرض حال کرکے بشارت چاہی پھر اُسی روز خواب میں دیکھا کہ مقام حنفی کے اوپر تخت پر بیٹھے ہیں اور فقیر حضور میں کھڑا ہوا عرض کر رہا ہے کہ فقیر آپکے خلیفہ شیخ عبدالوہاب کیخدمت میں رہتا ہے آپ اُنسے سفارش کیجے تاکہ وہ التفات اور عنایات زیادہ کریں اور یہی مطلب اُنکی قبر پر عرض کیا تھا۔ فرمانے لگے مقصد تمہارا حاصل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ خاطر جمع رکھو والسلام اب کچھ تھوڑا سا اُنکا کلام نقل کیا جاتا ہے اُن کی ایک شرح ہے رسالہ اصول الطریقہ پر جو سید شیخ احمد برزوق کی تصنیف ہے جو مشائخ مغرب سے ہیں اگرچہ فی الحقیقۃ اُنکا کلام نہیں ہے مگر چونکہ اس میں فوائد بہت ہیں لہذا اُس کا نقل کرنا ضرور ہوا۔ شیخ احمد مشہور برزوق نے فرمایا ہے جواب میں سائل کے اصول طریقہ سے کہ ہمارے طریقہ کے اصول پانچ ہیں اول خداوند تعالیٰ سے ڈرنا ظاہر و پوشیدہ میں اور سنت کا اتباع قول و فعل میں اور خلقت سے علیحدہ رہنا آگے اور پیچھے اور خدا سے راضی رہنا تھوڑے اور بہت کیساتھ اور خدا کیطرف رجوع کرنا فراخی و تنگی میں تقوی کا متحقق ہونا ورع اور استقامت ہے اور سنتہ کا متحقق ہونا حسن خلق اور بری باتوں کی حفاظت ہے اور اعراض کا متحقق ہونا صبر اور توکل کیساتھ ہے اور رضا کا متحقق ہونا قناعت اور خدا کو سپرد کر دینے سے ہے اور رجوع کا متحقق ہونا تعریف و شکر کیساتھ ہے فراخی میں اور گڑگڑانیکے ساتھ ہے تنگی میں اور ان سبکے پانچ اصول ہیں۔ ہمت کا بلند کرنا۔ حرمتہ کی حفاظت حسن خدمت۔ عزم جاری۔ تعظیم نعمت جسکی ہمت بلند ہوگی اُس کا مرتبہ بھی بلند ہوگا۔ جو خدا کی حرمت کی حفاظت کریگا خدا اُسکی حرمت کی حفاظت کریگا جو خدمت اچھی کریگا اُس کی بزرگی واجب ہوگی۔ جسکا عزم جاری ہوگا اُسکی ہدایت ہمیشہ رہیگی اور نعمت کے شکر کی بات یہ ہے کہ اُسکی آنکھوں میں اُنکا شکر ہے جس سے نعمت کی زیادتی ہوتی ہے۔ معاملات کے اصول پانچ ہیں۔ طلب علم کا ملکے کھڑے ہونیکو مشائخین اور دوستوں کی صحبت جو دیکھنے والے ہوں یعنی اچھے بروں کے رخصتوں اور تاویلوں کا ترک کرنا حفظ کیواسطے اوقات کا معین کرنا اوردوں کے ساتھ حضور کیواسطے نفس پر تہمت رکھنی ہر چیز میں خواہش سے نکلنے کیواسطے اور غلطیوں سے سلامت رہنے کے لیئے۔ علم طلب کرنا آفتہ ہے صحبت نو عمر ویسے عقلاً اور دیناً اُسکے واسطے جو نہیں رجوع کرتا ہے اصل کیواسطے نہ قاعدہ کے۔ اور صحبت کی آفت غرور اور فضول ہے۔ اور ترک تاویل اور رخصت کی آفت شفقت ہے نفس پر۔ اور وقتوں کے ضبط کرنیکی آفت نظر کا وسیع

کرنا ہے فضیلتوں کیساتھ اور نفس پر تہمت رکھنے کی آفت اُسکی پکڑنا ہے اُسکے حسن احوال اور استقامت کیساتھ خدا وند تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وان تعدل کل عدل لا یؤخذ منہا۔ اور حضرت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا فرمان ہے الکریم ابن الکریم صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ اصول جنسے نفس کی بیماریوں کی دوا ہوتی ہے پانچ ہیں (۱) معدہ کا کھانیسے ہلکا کرنا (۲) خدا کی طرف عاجزی کرنا جو حاجات پیش آئے (۳) فتنوں کی جگہ سے بھاگنا اور تہمت کی جگہ سے ڈرنا (۴) استغفار و درود کا ہمیشہ خلوت میں پڑہنا (۵) ایسے لوگوں کا ساتھ جو خدا کا رستہ بتائیں اور یہ لوگ معدوم ہیں۔ شیخ ابو الحسن شاذلی فرماتے ہیں میرے دوست کی مجھکو وصیت ہے کہ اپنے پیروں کو مت اُٹھانا مگر جہاں ثواب خدا کا موقع ہو اور کہیں مت بیٹھنا مگر جہاں خدا کی نافرمانی سے امن ہو اور کسی کے ساتھ مت رہنا مگر جس سے خدا کی اطاعت میں مدد ملے اور مت اختیار کر اپنے نفس کیواسطے مگر جسکے ساتھ تو یقین میں زیادہ ہو۔ اور یہ بھی فرمایا ہے جسنے تجھکو دُنیا کی ترکیب بتائی اُسنے تجھے دہوکا دیا اور جسنے تجھے نیک عمل بتایا اُسنے تجھے بچایا اور جسنے تجھکو خدا کی بات بتائی اُسنے تجھکو نصیحت کی اور یہ بھی فرمایا ہے کہ تو اپنے تقوی اور گمان کو پکا کرلے پہر تجھکو نفس کا نقصان کچھ ضرر نہ پہنچائیگا جبتک کہ تو غیب کیساتھ راضی نہوگا یا گناہ پر اصرار نکریگا یا تجھے عیب کا ڈر نجاتا رہیگا۔ یہ تینوں چیزیں آفتوں اور بلاؤں کی جڑ ہیں میں آجکل کے فقیروں کو دیکھتا ہوں کہ پانچ چیزوں میں بہت مبتلا ہیں ایک تو علم پر جہالت کو اختیار کرتے ہیں اور اپنے سے کمتر پر غرور کرتے ہیں۔ اور ہر کام میں بہادری اور راستی میں فریب دینا۔ اور فتوحات میں اُسکے شرائط سے پہلے جلدی کرنا۔ پہر اور پانچ اور میں مبتلا کیے گئے ہیں۔ (۱) بدعت کا سنت پر اختیار کرنا (۲) حق کو چھوڑ کر باطل کا پیرو ہونا (۳) ہر کام میں خواہش پر عمل کرنا (۴) حقائق کو چھوڑ کر طبیعت کو خوش کرنیوالی اشیاء کی تلاش (۵) جھوٹے دعاوی۔ ان چیزوں سے عبادات میں تساہلی اور وسوسے حاصل ہوتے ہیں اور عادتوں میں سستی اور سماع و اجتماع علی العموم ہر وقت اور لوگوں کا اپنی طرف متوجہ کرانا بقدر امکان اور دُنیا داروں کی صحبت حتی کہ عورتیں اور نابالغ لڑکے۔ ایسے صوفی غرور کرتے ہیں پچھلے لوگوں کے وقائع بیان اور اُنکا احکام کا ذکر کرکے اور اگر تحقیق کریں تو البتہ جان لیں کہ اسباب میں خصت ضعیفوں کے واسطے ہے اور مقام اُنکے واسطے ہے بقدر حاجت کے نہ زیادتی

کے ساتھ بس اسکے ساتھ چھوڑا نہیں جا سکتا ہے مگر جو خدا سے دُور ہو فقط سماع کی رخصت مغلوب یا کامل کو ہے اور وہ انحطاط ہے بساط حق سے جبکہ ہووے شرطوں کیساتھ اُس کے اہل سے اُسکی جگہ میں اُسکے ادب کیساتھ وسوسہ کی اصل جہل ہے سنت کیساتھ یا خیال ہے عقل میں۔ اور خلقت کے متوجہ ہونیکے واسطے توجہ کرنی خدا سے موںہ پھیرنا ہے خاص کر قاری جو ریا سے پڑہے اور جبار یعنی ظلم کرنیوالا جو غافل ہو اور صوفی جاہل۔ نوخیزوں کی صحبت عار اور اندھیرا ہے دُنیا و دین میں اور اُنکی رفاقت میں رہنا بہت ہی بُرا ہے۔ فرمایا حضرت ابو مدین مغربی نے رحمۃ اللہ علیہ نوعمر وہ ہے جو تجھسے موافق نہو تیرے طریقہ پر اگرچہ وہ ستر برس کا ہو میں کہتا ہوں اس سے یہ مراد ہے کہ جو اپنے حال پر ثابت نہ رہے اور جو بات اُسپر ظاہر ہو اُسکو ضبط نکر سکے۔ چنانچہ یہ بات اکثر طوائف کے لڑکوں اور مجلسوں کے بیٹھنے والوں میں ہوتی ہے پس بچ اُنسے جہانتک ممکن ہو اور جو شخص اپنے صاحب حال ہونیکا دعویٰ کرے اور اُس سے ان پانچ میں سے ایک بات بھی ظاہر ہوجائے تو جان لو کہ وہ جھوٹا یا مسلوب ہے جوارح کا چھوڑنے والا خدا کی نافرمانی میں اور تو کام کرتا ہے خدا کی طاعت میں اور طمع کرتا ہے خلق خدا سے اور خدا کے لوگوں میں شامل ہونیکا ارادہ کرتا ہے اور کہہ وہ جو مہر لگائی اوپر اسلام کے۔ اُس شیخ کی شرطیں جسکی طرف مرید اپنی جانکو ڈالدے پانچ ہیں (۱) علم صحیح (۲) ذوق صریح (۳) ہمت عالی (۴) حالت خوش (۵) بصیرۃ نافذہ اور جس شخص میں یہ پانچ باتیں نہ ہونگی اُسکی مشیخت درست نہیں ہے (۱) دین سے جاہل ہونا (۲) مسلمانوں کی حرمتوں کا ساقط کرنا (۳) بیفائدہ کاموں میں داخل ہونا (۴) خواہش کا پیرو ہونا ہر چیز میں (۵) بدخلقی۔ مرید کے آداب بھائیوں اور شیخ کیساتھ پانچ ہیں (۱) حکم کا تابعدار بننا اگرچہ ظاہر خلاف ہو (۲) جس شئے سے منع کیا جائے اُس سے پرہیز کرنا اگرچہ اُس میں نقصان ہو (۳) پیر کی حفظ حرمت حاضراً و غائباً زندہ و مردہ (۴) اُسکے حقوں کو اپنے حسب طاقت پورا کرنا بلاکم و کاست (۵) اپنی عقل و ریاست کا دُور کرنا مگر جو مشیخت کیموافق ہو اور جس سے مدد ملے انصاف و نصیحت کیساتھ جیسے بھائیوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا اگر شیخ مرشد نہو۔ اور اگر اُن شرطوں سے ناقص پائے تو اعتماد کرے اُس میں جس میں کل ہوں اور عمل کیا جائے باقی میں اُخوۃ کیساتھ تمام ہوئے اصول مذکورہ خدا کی مدد سے اے طالب تجھکو ہر روز دو مرتبہ یا ایک مرتبہ اسکا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے اور نہیں تو ہر جمعہ میں اُسکے معانی اپنے نفس میں جمالیا کر تیرا تصرف اُسکے مقتضے میں واقع ہوگا کیونکہ اس میں ہر ایک کتاب کی وصیت ہے۔ یہ قول کہا گیا ہے

کہ حرام کر دیا انہوں نے وصول کو بسبب ضائع ہونے اصول کے جس نے اس میں تامل کیا وہ سمجھ گیا پھر بعد اسکے
ہمیشہ معمول رکھے گا اسکا یاد رکھنے کے قصد سے اللہ توفیق دے ہمکو اور خصوصاً تمکو اپنی رضا کی کیونکہ یہ اسکے اختیار
میں ہے اور وہی اسپر قادر ہے اور وہی ہمکو کافی ہے اور وہی ہمارا وکیل ہے فرمایا ہے طریقت کی بنا پانچ چیزوں پر
ہے (۱) تقوی میں تحقیق کرنی بیفائدہ چیزوں کی حفاظت سے اور اسپر کسی کو خبر نہو سوائے اللہ کے (۲) اتباع سنت
میں تحقیق کرنی ہے اس طرح کہ صحیح پر عمل کرے (۳) اور خلایق سے تہمت کو دور کرے اسطرح کہ کسی کام میں کسی کیطرف
متوجہ نہو مگر بدلہ دینے کیواسطے پس ایسے وقت میں نہ الزام کریگا کسی بالغ کو اور نہ تعریف کریگا کسی اچھی چیز کی اسکی
حیثیت سے بلکہ اس حیثیت سے کہ اس میں خدا کا حکم ہے اور تسلیم خلقت کیواسطے اس حیثیت سے کہ وہ اوس میں
ہیں بسبب انکے شر سے بچنے اور انسے سلامتی و عافیت کے حاصل ہونیکے ۔ اور سلام مقدر ہے کل حالات میں ساتھ
صبر و رضا و شکر و عمل کے بقول شیخ ابی الحسن شاذلی کے کہ تقوی کیو اور اپنے گمان کو نہیں ظاہر کریگا تجھکو ہر نفس کا
جبتک کہ نہ راضی ہوگا تو غیب کیساتھ یا اصرار کریگا تو گناہ کیساتھ یا ساقط ہو جائے گا تجھسے غیب کا ڈر فرمایا ہے
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈر خدا سے جہاں ہو تو اور برائی کے بعد نیکی کر تاکہ وہ برائی کو مٹا دے اور لوگوں سے
نیک خلق کیساتھ پیش آ۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جب دیکھے تو حرام کو مرغوب اور خواہش کو متبع اور
ہر رائے والا اپنی رائے کو اچھا سمجھتا ہو بس ایسے وقت میں تو خاص اپنے نفس کو پکڑ اور دیکھیگا تو حکومت والونکی
اطاعت کو اور انپر اعتراض نہونے کو ظاہر میں کیسے ہونگے وہ اللہ ہی انکو کافی ہے ۔ پڑھ تو نماز چاشت اور
قصر کر سفر میں اور نہ چھوڑ نمازیں ہفتہ کی اور راتوں کی اور دن کی زیادہ اور پڑھ صلوۃ التسبیح اور اختیار کر اسکو
جو خدا تجھپر کشادگی کرے مجرد یا اسباب کیساتھ رہنے سے بغیر ایک کے اختیار کرنیکے ہوتے دوسرے کیلئے اور لے
تو ہر مباح کو جس سے محبت میں کچھ نقصان نہ پہونچے تاکہ دونوں جہان میں کچھ ضرر نہو اور ذکر کر جمع کیساتھ اور
جمع ہو ذکر کیواسطے نہ اسواسطے کہ وہ افضل ہے بلکہ اسواسطے کہ اس میں جان کی راحت اور راستی کی صورت ہے
اور زیارت کر تو زندوں اور مردوں کی جبتک کہ کوئی واجب یا سنت موکدہ ضائع نہو اور دیکھ تو ہر مومن کے
واسطے برکت کو مگر جو سنت کا مخالف ہو اور مناقشہ اگر مگر اسکی کہ جس کا عمل اور پرہیزگاری صحیح و درست ہو اور
جڑ ہر خیر کی رضا ہے خدا کی قسمت کیساتھ اور گڑگڑانا ہے خدا کی طرف ہر بات میں اور یہ کل حاجتوں کی کنجی ہے فقیر

کے پاس اور اس کا بھاگنا ہے خلقت کے شر و فتنے اور یہ سب سے بڑا قلعہ ہے تمام ہوئی وہ بنیاد جسپر طریقت کا مکان بنایا
جاتا ہے اسکے معانی سے انشاء اللہ فتح ظاہر ہوگی حقیقت کی ذکر سیدی الشیخ عبد الوھاب المتقی القادری
الشاذلی سلمہ اللہ تعا آپکی پیدائش مندو کی ہے والد بزرگوار انکے شیخ ولی اللہ اکابراں و مشہوراں ملک
مندو سے تھے مگر بسبب بعض حوادث روزگار کے وہاں سے برہانپور میں آکر متوطن ہوئے اور یہاں بھی ویسے ہی
معزز و مکرم رہے اور تھوڑی ہی مدت میں انتقال فرما گئے اور انھیں دنوں میں حضرت کی والدہ شریفہ بھی انتقال فرما
گئیں اور حضرت کو بہت ہی صغیر السن چھوڑا اُسی بچپن کے زمانے سے توفیق الٰہی کی راہبری سے طلب حق میں قدم
فقر و تجربہ کے راستے پر رکھا اور سیر عالم کرنی شروع کی اکثر حضرت کی سیر گجرات کے اطراف اور ولایت دکن و سیلان
و سراندیپ وغیرہ میں ہوئی ہے اور اکثر یہ مقرر تھا کہ تین دن سے زیادہ کہیں قیام نفرماتے تھے مگر بعضے شہروں میں
تحصیل علم کیواسطے یا صحبت مشائخین و صلحا میں بقدر استفادہ و ضرورت کے بسر کرتے تھے اور عین شباب کے
زمانہ میں کہ عمر بیس سال کی بھی نہوئی تھی کعبہ شریف میں پہونچے شیخ علی متقی چونکہ پہلے ہی سے حضرت کے والد
سے واقف تھے آپکی خبر سنکر ملاقات کو تشریف لائے اور بہت مہربانی فرماکر اپنے ساتھ رہنے کی خواستگاری کی اور
چونکہ حضرت کی خوشخطی دیکھی فرمایا کہ آپ اگر ہو سکے تو میرے واسطے کتاب لکھیے گا اونہوں نے بمقتضائے استغناء
ذاتی و بے نیازی کے جو مسافروں اور مجردوں کو ہوتی ہے اول مجلس میں شیخ کے اس فرمان کو قبول نہ کیا
اور کہا انشاء اللہ مجکو نہیں معلوم کیا ہوگا آخر بسبب دیکھنے فضل و کمال و استقامت احوال حضرت شیخ کے صحبت میں
رہنا اختیار کیا اور حضرت کے والد بزرگوار نے پہلے ہی وصیت کر دی تھی کہ اگر تجھکو راہ حق کے سلوک کی توفیق ہو
تو شیخ علی متقی اور انھیں جیسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا اور فلاں شیخ اور اُن جیسے دوسروں سے پرہیز کرنا
یہ شیخ دعوت اسماء و تسخیرات وغیرہ میں مشہور تھے خط نستعلیق نہایت عمدہ لکھتے تھے شیخ نے اس سبب سے کہ خط
نسخ سے قرآن شریف اور نیکوں کے اشعار لکھے جاتے ہیں خط نسخ کی مشق کا اشارہ فرمایا چونکہ قوت دست بہت
اعلیٰ تھی اس سبب سے تھوڑی ہی عرصہ میں خط نسخ بھی بہت عمدہ لکھنے لگے اور شیخ کی کتابوں کی تالیف و تصحیح میں
مشغول ہو گئے اور شیخ کے واسطے اسقدر لکھتے تھے کہ حد حصر سے باہر ہے ایک کتاب تھی بارہ ہزار بیت کی اُسکے
لکھنے میں بہت ہی جلدی فرماتے تھے یہانتک کہ بارہ راتوں میں پورا کر دیا ہر رات میں ہزار بیتیں لکھیں باوجودیکہ

ذٰلکوا اور کتابیں بھی لکھتے تھے۔ شیخ کی کتابوں کی اکثر تالیف و اصلاح انہیں کے ہاتھ سے ہوتی تھی اُس زمانہ میں کہ معظمہ
میں قحط سالی تھی شیخ کی حالت بھی فقر و فاقہ کیساتھ گذرتی تھی کسی اور کے واسطے کتابت نکرتے تھے تاکہ وہانسے کچھ ہاتھ
آتا اُن دنوں میں اسطرح گذران ہوتا تھا کہ تھوڑے کیر کے بیگن جو اُن دنوں میں ارزاں تھے خرید لیئے اور اُن میں نمک ڈالکے
اچار کیطرح رکھ چھوڑتے روزمرہ اُس میں سے تھوڑا چکھ لیتے اور پھر شیخ کے اتباع و خدمت میں اتنی کوشش کی کہ
فنافی الشیخ جو کہتے ہیں وہی تھے اور خصوصیات ظاہر و باطن کیساتھ مخصوص و انوار کمالات و اسرار کیساتھ متصف ہوگئے
اور نسخۂ کمالات بلکہ عین ذات ہوگئے یہانتک کہ شیخ فرماتے تھے کہ ایک دوست جو خدا کے راستہ میں ہیں نے پایا
عبدالوہاب ہے۔ فرماتے تھے کہ جب شیخ نے مجکو مرید کیا اول مجھ سے فقر کو غنا پر فضیلت کا اقرار کرالیا اور فرمایا
کہ اسی پر اعتقاد رہے اور چنانچہ میں اُسی عقیدہ پر رہوں پھر مجکو بیعت کیواسطے ہاتھ دیا اُنکی ابتدا صحبت شیخ کیساتھ
دوسری جمادی الاول ۹۶۳ سنہ نوسو ترسیٹھہ میں ہوئی اور انتہا اسکی آخری وقت تک یعنی ۹۷۵ سنہ پچہتر میں دوسری جمادی الاولے
تک تو کل مجموعہ مدت مصاحبت کا بارہ سال ہوا اور سن شریف حضرت کا ابتک واللہ اعلم چونسٹھ سال کا ہوگا چالیس
حج کیئے یعنی جتنی مدت کہ کعبہ شریف میں رہے شیخ کی وفات کے ایکسال بعد بسبب صلہ ذوی الارحام کے گجرات میں آئے
تھے اور پھر اُسی سال میں واپس مکہ شریف چلے گئے چنانچہ اُس سال کا حج بھی فوت نہیں ہوا کشتی کا وہانسے یہاں
آنا پندرہ یا سولہ روز میں ہوتا تھا اور یہاں سے وہاں جانا چالیس روز میں۔ فی الحقیقت اس معاملہ کا واقع ہونا
بھی ایک خوارق عادات سے تھا۔ اب آجکل علم و عمل و حال و اتباع و استقامت و تربیت و مریدونکی رہبری و طالبعلموں
کے افادہ و مدد اور شفقت و مہربانی فقرا و غربا پر اور خلق اللہ کو نصیحت و برکت و عظمت و نورانیت اور تمام ابواب خیر میں
وارث حقیقی اور خلیفہ راستین و صاحب اسرار شیخ کے ہیں اور تمام اہل حرمین اور کل مشائخین میں حاضر و غائب اور مشائخین
مصر و شام جس نے حضرت کو دیکھا ہے سب معتقد ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بالکل قدم بقدم شیخ ابوالعباس مرسی کے
ہیں جو شاگرد شیخ ابوالحسن شاذلی کے تھے اور بعضے مشائخین یمن نے اہل حرمین کو حضرت کی تعریف میں لکھا ہے۔ اے
اہل حرمین تم اس شمع روشن کو لازم پکڑو اور اسے روشنی حاصل کرو سید حاتم ایک شخص ہیں اسی رستے کے چلنے والوں
میں سے یمن کے رہنے والے انکی حالت بہت لائق اور صاحب بیان تھے حقائق و توحید میں حضرت کی شوق ملاقات کو
مکہ میں آئے اور اندر آنے کا اذن چاہا اُنہوں نے اذن نہ دیا اور کہلا بھیجا کہ دلوں کی ملاقات خوب ہے جسمی ملاقات

کی حاجت نہیں ہے وہ حضرت کی اسی بات سے خوش ہو کر چلے گئے اس سال جب اس فقیر نے ہندوستان کا قصد کیا تو اہل یمن سے سُنا کہ سید حاتم بھی اس سال حضرت کی ملاقات کا قصد رکھتے ہیں انھیں دنوں میں جب اس فقیر نے ہندوستان کا قصد کیا تھا خلوت میں بیٹھا ہوا حزب البحر لکھ رہا تھا کہ ایک شخص علما مکہ میں سے شیخ علاؤالدین نام جو علم و صلاح میں ممتاز تھے اُس وقت اس غریب کے پاس پہونچے اور حال پوچھا اور فرمایا ایش تکتبون یعنی تم کیا لکھتے ہو میں نے کہا ھذا حزب البحر اکتبہ لاقراۂ فی المرکب عند رکوب البحر یعنی یہ حزب البحر ہے اسکو میں اسواسطے لکھتا ہوں کہ جب جہاز میں سوار ہوں تو اسکو پڑھوں پھر اُنھوں نے فرمایا کیا تمکو اسکی کسی سے اجازت ہے میں نے کہا میرا ارادہ ہے کہ شیخ عبدالوہاب متقی سے اجازت لوں ۔ کہنے لگے کیا تمہاری شیخ عبدالوہاب سے جان پہچان ہے میں نے کہا میں انکے پاس دو سال سے ہوں ۔ کہا بشارت ہو تمکو کہ تمہارا حج قبول ہوا اور عمل تمہارا مقبول ہوا میں نے کہا یہ کیونکر ہے ۔ فرمایا اے میرے سردار میں نے مشائخین یمن سے ملاقات کی ہے اور بہت ملکوں کی سیر کی ہے اور اُن سبکو ان کا ثنا خواں پایا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے وقت کے قطب کہ ہیں اور اُن کا طریقہ کتب تصوف میں مثل فصوص وغیرہ کے تسلیم کا ہے مگر درس نہیں دیتے ہیں اور نہ اُن میں مشغول رہتے ہیں اور نہ اُن کے منکر ہیں اور نہ اُنکو بُرا کہتے ہیں جیسے فقیہوں کی عادت ہے طعن و تشنیع کرنا فرماتے تھے اول چاہیئے کہ اپنا عقیدہ ظاہراً و باطناً اہل سُنت کے اعتقاد کے موافق درست و راسخ کرے پھر عقیدہ مضبوط ہونیکے بعد جو کچھ اُنھوں نے لکھا ہے اُسپر عمل کرلے اور اُنکی کتابیں جو حقائق و اسرار سے بھری ہوئی ہیں مطالعہ کرے اور جو مشکل معلوم ہو اُسکو چھوڑ دے اپنی طبیعت میں خلجان نڈالے اور آگے چلے ۔ یہ چاہیئے کہ ابتداً ہی عقیدہ انھیں کتابوں سے درست کرے اور جس کسی سے جو سُن لے اُس کا پیرو ہو جائے فرماتے تھے جو کچھ کسی سے سُنے اگرچہ وہ باطل ہی ہو مگر جلدی سے انکار نکر دے اول آپ سُن لے اور سوچلے کہ کہنے والیکا مطلب سمجھ گیا یا نہیں پھر اگر ہو سکے تو اُسکو حق کے مطابق کرے وگرنہ رد کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اُسکو چھوڑ کر چلدے اور اپنے عقیدے میں خلل نڈالے ۔ ایکدن ذکر ہوا کہ ایک کتاب ہے جسکا نام انسان کامل ہے فرمایا اُس کتاب میں حقائق توحید شیخ ابن عربی کی کتابونکی طرز پر لکھے ہیں اور وہ کتاب شیخ عبدالکریم جیلی کی تصنیف ہے جو عدن میں رہتے تھے متاخرین مشائخ یمن سے جامع علم و حال تھے ۔ پھر شیخ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کا ذکر

ہونے لگا فرمایا اُنہوں نے تفسیر لکھی ہے جس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پر اونیس ۱۹ جلدیں لکھی ہیں اُس کے حرفوں
کے موافق ہر حرف ایک جلد میں دو تین اُن میں سے دیکھی ہیں خوب علم سے لکھی ہیں پھر فرمایا اُس میں زہر
ملا دیا ہے اگر اس سے پرہیز کریں تو بہتر ہے ورنہ ضرر کا احتمال ضرور ہے۔ اور فرماتے تھے کوئی شرط اس راستہ
کے سلوک کی یہ نہیں ہے کہ اوّل ہی مرتبہ اعتقاد توحید وجودی کا کریں جس طرح کہ فصوص وغیرہ میں لکھا ہے اس
راستہ کی شرط عمل کی مداومت ہے ریاضت کیساتھ موافق اعتقاد اہل سنت وجماعت کے۔ پھر اُسکے بعد ایسی حالت
ذوق کی پیدا ہوگی کہ جس سے باطن میں کوئی چیز معلوم ہوگی۔ فرماتے تھے جس کسی کو دیکھو کہ اسلام کے کلمہ کیساتھ
اقرار کرتا ہے اور نماز روزہ ادا کرتا ہے اور پھر اُس سے ایسے کلمات صادر ہوں تو اُسکو معذور رکھو اور اُسکی
تکفیر مت کرو اور نہ اُسکو ملحد بتاؤ ہاں اگر یہ کام نکرتا ہو اور پھر ایسی باتیں کرتا ہو تو وہ بیشک ملحد ہے۔ اور سماع
میں بھی اُنکا یہی طریقہ ہے کہ مرید کے تعمیل کرلینے کے راضی نہیں ہیں اور نہ مشائخ کے فعل کے منکر ہیں۔ اس فقیر نے
عرض کیا کہ ہمارے ملک میں یہ رسم بہت متعارف ہے اگر کوئی اس سے پرہیز کرتا اور براہ انکار چلا جاتا ہے
تمام خلائق اُسکے مخالف ہوجاتے ہیں اور تمام لوگ اُسکے گذرنے کو بُرا جانتے ہیں اور اُسکو مشائخ کی مخالفت کی
تہمت لگاتے ہیں۔ آدمی کو کیا کرنا چاہیئے فرمایا اگر اچانک یاران موافق کیساتھ کوئی غزل سُنے تو کچھ خوف نہیں ہے
میں نے عرض کیا وہاں تو بڑا مجمع کرتے ہیں اور اہل و نااہل اور فاسق و فاجر اور صالح ہر قسم کے لوگ جمع ہوتے
ہیں اور ایسا ایسا کرتے ہیں جو کہ آپنے ملک ہند میں ملاحظہ کیا ہوگا اس میں کیا حکم ہے۔ فرمایا یہ خود اصلاً جائز
نہیں ہے اور نہ کرنا چاہیئے اور اس سے پرہیز کرنا واجبات سے ہے طالب حق کے واسطے اور اس میں ہرگز دیرو
سُستی نکرنی چاہیئے۔ حضرت اکثر مدت عمر مجرد رہے ہیں اور شیخ کے سامنے بھی تجرید ہی کی وضع سے گذران کی
اور شادی نہیں کی اس کے بعد جب سن شریف آپکا چالیس و پچاس کے درمیان میں تھا شادی کی اور شادی
سے پہلے جو کچھ فتوح یا کتابت کی اُجرت آتی تھی سب کو فقرار پر صرف کرتے تھے اور یہ عہد کرلیا تھا کہ کسی چیز کو
نگاہ نہ رکھیں گے مگر جو ضروری ہوگی یعنی پارچہ پوشیدنی وغیرہ اور اب یعنی شادی کے بعد اہل وعیال کے
حق کو مقدم سمجھتے ہیں مگر پھر بھی باوجود اسکے غریبوں اور فقیروں کی غمخواری میں تقصیر نہیں کرتے ہندوستان
کے فقیروں کے پشت و پناہ مکہ شریف میں وہی ہیں کھانے اور کپڑے اور نقد سے مدد کرتے ہیں خاصکر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے جانیوالوں کے توا سباب سفر کے مہیا کرنے میں بہت ہی مدد فرماتے ہیں اس زمانے
میں علوم شرعیہ کے جاننے میں اُنکی برابر بہت کم ہونگے بلکہ لغت مبالغہ کا قاموس کہنا چاہیے گویا کہ سب یاد ہے
اور فقہ وحدیث میں بھی یہی حال ہے۔ اور صرف ونحو ادب وغیرہ بھی کفایت سے زیادہ حاضر ہیں۔ برسوں حرم شریف
میں درس کہا ہے اور جسوقت درس سے فارغ ہوتے تھے تو کتابوں کی صحت و مقابلہ میں مشغول ہوجاتے تھے
یعنی اگر کوئی کتاب نادر بہت نفع کی ہوتی اور بسبب عدم تداولت کے صحیح نہ ہوتی اُسکے دیگر نسخے جہاں تک
ممکن ہوتا جمع کرتے اور اُسکی تصحیح کرتے تھے۔ اور بات کی تحقیق میں اسقدر کوشش کرتے تھے کہ طالب کو پوری
تشفی ہوجاوے بغیر اسکے کہ کچھ زبان میں سختی ہو۔ فرماتے تھے علم بمنزلہ غذا کے ہے کہ جسکی ہمیشہ محتاجگی ہوتی
ہی اور نفع اسکا عام ہے اور ذکر بمنزلہ دوا کے ہے کہ جس سے کبھی علاج کرنیکی ضرورت ہوتی ہے طالب کو ضرور
ہے کہ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد بقصد حاصل کرنے فراغ دل اور حضور خاطر کے خلوت اختیار کرے
خصوصًا عشرہ اخیرہ رمضان المبارک اور اول عشرہ ذی الحجہ میں اور ذکر و نفی خواطر میں مشغول ہو مگر پڑھنے پڑھانیکا
شغل ہمیشہ کا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ مشائخ فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہئے کہ ہمیشہ ذاکر رہے فرمایا جو کوئی کام
خیر میں ہے وہ ذکر ہی میں ہے نماز پڑھنا ذکر ہے قرآن شریف پڑھنا ذکر ہے علوم دین کا درس دینا ذکر ہے
اور جو عمل خیر ہے وہ ذکر ہی ہے مگر جو لوگ کہ پڑھنا پڑھانا چھوڑکر کل کاموں سے باز رہتے ہیں اور خلوت میں بیٹھکر
ذکر میں مشغول ہوتے ہیں یہ حکم علاج کا رکھتا ہے جو کبھی کرنا چاہیئے اور ابتدا میں چونکہ مرض بہت قوی ہے
لہذا اُسکا علاج بھی قوی ہونا چاہیے چنانچہ اکثر اوقات خلوت چاہیئے ذکر کیساتھ۔ فرماتے تھے متقدمین کی یہی
روش ہے کہ ابتدا ساتھ اقسام اعمال خیر و تہذیب اخلاق وغیرہ کے کرتے تھے۔ فرماتے تھے علم اس قسم سے نہیں ہے
کہ ہر ایک کو اسکے ترک کرنیکو فرمائیں کوشش اور صحت نیت چاہیئے ایکدن ایک درویش نے حضرت کی خدمت میں
عرض کیا کہ نماز پڑھنا بہتر ہے یا ذکر کرنا۔ فرمایا نماز پڑھنا بھی بڑا کام ہے اور لیکن ذکر کی کثرت سے ایک اتصال
اور اتحاد پیدا ہوجاتا ہے جو آخر فنا و وحدت میں کھینچ لیتا ہے۔ کسی نے عرض کیا فنا، وحدت کیا چیز ہے فرمایا
وہ ایسی لذت ہے جو چکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور جبتک زندہ رہتا ہے اسکا مزہ باقی رہتا ہے کل طالبوں کا
مطلوب حقیقی اُسی لذت کا حاصل کرنا ہے جس شخص نے تمام عمر میں ایکدفعہ اُس لذت کو دریافت کیا ہے وہ جبتک

زندہ رہتا ہے اُس لذت کا مزہ اُس میں باقی رہتا ہے۔ کسی نے عرض کیا عزلت کا طریق جو بعضے درویش
کرتے ہیں کیا حکم رکھتا ہے وصول کے رستوں سے ہے یا نہیں فرمایا شاید ہو مگر اس دعوت کے اکثر اخلاق مہذب
کم ہوتے ہیں اور بہت کج خلق ہوتے ہیں خلقت کی ایذا نہیں اُٹھا سکتے۔ جو کوئی اُن کے ساتھ بدی کرتا ہے جلدی
سے اُسکے بدلہ لینے کو موجود ہو جاتے ہیں۔ عمدہ طریقہ اس راستہ میں تہذیب اخلاق ہے اور خلقت کی ایذاؤں اور بلاؤں
پر صبر کرنا۔ فرمایا میرے شیخ کا بھی یہ طریقہ نہتا مجکو ایک جگہ سے سیعی کی اجازت تھی اور شیخ کو نہ تھی جسوقت فقیر کو
علوم شریعت وطریقت کی اجازت دی اول سیعی کی اجازت فقیر سے لیلی پہر اجازت دی تاکہ یہ فقیر اُن کی طرف سے
مجاز مطلق اور پورا خلیفہ ہو جائے۔ فرماتے تھے یہ شکل اور کیفیت ذکر کی جو درویش کرتے ہیں۔ اگرچہ اُسکی سند صحیح
سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہے مگر یہ مشائخ کے حسنات افعال سے ہیں۔ اصل کام میں کہ
جسکے لیئے ذکر والتزام ذکر ہے دخل رکھتے ہیں اور اثر کرتے ہیں۔ ذکر کی اصل یہی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے
اور اسکے علاوہ اور قسموں کو بھی اسی سے تاثیر ہے لفظاً یا معنیً یا تصوراً فرماتے تھے ذکر میں تمام الفاظ
لینے چاہئیں درستی کیساتھ لا الہ کے مد کیساتھ نفی میں اور حرف ہا کا اظہار اور جانب اثبات میں بھی اسم جلالت میں
مد چاہیئے اور دونوں ہا کا اظہار چاہیئے۔ اور غلبہ شوق کے بعد جب ذکر مستولی ہو جائے جسطرح آپکی باہم چھوڑدی
اُس جگہ معذور ہے وہاں فقط مطلوب فکر کا شوق اور غلبہ ہے۔ فرماتے تھے ذکر اترہ کے۔ ہچانیکا یہی سبب ہے
کہ مریدوں کی ایک جماعت نے شیخ کو غلبہ حال اور استیلا ذکر کے وقت دیکھا کہ اسطرح کرتے ہیں انہوں نے
بھی سند پکڑلی اور اسیطرح کرینگے۔ عرض کیا گیا۔ ذکر خفی جو کہتے ہیں اسکے کیا معنے ہیں۔ فرمایا ذکر خفی یعنی
وہ ذکر جسکو آہستہ کہتے ہیں کہ ہمسایہ بھی نہ سُنے خفی کے معنے ہیں۔ عرض کیا گیا بعضے کہتے ہیں ذکر خفی وہ ہے
جہاں زبان کا بھی گذر نہو بلکہ کہتے ہیں کہ قلب کو بھی اُس سے خبر نہو یہ کیا بات ہے فرمایا یہ دوسری حکایت ہے
بالفعل ذکر خفی کے معنی ہیں کہ خلقت سے تنہا رکھے اور ادنی مرتبہ انکا اپنے نفس کو سُنانا ہے جیسے نماز میں
قرأت اس سے کم نچاہیئے اور دلمیں جو کہتے ہیں وہ خداوند جل وعلا کا یاد کرنا ہے وہ بھی اچھا کام ہے مگر
ذکر کے لفظ کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے حضرت کا طریقہ بھیدوں کے پوشیدہ کرنے اور پرہیزگاری کے کلام
میں اسقدر ہے کہ کبھی کسی نامحرم سے حقائق کی بات نہیں کہتے اور نہ اپنے حالات مخصوصہ سے کچھ ظاہر کرتے

ہیں اور اگر کوئی بڑی ضرورت ہوتی ہے تو تنا ہی فرماتے ہیں کہ جس کی ضرورت ہو اور حاصل مقصد کو کافی ہو۔ اس فقیر نے جو بسبب تواتر استقامت و فضائل دیکھنے کی نسبت بندگی اونکی خدمت میں حاصل کی تھی اس سبب سے مکرر الحاح کیجاتی تھی کہ کبھی کبھی اپنے بعض حالات و اخبار سے مشرف فرماویں تو کبھی کبھی بسبب بعض تقریب و مناسبت کے اشارہ کلام میں ظاہر ہوجاتا تھا۔ اول جو بات اس عرض کے بعد اُن سے پوچھی گئی یہ تھی کہ فقیر برسوں سے مشائخین یمن و اہل حرمین سے سُنتا ہے اور وہ آپکی نسبت خبر دیتے ہیں کہ یہ قدم بقدم شیخ ابو العباس مرسی کے ہیں یہ کیا بات ہے تبسم کر کے فرمایا میں کیا جانوں وہ کیا کہتے ہیں خدا ہی جانے جو وہ کہتے ہیں پھر شیخ ابو العباس مرسی کے مناقب بیان کرنے شروع کیے اور فرمایا کہ وہ شاگرد شیخ ابو الحسن شاذلی کے ہیں اور شیخ عطاء اللہ صاحب الحکم اُنکے شاگرد ہیں انکی ایک تصنیف ہے لطائف المنن فی مناقب الشیخ ابی العباس و ابی الحسن یہ بڑے بزرگ تھے اُس زمانے کے بادشاہ کو اُنسے عقیدہ درست نہ تھا اُنکے تقوی اور پرہیزگاری کے آزمانیکو اپنے ہاں مہمان کیا اور دو قسم کے کھانے پکائے ایک تو حلال مثل بکری و مرغ وغیرہ کے دوسرے حرام جیسے کُتے اور بلی وغیرہ کے اور اپنے لوگوں سے کہدیا کہ لوگونکی دو صفیں بچھانا شیخ اور اُنکے فقراء کو ایک طرف اور اُنکے سامنے یہ حرام کھانے رکھنا اور اُمراء و سپاہیوں کو اور طرف اور اُنکے سامنے یہ کھانا حلال رکھنا اور اُن برتنوں میں کچھ نشانی کردی تاکہ مشتبہ نہو جائیں شیخ کو عین مجلس میں سب حال کا کشف ہوا آستین چڑھا کر اُٹھے اور فرمایا آج ہم خلق خدا کی خدمت کرینگے اور اُن حرام کھانوں کو اُٹھا کر اُنکے سامنے رکھدیا اور وہ حلال کھانے اپنے سامنے رکھ لیے اور یہ آیت پڑھی الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات بادشاہ نے اپنی بدگمانی سے توبہ کی اور شیخ کے پیروں میں گر پڑا اس مجلس میں شیخ ابو العباس مرسی کی اتنی ہی حکایت فرمائی اور فقیر کے سوال کا کچھ جواب نہ فرمایا فقیر کے دلمیں اس کا انتظار رہا یہانتک کہ ایک مدت کے بعد بغیر سوال کیے فرمایا پار سال میں نے تمسے حکایت کہی تھی تمکو یاد ہوگا اُسکا تتمہ باقی ہے جو اُسوقت نہیں کہا گیا تھا اور وہ حکایت جو پار سال میں نے کہی تھی یہ ہے کہ ایک شخص نور محمد حسن نام مولانا محمد طاہر مدنی کی خادموں میں سے بسبب بعض خدمتوں کے مکہ میں آئے تھے اور بسبب اُس علاقۂ اعتقاد و محبت کے جو مولانا مذکور کو شیخ سے تھا حضرت ہی کے رباط میں ٹھہرے اور اس اثنا میں بیمار ہوگئے اور بیماری بھی سخت ہوگئی میں کبھی کبھی انکی عیادت کو جاتا تھا یہانتک کہ ایک شب میں نے خواب میں دیکھا

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ادرك هذا الرجل فثبتہ اور اُس شخص کیطرف اشارہ کرتے ہیں کہ اُسکے
پاس پہونچ اور دستگیری کر میں بیدار ہوکر اُٹھا اور اُن کے پاس گیا کیا دیکھتا ہوں کہ حالت نزع میں پڑے ہوئے
ہیں میں اُنکی کروٹ میں بیٹھ گیا اور قرآن شریف پڑہنا شروع کیا اور جو دعائیں اور ذکر مناسب وقت تھیں پڑہیں
اُنہوں نے اس آیت کو پڑہا یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت اور جان بحق تسلیم کی اس آیت کے
پڑہنے سے آنحضرت کے قول کی طرف اشارہ معلوم ہوا یعنی حضرت نے جو فرمایا تھا ثبتہ میں دوسرے دن اُنکی
قبر پر گیا اور فاتحہ پڑھ کے وہیں سو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں اور مجکو دیکھکر میرے سامنے آئے اور
کہا حق تم نے مجکو تمہاری تثبیت کے سبب بخشدیا اور شیطان کے وسوسے سے جو نزع کیوقت میں ڈالتا ہے نجات
دی اور مجکو شیخ کے گھر کے پاس جنت میں گھر دیا ہے. میں نے یہ واقعہ شیخ کی خدمت میں عرض کیا اور شیخ بھی
اُسوقت مجلس میں موجود تھے شیخ اور سب لوگ رونے لگے یہ وہ حکایت تھی جو بارسال فقیر سے کہی تھی اور فرمایا کہ اُسکا
تتمہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس شخص نے یعنی جسکو میں نے خواب میں دیکھا تھا کہا آؤ مکان کی سیر کرو میں اُنکے گھر کے دروازہ
پر گیا دیکھا دروازہ بہت بلند تھا اندر گیا دوسرا دروازہ آیا اُسکے اندر گیا مکانکو دیکھا نہایت روشن چمکدار موتی و
جواہرات جڑے ہوئے جیسے بہشت کے مکانوں کی تعریف کرتے ہیں پھر تھوڑی دیر کے بعد میں رخصت لیکر باہر آیا وہ بھی
پہونچانیکو باہر آئے جب ہم باہر آگئے ایک اور شخص کو دیکھا کہ بزرگی و ولایت کی نشانی اُنکے بشرہ سے ظاہر تھی میں نے
سامنے جاکر سلام کیا اُنہوں نے بہت مہربانی فرمائی اور مکان کے اندر آنیکا التماس کیا میں نے کہا میں آپسے آشنا
نہیں ہوں اور نہ آپکو پہچانتا ہوں آپکے گھر میں کیونکر آؤں فرمانے لگے ہرگز نہیں اگرچہ بظاہر ہم تم آشنا نہیں ہیں
مگر ہم میں اور تم میں نسبت اتحاد اور یگانگی ہے تمکو ضرور ہی میرے مکان میں چلنا چاہیئے میں نے پوچھا حضور کا نام
کیا ہے کہا فقیر ابو العباس مرسی پھر میں گھر کے اندر گیا دیکھا تو یہ گھر سو حصہ زیادہ اُس پہلے گھر سے آراستہ تھا وہ موتیوں
سے جڑاؤ تھا اور یہ یاقوت سے اُس میں ایک جگہ معین کر کے فرمایا یہ میری جگہ ہے تم یہاں بیٹھو اور میرے صاحب
مقام بنو پھر جب اُس مکان سے باہر آیا ایک اور گھر دیکھا ویسی ہی صفت کا اُس میں شیخ علی متقی بیٹھے تھے اور بڑی و
چھوٹی نہریں جاری تھیں ایک نہر کیطرف اشارہ کر کے فرماتے تھے کہ یہ نہر جامع کبیر ہے اور دوسری کو یہ جامع
صغیر ہے اور ہر ایک جدول کو کہتے تھے کہ یہ فلاں رسالہ ہے اور یہ فلاں ہے غرض اسیطرح ہر ایک کتاب و رسالہ کا

نام لیتے تھے اور اُسکے ساتھ ہر ایک نہر یا جدول کو معین کرتے تھے۔ اس خواب کے تمام کرنیکے بعد فرمانے لگے کہ وجہ
ہے جو مجکو شیخ ابو العباس مرسی کے قدم بقدم کہتے ہیں۔ شاید اس واقعہ کی خبر کسی یمن کے فقیر کو بھی دی ہوگی
جسنے اہل حرمین اور اور لوگوں کو اس معاملہ کی خبر دی مگر میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا اور اب تیس برس بعد تمسے
کہنے کا موقعہ ہوا ہے۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات مین گفتگو ہوئی۔ فرمانے لگے کہ ایک دفعہ بچپن میں میں
والد کے ساتھ بباعث بعض حوادث کے جو ہندو میں ہوئے تھے جنگلوں میں چلا گیا اور رستہ بھول گیا کھانیکو
کچھ پاس نہ تھا بھوک نے غلبہ کیا جیسے کہ بچوں کی عادت ہے میں رونے لگا والد نے جھکا را فرمایا کہ صبر کرو کھانا
آگے ہے مگر اسنے کچھ بھوک کو فائدہ نہ دیا اور اُسی حال میں رات ہوگئی شیر بھیڑیوں کے خوف سے ہمنے ایک درخت
پر چڑھکے رات بسر کی صبح کو کیا دیکھتا ہوں کہ اُس درخت کے قریب پانی کا ایک چشمہ جاری ہے اور اُسکے
نیچے ایک پیر مرد نورانی شکل کنارے پر بیٹھے ہیں مجکو جو دیکھا دو روٹیاں گرما گرم بغل سے نکالکر دیں اور اُسی
کے نزدیک ایک گاؤں کا رستہ بتا دیا اُس روٹی کو ہمنے کھایا اور پانی پیا پھر اُس گاؤں کو چلے جب اُس گاؤں میں
پہونچے پھر اُس چشمہ اور اُن پیر مرد کے دیکھنے کا شوق ہوا جب اُس درخت کے نیچے آئے دیکھا تو نہ وہ پیر مرد
ہیں نہ وہ چشمہ ہے شاید وہ پیر مرد خضر علیہ السلام تھے جنہوں نے جنگل میں ہماری مدد کی واللہ اعلم ایکدفعہ
استدراج میں گفتگو ہوئی فرمایا فاسق اور بدعتیوں کو بھی ایک قوت اور تصرف دیا گیا ہے جسکے سبب عوام لوگوں
کے قلبوں کو جذب کرتے ہیں اور جو لوگ شریعت میں قدم راسخ مضبوط ۱۲ نہیں رکھتے ہیں اُنکو بہکا دیتے ہیں اور اسیکے موافق
اپنی سرگذشت کی ایک حکایت فرمائی کہ ایکدفعہ میں حالت مسافرت میں شہر ملیبار میں پہونچا شہر کا قاضی شافعی
مذہب عبد العزیز نام تھا جو مسافروں اور درویشوں سے ایک بھید رکھتا تھا مجکو بھی اُسنے جو اس لباس
میں دیکھا میرے پاس آکر بیٹھ گیا میں نے پوچھا تمہارے شہر میں کوئی نیک فقیر ایسا ہے جنکے پاس رہسکوں
کہا ہاں ایک شخص ہیں اہل باطن سے کہ شہر کے اکثر لوگ اُن کے معتقد ہیں [illegible] رمیں بعض باتیں خلاف شرع
کرتے ہیں اس سبب میں اُنسے نہیں ملتا۔ دوسرے دن میں اُسی نشان پر جو [illegible] تھا اُنکے دیکھنے کو گیا دیکھا
کہ ایک اونچی جگہ پر ایک مکان بنا رکھا ہے اُسمیں ایک دو تین آدمی اور بھی [illegible] مرد و عورتوں کی ایک
جماعت بیٹھی ہے میں جو گیا بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے مرحبا مرحبا تھوڑ [illegible] بعد بیچ میں آ گیا وہ شخص

پینی شروع کی مجھکو اشارہ کیا کہ پیو میں نے کہا یہ حرام ہے اسکو پینا نہ چاہیئے ہر چند اُنہوں نے اصرار کیا مگر میں
انکار ہی کرتا رہا آخر کو جب میں نے نہیں پی تو کہنے لگے کہ اچھا دیکھ تو میں کیا کرتا ہوں میں وہاں سے غمگین ہوکر
اپنے یاروں کے پاس آیا کھانا موجود تھا مگر کھانیکو جی نچاہا آخر کو سو رہا اور کسی اپنے یار دوست سے وہ قصہ نہ کہا
خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک باغ ہے نہایت سرسبز اور ہر طرح پھل پھول میوہ جات اسمیں موجود ہیں اور ہر طرف
نہریں بہ رہی ہیں غرض ایسا پُر تکلف ہے کہ جسکا تصور بھی ممکن نہیں اور اُسکے رستہ میں اسقدر کانٹے اور خار دار درخت
سختیاں ہیں کہ جنسے وہانتک پہونچنا ممکن نہیں ہے اور وہی شخص شراب کا پیالہ لیکر میرے سامنے آیا اور کہتا ہے
کہ یہ شراب پی لو تو میں تمکو اس باغ میں پہونچا دوں خواب میں بھی میں نے اُس سے وہی انکار کیا جو بیداری
میں کیا تھا اور اُسیوقت میں بیدار ہوگیا اور لاحول پڑہی اور پھر سوگیا پھر وہی خواب دیکھا پھر اُٹھ بیٹھا اور
حضرت جناب سرور کائنات سے التجا کی اور مدد چاہی اب جو میں خواب میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور میں بھی خدمت میں کھڑا ہوا ہوں ایک عصا حضرت کے ہاتھ میں ہے
کہ ناگاہ ایک شخص بدعتی حضرت کے سامنے آیا حضرت نے وہ لکڑی اسکی طرف ماری وہ شخص کُتے کی صورت
ہوگیا اور حضرت کے سامنے سے بھاگ گیا پھر میری طرف حضرت نے متوجہ ہوکر فرمایا کہ وہ دُور ہوگیا اب کوئی
اس شہر میں ایسا نہوگا میں خواب سے بیدار ہوا اور وضو تازہ کرکے دوگانہ شکر ادا کیا اور اُس شخص کے مکان کی
طرف روانہ ہوا دیکھا کہ وہاں کوئی فرد بشر موجود نہیں ہے اور وہ خود ہی آنیسے پہلے بھاگ گیا لوگ کہنے لگے
کہ تھوڑی دیر ہوئی کہ وہ گھر کو اجاڑ کر چلتا پھرتا نظر آیا والسلام۔ ایکوقت عبادت میں حکم مذکور کی شرح ہوئی
کہ عارف واصل عین حقیقت کیواسطے اور پھر بساط جذب یا سلوک کے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ سوائے جذب و سلوک
کے اور بھی کوئی وصول کا رستہ ہے حالانکہ کلام قوم سے انھیں دو رستوں پر انحصار معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا شاید
ہو اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ مجھکو ابتدا میں ایک واقعہ پیش آیا تھا دیکھو اور سمجھو کہ یہ کس قسم میں داخل
ہے میں احمدنگر دکن میں ایک باغ میں بیٹھا تھا اور چند فقیر بھی ساتھ تھے کوئی پکانے کی چیز ہاتھ لگی تھی وہ اُسکا
پکانے [illegible] کہ ایکایکی دور سے ایک شخص ظاہر ہوا اور میری طرف متوجہ ہوا میں نے دلمیں خیال
کیا کہ اگر [illegible] اس سے میں کہونگا کہ میرے ساتھ ایک دو لقمہ کھا لو جب وہ قریب آئے میں نے کہا بیٹھیے

کھانا آتا ہے تھوڑا نوش کیجئے گا میرے یہ کہتے ہی وہ شخص فوراً بھاگ گیا اور ایسا بھاگا جیسے جنگل کا وحشی اُسکے
اس آنے اور بھاگ جانے کی ادا نے دلمیں تاثیر کی پیچھے پیچھے میں بھی دوڑا وہ بھاگ کر باغ کے درختوں میں غائب
ہوگیا میں نے ہرچند تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہیں ملا آخر ناامید ہوکر میں اُلٹا پھرا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت کی
جڑ میں سے جسکی شاخیں زمین پر پھیلی ہوئی تھیں چھپا ہوا بیٹھا ہے اور آپ ہی کہنے لگا کسکو دیکھتے ہو اور کیا
ڈھونڈھتے ہو میں نے کہا تمکو ڈھونڈھتا ہوں کہا اچھا سامنے آؤ میں سامنے جاکر بیٹھ گیا کہنے لگا کہو اللہ
اللہ چھ مرتبہ یا سات مرتبہ اس اسم کی تکرار کی کہ ایک نور غیب ظاہر ہوا اور ایک ایسی حالت پیدا ہوئی کہ میں اپنی خودی
سے جاتا رہا اور بالکل بے شعور ہوکر گر پڑا جیسے کوئی موت سے پہلے مرجاتا ہے پھر اُس شخص نے میرے کان
اور گردن ملنی شروع کی جس سے تھوڑی دیر میں میں پھر ہوش میں آگیا مگر اُس حالت نے اتنا اثر کیا تھا کہ
کئی روز بعد تک میں اپنی حالت میں نہ آسکا اور مجھے اپنے اندر ایک بہت بڑا اثر معلوم ہوتا تھا۔ ایک دوسرے وقت
جوگی جنگم کی ریاضتوں اور اُن کے تصرف میں کلام ہو رہا تھا فرمایا ایک دفعہ سفر کے دنوں میں ایک جنگم سے ملاقات
ہوئی تھی اور اُسکا تصرف دیکھا ہے وہ شخص بہت ہی مرتاض اور مشغول تھا اکثر خوارق عادات اُس سے ظاہر
ہوتے تھے اور کہتا تھا کہ میں ایک قلعہ دیکھتا ہوں سونے کا اور مجھسے کہتے ہیں کہ اگر تو اسقدر ریاضت کریگا
تو تجھکو قلعہ کے اندر لیچلیں گے شہر کے تمام مرد و عورت اُسکی زیارت کو آتے تھے اور نقد و کھانے نذر کرتے
تھے مگر وہ کسی کی طرف التفات نکرتا تھا اور نہ وہ کھانا کھاتا تھا میں نے اُس سے دین اسلام کے بارہ میں
گفتگو شروع کی وہ بہت رضا کیساتھ سُنتا رہا میں اُس سونیکے قلعہ کے خیال کے دفع کرنے میں متوجہ ہوا
آخر کو وہ خیال دفع ہوگیا پھر ایسا ہوا کہ کبھی کلمہ پڑھ لیتا اور کبھی وہی جوگی کا کام کرتا غرض کہ آخر کو خالص مسلمان
ہوگیا اور میرے ہاتھ پر توبہ کرکے مرید ہوا اور ایک وقت درویشوں کی [illegible] وال نکرنے اور کھانے وغیرہ
کی خواہشوں کی طرف کم متوجہ ہونیکے بارے میں فرمایا کتنی دفعہ ہمارا کھا [illegible] کئی یار چلے جاتے
اور قصائیوں کی دوکان کے آگے سے ہڈیاں اُٹھا لاتے اور کھیتوں میں سے [illegible] لے آتے اور اُن
ہڈیوں کو کوٹ کر اور اُس گھانس کو صاف کرکے پکا لیتے پھر اکیلا ایک پیالہ بھر کے [illegible] ر اہل شہر کو اسکی
خبر ہوگئی کھانے لانے لگے ہم وہاں سے دوسرے شہر میں چلے گئے اور تین روز [illegible] رتے تھا ایک

اور حکایت ہے جو فقیر نے اُن کے یار ولنسے سُنی ہی فرماتے تھے ایکدفعہ ایام قحط میں ایک مسجد میں ایک اور یار کیساتھ
بیٹھے ہوئے ایک کونہ میں حضرت مشغول تھے اور دوسرے میں وہ۔ اور یہ اقرار کرلیا تھا کہ ایک دوسرلیسے کلام نہ
کرینگے اور نہ کسی سے کھانا مانگے گیں اسی حالت میں بیس روز گذر گئے کہ کچھ کھانا نہ کھایا ایک شخص حلویکا بیچنے والا
حلوا ان دونوں کے درمیان میں رکھکر چلا گیا ان میں سے کسی نے اُسکو نکھایا جب دو سرا روز ہوا لوگ حلویکا نوالہ بناکر
انکے مُونہ میں رکھدیتے تھے یہ کھالیتے تھے یہ سب حالات زمانہ سیاحت کے تھے کہ اُسوقت مکہ معظمہ میں نہ پہونچے
تھے اور عمر اُنکی پندرہ یا سولہ برس کی تھی اُنیس یا بیس برس کے تھے کہ مکہ شریف میں تشریف لائے اور شیخ علی
متقی کی صحبت میں رہے۔ اسی سبب سے ایکدن اس فقیر نے پوچھا کہ باوجود ایسے ریاضات و مکاشفات و تصرفات جو
تمام و کمال سامنے ہیں شیخ کی صحبت سے پہلے وقوع میں آئے اور شیخ کی ملازمت کے بعد جو وقوع میں آئے وہ تو
بھلا کیسے ہونگے فرمانیلگے میں جو کچھ رکھتا ہوں سب اُنھیں کی برکت ہی اور اُنھیں کا فیض ہی پھر تھوڑی دیر کے بعد
فرمانیلگے کہ دین ہمارا اور ہماری شریعت اُن کے ساتھ مستقیم ہوئے ہے اول زمانے میں مختلف طور پیش ہوئے خدا جانے
کہ آخر میں کہاں جا پڑوں اور کہاں سے اُٹھوں انھیں کی صحبت میں دین و ایمان کا طریقہ اور اتباع شریعت مستقیم ہوا ہے
اور اصل کام یہی ہے اور آخرین مقامات بھی یہی ہے۔ ایک وقت آنحضرت کے استغراق محبت اور اتباع میں کلام ہو رہا
تھا۔ فرمایا ایک دفعہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں حضرت کے گنبد شریف پر چڑھ گیا ہوں گنبد اوپر سے شق ہو کر مجھ سمیت
اندر گر پڑا اور میں اُسکے اندر بالکل محو و متلاشی ہوں پھر اُسکے بعد ایک ایسی قوت مجھ میں پیدا ہوئی کہ مشرق سے مغرب تک
تمام عالم کے دیکھنے کو آ گیا ہوں یہ واقعہ حضرت شیخ کے زمانۂ حیات میں دیکھا تھا اُنہوں نے فرمایا اس خواب کی
تعبیر یہ ہے کہ اسکا دیکھنے والا آنحضرت کے اتباع میں کامل اور محبت میں مستغرق ہوگا اور فنا ہو کر بقا باللہ کیساتھ
متصف ہوگا۔ ایکدفعہ عمرہ جعرانہ میں گفتگو ہو رہی تھی جعرانہ ایک مشہور جگہ ہے مکہ معظمہ سے ایک منزل آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بوقت تقسیم کرنے حنین کی غنیمت کے یہاں ٹہیرے تھے اور عمرہ کیا تھا۔ فرمایا اگر وہاں پہونچو تو آنحضرت کے اُترنے
کی جگہ سے جو پہاڑ میں ہی غافل نہونا اور اُس مقام کا نشان دیکر معین فرما دیا اور فرمایا اگر نصیب میں ہی تو زیارت
آنحضرت کی وہاں میسر ہوگی۔ فرمایا جسوقت میں وہاں سوتا تھا جب آنکھہ بند کرتا آنحضرت کا جمال پیش نظر تھا شاید
کہ ایک پہر میں سو مرتبہ سے زیادہ مشرف ہوا ہونگا اور حضرت اس عمرہ میں بہت جاتے تھے روزہ رکھ کے ننگے پیر

دوسرا دن

ذکر شیخ عزیز اللہ متوکل شیخ باجن کے پیر ہیں جو شیخ علی متقی کے پیر ہیں رحمۃ اللہ علیہم بہت فقر و توکل رکھتے
تھے جب رات ہوتی جو کچھ حاجت سے زیادہ ہوتا ہمسایوں کو تقسیم کر دیتے یہانتک کہ وضو کا پانی بھی و تناہی رکھتے
تھے جو تہجد کیوقت وضو و طہارت کو کافی ہو اور امیروں کو اپنی مجلس میں آنے نہ دیتے تھے اسوقت کے کسی رئیس نے
انکی اولاد میں سے کسی سے زیارت کا التماس کیا فرمایا اگر آنکر فقرا کی صف میں جوتیوں کے پاس بیٹھ جائے تو کچھ
حرج نہیں ہی شام کیوقت وہ رئیس حضرت کے مکان میں آئے دیکھا تو مکان میں اندھیرا پڑا ہوا ہے اور کچھ موجود نہ تھا
جسکا تیل خریدکر چراغ روشن کرتے اُس رئیس نے شیخ کے صاحبزادے سے کہا کہ میں تیل کے کُپّے بھیجتا ہوں اُنکو خرچ
کرنا دوسرے دن جو شیخ نے دیکھا ڈھیروں چراغ خانقاہ کے گرداگرد روشن ہیں دریافت فرمایا یہ کیسے ہیں عرض
کیا فلاں امیر نے تیل بھیجا تھا اُسکے ہیں فرمایا اب نہ لینا اور اُس تیل کو فقرا و مساکین پر خرچ کر دیا اور اُس رئیس کو
منع کر دیا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا مسکن ان کا برہان پور میں تھا اور بعض اولاد انکی احمد نگر میں بھی رہتی ہے رحمۃ اللہ علیہ
ذکر مغل دوم جیو قادری. دکن کے شہر بیدر میں رہتے تھے نہایت مُسن و ضعیف و مستبعد و متبرک و عالی ہمت
و عظیم الشان تھے غنیوں سے بہت بے التفات رہتے تھے شیخ عبد الوہاب فرماتے ہیں کہ وہ انتہا ضعف طاقت سے
کھڑے نہ ہو سکتے تھے مگر کمر خوب مضبوط باندھتے تھے اور راتکو نفلوں کیواسطے کھڑے ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ میرے
شیخ کے عالم میں سے تھے تقویٰ اور پرہیزگاری میں میں اُنکی صحبت میں رہا تھا اور قریب تھا کہ مرید ہو جاؤں مگر چونکہ حصہ میرا
شیخ کے پاس رکھا ہوا تھا میسر نہوا. وفات انکی ستّر ہزار کے درمیان میں ہوئی واللہ اعلم. ذکر میان غیاث
بھروچ میں جو گجرات کے شہروں میں سے ہے رہتے تھے خاصہ بندگان خدا میں سے اُنکی شان میں خیر الناس من
ینفع الناس صادق تھا اور جو چیز ہر قسم سے جسکی لوگونکو ضرورت ہوتی ہے وہ اپنے پاس موجود رکھتے اور لوگونپر خیرات
کرتے تھے چاول کپڑا اور غذا کی چیزیں اور کتابیں و اسباب آلات سب اُنکے گھر میں رہتے تھے اُنکے سب کاموں میں بہتر
یہ کام تھا باوجودیکہ عالم و عامل و متقی و متبع تھے حضرت سیدی شیخ عبد الوہاب فرماتے تھے کہ ایکدفعہ میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افضل الناس فی ھذا الزمان یعنی
اس زمانے میں سب سے افضل کون ہے فرمایا میان غیاث ثم شیخک ثم محمد طاہر یعنی سب سے افضل میاں غیاث ہیں پھر
تمہارے شیخ پھر محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین. ذکر محمد طاہر پٹن جو شہر ہے گجرات میں وہاں رہتے تھے قوم انکی

بوہرہ بھی جو اُس ملک میں رہتے ہیں خداوند تعالے نے انکو علم و فضل دیا تھا حرمین شریفین کی زیارت کی اور وہاں کے
علما و مشائخین کی صحبت میں علم حدیث کی تحصیل کرکے شیخ علی متقی کے مرید ہوئے وہانسے بے انتہا کرامتیں اور بزرگیاں
حاصل کرکے وطن اصلی کی طرف واپس آئے اور جو جو بدعتیں وہاں پھیلی ہوئی تھیں اُنکو مٹایا اور اہل سنت اور اُس
قوم کے عقیدہ میں تمیز کی اور علم حدیث میں بہت کتابیں تالیف کیں منجملہ اُنکے ایک متکفل صحاح کی شرح ہے مجمع البحار
نام اور ایک اور رسالہ ہے مغنی نام جسمیں اسمار الرجال بلا تعرض کے فقط مختصر حالات کیساتھ بیان کیے ہیں ان کتابوں
کے خطبوں میں شیخ علی متقی کی بہت تعریف لکھی ہے۔ اور یہ شیخ کی وصیت کیموافق طالب علموں کیواسطے سیاہی بنایا
کرتے تھے۔ حالانکہ پڑھاتے ہوئے بھی اُسکے حل کرنے میں مصروف رہتے تھے تاکہ ہاتھ بھی بیکار نرہے اور وہانکی بدعتوں کے
مٹانے میں کوئی کسر نہیں رکھی یہانتک کہ مفسدونکے ہاتھ سے نوسو اسی ۹۸۰ میں شہید ہوئے اللہ انکی کوشش کا انکو نیک بدلہ دے۔

ذکر شیخ عبد اللہ و شیخ رحمت اللہ مدینہ شریف کے رہنے والے فقہار صوفیہ میں سے تھے مدینہ شریف سے اس ملک
میں تشریف لاکر یہانکے طلبار کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائی طلبار انکو شیخین کہتے ہیں خواجہ عبد الشہید
عبید اللہی فرماتے ہیں کہ ان شیخین سے وہ شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما یاد آتے ہیں انکی برابر
علم و تقوےمیں اُس طرف سے کوئی شخص یہاں اس ملک میں نہیں آیا اور یہ شیخ علی متقی کے دوستوں میں تھے سلطان روم کے
جو اکثر حکام مکہ معظمہ میں آتے تھے شیخ سے بہت اعتقاد رکھتے تھے شیخ اکثر اُنسے اپنے اصحاب ور دوستوں کیواسطے وظیفہ لیا
کرتے مگر یہ دونوں بزرگوار اور شیخ عبد الوہاب وظیفہ نہ لیتے تھے کیونکہ وہ مال شبہ سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ شیخ رحمت اللہ
کے والد قاضی عبد اللہ سندہ سے بسبب بعض حوادث روزگار کے حضرت کی زیارت کیواسطے مدینہ شریف چلے گئے اور
اپنے کل اہل و عیال و فرزندوں کیساتھ وہاں توطن اختیار کیا اور کئی مرتبہ احمد آباد میں شیخ علی متقی کیساتھ رہے
اور مدینہ شریف پہونچنے بعد چند ہی روز میں دار فانی سے ملک جاودانی تشریف لیگئے اور یہ شیخ عبد اللہ قاضی عبد اللہ
کے مصاحب تھے اور انکا نشو و نما مدینہ شریف ہی میں ہوا اور برسوں اُن مقامات متبرکہ میں درس دیتے رہے پھر بسبب
گردش زمانہ کے ۹۷۰ھ نوسو ستر ہجری کے قریب اس ملک میں تشریف لائے اور تھوڑے دنوں کے بعد احمد آباد میں جو
اُنکے وطن اصلی کا حکم رکھتا تھا تشریف لیگئے اور اقامت اختیار کی اور آخر میں یہ دونوں بزرگان دین چند سال کے بعد
حالت مرض میں کہ حس و حرکت کی بالکل قوت نہ تھی یکے بعد دیگرے مکہ شریف روانہ ہوئے اور وہاں پہونچکر چند روز

زندہ رہے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ذکر شیخ حسین شیخ عبد الوہاب کے دوستوں میں سے تھے اس رستے میں اُنکی ایک
نئی چال تھی اور بالکل بے قید و بے تکلف تھے یہ شیخ حسین میرے اقربا میں ہیں عجیب ہمت بلند رکھتے تھے کہ ایک ادنی چیز
مثل گیہوں و ترکاری وغیرہ خریدنے میں جو کچھ اُنکے ہاتھ میں ہوتا دیدیتے اور یہ پرواہ نہ کرتے کہ روپیہ ہے یا مظفری اور
کبھی بھاؤ پوچھکر اور ٹھہرا کر کوئی چیز نہیں خریدی اور نہ حساب کیا کہ کتنے کی ہوئی فرماتے تھے کہ دریائے نربدا سے ہمارا گذر ہوا
ہمارے ساتھ بہت لوگ تھے دریا کے اُس پار شیر کا جنگل تھا جسکے خوف سے لوگ رستہ نہ چلتے تھے شیخ حسین نے ایک ہاتھ میں
چھری لی اور دوسرے ہاتھ پر چادر لپیٹ کر اُس جنگل میں داخل ہوئے اور شیر کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے باہر چلے آئے رستہ
کشادہ ہوگیا۔ فرماتے تھے ایکدفعہ ایک شخص بلندی پر کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا وسوسوں کی کثرت سے نیت باندہ باندہ
کر توڑ ڈالتا تھا چنانچہ بیسویں دفعہ ایسا کیا شیخ حسین نے اُسکے سینہ پر زور سے ایک ہاتھ مارا کہ پیچھے کی جانب
پانی میں گر پڑا ہاتھ مارتے ہی اُسکے سینہ سے وسوسوں کا اثر بالکل زائل ہوگیا۔ ایکدفعہ ایک طالب علم احیاء العلوم
اُنکے سامنے پڑھ رہا تھا اُسکی زبان میں ایسی لکنت تھی کہ کتاب کے پڑھنے سے عاجز اور بیحد گھبراتا تھا فرمانے لگے بارہا
طبیعت میں خطرہ گذرا کہ اس پڑھنے والے سے کج خلقی کیساتھ کچھ کہوں اسطرح کہ جیسے شیخ حسین نے اُس نمازی کے
وسوسہ دُور کردیئے اُسکی لکنت بھی دُور ہوجائے مگر مجھ سے نہ ہوسکا شاید کہ اُنکی حالت اُسکی متقاضی ہوا ور اثر بتدریج
ظاہر ہو۔ فرماتے تھے کہ ایکدفعہ میں میاں غیاث کی ملاقات کو گیا اور شیخ حسین ہمراہ تھے میاں غیاث کو طہارت
کے پانی کی حفاظت اور نگاہداشت میں بہت خلوص تھا کہ ایسا کم ہوتا ہے اور غصہ بھی بہت تھا شیخ حسین نے مٹکے میں سے
پانی لیکر آبخورہ زمین پر رکھدیا مولنا غیاث نے غل مچایا کہ ہائیں ہائیں برتن ناپاک کردیا شیخ غیاث کے یہ کہتے
ہی مولنا حسین نے اُس برتن کو زمین پر پھینکدیا اور فرمایا اگر یہ برتن ناپاک ہوگیا ہے تو اسکا توڑ دینا اچھا ہے مولنا
غیاث ہنسے اور اُنکو گلے سے لگا لیا حاضرین میں سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ شیخ کا بیفائدہ کوزہ توڑنا اسراف
میں داخل تھا نہیں بلکہ اُنکے خلجان دُور کرنیکو جائز تھا۔ فرمایا کہ امام مالک کے اجتہاد میں جو مٹی کا برتن ناپاک ہوجائے
اُسکا پاک کرنا ممکن نہیں اس حالت میں سوائے توڑ دینے کے اور کیا علاج ہوسکتا ہے ذکر شیخ عبد العزیز بن حسن طاہر
خلیفہ میاں قاضی خاں کے ہیں متاخرین مشائخ چشتیہ میں مشہور تھے علوم شریعت و طریقت و حقیقت کے عالم
تھے بچپن سے ہی ریاضتہائے شاقہ میں مشغول رہے یہانتک کہ مرتبہ مشیخت کو پہونچے ابتدائے عمر سے آخر عمر تک جو اورا

اپنے ذمہ لازم کر لیئے تھے کبھی اُنکو فوت نہونے دیا مشائخ کے اتباع او حفظ قواعد و آداب میں یگانۂ عصر ہو آمنع
حلم رضا تسلیم شفقت و اعانت فقرا میں بے مثل تھے غرضکہ اپنے زمانے میں مشائخین چشت کی یادگار تھے دہلی میں
اُنکی وجہ سے ارشاد و مشیخت کا سلسلہ قائم رہا آپ صاحب سماع تھے حتّٰی کہ آخر وقت رحلت میں بھی ذوق و شوق کیساتھ
دار البقا کو تشریف لیگئے اور خاتمہ اس آیت پر ہوا فسبحان الذی بیدہٖ ملکوت کل شیٔ والیہ ترجعون
حضرت کے والد فرماتے تھے کہ عالم جوانی میں جب ہماری نظر حضرت شیخ کے چہرہ مبارک پر پڑتی تھی تو بے اختیار گریہ
طاری ہوتا تھا بسبب اُس شوق و غربت کے جو اُنکے چہرہ مبارک میں نظر آتا تھا پیدائش اُنکی جونپور میں ۱۰۹۸ھ میں ہوئی
ڈیڑھ برس کی عمر تھی کہ اپنے والد کیساتھ دہلی تشریف لائے اور چھٹی جمادی الاخری ۱۱۹۲ھ میں وفات پائی مزار اُنکا اُنہی
کی خانقاہ کے صحن میں ہے۔ فقیر نے اُنکی وفات کا قطعہ تاریخ کہا ہے قطعہ شیخ کامل عارف دوران خود عبد العزیز
آنکہ میداد اہل دل را مجلس یاد از بہشت ❊ ہرچہ از اوصاف اہل اللہ در عالم بود ❊ حق تعالیٰ زاول فطرت بذات او سرشت
یادگار اہل چشت او بود در دوران خود ❊ گشت ازاں تاریخ فوتش۔ یادگار اہلِ چشت ❊ اُنکی اولاد میں سب سے بڑے شیخ قطب العالم
ہیں عالم و فاضل صاحب اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ صدق استقامت کا قدم والد کے سجادہ پر رکھکے اوقات کو
طاعت و عبادت میں مصروف رکھتے ہیں اور حضرت کے بڑے خلیفہ شیخ جاںلدہ ہیں جو کل خلفاؤں اور مریدوں میں سب سے
زیادہ شیخ سے خصوصیت اور اتحاد رکھتے تھے اور شیخ کے محرم راز تھے اب شیخ کا جانشین اُنھیں کو جانتے ہیں دوسرے شیخ عبد
الغنی بداونی ہیں اور وہ بھی علم و عمل و حال و ریاضت فقر و عزلت اور کل آداب سلوک سے موصوف ہیں شہر دہلی کے باہر
ایک مسجد جسکا اسم فیروزی ہے اُس میں مقیم اور عبادت مولیٰ کیساتھ مشغول ہیں اور اُنکے اوضاع و اقوال سے قوت
و استقامت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ ذکر شیخ جُنید حصاری یہ بزرگ شیخ فریدالدین شکر گنج کی اولاد سے
ہیں عمر دراز پائی آثار عظمت اُنکے چہرے سے ظاہر تھے اسقدر جلدی لکھتے تھے کہ جسکو سوائے خرق عادت کے اور
کچھ نہیں کہہ سکتے یعنی تین روز میں تمام کلام مجید معہ اعراب لکھ لیتے تھے لنسے متعدد خوارق نقل کرتے ہیں
اور اُنھوں نے اپنے بعض رسالوں میں وہ وہ عجیب باتیں اسرار غیب سے جو اُنپر ظاہر ہوتی تھیں لکھی ہیں کہ عقل اور فہم
اُسکے سمجھنے سے عاجز ہیں خدا جانے اُنکے لکھنے کا کیا باعث ہوا کہتے ہیں کہ اُنکی اولاد میں سے کسی نے یہ خیال کر کے کہ
خلقت اُسکے سمجھنے سے عاجز ہے اُسکو دھو کر مٹا دیا واللہ اعلم مزار اُنکا حصار میں ہے ذکر میاں نجم الدین مندی

حضرت شاہ جیو کے مرید ہیں ایکسو بیس برس کی عمر پائی اُنکے باپ سلطان غیاث الدین مندوی کے وزیر تھے عاشق
صاحب حال اور علائق دُنیاوی سے محض مجرد تھے فقط ستر ڈھکنے کیموافق لباس پر اکتفا کرتے تھے سات برس
تک ان کے پیر نے ان کی طرف نظر کرکے انکو اپنی طرف کھینچا تھا۔ کہتے ہیں کہ احمد آباد میں انہوں نے مردہ زندہ
کر دیا تھا اور اس واقعہ کے بعد وہاں سے غائب ہوگئے اور ایسے غائب ہوئے کہ وہاں کے کسی فرد بشر کو انکا نشان تک
بھی نملا ایک عرصہ کے بعد دہلی چلے آئے یہاں اکثر اوقات حضرت خواجہ بندہ نواز قطب الاقطاب سلطان دُنیا
و دین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کے مزار مظہر انوار کے قرب و جوار میں حاضر رہتے پھر حضرت غریب نواز
سے اجازت لیکر اجمیر سراپا خیر میں حاضر ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ
خواجگان خواجہ بزرگ نے اپنی اولاد میں سے کسی صاحبزادہ کو عالم رویا میں حکم دیا تھا کہ شاہ نجم الدین کی وفات
کے ایام قریب ہیں انکو میرے مزار کے سامنے دفن کرنا چنانچہ اب وہیں انکا مزار ہے ذکر شیخ برھان کالپی
بہت ہی مشغول اور صاحب ریاضت تھے اور اُنکا تصرف و کشف بہت ہی بڑھا ہوا تھا اُنکے ہندی کے دوہرے
لوگوں میں مشہور ہیں یہ دوہرے درد و محبت سے معمور ہیں بعضے کہتے ہیں انکا عقیدہ مہدویہ تھا واللہ اعلم
وفات انکی آخر سنہ ہزار میں ہوئی۔ ذکر شیخ اسلم بن بہاؤالدین حضرت خواجہ شیخ فریدالدین مسعود
گنج شکرؒ کی اولاد سے ہیں انکی پیدائش ۸۹۶ھ کی ہے عالم جوانی ہی میں سپاہیوں کے لباس میں بے انتہا ریاضتیں
کرتے تھے اور انھیں دنوں میں شادی کرنیسے پہلے ۹۱۱ھ میں سفر اختیار کیا اور حرمین شریفین کی زیارت سے
مشرف ہوکر عرب و عجم کی خوب سیر کی اور بزرگوں کی صحبت میں رہکر بڑے بڑے مجاہدے کیئے پھر ایک مدت کے بعد
سیکری میں جہاں اُنکے والد اور بھائی بسبب ملازمت کسی امیر کے دہلی سے جاکر مقیم تھے تشریف لے گئے اور
سیکری کے کسی پہاڑ کے غار میں گوشہ نشین ہوئے۔ کہتے ہیں کہ وہ تمام عمر بچپن سے لیکر آخر عمر تک طے کے
روزے رکھتے تھے اور ٹھنڈی ضعیف کرنیوالی چیزوں سے افطار فرماتے جیسے پُرانا سرکہ یا ٹھنڈی ترکاریاں
اور ہر روز ٹھنڈے پانی سے غسل کرتے تھے اور چلہ کے جاڑوں میں سوائے ایک کرتے کے اور کچھ نہ پہنتے تھے
اور یہاں مقیم ہوکر شادی کرلی تھی اور صاحب اہل و عیال ہوگئے تھے اور بسبب مانک گرگل ہوجانیکے انکے
مزاج میں بھی جمعیت پیدا ہوگئی تھی عمارتیں اور باغ اور کنوئیں بنائے اور سجادہ شیخین پر بیٹھے نماز اہل حرمین کے

مطابق اول [illegible] بعض عادتیں مخالف شریعت کے جو عوام میں متعارف ہیں متغیر ہوگئیں اور
طالبوں کو ریاضت [illegible] فرماتے تھے اُنکی مجالس بظاہر امیروں کی سی معلوم ہوتی تھیں ایک کو دوسرے کے
سامنے نہ [illegible] کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُنسے اعتقاد و محبت رکھتے ہیں وہ عجیب عجیب کرامتیں
اور کشف و تصرف [illegible] پھر سنہ ۹۶۲ھ میں بسبب اُن پریشانیوں کے جو ہمیون ملعون سے اُنکو پہونچیں
حرمین شریفین چلے گئے [illegible] میں پھر تشریف لائے اُس زمانہ کے بادشاہ سلطان جلال الدین محمد اکبر کو اُنسے
بہت اعتقاد [illegible] چونکہ بادشاہ کے وارث سلطنت نہ تھا اس سبب شیخ سے رجوع کی حقتعالیٰ نے بطفیل
توجہ حضرت شیخ کے [illegible] انکو شیخ کے گھر میں پرورش کیا گیا بادشاہ کو حضرت شیخ سے اسقدر عقیدہ تھا کہ درمیان
میں کوئی حجاب [illegible] تمام توابعین و لواحقین عنایت شاہانہ سے مخصوص ہوئے انتیسویں ماہ مبارک
رمضان کو اعتکاف [illegible] عالم فانی سے سنہ ۹۷۹ھ میں دار باقی کو تشریف لیگئے روضہ اُنکا جسکو اُنہوں نے اپنے
سامنے بنوایا [illegible] اسکو پورا کیا اسی میں مدفون ہوئے فی الواقع مسجد اور اُس روضہ کی عمارت ایسی ہے
کہ شاید کہیں [illegible] تاریخ تیاری ثانی مسجد الحرام ہے ذکر شیخ نظام الدین انبہٹوی شیخ
معروف جونپوری کے [illegible] جو مولٰنا الہداد شارح کافیہ و ہدایہ کے مرید تھے اور یہ سالک مجذوب تھے حال
صحیح رکھتے تھے اور سکر [illegible] غالب تھی سلوک کے زمانہ میں بڑی شاقہ ریاضتیں اُٹھائی تھیں اشراق باطن
اور کشف خواطر انتہا ظہور پر تھا جو اُنکی خدمت میں حاضر ہوتا ضرور کچھ نہ کچھ اُس میں سے دیکھتا تھا یہ سماع سے
پرہیز کرتے اور مریدوں کو بھی منع کرتے تھے اور مظاہر صوری سے تعلق کرنیکو بھی منع کرتے تھے. فرماتے تھے کہ اگر
باز کی آنکھیں نہ باندھیں تو چھوٹے پرندوں کا شکار کریگا اور اگر ریاضت کرینگے تو کلنگ کا شکار کریگا اور سماع کے بارے
میں فرماتے تھے کہ اختلاف میں کیوں پڑیں اگر تقلید کریں تو اولیا متقدمین کی کریں باوجود اسکے جب کبھی اُنکو حالت
ہوتی تھی تو اُن کے بدن میں آگ لگ جاتی تھی اور جب کبھی پرہیز کرتے تھے تو خون جاری ہوتا تھا اور سخت مشقت
اُٹھاتے تھے اُنکے اکثر کلام آداب طریقت اور فضائل اعمال میں ہوتے تھے اور اپنے ہمرازوں کیساتھ حقائق توحید
بھی بیان کرتے تھے نقل ہے کہ وہ صبح صادق کے متصل ہی حجرہ سے نکل کر نماز پڑھتے تھے ایکدن مسجد
اندر اپنے معمول کے موافق مصلے بچھائے ہوئے تھے خلوت سے باہر آئے تو باہر کھڑے ہوگئے اور کہا کہ ہمیں

نماز پڑھونگا شاید وہاں کوئی موذی ہو لوگوں نے جو تلاش کیا ایک سانپ مصلے کے کونہ میں لپٹا ہوا ملا
وفات انکی ۹۱۰ھ میں ہوئی ذکر شیخ جلال قنوجی قریشی مشہور بہ للا صاحب ذوق وحالات و وجد تھے
اسمار الہی کی دعوت میں بھی کشود رکھتے تھے راتوں کو اپنے اوپر روتے اور نعرہ مارتے تھے اور جذبہ کے غلبہ
کیوقت اپنی تغیر حالت و وضع ظاہر کرتے گدہے پر سوار ہو کر شہر کے کوچوں میں پہرتے تھے اور معمر تھے وفات انکی
۹۸۸ھ نوسو اٹھاسی میں ہوئی ذکر شیخ جلال الدین تھانیسری کابلی مرید و خلیفہ حضرت شیخ عبدالقدوس
کے ہیں اپنے زمانیکے مشہور مشائخین سے ہوئے ہیں عالم باعمل مستقیم اور شیخ کامل تھے اول عمر سے آخر تک
طاعت وعبادت و درس و وعظ و ذکر و سماع و ذوق وحالت میں گذاری عمر بہت دراز پائی مگر نوافل کی رعایت
اور ادب کی حفاظت میں آخر عمر تک مستقیم رہے نقل ہے کہ ایکدفعہ اُنکا ایک لڑکا فوت ہو گیا تو اُسکے رنج سے
سماع نہ سُنا کہ مبادا وہ درد محبت الٰہی سے مخلوط نہو جائے حضرت شیخ عبدالقدوس نے اکثر مکتوبات انکے
نام لکھے ہیں اور اُنہوں نے بھی اپنے پیر کی طرز پر مکتوب لکھے ہیں وفات انکی چودھویں ذی الحجہ ۹۸۹ھ میں
ہوئی اسوقت عمر انکی بچانوے ۹۵ برس کی تھی ذکر شیخ اسحٰق پیر فانی تھے ملتان سے دہلی میں آئے
انہوں نے سیاحت بہت کی اور بے انتہا ریاضتیں کھینچی تھیں اکثر اوقات چپ رہتے اور بہت کم بولتے تھے بندہ
انکی خدمت میں حاضر ہوا ہے اور انکے التفات وعنایت کو دیکھا ہے فقیر سے بہت باتیں کرتے تھے اور کہتے تھے
کہ میں ایک لڑکے کا منتظر ہوں سو خدائے تعالیٰ نے اُنکو اس ضعیف العمری میں فرزند عنایت کیا وہ پیدا ہوتے
ہی انتقال کر گیا اُنہوں نے خادمہ سے فرمایا گھر میں کچھ ہے لاؤ تاکہ میں اُسکو گھر کے باہر نکالدوں خادمہ نے
کہا تمہارے گھر میں رکھا ہی کیا ہے جو نکالوگے فرمایا جو کچھ ہو تھوڑا یا بہت لے آؤ خادمہ نے دو تین سیر غلہ اور
اور ایک دو پُرانے کپڑے لاکر دئے آپنے وہ سب فقرا کو دیدئے پہر فرمایا کسی گانے والیکو بلاؤ کیونکہ میرا اسوقت
سماع سُننے کو جی چاہ رہا ہے خادمہ نے کہا آپکے پاس رکھا کیا ہے جو قوال کو دیجئے گا فرمایا یہ عمامہ اور چادر ہے
یہ دیدونگا پہر اُسیوقت اُٹھکر ایک دوست کے گھر گئے جو انکے پڑوس ہی میں سرود بجا رہا تھا اُسکو سُنکر بہت روئے
اور حالت بے اختیاری اُنپر غالب ہو گئی لوگوں نے گھر میں لاکر ڈالا تھوڑی دیر قیلولہ کیا پہر اُٹھے اور فرمایا
آج جمعہ ہے میں نے غسل نہیں کیا حجام کو بلاؤ اور سب رخصت ہوئے پہر کہا آج میں نے وظیفہ نہیں پڑہا

قرآن شریف لاؤ قرآن شریف پڑھکر سو رہے اور جان بحق تسلیم کی آپکی وفات ۹۵۸ھ میں ہوئی ذکر شیخ عبد
الغفور رمانوی علم دعوت و عملیات میں کامل تھے سیر بہت کی تھی ہندوستان و خراسان بھی دیکھا تھا اور
یہ مرید و تلقین یافتہ اپنے نانا شیخ شمس الدین کے ہیں ایکدفعہ انکو جن اڑا کر لیگئے تھے اور یہ مدتوں اُن میں رہے
گھر کے لوگوں کو یہ خیال تھا کہ یہ کہیں سفر کو گئے ہیں یہ جنوں کے شہر اور وہاں کی زمین و رانکے وضاع و اطوار
خوب تفصیل سے بیان کرتے تھے اور اُنکی زبانیں بھی جانتے تھے بہت معمر تھے ۹۸۹ھ میں وفات پائی انکو شیخ
عبد الغفور رمانوا سوجہ سے کہتے ہیں کہ مانو انکی معشوقہ تھیں جن یا انسان کے فرقہ سے نہ معلوم کس سے تعلق
رکھتی تھیں شیخ کو اُنسے اسقدر محبت تھی کہ اگر کوئی انکا نام ٹھیکری پر لکھکر آگ میں ڈالدیتا تو یہ بھی آگ میں گر پڑتے تھے
کتنی ہی دفعہ دیکھا ہے کہ مانو ٹھیکری پر لکھکر اُنکے سامنے کنوئیں میں ڈالدی اور وہ بھی اُسکے ساتھ ہی گر پڑے
اور اُس ٹھیکری کو کوئیں کی تہ سے نکال لائے یہ شیخ ہمارے قرابتیوں میں سے ہیں قبیلہ کی اکثر عورتیں کہتی ہیں
بارہا دیکھا ہے کہ ایک شخص دروازہ کے باہر سے اُنکے گھر میں گیا اور غلہ کو پیسکر اور جو کچھ خدمت چاہیے کرکے غائب
ہو گیا اور کبھی کبھی مولانا شمس الدین کی خدمت میں جماعت بیٹھی ہوئی دکھائی دیتی تھی اور کوئی یہ نجانتا تھا کہ یہ کون
ہیں رحمۃ اللہ علیہ ذکر مولنا درویش محمد واعظ ایک مرد مرتاض عابد زاہد اور درویش سالک و عارف
تھے درویشوں کی صورت و سیرت کیساتھ موصوف انکی تمام عمر سلوک اور ریاضت ہی میں گذری بے انتہا ذوق
اور نہایت خوشگوار صحبت رکھتے تھے اور نے کی آواز سُننے سے ان میں ایک شورش درد و گریہ پیدا ہوجاتا تھا
اسقدر کہ تقریر و تحریر سے باہر ہے اصل میں ماوراء النہر کے رہنے والے تھے برسوں حرمین شریفین میں ریاضت
و عبادت و مجاہدہ کیا اور افغانوں کے زمانے ۹۵۱ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور یہاں کے اکثر مشائخ سے
صحبت حاصل کی اور اب دہلی میں جو حالت درویشوں کے لائق ہے اُسکے ساتھ گذران کرتے تھے ۹۹۷ھ میں
انتقال کیا مزار انکا حضرت مولنا برہان الدین بلخی کے پاس ایک چبوترہ پر ہے ذکر مولنا بحثی نام انکا
محمد ہے اور بحثی تخلص تھا۔ ابتدا میں بڑے بے ملاحظہ تھے مگر جب توفیق الٰہی انکی رفیق ہوئی اور فقر و ریاضت
کے رستہ پر کھینچ لائی دہلی میں حضرت خواجہ سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدینؒ کی بارگاہ عالم پناہ
کے قریب میرنا محمد نے جو ایک بہت بڑا امیر تھا اُنکو خانقاہ بنادی تھی اُسی میں رہتے تھے اور وہیں دفن ہوئے یہ

دہلی کے ویرانوں میں بہت پھرتے تھے اور کشف قبور بھی اُنسے نقل کرتے ہیں بوقت ارتحال دل اُنکا باخبر تھا مولنا
حسن کشمیری جو فاضل و عالم اور مودب مقبول مہذب درویشوں کے معتقد تھے انکی تاریخ میں کہتے ہیں ؎
فات فی البیت شیخنا بحثی * کہ نبودش نظیر بیشک و ریب * سال تاریخ آں ملک سیرت * فات بحثی ندا رسید زغیب

اب یہانسے چند مجذوبوں کا ذکر شروع ہوتا ہے بلا لحاظ تقدم و تاخر زمانہ شاہ ابو العیب
بخاری شیخ حاجی عبد الوہاب کے فرزند ہیں سکر طافح اور حالت غالب رکھتے تھے طالب علمی کے زمانہ میں اپنے
ہم سبقوں سے کہا کرتے تھے کہ تم لوگ تو ہمیشہ پڑھو گے اور مجھکو ایسی فرصت وقت پر بھروسہ نہیں ہے خدا جانے
کیا حالت پیش آئے آپنے بہت جلدی سے تمام کتابوں پر عبور حاصل کر لیا اسکے بعد ایک جذبہ انھیں ایسا درپیش ہوا
کہ تمام کاموں سے معطل رہگئے نقل ہے کہ ایکدفعہ دن بھر آپکے مکان میں روٹیاں پکیں اور توے گرم ہے آپ آئے
او دونوں پیروں کو توے پر رکھکر کھڑے ہوگئے کچھ اثر سوزش کا ظاہر نہوا نقل ہے کہ مرنیسے ایک روز پیشتر
اپنے پیروں کی زیارت کیواسطے گئے اور عرض کیا کہ اگر نصیب میں ہے تو کل پھر آپکی زیارت کو آؤنگا وہاں سے گھر آکر
والدہ کے پاس گئے اور پوچھا کہ اماں کچھ جانتی ہو کہ میں سید ہوں اُنہوں نے کہا باپ تو سید ہے اور تیرے باپ
سید تھے آپنے فرمایا میرے دادا اور باپ سے کون پوچھ سکتا ہے کہ میں سید ہوں اسکے بعد خدمتگار کو بلا کر پوچھا
کہ تو آقا کیواسطے کیونکر روئے گا دیکھوں کسطرح روتا ہے اُسی دن یا اسکے دوسرے دن انتقال کر گئے واللہ اعلم

میاں معروف مجذوب تھے اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی کے مزار شریف کے قریب رہتے
تھے اُس گنبد میں جو حضرت مولنا برہان الدین بلخی کے مزار مبارک کے پاس ہے باوجود حالت سکر و جذبہ کے
علم تکسیر میں خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے جب شیر شاہ نے دہلی کے قلعہ کو ویران کیا یہ غائب ہوگئے
کہ پھر نشان تک نملا ذکر شیخ علاؤ الدین مجذوب انکو شیخ علاول بلاول بھی کہتے ہیں کشف
حال اور دل کی باتیں ظاہر کرنے میں خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے جو کوئی انکی خدمت میں آتا ضرور
امور عجیبہ دیکھتا ابتدا زمانہ میں طالب علمی کرتے تھے ایک مدت سامانہ میں رہے پھر دہلی میں بھی طلب علم کیا جب
جذبہ کی حالت انکو شروع ہوئی تو آگرہ چلے گئے اور مدتوں مجرد رہے پھر خلقت کا انکی کرامتیں و خوارق دیکھکر
انکی خدمت میں رجوع ہوگیا تھا انکے واسطے لونڈیاں خریدنے لگے آپکا بھی بوجہ اقتضائے طبیعت بشری انکی

طرف میلان ہوا اور فرزند پیدا ہوئے جنمیں سے ایک شیخ رزق اللہ ہیں قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایکدفعہ بسبب
خبر نہ ملنے کسی فرزند کے میں متردد تھا اور چاہتا تھا کہ اُسکی خیریت کے واسطے صدقہ دوں یا قرآن شریف پڑھوں
یا کسی اسم کا اسمائے الٰہی میں سے ورد کروں غرضکہ اسی تردد میں شیخ علاؤ الدین کے پاس گیا کہ وہ کیا اشارہ کرتے
ہیں جسکے موافق میں عمل کروں جب میں گیا تو مجرد دیکھتے ہی فرمایا قرآن شریف پڑھنا سب سے بہتر ہے فَاقْرَءُوْا مَا
تَیَسَّرَ مِنْہُ فرماتے تھے کہ ایکدن میں نے اُنکی خدمت میں عرض کیا کہ مجکو ایک مشغولی فرمائیے کہ جسکو عمل میں
لاؤں فرمایا تجکو محبت عشق کافی ہے دوسری چیز کی ضرورت نہیں اور میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ ایکدفعہ میں
ایک دوست موافق کی صحبت سے جُدا ہوگیا تھا اُنسے ملنے کا بہت اشتیاق تھا وہ دہلی میں رہتے تھے ایک رات کو خواب
میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں اور وہ شیخ علاؤل بلاؤل کی خدمت میں بیٹھے ہیں اور میں اُن کا ہاتھ پکڑکے شیخ کے
سامنے لاتا ہوں اور شیخ سے کہتا ہوں کہ انکے ہاتھ پر بوسہ دو شیخ کہتے ہیں کہ تم بوسہ دو کیونکہ عاشق ہو خداوند تعالیٰ
اُنکو ایک قبولیت بخشے گا صبح ہوتے ہی میں اندھیرے میں شیخ کی خدمت میں پہونچا دیکھا کہ شیخ دروازہ ہی پر
کھڑے ہیں اور مجکو دیکھتے ہی چلاکر کہنے لگے کہ جاؤ جلدی جاؤ لوگ تمہارے منتظر ہیں اور یہ دو کلمہ فرمائے
خیر دین خیر دین اُسوقت میں نے دہلی کا مصمم ارادہ کیا کوئی خدمتگار ساتھ نہ تھا اور خدمتگار کی تلاش ضروری
تھی اِلّا اشتیاق بہت غالب تھا لہذا اسکا بھی مقید نہوا اور فرسخ کی سرا میں فروکش ہوا ایک شخص میرے سامنے آیا
میں نے پوچھا تیرا نام کیا ہے اُسنے کہا خیر دین دہلی جاتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپکی خدمت میں رہوں جب ہم
دوسری منزل پر پہونچے وہاں بھی ایک شخص خیر دین نام ملے اور وہ بھی دہلی ہی جاتے تھے شیخ کے اُس مکرر فرمانے
کا بھید اب ظاہر ہوا اور وہ دونوں خیر دین ہمراہ ہوئے جب دہلی میں پہونچے میں اپنے دوست سے ملا اُنسے ملکر بہت
خوشی حاصل ہوئی سنہ وفات شیخ علاؤ الدین مجذوب ۹۴۷ھ ہے ذکر مسعود نخاسی بدایوں میں ایک دیوانے
تھے حضرت خواجہ محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ خواجہ زین الدین ساکن مدرسہ معزی نے اُنسے کہا مجکو کوئی فائدہ فرمائیے
اُنھوں نے فرمایا شراب منگاؤ اُنھوں نے غلام کو بھیجکر شراب منگائی اور اُنکے سامنے رکھی اُنھوں نے کہا دریا کے کنارے
جاکر پیوں گا اور پانی کے کنارہ پر بیٹھکر خواجہ زین الدین سے کہا کہ ساقی بنو خواجہ زین الدین نے پیالہ بھرکر
پیش کیا دیوانہ نے پینا شروع کیا اتنا کہ مست ہوگئے پھر کپڑے اُتار کر پانی کے اندر چلے گئے جب پانی سے باہر نکلے

خواجہ زین الدین سے کہا کہ تمکو پانچ خصلتیں لازم پکڑنی چاہئیں اول گھر میں کشادگی رکھنا خواہ کوئی ہو۔
دوسرے کشادہ رو رہنا اور خوشی اور بشاشت ظاہر کرنا۔ تیسرے جو کچھ میسر ہو اُس سے دریغ نہ کرنا خواہ تھوڑا ہو خواہ
بہت موجود کر دینا چوتھے یہ کہ اپنا بوجھ کسی پر نہ رکھنا پانچویں یہ کہ لوگوں کے بوجھ کیواسطے بدن کو آمادہ رکھنا۔
ذکر شیخ حسین مجذوب قصبہ امیری کے رہنے والے تھے اور اکثر دہلی کی سیر کیا کرتے تھے سلطان سکندر
پر عاشق تھے چنانچہ سلطان سکندر نے کئی مرتبہ انکو قید کر دیا تھا دوسرے روز لوگ دیکھتے تھے کہ وہ
بازاروں میں پھرتے ہیں ایکدفعہ سلطان سکندر اپنے محل خاص میں بیٹھے تھے کہ یکایک وہ موجود ہو گئے
سلطان نے کہا یہاں بے میری اجازت کے کیوں آگئے اُنہوں نے کہا میں تمہارا عاشق ہوں اس سبب سے
چلا آیا سلطان نے آگ کی انگیٹھی میں جو وہیں موجود رکھی تھی مُنہ ٹھونس دیا اور تھوڑی دیر تک اُسی میں رہنے
دیا پھر جب نکالا سوزش کا مطلق اثر نہ تھا۔ ذکر شیخ حسین بودلہ دہلوی شہر کے ایک رئیس کے
فرزند اور پیدائشی مجذوب تھے اس عالم سے بالکل بے خبر اور غافل حالت اُنکی بڑی عجیب و غریب تھی کبھی کبھی بالکل
برہنہ رہتے تھے اور اُن کا عضو مخصوص کبھی کھڑا ہوتا تھا گویا کہ مٹی کے گولے دیوار میں لگا دئے ہیں اور جو کچھ کپڑے
وغیرہ کی قسم سے ہوتا تھا قوالوں کو یا جو کوئی حاضر ہوتا بخشدیتے تھے باوجود اس حالت کے جو خوبصورت شکلیں
مجلسوں میں موجود ہوتیں اُنکو دیکھ کر خوب ذوق کیا کرتے تھے بعض علما نے اُنکو خواب میں اسطرح دیکھا ہے کہ گویا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہے ہیں اور بعضے حاجی کہتے ہیں کہ ہم نے اُنکو مکہ شریف میں دیکھا ہے وفات اُن کی
سنہ ۹۴۴ میں ہوئی قبر اُنکی دہلی کے بازار میں خواص خاں کے مقبرہ کے پاس ہے یہ خواص خاں شیر شاہ کے آزاد کیئے
ہوئے غلاموں میں سے تھا سخاوت اور صلاحیت میں یکتائے زمانہ اُنکے حالات بہت مشہور ہیں سلیم شاہ نے
انکو سنہ ۹۵۰ میں شہید کیا تھا۔ ذکر شیخ عبد اللہ ابدال دہلوی یہ ایک مشہور شخص تھے بازاروں میں
رقص کرتے اور ہندی کے دوہرے کہتے پھرا کرتے تھے اور اُنکے ساتھ لوگ دف اور رباب بجاتے پیچھے پیچھے
رہتے تھے نقل ہے کہ ایکدن یہ ایسے بیمار تھے کہ گھر کے آدمیوں نے اُنکی بغل میں ہاتھ دیکر اُٹھایا اور گھر کی دہلیز
میں بٹھا دیا پھر آکر جو دیکھتے ہیں تو وہ اُسیوقت غائب ہو گئے اور مطلق نشان نملا۔ شیخ رزق اللہ فرماتے تھے
کہ میں گجرات میں گیا تو لوگوں سے اُنکا اور اُنکے دوہروں کا ذکر بہت سُنا میں نے اُنسے پوچھا وہ ادھر کب آکے

وہ تو دہلی میں تھے اُنہوں نے کہا وہ تو اکثر یہیں رہتے تھے وہ دہلی کب گئے شیخ رزق اللہ میرے اقرباسے اور
فقیر کے دادا سے خواہر زادگی کی نسبت رکھتے تھے جب میرے دادا کو دیکھتے کہ حالت سکر و جذبہ میں ہیں تو اُنکی
طرف متوجہ ہو کر کہتے کہ تم میرے خویش حقیقی ہو اور جو اور بھائیوں کو دیکھتے جو مشرب معرفت و محبت سے بالکل
بیگانہ تھے تو اُنکی طرف کچھ متوجہ نہوتے رحمۃ اللہ علیہ میاں مونگر لاہور میں رہتے اور اپنے زمانہ کے مشہور
مجاذیب سے تھے حاجی محمد فرماتے ہیں کہ ایکدفعہ میں لاہور گیا شیخ حسن جو مجھسے محبت رکھتے تھے میرے ساتھ
تھے ایکدن مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ شیخ مونگر پہونچے اور شیخ حسن پر نظر ڈال کر پوچھا کہ تم کہاں سے آئے
ہو اور تم کو یہاں سے کیا تعلق ہے اُنکے یہ کہتے ہی شیخ حسن وہاں سے بھاگے ایسے کہ پیچھے مڑکے بھی ندیکھا اور دہلی ہی
میں آکر دم لیا۔ باباکپور مجذوب کالپی کے رہنے والے تھے ابتدا میں سلوک کا طریق بہت طے کر چکے
تھے سقائی پیشہ کرتے تھے رات کو انکو ضعیفوں کے گھر میں پانی بھرا کرتے آخر کو ایک شخص سے جو حالت جذب
اُنکو نصیب ہوئی فتوحات کے دروازہ کشادہ اور اہل عالم کے دل اُنکی طرف رجوع ہوئے گوالیر میں رہتے تھے
نقل ہے کہ وہ اکثر حالت سکر میں رہتے تھے مگر بعض طبعی حاجتوں کے وقت انکو افاقہ ہوجاتا تھا اور کئی کئی
روز کے بعد تھوڑا کھاتے تھے اور کپڑا فقط ستر عورت کے موافق استعمال کرتے تھے اور اکثر اوقات وہ بھی نہوتا
تھا لوگ عمدہ عمدہ کپڑے اُنکے پاس لاتے اور وہ دوسرے لوگونکو بخش دیتے اور امیرونکو اپنے پاس کم آنے
دیتے تھے انسے خوارق بہت نقل کرتے ہیں انکا سلسلہ شاہ مدار صاحب پر منتہی ہوتا ہے عمر بہت بڑی ہوگئی تھی اور
بہت اسرار سے خبر دیتے تھے اُنکی تاریخ وفات بعض فضلاء عصر نے کپور مجذوب کہی ہے بائن مجذوب اجمیر
سرا پا خیر میں رہتے اور حضرت خواجۂ خواجگاں کے در اقدس پڑے رہتے تھے مالوہ کے رہنے والے تھے اجمیر شریف
میں اُنکو جذبۂ الٰہی حاصل ہوا تھا شیخ حمزہ دہرسو سے نقل ہے کہتے تھے کہ جب اول دفع حضرت خواجہ معین الدین
قدس سرہٗ کی زیارت کو گیا تو یہ بائن مجذوب اُن لوگوں سے جو اُن کے گرد تھے کہنے لگے میاں آتے ہیں لوگ
ہر طرف دیکھنے لگے کہ ناگاہ ایک کونہ میں سے میں ظاہر ہوا کہنے لگے یہ میاں آئے جب میں قریب پہونچا
کہنے لگے میاں قریب آؤ میں قریب گیا کٹار جو اُنکی کمر سے بندہ رہی تھی اُسکو کھولکر مجھسے پوچھا یہ کیا ہے
میں نے کہا ہتیار ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پھر کٹار کو رکھدیا اور میرے پاس جو خرچ تھا

اُسکو کھول لیا اور کہا یہ کیا ہے میں نے کہا زاد راہ ہے یہ بھی ہمارے پیغمبر کی سنت ہے میرے پاس دو کنگھیاں
تھیں اُن دونوں کو پوچھا یہ کیا ہے میں نے کہا یہ کنگھیاں ہیں سر کی کنگھی کو دور پھینکدیا اور ڈاڑھی کی کنگھی
مجکو دی میں اس اشارہ سے اُسی وقت محلوق ہوا یعنی سر منڈا لیا اسی اثنا میں شیخ احمد مجدد نے خبر پائی کہ
قاضی کرم الدین کے لڑکے تارک ہوئے ہیں مجھکو اپنے گھر پر مہمان کیا اور اُس مجلس میں میاں بائن بھی موجود تھے
اور ہر ایک اہل مجلس کو اپنے ہاتھ سے نوالہ دیتے تھے اور لوگ تبرکاً لیتے تھے اُن میں سے ایک نے کہا کہ ایک یہ
مہمان ہے اسکو کیوں چھوڑتے ہو اُنہوں نے جو طبق اُنکے سامنے رکھا تھا اُٹھا کر سب مجھکو دیدیا اور فرمایا ہر ایک کو ایک
نوالہ اور میاں کو ایک طباق اُسوقت سے جو میں اُٹھا تو لوگ مجکو میاں حمزہ کہنے لگے اور اُسی وقت سے میرے اوپر
کشائش کا دروازہ کھلا نقل ہے کہ جب سلطان بہادر بادشاہ گجرات باپ سے رنجیدہ ہو کر اجمیر شریف میں آیا
تو اول حضرت خواجہ کی زیارت کو حاضر ہوا اجمیر اُسوقت میں کافروں کے پاس تھا اور حضرت خواجہ کے مزار کو
اُنہوں نے معبد بنا رکھا تھا اور وہیں بت رکھ چھوڑے تھے سلطان بہادر نے دلمیں نیت کی کہ اگر خدا نے
مجھکو سلطنت دی تو ان کافروں سے جو حد انتقام ہے وہ لونگا میاں بائن بھی وہاں موجود تھے اپنی دایہ سے
کہنے لگے جسکا شاداں نام تھا شاداں شاداں بلند تختہ رکھ کہ ایک مُرغ دریائی آیا ہے بہادر نے اس قول سے
فال نیک لی اور چلے گئے پھر جب بادشاہ ہوا اپنے عہد کیموافق اُس ملک کے کفاروں سے بدلہ لیا۔ الہ دین
مجذوب نارنول میں تھے اکثر اوقات نارنول کے بازاروں میں پھرا کرتے اور قبر بھی اُنکی وہیں ہے جسجگہ
یہ بیٹھتے پھر کئی روز تک نہ اُٹھتے اور خود بخود باتیں کیا کرتے تھے کبھی روتے اور کبھی ہنستے اور کبھی اپنے سے
آپ اعراض کرتے اور کبھی دوتارہ بجانے لگتے اور افغانی غزلیں گاتے اور کبھی ژند کہنہ اور چرکین بغل میں رکھتے
اور ہاتھ پیروں میں لوہا پہنتے تھے اور بات چیت میں یہ لفظ اُنکا تکیہ کلام تھا د خدایا بیا خدایا برو خدایا بنشین
اور جس کسی سے بات کرتے تھے تو اسیطرح بات کرتے تھے۔ ملا محمد نارنولی کہتے ہیں کہ میری ماں کہتی تھیں کہ جب تو
بچہ تھا دودھ پیتا تو اسقدر بیمار ہوا کہ زندگانی کی امید جاتی رہی تھی الہ دین دیوانہ میرے محلہ کے نزدیک سے
گذرے اور ایک شخص کو آبخورہ کی مٹی دیگئے کہ یہ فلاں مکان میں دے دینا وہ مٹی اُس شخص نے مجھکو دیدی میں نے
تعویذ بنا کر تیرے بازو میں باندھ دیا اُسی وقت سے خدا نے تجھکو صحت دی تیرے باپ گئے اور الہ دین کو

گھر میں لائے تاکہ کچھ کھلائیں الہدین کہنے لگے خدایا کچھ گرم کچھ سرد کچھ کھٹا کچھ میٹھا. تمہارے والد نے اُسیوقت
چاول پکائے اور شکر اور دہی موجود کیا اُنہوں نے کھایا اور واپس چلے گئے کہتے ہیں کہ اُنہوں نے گندہ پیر ماکر رکھا
تھا جس کسی کا پیر گندہ میں دیکھتے تھے اُسکا پیر نکال کے اپنا پیر باندہ لیتے تھے اور یہ بھی ملا محمد کہتے تھے کہ ایک دن میں نے
چند پیسے اُنکی نذر کیواسطے اور اُنکے دھونڈھنے کو نکلا اکثر جگہ تلاش کیا کہیں اُنکا پتہ نہ لگا آخر شہر کے ایک کونہ میں
ایک مزبلہ میں دیکھا کہ ایک شخص زندہ سر پر اوڑھے بیٹھے ہیں میرے دلمیں گمان ہوا کہ شاید مردہ پڑا ہے جب
نزدیک پہونچا تو وہ زندہ ہلا تب میں نے جانا کہ زندہ ہے اور اُنہوں نے زندہ میں سے سر باہر نکالکے کہا لا کیا لایا ہے
میں نے وہ پیسے جو اُنکی نیت سے لیگیا تھا حاضر کئے اُنہوں نے ہاتھ باہر نکالکر لیلیئے اور کہا خدایا اُلٹا پہر جا
یہ مزبلہ ہے وفات اُنکی سنہ ۹۴۶ھ میں ہوئی پندرہویں شعبان کو شب برات میں صبح کے قریب اور اُنکی تاریخ کا مادہ
مجذوب صادق ہے قدس سرہٗ ذکر شاہ منصور ایک مجذوب تھے مندو کے ملک میں کشف جلی اور تصرف
غالب رکھتے تھے **نقل** ہے کہ جب محمد ہمایوں بادشاہ گجرات کیطرف متوجہ ہوئے کسی کو اُنکی خدمت میں بھیجا تاکہ
فال لیوے اُنہوں نے اُسکے ترکش میں سے ایک تیر نکالکر اُسکے پیر توڑ ڈالے اور پھر ترکش میں رکھدیا جب وہ شخص
سلطان کی خدمت میں واپس آیا کیفیت حال عرض کی بادشاہ نے فرمایا اس میں یہ اشارہ ہے کہ ہمکو فتح نصیب ہوگی
مگر اپنی جان سلامت لیکر چلے جائینگے حضرت شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ ان شاہ منصور نے شاہ بھکاری جو بڑے نعمت
کے صاحب ولایت تھے اُنکے وضو کا پانی پیا تھا جسکے سبب یہ حالت ہوگئی اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ابتدا میں جب ہمنے
اس رستہ میں قدم رکھا اور ہمت کو فقر و تجرید کے اختیار پر آمادہ کیا شاہ منصور کی خدمت میں پہونچے
تاکہ فال لیں جسوقت کہ ہم اُنکے سامنے بیٹھے پوچھا تم بھاکری پکا سکتے ہو اور بھاکری اُس ملک کی زبان میں باجرے کی
روٹی کو کہتے ہیں جو فقیروں کا خاصہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے پکاتے ہیں پھر کھاتے ہیں. پھر آپ ہی کہا بھاکری کا
پکانا مشکل ہے اور بہت محنت سے باجرہ لائے پھر اُسکو پیسا اور خمیر کیا اور لکڑیاں چن کر لائے اور اُن میں آگ
جلائی آگ نہ لگی پھر ایکبارگی ایسی بھڑکی کہ اُنکا سر اور ڈاڑھی سب جلگئی کہا بھاکری پکانی مشکل ہے اور یہی لفظ مکرر کہتے
گئے جب وہ یہ لفظ کہتے تھے میں اپنے دلمیں کہتا تھا کہ میں انشاء اللہ ضرور پکاؤنگا پھر سر اُٹھا کر کہنے لگے اگر پکا
سکتے ہو تو پکاؤ اور اسی لفظ کو ساٹھ دفعہ مکرر کیا جتنی دفعہ وہ کہتے تھے میری ہمت و تمنا ہی فقر و تجرید کے اختیا

کرنے میں قوی ہوتی تھی۔ دوسرے روز انکے پاس سے میں اُٹھا اور اپنے کام کے پیچھے چلا۔ ذکر شیخ یوسف
ایک مجذوب تھے لاہور میں وقتوں کے پابند بلند قامت اور مہیب شکل بڑی دستار سر پر باندھتے تھے اور سر منڈائے
رکھتے تھے صاحب کشف جلی اور اشراق باطن تھے شیخ قطب العالم کہتے ہیں کہ ایکدن میں نے انکو لاہور کے نخاس
میں دیکھا کہ کھڑے ہوئے اعلیٰ اعلیٰ باتیں عمدہ عمدہ رموز الٰہی فرما رہے ہیں اور کچھ تھوڑا سا میرا پوشیدہ حال مجھسے
بھی بیان کیا ایسا جو کہ سوائے علام الغیوب کے اور کوئی نجانتا ہوگا دوسرے دن پہر میں انکی خدمت میں گیا
اسواسطے کہ سفر کے بارہ میں فال لوں انکو جو تلاش کیا تو نہ ملے آخر جہاں میرا ٹھکانہ تھا اُلٹا چلا آیا اور اپنے یاروں
سے اپنی سرگذشت بیان کرنے لگا کہ ایکا ایکی وہ وہیں آموجود ہوئے اور میری طرف مُنہ کرکے کہنے لگے کہ زنہار ہرگز
سفر نکرنا کیونکہ مبارک نہیں ہے۔ اسجگہ کے لوگ کہتے تھے کہ شیخ آج بارہ برس کے بعد اس جگہ آئے ہیں اس سے پہلے
کبھی انکا گذر اس طرف نہیں ہوا۔ ذکر سوھن مجذوب یہ ایک دیوانے تھے اہل حال اور صاحب تصرف
اصل قوم انکی کور وہ بھی مسلمان ہوکر مجذوب ہوگئے تھے اور شیخ علاء الدین کی خدمت میں رہتے تھے انہوں نے
اپنی تمام عمر حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے آستانہ فیض کاشانہ میں گذار دی حالت انکی یہ تھی کہ کئی کئی دن گذر
جاتے تھے کہ انکے حلق میں ایک دانہ بھی نہ جاتا تھا اور بعض اوقات کئی کئی سیر کھانا کھا جاتے اور پوری مشک پانی کی
پی جاتے تھے۔ لوگوں نے ایک دفعہ انکو دیکھا کہ چونہ کے ڈھیر پر پڑے ہوئے چونہ کھا رہے ہیں لوگوں نے پوچھا
چونہ کیوں کھاتے ہو یہ کھانیکی چیز نہیں ہے۔ کہنے لگے یہ بدبخت حرص نہیں مانتی سوائے خاک کے اور کسی چیز سے
سیر نہیں ہوتی۔ یہاں سے بعض نیک بیبیوں کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ بی بی سارہ
حضرت شیخ نظام الدین ابوالمویّد کی والدہ شریفہ ہیں اولیائے متقدمین بڑی بزرگ ہوئی ہیں نقل ہے
کہ ایک سال باران رحمت کی بہت ہی کشش ہوئی سب لوگ دعا کرتے تھے مگر بارش کا پتہ نہ تھا شیخ نظام الدین
ابوالمویّد نے اپنی والدہ کے دامن کا ایک تاگا ہاتھ میں لیکر دعا کی کہ خداوندا یہ اُس ضعیفہ کے دامن کا تاگا ہے
جسکی نظر کبھی نامحرم پر نہیں پڑی اُسکے طفیل سے مینہ برسا شیخ کے یہ کہتے ہی مینہ برسنا شروع ہوا۔ اُنکا مزار
بیرا بی عیدگاہ کے قریب ہے جو حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے آستانہ کے پس پشت واقع ہے بی بی فاطمہ سام
اپنے زمانیکی نیکبخت اور عبادت گذاروں میں بلند رتبہ رکھتی تھیں ان کا ذکر حضرت خواجہ سلطان المشائخ

محبوب الٰہی اور حضرت کے خلفا کے ملفوظات میں بہت ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خداوند نعمت خواجہ محبوب الٰہی ان کے روضۂ مقدسہ میں اکثر مشغول رہتے تھے۔ حضرت خواجہ شکر گنج قدس سرہ فرماتے ہیں کہ فاطمہ سام مرد ہے عورتوں کی صورت میں۔ حضرت خواجہ محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ جب جنگل سے شیر نکل کر آتا ہے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ نر ہے یا مادہ بنی آدم کو طاعت و تقویٰ چاہیے خواہ مرد ہو خواہ عورت پھر حضرت نے بی بی سام کے مناقب بیان فرمانے شروع کیے ارشاد کیا کہ یہ انتہا صلاحیت اور کبر سن کو پہونچ گئی تھیں میں نے اُنکو دیکھا ہے بہت عزیز عورت تھیں اور اُنہوں نے حضرت شیخ فریدالدین اور شیخ نجیب الدین متوکل کو اپنا بھائی اور اُنہوں نے دینی بہن بنا لیا تھا آپ اپنے حسب حال شعر بھی کہتی تھیں چنانچہ یہ اُنکے دو مصرعہ مجکو یاد ہیں ؎ ہم عشق طلب کنی و ہم جان خواہی ہر دو طلبی ولے میسر نشود ۔ اور حضرت یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے بی بی فاطمہ سام سے سُنا ہے کہ روٹی کا ٹکڑا اور پانی کا آبخورہ کسیکو دینا اسقدر با خیر و برکت ہے کہ تمام اور دنیاوی نعمتیں اسپر سے نثار ہیں اس سے اسقدر ثواب حاصل ہوتا ہے جو لاکھوں نماز و روزہ سے نہیں ملتا حضرت سید محمد گیسو دراز کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت مخدوم خواجہ شیخ نصیر الدین محمود کی مجلس انور میں حضرت بی بی فاطمہ سام کے فضائل و مناقب کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپنے فرمایا کہ حضرت فاطمہ سام نے اپنی وفات کے بعد ایک شخص سے بیان فرمایا کہ ایکدفعہ میں اپنے معمول کیموافق حضرت رب العزت میں حاضر ہونیکو چلی جب طور ملکی سے گذری ایک فرشتہ نے کہا تو کون ہے کیا تجھکو یہ لائق ہے کہ اسطرح بے باکانہ چلی جاوے میں نے قسم کھائی کہ جب تک خود حضرت رب العزت مجھکو نہ بلائیگا میں ہرگز نہ جاؤنگی اسکے بعد ایک ساعت نہ گذری ہوگی کہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما تشریف لائیں میں اُن کے قدموں میں گر پڑی اُنہوں نے فرمایا اے فاطمہ آج تجھ جیسا کون ہے کہ تیرے بلانیکو ہمیں خدائے تعالیٰ نے بھیجا ہے میں نے عرض کیا میں آپکی لونڈی ہوں اس سے زیادہ اور کیا عزت ہو سکتی ہے کہ آپسی بزرگوار میرے لینے کو تشریف لائیں مگر میں نے قسم کھائی ہے اس سبب سے میں لاچار ہوں۔ فرمان ہوا کہ فاطمہ سچ کہتی ہے تم بیچ میں سے ہٹ جاؤ ناگاہ آواز آئی کہ "میری طرف آ۔ میری طرف آ" میں اپنی جگہ سے جنبش میں آئی اور میں نے عرض کیا کہ خداوندا ایسے بے ادب بھی ہیں جو تیرے حضور کے آنیوالوں کو پہچانتے تک نہیں یہ کہکر ایک آہ کی اور اپنی قبر میں لیٹ گئیں حضرت

سید محمد گیسودراز اپنی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں کہ کمترین خدمتگاراں کی عرض یہ ہے کہ میرا گمان ہے کہ یہ
حکایت حضرت خواجہ نے اپنی نسبت فرمائی مگر قدیم رسم کیموافق غائب کے لفظ سے ارشاد کیا. خیرالمجالس میں لکھا ہے
کہ ایک روز حضرت خواجہ غریب نواز محبوب الٰہی کی خدمت بابرکت میں مولنا حسام الدین حاضر ہوئے حضرت
نے اپنی زبان گہربار سے اسطرح دُرافشانی کی کہ مولنا میں نے آج ایک ابدال سے ملاقات کی ہے اُنہوں نے
عرض کیا حضور کسجگہ. ارشاد کیا میں بی بی فاطمہ سام کی زیارت کو گیا تھا وہاں خطیرہ کے پاس ایک حوض ہے
میں نے دیکھا کہ ایک شخص وہاں پیدا ہوا اور اُنکے سر پر لکڑیوں کا ٹوکرہ ہے اُس ٹوکرہ کو اُنہوں نے رکھکر
حوض میں وضو کیا اُنکے وضو سے مجکو سخت تعجب ہوا جب وضو سے فارغ ہوئے نماز میں مشغول ہوئے اور نہایت راحت
سے دو رکعتیں ادا کیں جنکے دیکھنے سے مجکو ازحد ذوق حاصل ہوا پہر وہ شخص پانی کے اندر اُترے اور ٹوکرے کو
تین دفع دہویا پہر ایک ایک لکڑی کو علیحدہ علیحدہ دہونا شروع کیا اور درود شریف پڑہتے گئے یہانتک کہ تمام
لکڑیونکو دہوڈالا پہر ٹوکریکو لکڑیوں سمیت تین بار حوض میں غوطہ دیا پہر باہر نکالکر کنارہ پر رکھدیا تاکہ پانی
ٹپک جائے میں نہایت تعجب کیا تھا اُٹھا اور ایک سفید تنکہ جو میری دستار میں بندہا ہوا تھا کھولکر اُنکی خدمت
میں لیگیا اور اُنسے کہا کہ خواجہ اسکو قبول کیجئے اُنہوں نے کہا شیخ مجھکو معذور رکھو. میں نے کہا خواجہ تم
دو حبتیل کیواسطے تو اتنا بوجھ اُٹھاتے اور مشقت کرتے ہو ایک تنکہ نقرہ خدائیتعالی نے تمکو فتوح پہونچایا ہے
تم کیوں نہیں لیتے. اُنہوں نے جوابدیا کہ مجکو معذور رکھئیے میں نے کہا آخر سبب کیا ہے کیفیت تو بیان
فرمائیے کہ کیوں نہیں لیتے. کہنے لگے اچھا تشریف رکھئیے میں عرض کرتا ہوں. میں اور وہ شخص دونوں
بیٹھ گئے. اُنہوں نے بیان کیا کہ شیخ میرے باپ بھی یہی کام کرتے تھے میں ہنوز بچہ ہی تھا جو وہ انتقال
فرما گئے میری ماں نے مجھکو فقط عبادت کے یہ چند احکام سکھائے ہیں پانچوں وقت کی نماز پڑہنا
جانتا ہوں پہر ماں کے بھی انتقال کا وقت قریب پہونچا مجکو پاس بلاکر کہنے لگیں کہ وہ پوٹلی جو میں نے
وہاں رکھی ہے لے آؤ میں نے وہ لاکر اُنہیں دیدی اُنہوں نے اسکو کھولا تو اُسمیں چند درم تھے فرمایا
اس میں سے میرا گور و کفن کرنا اور غسال کو دینا اور قریب بیس درم کے مجھکو دیئے اور فرمایا کہ تیری تمام
عمر کا مایہ ہے تیرا باپ باغوں میں جاکر لکڑیاں یا جو ترکاری ہوتی تھی لاکر بیچتا تھا تو بھی اسیطرح سے

زندگانی بسر کرو اور سوائے اسکے اور کسی طرح کا مال نہ لینا جب اُس شخص نے یہ حکایت تمام کی میں سمجھا کہ یہ ابدال ہیں
سوائے اپنی مزدوری کے اور کسی سے کچھ نہ لیں گے رحمۃ اللہ علیہا سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ بی بی فاطمہ سام قصبہ
اندرپت میں آسودہ ہیں اور اُنکا روضۂ مقدسہ خلائق کا قبلۂ حاجات بنا ہوا ہے محرر سطور عرض کرتا ہے کہ اُنکا
مزار شریف دہلی کے نخاس دروازہ کے قریب ایک خرابہ میں واقع ہے جسکو کوئی نہیں جانتا ہے الا ماشاء اللہ
جس جگہ کو لوگ بی بی شام یا بعضے عوام الناس بی بی صائمہ کہتے ہیں یہ دونوں لفظ غلط ہیں اصل نام انکا بی بی
فاطمہ سام ہے والدہ حضرت خواجہ شیخ فریدالدین شکر گنج اجودھنی رحمۃ اللہ علیہا یہ بڑی مستجاب
الدعوات تھیں نقل ہے کہ جب حضرت بابا فریدالدین شکر گنج نے اجودھن میں سکونت اختیار کی حضرت شیخ
نجیب الدین متوکل کو والدہ صاحبہ کے لانیکے واسطے روانہ کیا یہ اُنکو لیکر واپس ہوئے وقت اثناء راہ میں ایک
درخت کے نیچے اُترے اور والدہ شریفہ کو وہاں بٹھا کر آپ پانی لینے تشریف لیگئے جب واپس آئے تو اُنکو وہاں
نپایا سخت متردد ہوئے چاروں طرف تلاش کیا مگر کہیں پتہ نچلا آخر حیران ہو کر حضرت شیخ شیوخ العالم کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ عرض کیا آپنے فرمایا کھانا پکاکر دیدو چنانچہ دیدیا گیا۔ پھر تھوڑی مدت کے بعد
شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کا اُسطرف دوبارہ گذر ہوا جب اُس درخت کے نیچے پہونچے خیال آیا کہ اس
موضع میں جاکر تلاش کروں شاید والدہ کا کچھ نشان ملے جب چند قدم چلے رستہ میں کچھ ہڈیاں جو انسان کیسی
معلوم ہوتی تھیں ملیں آپ اُنکو دیکھکر سمجھے کہ شاید والدہ ماجدہ کو کسی شیر یا جانور نے ہلاک کیا اور یہ اُنھیں کی
ہڈیاں ہیں اُن سبکو جمع کرکے ایک تھیلی میں بھر لیا جب حضرت شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے واقعہ
بیان کیا آپنے فرمایا اچھا وہ ہڈیاں لاؤ میں بھی دیکھوں چنانچہ آپ وہ تھیلی لے گئے اُسکو جھاڑا تو ایک ہڈی بھی
نہ نکلی ذکر حضرت بی بی زُلیخا والدہ مقدسہ حضرت جناب محبوب الٰہی سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین
محمد بدایونی قدس سرہٗ کی ہیں حضرت فرماتے تھے کہ میری والدہ کو خداوند تعالیٰ کے حضور میں رسائی اور اسکی
ذات پاک سے شناسائی تھی اُنکو جو کوئی کام پیش آتا تھا اول وہ اُسکو خواب میں دیکھ لیتی تھیں اور اُسکے صادر ہونے
میں اُنکو اختیار ملجاتا تھا اور مجکو بھی جو کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے اپنی والدہ کے مزار سراپا برکات وانوار کے
پاس جاکر عرض کرتا ہوں غالباً ایک ہی ہفتہ میں پوری ہوجاتی ہے بلکہ ایسا تو بہت کم ہوتا ہے کہ ایک ہفتہ

اُسکے پورے ہونے میں لگتا ہو. فرماتے ہیں کہ میری والدہ کو جب کوئی حاجت درپیش ہوتی تھی تو آپ پانسو
بار درود شریف پڑھا کرتی تھیں اور دامن پھیلا کر دعا کرتی تھیں پھر ویسا ہی ہوتا تھا جیسا کہ وہ چاہتی تھیں
فرماتے تھے جسدن ہمارے ہاں غلہ نہوتا تھا. والدہ شریفہ اُس روز فرماتی تھیں کہ آج ہم خدا کے مہمان ہیں اور اُنکے
اس فرمان سے میرے اندر ایک ایسا ذوق پیدا ہوتا تھا کہ جسکا بیان ممکن نہیں. قضارا ایک روز ایک شخص ایک
تنکہ کا غلہ ہمارے گھر میں بطور نذر لایا جس سے کئی روز برابر روٹی پکی اور میں تنگ آگیا کہ وہ کونسا دن آئیگا
جو والدہ مجھسے فرمائیں گی کہ ہم آج خدا کے مہمان ہیں یہانتک کہ وہ غلہ پورا ہوگیا اور والدہ مقدسہ نے فرمایا
آج ہم خدا کے مہمان ہیں اُنکے اس فرمان سے ویسا ہی ذوق مجھ میں پھر پیدا ہوا جسکو بیان نہیں کر سکتا نقل ہے
کہ جب حضرت خواجہ محبوب الٰہی کو، سلطان قطب الدین بن علاؤالدین خلجی نے چاہا کہ آپکو تکلیف دے اور منازعت
کا باعث یہ ہوا کہ سلطان نے ایک جامع مسجد بنوائی تھی اور جمعاول میں تمام مشائخین و علما کو طلب کیا تاکہ اُسمیں
میں نماز پڑھیں حضرت خواجہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میری مسجد قریب ہے اور اُسکا حق زیادہ ہے میں یہیں نماز
پڑھونگا اور آپ سلطان کی نو طیار مسجد میں نہ گئے. دوسرا سبب یہ تھا کہ ہر مہینہ کے غرہ یعنی پہلی تاریخ کو سلطان
کا حکم تھا کہ تمام ائمہ اور مشائخ صدور اور اکابر شہر سب تہنیت ماہ نو کو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے مگر حضرت
خواجہ نجاتے تھے آپکی طرف سے اقبال جو آپ کے خاص خادم تھے جاتے تھے حاسدوں نے اسپر بادشاہ کو
برانگیختہ کیا اور یہی بناء عداوت قرار پائی چنانچہ سلطان قطب الدین کو بادشاہی کا غرور آگیا اور کہا کہ اگلے غرہ
میں نہ آئے تو میں زبردستی بلاؤنگا یہ خبر حضرت کو بھی پہونچی آپنے کچھ نہ فرمایا اور اپنی والدہ کی زیارت کو تشریف
لیگئے اور عرض کیا کہ یہ بادشاہ میرے ایذا دینے کے درپے ہے اگر اگلے غرہ تک اُسکا کام تمام نہوا تو میں آپکی زیارت
کو نہ آؤنگا یہ بات بسبب ناز و نیاز کے جو والدہ کے ساتھ تھی فرمائی اور پھر گھر میں واپس چلے آئے چنانچہ بقضاء
الٰہی اُس بداندیش کی جانپر آفت آئی کہ غرہ ماہ آئندہ کو خسرو خاں نے جو اُسکے مقربین سے تھا اُسکو ہلاک کیا
اور محل سے نیچے پھینک دیا نقل ہے حضرت فرماتے تھے کہ میری والدہ کے انتقال کی تاریخ غرہ ماہ جمادی
الاخری ہے اُس مہینہ کی رات کو جو نیا چاند دیکھا میں نے والدہ کے پیروں میں سر رکھا اور ماہ نو کی تہنیت موافق
معمول کے ادا کی اُسی حال میں اُنکی زبان مبارک سے نکلا کہ ماہ آئندہ کے غرہ کو کسکے پیروں میں سر رکھوگے

میں نے معلوم کیا کہ انتقال قریب ہے میرا دل متغیر ہو گیا میں رونے لگا اور عرض کیا کہ اے مخدومہ مجھ غریب بیچارہ کو کسکے سپرد کرتے ہو فرمایا اسکا جواب صبح کو دونگی۔ اور فرمایا رات کو شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس رہو چنانچہ بموجب فرمان کے میں وہیں رہا جب صبح قریب ہوئی لونڈی آئی کہ مخدومہ آپکو بلاتی ہیں جب میں پہونچا فرمایا آپکو جو تمنے بات پوچھی تھی اور میں نے اُسکے جواب کا وعدہ کیا تھا اب میں کہتی ہوں پھر فرمایا داہنا ہاتھ کونسا ہے اُسکو پکڑکر فرمایا خداوندا میں اسے تیرے سپرد کرتی ہوں یہ فرما کر جان بحق تسلیم کی مزار شریف اُنکا حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کے روضہ کے قریب ہے اور گھر بھی حضرت کا وہیں تھا بی بی نور ہیں آپکے مزار اس مقبرہ کے پس پشت واقع ہیں جنکی زیارت کو عورتیں جاتی ہیں رحمۃ اللہ علیہا۔ بی بی اُولیا اپنے وقت کی

نوٹ سلہ یسین علی نظامی مترجم کتاب ہذا عرض پرداز ہے کہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ محبوب الٰہی کی والدہ شریفہ کا عرس ۹ جمادی الاولیٰ کو ہوتا ہے جس میں ہمارا کل خاندان یعنی ہمشیرزادگان حضرت محبوب الٰہی شریک ہوتے ہیں اور ہم ہی لوگ عُرس شریف کو حضرت کے تصدق سے انجام دیتے ہیں جس میں دہلی کی خلقت بھی اپنا وسیلہ نجات سمجھکر شریک ہوتی ہے اور بہ نسبت پہلے کے اب روز بروز افزوں ترقی ہے حضرت محبوب الٰہی کی والدہ شریفہ کے پہلو میں ایک ہی کٹھرے میں حضرت کی ہمشیرہ کا مزار ہے جن کا نام حضرت بی بی جنت ہے اور یہی ہماری جدہ امجدہ ہیں اور ان کے پائیں ان کی صاحبزادی حضرت بی بی رُقیہ آسودہ ہیں اور حضرت کے مزار شریف کے متصل ہی غربی جانب ایک برجی ہے پختہ اور اُس برجی کے متصل ہی دوسری جانب دو مزار ہیں بی بی نور اور بی بی نور کے میں نے اپنے بزرگاں سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ہم نے بھی سُنا ہے کہ یہ دونوں حضرت شیخ شہاب الدین بزرگوار کی صاحبزادیاں تھیں اور اُنکی اولاد نہ تھی اسی سبب سے اُنہوں نے حضرت محبوب الٰہی کی والدہ سے کہا کہ تمہارا نام تو رہے گا کیونکہ تمہارے فرزند موجود ہیں تمہارا عُرس بھی ہوگا مگر ہمارا نام نہ کوئی جانے گا اور نہ ہمارا عُرس ہوگا تو حضرت کی والدہ نے فرمایا کہ میرا عرس تمہارے ہی نام سے ہوگا چنانچہ اب حضرت کی والدہ کا عُرس بی بی نور کے نام سے ہوتا ہے اور اُنھیں کی وہ درگاہ مشہور ہے یہ واقعہ اور اس کے متعلق اور واقعہ ہماری کتاب صحف نظامیہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے بفضلہٖ ۔

ثقات صالحات سے ہیں کہتے ہیں کہ یہ خلوت میں چالیس لونگیں لیکر چالیس دن بیٹھی تھیں اور جب ختم ہوتی تھیں تو چند لونگیں کام میں لاتی تھیں اور باقی پڑی رہتی تھیں کہتے ہیں کہ سلطان محمد تغلق کو انسے بہت بڑا اعتقاد تھا واللہ اعلم قبر انکی قلعہ علائی کے باہر ہے ان کی اولاد بہت تھی جنکو انھیں کے نام سے جانتے

ہیں شیخ احمد انکی اولاد میں ایک پختہ کار شخص تھے اور بہت مشائخین سے ملاقات کی تھی رحمۃ اللہ علیہما۔ تکملہ

ہے بیان میں بعض بزرگان کاتب حروف کے بطور اجمال اور والد ماجد کے حالات میں بتفصیل قدس سرہ العزیز
میرے جد بزرگ آغا محمد ترک بخاری سلطان محمد علاؤالدین خلجی کے زمان عظمت نشان میں بخارا سے دہلی
میں تشریف لائے چونکہ آپ وہاں کے سردار قوم تھے لہذا ترکوں کی ایک جماعت کثیر نے جو حضرت سے پیوند
قرابت بھی رکھتی تھی اپنے اصلی وطن کو چھوڑا اور حضرت کی تبعیت اور خدمت کیواسطے یہاں پہونچے اور سلطان
عالی مرتبت کی نظر شفقت و عنایت سے اعلیٰ اعلیٰ مراتب شوکت و عظمت حاصل کئے اور ملک گجرات کی تسخیر
و فتح کیواسطے مع ایک جماعت امراء عالیشان کے متعین ہوکر اور اُس مہم کو باحسن وجہ ختم کرنیکے بعد حکم سلطانی
سے وہیں مقیم ہوئے ایک روز انکی اُن امیروں سے جو اُنکے ساتھ اُس مہم میں شریک تھے کچھ خصومت ہوگئی اس
سبب سے ان کی صحبت سے متنفر ہوکر بارگاہ سلطانی کی طرف متوجہ ہوئے اور دوسری خدمت پر اور اُس سے
بلند منصب کیساتھ ممتاز ہوئے پھر سلطان علاؤالدین کی سلطنت منقضی ہونیکے بعد قطب الدین اور تغلق کی
سلطنت کے زمانہ میں یہ اپنے فرزندوں کیساتھ کہ ہر ایک اُن میں سے فضائل کسبی و ذاتی میں سرآمد روزگار
تھا بحکم آیہ شریفہ المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا عیش و کامرانی میں مشغول ہوئے خدائے
بخشندہ نے انکی اولاد میں اسقدر برکت عطا فرمائی کہ ایک سو ایک تن خاص اُن کی اولاد صلبی سے تھے
سوائے اور احفاد اور اولاد کے پھر تھوڑے ہی عرصہ میں قادر مختار کے حکم سے سب کے سب دارالقرار کو تشریف
لیگئے سوائے ایک ملک معزالدین کے کہ جو بڑے بیٹے تھے اور کوئی زندہ نہ رہا اس صدمہ سخت و مصیبت
جانکاہ سے وہ تمام عیش و آسائش رنج و الم سے بدل ہوگیا کل مہموں کے انتظام درہم برہم ہوگئے اور
کل جاہ و حشم کو ترک کرکے سیاہ لباس پہنکر شیخ صلاح الدین سہروردی کی خانقاہ میں معتکف ہو بیٹھے
پھر ایک مدت کے بعد شیخ نے انکو اشارۂ غیبی کے سبب سے اہل و عیال کی طرف رجوع کرنیکی ترغیب دی
اور بشارت دی کہ انھیں ایک بیٹے سے تمہاری اولاد قیامت تک روئے زمین پر باقی رہے گی خداوند تعالیٰ
نے ملک معزالدین کو ایسا بامراد کیا کہ اُن سو آدمیوں کا حصہ انھیں اکیلے کو عنایت فرمایا پھر ایک مدت کے
بعد ان کے والد ماجد اس عالم کی کل مہموں سے فارغ ہوکر اُس عالم باقی کی طرف متوجہ ہوئے ستر برس

ربیع الآخر ۸۲۳ھ میں مقبرہ اُنکا حوض شمسی کی عیدگاہ کے پس پشت ہے پھر انکے ایک فرزند تھے سعادت ونجابت
میں موصوف اور فضائل وکمالات کیساتھ منعوت ملک موسیٰ نام تھوڑے دنوں کے بعد اس دُنیا کے کُل کاروبار
انکے والد انکو سپرد کرکے ریاض خلد بریں کو تشریف لیگئے پھر یہ بسبب اُن انقلابات کے جو فیروز شاہ کے زمانہ میں
واقع ہوئے ماوراء النہر کو تشریف لیگئے اور پھر امیر تیمور کے ہمراہ دہلی میں تشریف لائے اور اپنے آبا و اجداد
کے سلسلہ کو تازہ کیا اور یہیں رہنے پہ مستقیم ہوئے دوسرے یہ کہ اس ملک سے اس قبیلہ میں سے کسی نے
اور کہیں رہنے کا قصد نہیں کیا شیخ موسیٰ کے کئی فرزند پیدا ہوئے جن میں سے ایک میرے دادا شیخ فیروز ہیں
جن میں تمام فضائل صوری ومعنوی وکسبی ووہبی جمع تھے اور علم سپاہگری اور وقائع روزگار کے جاننے میں نادر
زمانہ تھے اور لڑائی کے فنون میں بہت سلیقہ اور جودت طبع رکھتے تھے وہ شجاعت وسخاوت ولطافت وعشق
ومحبت اور تمام صفات حمیدہ میں بیمثل تھے اور دولت وحشمت وجاہ ومکنت وعزت وعظمت میں مشہور شعر
وظرافت کی شیرینی ہمارے گھرانے میں اُنھیں سے پیدا ہوئی یہ واقعہ ابتدا زمانہ سلطنت سلطان بہلول کا ہے
اور اُنہوں نے سلطان حسین شرقی کے آنے اور سلطان بہلول کے لڑنیکو نظم کیا ہے وہ نسخہ میرے پاس تھا
مگر نہیں ملتا یہ دو بیتیں اُسکی مجھے یاد ہیں جو اُنہوں نے سلطان بہلول کو حسین شرقی کی طرف سے خطاب کرکے کہیں
ہیں ؎ ایا قابض شہر دہلی شنو چہ یا بیت چو خواہی ازینجا برو ہمنم قابض ملک و مار است ملک ، خدا داد ما را خدا
راست ملک ، آپ بہرائچ کی لڑائی میں شہید ہوگئے وہیں اُن کا مزار ہے اور یہ واقعہ ۸۶۲ھ کا ہے اور جسوقت
جہاد کو متوجہ ہوئے بی بی نے عرض کیا کہ مجکو ایک فرزند کی آرزو ہے فرمایا میں نے خدا سے چاہا ہے کہ لڑکا
پیدا ہوگا اور اُس سے بہت اولاد ہوگی اور اُسکو اور تمکو خدا کے سپرد کیا نہیں معلوم کہ اسکے بعد مجھکو کیا
پیش آوے چنانچہ قادر مختار نے اُن بزرگوار کی دعا سے فرزند عطا کیا شیخ سعد اللہ نام جو میرے جد حقیقی
ہیں فضیلت و لطافت وظرافت وعشق ومحبت اور کل اوصاف طریقت میں اپنے والد بزرگوار کے وارث تھے
اور بچپن ہی سے رشد ونجابت کے آثار اُنکی پیشانی سے ظاہر تھے اور یہ علم حاصل کرنیکے واسطے مصباح
العاشقین شیخ محمد منگن کے جو کاملان وقت سے تھے مرید ہوئے انکا ذکر گذر چکا ہے اور اُنکی خدمت میں
اُنہوں نے بڑے بڑے کام کئے اور سخت سخت ریاضتیں کھینچیں اور ایک خاص قبول پایا اور خلافت واجازت کی

نعمت سے مشرف ہوئے اور شیخ رزق اللہ کو بھی جوان کے بڑے بیٹے تھے مرید کرادیا حضرت والد فرماتے
ہیں کہ میرے والد ہمیشہ ذوق و شوق و ریاضت و مجاہدہ میں اور فقر و فنا کی طلب میں راتوں جاگتے تھے
اور بے انتہا روتے تھے اور عاشقانہ اشعار پڑھتے تھے منجملہ اُن کے یہ بیت حضرت سلطان الشعرا ابو الحسن
امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی مجھے یاد ہے جو آخر شب میں پڑھتے تھے ؎ ہمہ شب رو و رہے را برہ صبا نشستہ
ہمہ کس بخواب راحت من مبتلا نشستہ * نرسد ورائے امکاں چہ خیال فاسد است ایں * ہوس جمال سلطاں
بدل گدا نشستہ * آخر غزل تک حضرت عمی فرماتے ہیں کہ کبیر جو مشہور ہے جسکے لشبد پڑھتے ہیں کافر تھا یا
مسلمان فرمایا موحد تھا میں نے عرض کیا شاید موحد مسلمان و کافر کے علاوہ ہے فرمایا اسکا سمجھنا مشکل ہے
عنقریب سمجھ جاؤ گے ان کی وفات جمعہ کے روز بائیسویں ربیع الاول ۹۲۳ھ کو ہوئی میرے والد اُسوقت
میں آٹھ سال کے تھے فرماتے تھے جب اُنکی رحلت قریب پہونچی تو تہجد کا وقت تھا مجکو اُٹھا کر بالاخانے پر لے گئے
اور تہجد کے بعد قبلہ کیطرف کھڑا کر کے فرمایا کہ خداوند تعالی تو جانتا ہے کہ اور بچوں کو تربیت کر کے اُنکے حقوق
سے میں ادا ہوگیا ہوں اور اسکو یتیم چھوڑتا ہوں اور اسکا حق میرے ذمہ ہے میں اسکو تیرے سپرد کرتا ہوں
اسکے کاموں کا مربی اور محافظ تو رہ یہ فرما کر نیچے آگئے میرے والد بعد وفات اپنے والد کے روز بروز
ترقی میں بڑھتے گئے اور والدہ کی خدمت اور ذوی الارحام کے حقوق ادا کرنے میں باوجود موجودگی
بڑے بھائیوں کے اور اپنی صغر سنی کے بہت مستعد تھے اور باوجود زمانے کی گردشوں اور حوائج کے پھر
بھی تحصیل علم و فضیلت میں کمال کو پہونچے اور شعر و سخن و فضیلت و قبول خواطر و ذوق و شوق و محبت
و ظرافت و بے تعلقی و آراستگی اور پاکیزگی قلب و حضور خاطر و ذکر لطائف و نکات اور باریکیوں کے سمجھنے میں
یگانۂ روزگار تھے اس ملک کے لوگوں کا اسپر اتفاق ہے کہ دہلی انھیں دونوں بھائیوں سے عبارت
تھی اور بعد حاصل ہونے مرتبہ عقل و تمیز کے درویشوں کی محبت کی خبر اور اُنکی خدمت کی خواہش ان کے
دل میں پیدا ہوئی اگرچہ بسبب فراغت معیشت کے بعض اپنے ہم قوم امیروں سے بھی صحبت رکھتے تھے مگر اُنکے
مصاحبوں میں سے کسی کو اُن کے فقر و فنا کی اطلاع نہ تھی اور ہمارے شہر کے بھی بہت کم لوگ والد اور
اُن کے بھائیوں کے فقر سے واقف تھے کیونکہ اُنھوں نے نہایت پوشیدگی و عفت کیساتھ اپنے حالات

کو مخفی رکھا تھا اور بہت لوگ اُن کو اُن چیزوں کے ساتھ جو اُنسے ظاہر تھیں مثل شعر و سخن وغیرہ کے نسبت
کرتے ہیں مگر جو شخص اُنکی خلوت میں پہونچا ہوگا وہ ضرور واقف ہوگا اور باوجود ظاہری و باطنی وسیلہ کے
دُنیا کی آرائش و زینت کی طرف مطلق متوجہ نہوتے تھے اور کل ہمت اور پوری طاقت کیساتھ صرف قلب و
قطع باطن کے تعلقات سے رسوم و عادات کیساتھ مصروف تھے قسم کھاکر فرماتے تھے کہ مجھکو کبھی دُنیا
کی ثروت اور اسباب غنا کے حاصل کرنیکا شوق نہیں ہوا اور دلکی اگر توجہ تھی تو فقر و محبت ہی کیطرف تھی
اور نفس کی جو خواہش تھی تو وہ بھی وہی تھی فرماتے تھے مجکو اُن لوگوں سے حیرت ہوتی ہے جو لوگوں کیواسطے
کام کرتے ہیں جب تک اُنکو اُنکے پاس اعتبار رہتا ہے خلقت سے کیا کام کام خدا سے ہے۔ فرماتے تھے دُنیا
کی لذت ایسی ہے احتلام کی سی لذت ہے جو ایک پلک مارنے میں گذر جاتی ہے مگر اسکی کدورت و کثافت چھوڑ جاتی
ہے فرماتے تھے مجکو سات برس کی عمر سے کہ جب ادراک و شعور ہوتا ہے اس راہ کی طلب اور معرفت آلہی کا شوق
تھا اور تمام عمر اسی فکر و ذکر میں گذران دی۔ فرماتے تھے مشغولی اور مجاہدہ کے دنوں میں ایسی عجیب و غریب
چیزیں دیکھنے میں آئیں جنکا بیان ستر اخفا کے خلاف ہے۔ فرماتے تھے ابتدا میں میں ہر چند کوشش کرتا تھا
کہ یادداشت حاصل ہو اور اب اگر ہزار تدبیریں کروں تو ایک لمحہ کو بھی غافل نہیں ہو سکتا۔ فرماتے تھے کہ ابتدا
حال میں اس رستہ کی اکثر مشکلیں درپیش ہوتی تھیں یہانتک کہ روح نکل جانیکے قریب ہو جاتی تھی اور [illegible] حشت
ہوتی تھی جیسے اپنے تئیں کوئی مارے ڈالتا ہے کتنی ہی دفعہ قصد کیا کہ کنوئیں میں گر پڑوں تاکہ اس [illegible]
غم سے نجات پاؤں کہ ایکا ایکی عنایت آلہی کا ایک دروازہ بخشش و معرفت سے کھول دیتے تھے اور [illegible]
حقیر کو اُس نعمت گرامی سے سرفراز کرتے تھے۔ فرماتے تھے میرے پاس نفل اور مستحب اور وظیفے جو اس [illegible]
چلنے والوں کے پاس ہوتے ہیں بالکل نہیں ہیں بجز حسرت و ندامت و عجز [illegible] کے اگر [illegible]
ایکدن مشرب قلندریہ کی کچھ گفتگو حضرت کے سامنے کی گئی کہ وہ لوگ نفل و مستحبات نہیں رکھتے اُن [illegible]
کام کا خلاصہ فرضوں کے ادا کرنیکے بعد رسموں اور عادتوں کا خراب کرنا اور دل کا [illegible]
پاک کرنا ہے فرمایا میں بھی کچھ نہیں رکھتا اگر ہونگا تو اسی مشرب میں ہونگا حالانکہ نسبت اُنکی [illegible]
سے تھی اور اور سلسلوں سے بھی اجازت تھی اور مشرب رکھتے تھے مگر بسبب مشغولی باطن کے نقشبندیہ [illegible]

ہوگئے اور غالب انپر توحید کا مشرب تھا۔ فرماتے تھے یہ جو دیکھا جاتا ہے کہ علما وفضلا جاہ وعزت کی طلب
اور مال و دولت کے جمع کرنے میں خلقت کیساتھ جھگڑے کرتے ہیں خوب ہوا جو میں نے زائد نہیں پڑہا اور
بڑی کتابیں نہیں سنیں اسکا شکر یاد اکرتا ہوں اور بارہا فقیر سے کہتے تھے چاہیئے کہ کسی سے علمی بحث میں جھگڑا
نہ کرے اور شقت میں نہ پڑے اگر جانے کہ دوسرا حق بجانب ہے تو قبول کرلے وگرنہ دو تین دفعہ کہدے اگر
مان لے فبہا ورنہ کہدو کہ بندہ کو یوں ہی معلوم ہے آپ جو کہتے ہیں یہ بھی ہوگا جھگڑا کسواسطے ہے۔ فرماتے
تھے اگر تمکو اپنے پیر یا اُستاد سے محبت واعتقاد ہے تو اسلیئے دوسروں سے مت لڑو اور تعصب نہ کرو یہ کام محبت
کا ہے جس کسی کو محبت نہوگی وہ کیا کام کریگا اُنکے اعتقاد ومحبت اور اتباع میں فائدہ ہے لڑائی جو کرتے
ہو تو یہ محض تمہارے نفس کی خواہش ہے وہ فرماتے ہیں اس رستے کے طالب کو چاہیئے کہ مشائخ کے کلمات
پر اعتقاد کرلے اور اپنے تئیں بزور اُن میں باندہے اور جو شک وشبہ اُن میں درپیش ہو اُسکو ہرگز اپنے اندر راہ
نہ دیوے اس رستہ میں اول بے تحاشا چلا آئے ورنہ تمام عمر خلجان میں رہ جائیگا۔ اتباع وتقلید کے اعتقاد
کرنیکے بعد صحبت ذوق وسلامت کے آگے البتہ مرتبہ تحقیق میں پہونچ جائیگا۔ فرماتے تھے ہمکو اول اول توحید کے
معنوں اور اس عقیدہ کے صحیح ہونے میں بڑا تردد اور خلجان تھا اور کسیوجہ سے اسکی تحقیق کو نہ پہونچ سکتا تھا
آخر میں نے اپنے دل سے کہا کہ اتنے بڑے بڑے مشائخین واولیا راس عقیدہ پر گذرے ہیں اگر اُنھوں نے
اس میں غلطی کھائی اور معاذ اللہ گمراہ ہوگئے تو پھر مجھ بیچارہ کی کیا ہستی ہے پھر یہ ہوا کہ اگر میں ہزار حیلہ سے
چاہوں کہ اپنے اندر شبہ ڈالوں مگر ممکن نہیں۔ فرماتے تھے میری نظر جب کسی شخص پر پڑتی ہے اول ایک نور
بسیط غیر متکیف دکھائی دیتا ہے پھر اُسکی شکل کی کیفیت معلوم ومشخص ہوتی ہے انکے یاروں میں سے ایک
شخص سفر آخرت کی حالت میں انکے دیکھنے کو تشریف لائے تھے اُنسے فرمایا مخدوم جانتے ہو کہ مشاہدہ کیا ہے
حق تعالیٰ کو مظاہر کونیہ میں اسطرح دیکھنا جیسے صورت کو آئینہ میں دیکھتے ہیں مگر اس شرط سے کہ آئینہ دور ہوجائے
اور فقط صورت ہی رہجائے یہ بات فقیروں کو یہاں سے میسر ہے وہاں دیکھا چاہیئے کہ کیا کچھ ہوگا فرماتے
تھے طریقت کے معاملے بہت ہیں جنکو اس رستے کے مرد اور صاحب ہمت جانتے ہیں اور اصل کار حقیقت
میں یہی ہے کہ معیت حق عم کا ملاحظہ اشیا کیساتھ کسی حال میں ہاتھ سے نجائے اور ایک سانس بھی اس

خیال سے خالی نرہے "دست باکار و دل بایار" جیسے کسی کا قول ہے ؎ دایم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار
می دار نهفته چشم دل جانب یار ۔ اس طریق سے کہ جاناں معلوم کرے کہ وہی ہے جسنے خودکو ان صورتوں
میں ظاہر کر رکھا ہے اُسکو گم کرنا چاہیئے تاکہ اطلاق اور تنزہ حق وارائتہ اعتباری اُسکا عالم کیساتھ محفوظ
رہے ۔ فرماتے تھے جب تک معنی تمثیل کی حقیقت معلوم نہو گی شک شبہ کے زنگ سے پاک نہوگا اور جب بات معلوم
ہوجائیگی تو پھر کوئی شک شبہ پاس بھی نہیں آئیگا ۔ فرماتے تھے یہ دولت شیخ امان اللہ کے پاس سے حاصل ہوئی
ہے ۔ فرماتے تھے میں ہر چند تصور کرتا ہوں کہ سوائے توحید کے کچھ بھی ممکن ہے مگر کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا اور کثرت
کے وحدت سے صادر ہونے میں سوائے اس معقول وجہ کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا فرماتے تھے ظاہراً معلوم
ہوتا ہے کہ اس بات کا سمجھنا فطری ہوتا ہے جس کسی کی فطرت میں یہ بات رکھی جاتی ہے وہ بے تکلف سمجھ لیتا ہے
اور اسکی ظاہری علامت یہ ہے کہ فہم سلیم و ذوق صحیح اُسکو دیا جائے ۔ فرماتے تھے کہ حالت ذکر و توجہ حضور
غفلت کے منافی ہے صحت نسبت و رسوخ کی علامت یہ ہے کہ اور حالتوں میں مثل کھانے پینے اور
کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑے میں ہشیار ہووے اور اس بات سے غافل نہووے فرماتے تھے تو میرا امتحان لے
جسوقت چاہے اور دیکھ کہ میں اُس بات سے آگاہ ہوں یا غافل اسجگہ ایک حکایت فرمائی کہ دو درویش تھے
کہ نسبت حضور و آگاہی اور مقام امتحان میں ایک دوسرے کے برابر تھے وہ دونوں درویش ایک روز ایک مجلس میں
بیٹھے تھے کہ ایک فقیر باہر سے اندر آئے اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا انکو پہچانتے ہو کہ کون ہیں اُنہوں نے
کہا نہیں اُنہوں نے کہا وہی ہیں جنکو تم جانتے ہو پھر اس کہنے کے بعد معلوم ہوا کہ کیا کہتے ہیں تب یہ بھی اُنکا
مقام امتحان ہوئے اور کہنے لگے کہ میں بھی انکا ایک فقرے میں امتحان کرونگا اور اسی گھات میں ایک مدت
گذر گئی آخر ایک دفعہ مجلس میں ایک شیخ بزرگ بہت شان و شوکت سے تشریف لائے اُنہوں نے اُس درویش سے
پوچھا انکو پہچانتے ہو کہ کون ہیں اُنہوں نے کہا قسم ہے خدا کی میں نہیں جانتا اُنہوں نے کہا یہ وہی شخص ہیں جنکو
تم جانتے ہو بس اس ہشیاری نے مقام غفلت میں دشواری دی فرماتے تھے غفلت کی جگہوں میں سے ایک کھانا
ہے مگر جو شخص ہشیار رہے اُسکو اُس میں بھی مشاہدہ ہے وہ خیال کرتا ہے کہ یہ مزے کی لذت کھانے ہے اور کیونکر
ہے اور یہ لذت کیا چیز ہے اور اسکا پانیوالا کون ہے ۔ فرماتے تھے کتابت کی حالت بھی عجیب و غریب تماشہ تھی

ہی مختلف حرفوں کا ممکن غیب سے ظاہر ہونا اور قسم قسم کی شکلوں کی کتم عدم سے تجلی وحدت علم اور ارادۂ قلبی کیساتھ عجیب مثال ہے ظہور کثرت کی وحدت کیساتھ اور تمثل وجود کی احکام کے ساتھ اور آثار ماہیات جو صور علمیہ سے عبارت ہے۔ فرماتے تھے اس باب میں تمثل مقصود کے مطابق جبرئیل کا تمثل ہے وحیہ کلبی کی صورت میں اس جگہ خیال کرنا چاہیے کہ اُس صورت میں وحیہ سے کچھ ہے سوائے اُس صورت علمیہ کے جو اپنے نفس جبرئیل کو حاصل ہوئے اور جبرئیل نے بمقتضائے قدرت اور اپنے ارادہ کاملہ کے ساتھ احکام اور آثار اُس صورت کے اپنے وجود کا افاضہ کرکے اُنکو اپنے لباس وجود خاص سے متلبس کرکے ظہور کیا اور تجلی فرمائی باوجود باقی رکھنے حقیقت جبرئیلیہ کے اپنی صرافت پر بغیر تغیر وتبدل وحلول واتحاد کے حلول کس چیز میں کہے اور کس کے ساتھ اتحاد ہوئے حالانکہ اُس جگہ خود سوائے جبرئیل اور اُنکے صور علمیہ کے اور کچھ نہیں ہے اور اُنکا علم بھی نظر اور بہ تحقیق ذات اُنکی کے ہے پس وہ صورت حقیقت نظر میں عین جبرئیل ہے۔ جبرئیل اطلاق نظر اور اپنے تنزہ کے ساتھ ورا صورت اور محیط اُسکے ہیں اور لاکھ صورتوں میں تمثل کرسکتے ہیں۔ ظاہر ہوتا ہے کہ یہی نسبت حق کی ہے مظاہر صوری ومعنوی سے واللہ من ورائھم محیط۔ فرماتے تھے بندگی شیخ امان اس کلمہ کو بہت فرماتے تھے ھو الساری فی جمیع الذراری علی ما کان علیہ من الوحدۃ والاطلاق فرماتے تھے نیز اور بعینیت نور میں ممکن نہیں ہے اگر لاکھ چراغ ایک چراغ سے روشن کرینگے تو اُس میں کچھ نقصان واقع نہوگا اسیطرح وجود الٰہی باوجودیکہ تمام اشیاء کا مصدر ہے اپنے حال ور تجرد اور اطلاق پر ہے۔ فرماتے تھے روحیں کیا ہیں فیوض الٰہی اور تعینات واجب الوجود کے حصے ہیں جو ماہیتوں پر تقسیم ہوئی ہیں ایسا تقسیم ہونا کہ جسکو عقل تقسیم پر قیاس کرتی ہے اور اُسکو ایک عجیب مثال سے ظاہر کرتے تھے کہتے کہ کبھی تمنے دیکھا ہوگا کہ لڑکے کھیل کے واسطے ہانڈی میں سوراخ کرکے اُسکے اندر چراغ رکھتے ہیں اور چراغ کی روشنی اُن سوراخوں میں سے ظاہر ہوتی ہے باوجودیکہ چراغ اپنی حالت پر رہتا ہے اور اُس میں کچھ تقسیم و حصے بخرے نہیں ہوتے ایسے ہی اس جگہ وجود الٰہی صرف اپنے اطلاق حقیقی پر باقی ہے اور باوجود اس کے روز نما ویسے ماہیات کے دریچوں میں تاباں ہے۔ فرماتے تھے مشائخ نے فرمایا ہے "عالم از وست وبدوست وہمہ اوست" کہنے میں تو یہی بہتر ہے کہ از وست کہیں یہ دل کا کام ہے زبان سے تعلق نہیں رکھتا کہنا وہی

چاہیئے جو شریعت کے مطابق ہو فرماتے تھے اگر اس جگہ ملاحظہ کرینگے کہ حقیقت معنی از وست ہے عین معنی کو ہم
اوست پائیں گے فرماتے تھے غیر حق کیا ہوتا ہے اور کہاں ہے کان اللہ ولم یکن معہٗ شئے پس جو کچھ ہے
وہی ہے الآن کما کان یعنی اب بھی خدا ہے اور اُسکے ساتھ کچھ نہیں ہے ۵ کجا غیر کو غیر کو کوئی غیرہ
سوی اللہ واللہ ما فی الوجود ۵ فرماتے تھے میرے سامنے جو کچھ عبارت کہتے ہیں میں ہی توحید کے معنی سمجھتا
ہوں میرے فہم میں یہ دونوں باتیں کہ عالم اُسکی مخلوق ہے یا اُسکا مظہر ہے دونوں کا ایک ہی نتیجہ ہے اور
ایک ہی معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ فرماتے تھے جوانی کے وقت میں سرگرمی کے دنوں میں کبھی کچھ کہا گیا تھا مگر یہ
جو لذت و لطف کہ اس سے خاموش رہنے میں ہاتھ آتا ہے وہ کہنے میں حاصل نہیں ہوتا جتنا چھپاتے ہیں اتنی
ہی برکت و ذوق زیادہ تر ہوتا ہے اور اگر کبھی کسی سے ان بھیدوں کا افشا و کہا جاتا ہے تو ایسی غیرت آتی ہے
کہ اسکے مُونہ پر اتنا مارا جائے کہ پھر کبھی ایسی بات زبان سے نہ نکالے۔ فرماتے تھے اسکے ظاہر کرنے میں کوئی فائدہ
نہیں ہے سوائے اسکے کہ حرمت شرع شریف کی ہتک ہو ہاں اتنا ضرور ہے کہ اگر کوئی ہمراز لایق آوے تو اُس
کے ساتھ خلوت میں کچھ بات کہی سُنی جائے۔ میرے والد کو ابتدا ہی سے عشق و محبت ہی کے مشربہ میں پیدا کیا
گیا تھا چنانچہ فرمایا ہے ع کہ ایں لذت بشر آمد درون باجاں برون آید ۵ فرماتے تھے میں بچہ تھا پانچ چھہ
سال کے انداز میں اور مکتب میں پڑھنے جاتا تھا وہاں اور لڑکے بھی میرے ہی سن و سال کے پڑھتے تھے انسے
عشق کی نسبت مجھکو ہوگئی حالانکہ اُس وقت میں مجھکو عشق کے معنی اور اُسکے مشتقات سے کچھ بھی خبر نہ تھی مگر تم
کے اطوار سب میرے اوپر گذرتے تھے۔ تمام عمر میں کبھی میں اس خیال سے خالی نہیں ہوا اور اب اس بڑھاپے
میں چونکہ اس کام کی جستجو نہیں ہوسکتی اور بے قیدی و رسوائی کو مناسب نہیں سمجھتا اس سبب سے بزور اپنے تئیں
نگاہ رکھتا ہوں ورنہ دل ویسا ہی آتش محبت سے کباب ہے اور جان اس کار کے شوق سے خراب ہے
فرماتے تھے ایکدن میں تغلق آباد کے قلعہ کے اوپر بیٹھا ہوا تھا اور جس سے تعلق تھا اُسکا شوق تھا کہ یکایک مجھے
دکھائی دیا بس میں اوپر سے ویسے ہی گر پڑا اور اُس وقت کچھ بھی تو ضرر نہ معلوم ہوا اب بڑھاپے میں وہ زخم
تکلیف دیتے ہیں اور جب کبھی یہ بھائی خلوت میں بیٹھکر ذوق و حالت کرتے ہیں اور حکایت بیان کرتے ہیں
کہتے ہیں مگر اب کسی سے ایسی باتیں دیکھنے میں نہیں آتیں۔ ان کی مجلس اول سے آخر تک ذوق و گریہ و وجد

کی ہوتی تھی شیخ رزق اللہ کی نسبت سوز وگرمی میں جیسے آگ راکھ کے اندر چھپی ہوئی ہوتی ہے تھوڑے سے کریدنے
میں تمام آگ نکل آتی ہے والد کی مثال ایسی ہے جیسے کسی چیز میں سے پانی نچوڑ لیا جائے پھر تھوڑی سی آزار
پہونچنے سے کل تر ہو جاتی ہے اور بہت ہی رقیق القلب وسریع التاثیر ہوئے ہیں کوئی بات درد محبت کی انکے
سامنے نہ گذرتی تھی کہ وہ متاثر نہوتے ہوں اور گریہ نہ کرتے ہوں فقیر کو یاد نہیں ہے کہ یہ رُباعی عمر خیام کی انکے
سامنے میں نے پڑھی ہو اور انہوں نے اُسپر حالت وگریہ نہ کیا ہو اگرچہ خود ایک روز میں دس دفعہ پڑھتے تھے

رباعی این کوزہ چو من عاشق زارے بودست ٭ در بند سر زلف نگارے بودست ٭ این دست کہ در گردن
او مے بینی ٭ دستے ست کہ در گردنِ یارے بودست ٭ فرماتے تھے اول حالت سماع اور اُسکے پیدا ہونے میں
ایک لمحہ ہے جسمیں شعور مفقود ہے جیسے بجلی کی چمک اُس لمحہ میں کچھ چیز نہیں سماتی اور جو اُس میں واقع ہوتی ہے تو
آہ وفریاد یا تجلی لطیف ہوتی ہے اور بعد اُسکے اُسکا اثر رہتا ہے ایک ساعت یا دو ساعت تلک یا اس سے کچھ کم
زیادہ ۔ فرماتے تھے اس کلام کی حقیقت جو فقہا کہتے ہیں کہ الغناء ینبت النفاق کچھ اصل نہیں معلوم
ہوتی نفاق سماع سے کیا مناسبت رکھتا ہے جہاں اپنی ہستی کی خبر نہ رہے وہاں نفاق کہاں شاید یہ خاصیت
کسی مخصوص گروہ کے حق میں ہوگی واللہ اعلم ۔ یہ جس کسی کو توجہ دیتے تھے یا تربیت کرتے تھے تو جس مرتبہ میں وہ
شخص ہوتا تھا البتہ تمیز وقبول پاتا تھا اور یہ بات بہت تجربہ کی گئی ہے کہ خداوند تعالے نے اُن کی نظر میں
ایک عجیب تاثیر رکھی تھی کہ جو کوئی ادنی قابلیت بھی رکھتا تھا اُس میں بھی اُن کی توجہ کارگر ہوتی تھی اور
یہ فقیر بھی پورا امیدوار ہے کہ سوائے محبت فرزندی اور مہر پدری کے کہ جو طبع انسانی میں شامل ہے
اپنی نظر خاص اور علین عنایت سے اس فقیر کو اختصاص بخشیں گے مجھکو یاد ہے کہ ایک دن میں اُن
کے روبرو بعض علمی باتوں کی تقریر کرتا تھا اور وہ میری طرف دیکھتے تھے اور اثناء کلام میں اُن کو
حالت پیدا ہوئی اور نعرہ مار کر بہت روئے اور اُسی حالت میں دونوں ہاتھ فقیر کے مونہہ پر پھیر کر دعا کی
پھر جب وہ حالت جاتی رہی تو فرمایا کہ مجھکو تمہارے مشاہدہ میں تجلی نصیب ہوئی جس میں ایک نور
دکھائی دیا اُس کی کیفیت بیان کرنی ممکن نہیں خدا جانتا ہے کہ وہ کیا حالت ہوتی ہے فرماتے تھے

کہ مجھکو درویشوں کی صحبت اور اُنکی ملازمت میں رہنے سے اتنی صفائی ہوئی ہے کہ آدمی کی حقیقت احوال کو
پہچان لیتا ہوں چنانچہ یہ بات اُن سے بہت تجربہ کی گئی ہے کہ جس کسی کو وہ کسی صفت سے موصوف کردیتے
تھے اگرچہ بالفعل اُس سے وہ صفت ظاہر ہوتی تھی مگر آخر میں ظاہر ہو ہی جاتی تھی مبالغہ کرکے فرماتے
تھے کہ اگر اندھیری رات میں کسی کو ایک دفعہ ہاتھ لگاؤں تو امید ہے کہ اُس کے حقیقت حال کو پہچان لوں
فرماتے تھے بعض آدمی ہیں جو اس شخص سے کچھ کام نہیں رکھتے ہیں اور نہ اسکو اُنسے کچھ آزار ہے مگر اُن کے
لیئے اُسکے دل میں جگہ نہیں ہے۔ فرماتے تھے بہت لوگ بغیر میری رضا کے ایسے لوگوں کے ساتھ ہیں جو
تکلف و تصنع کرتے ہیں اور نفاق برتتے ہیں اور خلقت کو ایسے معلوم نہیں ہوتے۔ بے تکلف کے سچا
رہنا چاہیئے اور جیسے ہیں ویسی ہی ظاہر ہوں کام خدا سے ہے خلقت سے بالکل کام نہیں ہے میرے
والد کے اشعار بہت ہیں غزل و قصیدہ و رباعی مگر اکثر اُن میں سے بیاض میں نہ لکھے جانیسے فوت
ہوگئے ایک اوباش نے تمام تصوف کی کتابیں اور رسالے جو تمام مدت عمر میں حاصل کیئے تھے چرا لیئے
اُس نے یہ خیال کیا کہ یہ کچھ اور اسباب ہے اگرچہ پھر بعد میں وہ مطلع ہوا کہ یہ وہ اسباب نہیں ہے
جو اُس کے کام میں آوے اس وہم سے کہ کہیں ظاہر نہو جاویں سبکو جلا دیا فرماتے تھے کبھی ایام جوانی میں
کسی تقریب سے شعر کہا جاتا تھا اور اُس سے طبیعت خوش ہوتی تھی اور مجھکو اس کام کی تصنیف کا بالکل
خیال نہ تھا ایک دو رسالہ جو لکھے گئے تو اس سبب سے کہ بندگی شیخ امان نے فرمائی تھی کہ اکثر یار جو میری مجلس
میں ہوتے ہیں معلوم نہیں ہوتا کہ اُن یاروں نے اس مشرب کا کچھ ذوق بھی حاصل کیا ہے یا نہیں اور اس
بات کو سمجھے ہیں یا نہیں چاہیئے کہ پردہ نہ کریں اور عرض کریں شمہ کی کچھ بات نہیں ہے۔ عرض کیا گیا
کہ فقیر کو اسکی مجال نہیں ہے کہ حضور کے سامنے تقریر کرے اگر حکم ہو تو لکھکر پیش کرے۔ اس سبب سے یہ چند حرف
لکھے گئے فرماتے تھے مجکو فصاحت و بلاغت اسقدر نہیں ہے کہ فضیلت سخن آرائی اور کمال معنی روائی
کا دعوی کرسکوں چند چیزیں فقیروں اور مفلسوں کے تقاضے سے لکھی گئی ہیں۔ ایک رسالہ ہے مکاشفات
اُس میں فرماتے ہیں کہ اُس حقیقت بے کم و کیف کا ادراک کرنا تین مرتبوں میں منحصر ہے ایک تو یہ کہ بے کم و
کیف کو مرتبہ جمعیتہ میں باعتبار اُسکے شامل ہونے اور احاطہ اور سریان کے تمام ذراری میں مشاہدہ کرلے

کیونکہ وہ اُس مرتبہ میں کم وکیف ہوگا یا بے کم وکیف اُس چیز کے اعتبار سے نہ دیکھے گا بلکہ اُس حضرت کے اُس چیز کے ساتھ متمثل ہونے اور اُس میں ظاہر ہونے کو پس اس اعتبار سے بھی وہی حقیقت مطلقہ جمیعت کے ساتھ منظور ہے جیسے فرمایا کل شئی فی کل شئی اور کل مرتبوں کا ادراک کامل وجود ہو صورت عنصری انسانی میں ترکیب عنصری کی تحلیل کے بعد یہانتک کہ کچھ باقی نہ رہے مگر وہی حصہ وجودی جس کو نامی کہتے ہیں اگر تمام اعضا اور حواس ظاہری و باطنی کو فانی فرض کریں حقیقت انسانی اپنی حالت پر رہے گی اُس مابت کے علاوہ کہ جس کے ساتھ انسان کی بقا ہے اور فنا اُسکی فنا کے تصور کے ساتھ ہے اس میں شک نہیں ہے کہ اس لطیفہ کا ادراک اس وجہ سے بے کم وکیف ہوجائے گا ان اللہ خلق آدم علےٰ صورتہ اُس کی وحدانیت کی طرف اشارہ ہے اور وعلم آدم الاسماء میں اُسکی جامعیت کی طرف۔ دوسرا ایک رسالہ ہے سلسلۃ الوصال نام مثنوی ہے پانسو بیتوں کے قریب فرماتے ہیں کہ یہ غلبۂ شوق سے ایکدن میں کہی گئی ہے اور پھر کبھی اسکو دیکھا تک نہیں اگر کہیں سہو یا خطا واقع ہو تو اسکی اصلاح کردینی چاہیئے۔ شیخ امان کی تعریف میں فرماتے ہیں ؎ ہرچہ زمن در سخن آید یقین ✽ ہست از صحبت آن مرد دین ✽ ورنہ چہ حدست کہ راز درون ✽ از دہن چو منے آید برون من کیم و کیستم و چیستم ✽ از دم عیسیٰ نفسے زیستم ✽ اوست دریں راہ مرا رہنما ✽ خاک درش چشم مرا توتیا ہست دل او بحق آویختہ ✽ آب صفت در ہمہ آمیختہ ✽ دست من و دامن او بالیقیں مقصد و مقصود من آن شاہ دیں ✽ عشق رخش ہمدم و ہمساز من ✽ درد غمش مونس و ہمراز من۔ غزل

سازی نمودہ در ہمہ اعیان جہان عیاں	کز غایت ظہور نہانست در نہاں
از نام و از نشان کہ تواند نشان دہد	گویا ہزار نام و نشان ست بے نشاں
پیش از ظہور بود و ماکان شئی معہ	بعد از ظہور ہست علیٰ ما علیہ کان
کون و مکان بہ پرتو حسن و جمال اوست	ویں طرفہ تر مگر کہ نہ وست و نے مکاں
نزدیک عارفان محقق محقق ست	گو عین عالم است ولیکن ورائے آں
گہ روئے پوشش ہمچو عروسان جلوہ گر	گہ شور و گہ شغب و گہے جا بہا دراں

سیفی بخویش نسبت ہستی گمان تست — اے وائے بر کسے کہ بماند درین گماں

ایضاً لہٗ
ہمائے سدرہ نشینی و مرغ بالائی — ز بہر دانہ فتادی بدام رسوائی

شراب عشق بکام تو کے رسد ز حرص — پری بگیر چوں ذباب حلوائی

ز دشمنی ست کہ نفس تو بہر پارۂ نان — بساختست بہر دری و ہر جائی

مدام در چمن از دست ساقئی مہوش — چہ خام مشربے ار بادہ را نہ پیمائی

لباس بوریا گر بپوشی از ریا ندہد — ہزار مرتبہ او ز صوف و آرائی

برو بمیکدہ سیفی و بنگر از سر ہوش — کہ عارفان خدا بیند زیر یکتائی

فرماتے تھے سیفی بخاری بڑے شاعر ہیں مجکو اُنکی برابری نہیں فقیر نے اس تخلص کی تہمت اپنے اوپر نہیں رکھی لیکن چونکہ میرا نام سیف الدین ہے اس سبب سے بعض یار بجد ہوئے کہ سیفی ہی تخلص ہو اس سبب سے اس تخلص کے چھوڑنے میں سستی ہوئی اور اب جو ضعف و پیری کے دن ہیں تو اسقدر نسیان و نسیتی کے معنی حال پر غالب ہوئے ہیں کہ کچھ چیز کھانے پینے کی اچھی نہیں معلوم ہوتی اور اگر حفظ صحت یا دفع مرض کیواسطے علاج کرنا چاہیئے ہوتا ہے تو اُسکے بھی مقید نہیں ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ کونسا کام خیر کا میرے ہاتھ سے ہوتا ہے جو میں اپنے تئیں پرکوشش کروں میرا ہونا نہونا برابر ہے۔ اور اسقدر خوف و خشیۃ کا غلبہ تھا کہ بہت ہی کم اس سے فارغ اور خوشحال ہوتے تھے۔ فرماتے تھے میں اپنے نفس میں ایک چیز نہیں دیکھتا ہوں جسکو میں اپنی دست آویز بناؤں خدا کے پاس کام پورا ہوگا اور روتے تھے کبھی اُنکی تسلی کیواسطے عرض کیا جاتا تھا کہ ایک قطرہ جو آنکھ سے خدا کے خوف سے نکلتا ہے اُسکی فضیلت میں کیا کیا کچھ وارد ہوا ہے حضرت آہ سرد کھینچتے تھے اور فرماتے تھے جب خدا وند تعالیٰ کی بے پروائی اور کبریائی پر نظر پڑتی ہے تمام طاعتیں اور معرفت برباد ہو جاتی ہیں خدا جانے عاقبت میں کیسا ہوگا اور آخر دم تک کیسے گذرتی ہے اس خیال سے بہت لرزاں و خوف زدہ رہتے تھے یہانتک کہ رحلت کے قریب دنوں میں یہ خیال بہت غلبہ کر گیا تھا اور اکثر اوقات ایسے ہوتے تھے کہ فقیر جب گھر میں قرآن شریف کی تلاوت کرتا تو وعید کی آیتوں کو آہستہ آہستہ پڑھتا اور اگر کبھی بلند پڑھتا اور اُن کے کان تک آواز پہنچ جاتی تو اسقدر گریہ و زاری علاج

وضطراب ہوتا کہ اپنی خودی سے گذر جاتے اور رحمت کی آیتوں کو میں قصداً پکار کے پڑھتا تھا اور اُنکو
اُنکے سُننے سے تر و تازگی ہوتی تھی ایک شب کو اُنکے تئیں اُنھیں دنوں میں اسقدر ضعف ہوگیا تھا کہ تین
پہر رات تک اس عالم کا کچھہ شعور نہ رہا پہر آخر رات میں اس عالم میں باز آئے اور فقیر سے ملاقات کی فقیر
بہت شوق سے بلند آواز کیساتھ قرآن شریف کی تلاوت کرتا تھا جب ان آیتوں پر پہونچا
ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا
وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون اُن کے سُننے سے میرا شوق اور زیادہ ہوا بہت
بہت اُن کا وقت خوش اور ذوق حاصل ہوا مکرر فرماتے تھے رحمت باد صد رحمت باد زاد اللہ
فی شوقکم و ذوقکم و عمرکم برخوردار رہو اتبک اُس رات کا ذوق فقیر کی خاطر سے نہیں گیا ہے
اور امیدوار ہوں کہ اُس شب کی دعا میرے واسطے سرمایۂ دُنیا و آخرت ہوگی اگر اللہ نے چاہا جب رحلت
بہت قریب آئی تو فرمایا وہ بیتیں اور کلمے کہ معنی عفو و مغفرت کے مناسب ہیں ایک کاغذ میں لکھکر میرے
ہمراہ کفن میں رکھدینا اور یہ رباعی بھی۔ رباعی۔ دارم دلے غمیں بیامرز و مپرس ٭ صد واقعۂ کمیں
بیامرز و مپرس ٭ شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم ٭ اے اکرم الاکرمیں بیامرز و مپرس ٭ اور یہ دو بیتیں ؎
قدمت علی الکریم بغیر زاد ٭ من الحسنات والقلب السلیم ٭ فحمل الزاد اقبح کل شئی ٭ اذا کان
القدوم علی الکریم ٭ اور فرمایا منکر و نکیر کے جواب میں لکھہ ربی اللہ و نبی محمد و شیخی شیخ عبد القادر
الجیلانی۔ فرماتے تھے دوسرا مجکو اس جگہ سے اور کوئی تعلق نہیں ہے اس واقعہ کے دو تین روز کے بعد
عصر کی نماز کا وقت ہوگا جو اُنکو ایک حالت پیدا ہوئی اور بعض بیتیں اور دوہرے پڑھنے شروع کیے اور
بہت روئے اور چارپائی پر سوئے نیچے قدم نہ رکھتے تھے فقیر کو بلایا میں اُسوقت مسجد میں تھا میں نے دیکھا
کہ اُن کے چہرے میں اسقدر خوشحالی اور ذوق کا اثر ہے کہ جسکی شرح نہیں ہوسکتی اور خود کچھہ آہستہ آہستہ
کہہ رہے ہیں فقیر سے خطاب کرکے فرمایا کہ باباجان لو مجکو اسوقت کچھہ رنج و فکر نہیں ہے بلکہ شوق پر شوق اور
طرب پر طرب ہے جو کچھہ زحمت اور بیماری میرے بدن میں تھی سب چلی گئی مگر تمکو چاہیے کہ مشغول ہو کر دعا کرو
یہ کہ مجکو جلد اس جگہ سے لیجائیں تمام عمر میں جو میرا مطلوب تھا وہ اب حاصل ہوا ہے ایسا نہو کہ وہ ہاتھ

سے جاتا رہے تمام عمر میں نے دعا کی تھی کہ آخر وقت میں اپنے ذوق وشوق کیساتھ اس جگہ سے لیجاؤ
اب اُس مراد کا جمال ہزار ہا حسن کیساتھ جلوہ گر ہوا ہے اگر اس حالت میں اپنے سامنے بلالیگا تو اُس کی
کمال لطف وعنایت ہوگی اُن کے یاروں میں سے جو کوئی اُنھیں پوچھنے آتے تھے اُنسے یہی کہتے تھے
کہ دعا کرو کہ یہاں سے میں چلا جاؤں اور اگر اُن میں سے کوئی یہ کہتا کہ حق تعالیٰ آپکو صحت عطا کرے تو وہ ناخوش
ہوتے تھے۔ فرماتے تھے خدا کے واسطے یہ دعا کرو کہ مجکو لیجائیں کبھی فرماتے تھے کہ ستر برس گذر گئے کہ
میں اس سرا میں ہوں جو شخص دو دن سرا میں ٹھہرتا ہی تو وہ گھبرا جاتا ہی میں ستر برس اس محنت سرا میں رہا
کیونکر ملول نہوں۔ کھانیکو مطلق ترک کر دیا تھا فرماتے تھے رغبت نہیں ہی کیا کھاؤں اور کچھ فائدہ
بھی نہیں دیکھتا۔ اور کبھی فرماتے تھے میں اس سبب سے بھی نہیں کھاتا ہوں کہ کہیں میری بقا کا سبب
ہو میرا جو دم یہاں گذرتا ہے نہایت ہی کلفت سے گذرتا ہی میرے دلکی پوری توجہ اُسطرف ہی ایک
شخص پھول لایا اُنکو سونگھکر درود شریف بھیجا اور فرمایا میں نے جو درود بھیجا تو پھول کی روح اور
اُسکا خلاصہ بھی حضرت سید کائنات کو پہونچگیا اور اُس کا جسم یہیں رہگیا پھر اُن مقاماتوں کو جہاں
جاکر ذوق حاصل کرتے تھے اور محظوظ ہوتے تھے جیسے حوض سلطان اور اُسکے اطراف وغیرہ کو یاد کرنا
شروع کیا اور فرمایا نزدیک ہی کہ میں ان مقامات کی سیر کروں گا کسی نے حالت سکرات میں پوچھا کہ
آپ کیا دیکھ رہے ہیں فرمایا باغ اور نہریں دیکھ رہا ہوں اور بخاری کے سادات تشریف لائے ہیں اُنکو
دیکھ رہا ہوں۔ ایک دن فرمایا حضرت غوث الثقلین کا فرمان آیا ہی پڑھو کہ کیا حکم ہوا ہے فقیر نے کہا
کہ کون لایا ہی فرمایا ایک نیکبخت بی بی لائی ہیں اچھی طرح دیکھو کیا لکھا ہی۔ ایکدن فقیر نے اُنکے کمالِ
ناتوانی کو دیکھکر کہا کہ عجز بشریت بھی کیا چیز ہے فرمانے لگے کہ عجز کی حقیقت یہ ہی کہ افتقار واحتیاج
جو ماہیت امکانی کے لازمہ ہیں وجدان سے معلوم ہوتے ہیں اور ان معنوں کے دریافت کرنے میں
ذوق ہوتا ہی۔ فرمایا حافظ اچھے پڑھنے والے جو تمہارے آشنا ہیں اُنکو بلاؤ تاکہ ہم قرآن شریف
سنوں پھر فرمایا تم بھی تو میرے سامنے دن رات تلاوت کرتے ہو بس کافی ہے اب کچھ خواہش
نہیں ہی یہ وقت عبودیت کا ہی اگر نصیب میں ہی کسی کو بھیجدینگے جسدن کہ اس عالم سے رحلت کرینگے

فقیر نے بقصد تلقین کے حالت احتضار میں سنت کیموافق عرض کیا کہ ظاہراً آجکل کے فقرا پاس انفاس میں مشغول ہوتے ہیں آنکھیں کھولکر آہستہ آہستہ کہتے ہیں پاس انفاس آپکے دنکے واسطے بھی کچھ کام آتا ہے کہ اعضا کل کام سے جاتے رہتے ہیں یہانتک کہ سانس لینے کی قوت نہیں رہتی۔ چند مرتبہ زور سے لا الہ الا اللہ فرماکر چپ ہو رہے اور پاس انفاس میں مشغول ہو گئے پھر تھوڑے عرصے کے بعد رحمت حق سے واصل ہوئے ستائیسویں شعبان المعظم ۱۲۹۹ھ میں چنانچہ "ولی تحت القباب" اسکے ہی عدد ہیں رحمنا اللہ رحمۃ واسعۃ وجزاہ عنا خیر ما جزی والدا عن ولدہ۔

خاتمہ

کاتب حروف کے بعض ابتدائی حالات۔ میرے والد کی آخری عمر میں جو ضعف پیری کا زمانہ ہے مشغولی خاطر فقیر ہی میں منحصر تھی اور میں تین یا چار سال کا ہونگا جو انکو ایک نہایت سخت مرض جوانی کے دن گذر جانے اور یاران جانی کے وفات پانے کے صدمونسے لاحق ہوا تھا اور اس مرض میں دفع دلگیری اور رفع کلفت وضعف پیری کا باعث یہی فقیر تھا شب و روز انکے کنار رحمت وجوار عنایت میں تربیت پاتا تھا اور وہ ان ہی بچپن کے دنوں میں اس گروہ کی باتیں کام جان اس حقیر میں ڈالکر تربیت باطنی کو ضمیمہ شفقت ظاہری کرتے تھے اور میں بھی بحکم فطرت او رمقتضائے جبلت کے ان کلمات کا والہ و دیوانہ تھا اگر وہ تھوڑی دیر خاموش ہوجاتے تھے میں ہوش سے جاتا رہتا تھا اور آگان طلب کیطرح اسکو دوبارہ کھلواتا تھا بعض مخصوص باتیں ابتک میرے خزانہ خیال میں جمع ہیں غرائب سے خالی نہیں ہیں سب میں عجیب بات یہ ہے کہ فقیر کو اپنا دودھ چھٹنا کہ جب ڈھائی برس کا تھا ایسا یاد ہے جیسے کل کی بات۔ اس زمانہ میں بھی کہ آثار تربیت وعنایت انکے ظہور میں آکر تحصیل علوم حاصل ہوئی تھی شب و روز انکی خدمت میں ذکر وتذکرہ وبحث مباحثہ میں بسر کرتا تھا بندہ کو اپنی ہمزبانی میں قبول کر کے محظوظ ہوتے تھے خاصکر علم توحید کی تلقین اور مسئلہ وحدت وجود کی تحقیق اسطرح کہ علم وشہود کے موافق ہو اور اگر کبھی بمقتضائے تقید مقدمات کسبی اور قصد تحقیق اس علم وہبی سے کوئی دغدغہ یا شبہ درمیان لایا جاتا تھا تو فرماتے تھے مجکو بھی اس قسم کے شکوک وشبہات بہت تھے انشاءاللہ رفتہ رفتہ روئے کار سے پردہ اٹھ جائیگا اور جمال یقین

ظاہر ہو جائیگا مگر چاہیے کہ ہمیشہ اس خیال میں ہو اور جتنا ہاتھ آئے وتنی ہی کوشش کرو اور یہ بیت پڑہتے تھے

ہست لنگ و لوگ وخفتہ شکل بے ادب سوئے او میخیز و اورامی طلب ۔ اول قرآن مجید بے سابقہ تعلیم
قواعد حروف تہجی کے جو لڑکوں کو پڑہاتے ہیں دو تین پارے بلکہ کچھ زیادہ یا کم واللہ اعلم تعلیم فرماتے
تھے اور سبق اُنکے سبق میں لکھتے تھے اور میں اُسی مقدار پڑہتا تھا پر اُنکی تربیت و شفقت کے اثر سے ایسی
قوت بہم پہونچی کہ ہر روز تھوڑا سا قرآن شریف پڑہنے لگا اور جتنا پڑہتا تھا اُنکو سُنا دیتا تھا غرض دو تین
مہینے میں قرآن شریف ختم کر لیا اور خط و سواد میں جو معلم بچوں کو مکتب میں سکھاتے ہیں میں مقید ہوا
فقیر کو فقط ف و ق لڑکوں کی طرح مقید ہو کر لکھوایا پر مجھ میں تھوڑے دنوں میں شاید ایک مہینے کے قریب
جھوٹ نہیں کہتا لکھنے کا سلیقہ پیدا ہو گیا حق سبحانہ تعالیٰ نے اُنکی توجہ و عنایت میں ایک خاص اثر اور خاصیت
ایسی رکھی تھی کہ اگر کوئی کیسا ہی غبی اور کُند ذہن ہو مگر اُنکی توجہ و تربیت سے بہت جلد قوت فاعلہ اُس میں
آجاتی تھی مجھکو جو کچھ ہے سب اُنھیں کی توجہ و عنایت کا باعث ہے اُنکے کل حقوق تربیت و تعلیم و ارشاد کے
اس نامراد کے ذمہ میں ثابت ہیں و نظم کتابوں میں سے جنکی تعلیم اس ملک میں متعارف ہے مثل گلستان و بوستان
و دیوان خواجہ حافظ اور نیز ابتدائے حالت لڑکپن سے بعد ختم کرنے قرآن شریف کے میزان صرف سے
مصباح و کافیہ تک خود تعلیم فرما کر حفظ کرایا اُنھیں ایام میں بارہا فرمایا کرتے تھے انشاء اللہ تعالیٰ تو جلدی فاضل
ہو گا اور مجکو کمال حظ حاصل ہوتا ہے جس وقت یہ تصور کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجکو اُس کمال تک پہونچا دے کہ جو میں نے خیال
کیا ہے لیکن اب جو تمہارے درس کا وقت ہے میں ضعف و پیری کے سجادہ پر تکیہ کرکے بیٹھا ہوں اور کبھی کتابوں کو تمام
کرکے فرماتے کہ یہ چند کتابیں پڑہ لیں اور دانشمند ہو لیں اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ہر ایک علم میں سے مختصر شروع
ہو گے تو تمکو کافی ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ اسکے بعد برکت اور سعادت کے دروازے تمہارے اوپر کھلینگے کہ جس سے
تمکو کل علوم بے تکلف حاصل ہو جائینگے اس ارشاد پاک نے اُنکے یہ اثر کیا کہ تحصیل علوم میں مجھکو ایسی سرعت حاصل
ہوئی کہ جسکو طے زمان و طے مکان کہتے ہیں ہر علوم پر عبور حاصل ہوا یعنی مختصرات نحو مثل کافیہ و لب [illegible]
شاید ایک جزو بلکہ زیادہ یاد کرتا تھا اور شوق اور حرص تحصیل علم کے تمام کرنے پر اس درجہ حاصل تھی کہ اگر کوئی جزو ان
مختصرات کا صحیح اور محشی ملجاتا تھا تو اُسکو خود مطالعہ کر لیتا حاجت اُستاد سے پڑہنے یا دریافت کرنیکی نہوتی و اگر بحث

آسان پیش آتی و یا مضمون سابق روبکار ہوتا اُسکو فکر میری قبول نہ کرتا خدا جانے کہ اُن دنوں کیا میں سمجھتا تھا اور کیا دیکھتا تھا
لیکن ہر کتاب کے متن اور حاشیہ اور اُنکے الفاظ سے فائدہ پورا حاصل کرتا اور جو کتاب میرے ہاتھ آتی یا جزو کسی کتاب کا ملتا
خواہ میرے پڑھے ہوئے ہوتے یا نہو تے اُسکو اول سے آخر تک دیکھنا اپنے اوپر واجب کر لیا تھا اور میں اس امر کا مقید
نہ تھا کہ شروع یا خاتمہ کتاب ملے تو دیکھوں میری نظر تحصیل علم پر تھی خواہ کسی طرح پر ہو بارہ یا تیرہ برس کا تھا میں کہ
شرح شمسیہ و شرح عقاید پڑہتا تھا اور پندرہ و سولہ برس کی عمر میں مختصر و مطول کو پڑھکر کم یا زیادہ ایک سال سے کہ
ظرفا اُسکے عدد شمار عمر ذکر سے اُسکے ملاحظہ کریں علوم عقلی و نقلی اور سوائے اسکے صورت استفادہ کہ مادہ کافی و وافی
ہو تمام حاصل کیا مینے الحمد للہ بعد اسکے قرآن مجید کے حفظ کرنیکی اللہ تعہ نے مجھکو توفیق دی اور اپنے کلام کی حفاظت
میں اللہ تعہ نے مجھکو کرکے مدت ایک سال کچھ مزید میں یہ نعمت کہ جسکی ایک حرف کا شکر سو برس میں ادا نہیں کر سکتا عنایت
فرمایا الحاصل اسی قیاس پر تمام کتابو نپر اللہ تعہ نے مجھکو عبور فرمایا سوائے اسکے مدت سات آٹھ سال بلکہ زیادہ بعد
حاصل کرنے کتب عربی و منطق و کلام اور حاصل کرنے نوع قوت کمال اور تمام کرنے درس کے بعضے دانشمندان ماوراء النہر
کی خدمت ملازمت حاصل کی اسقدر کہ تمام شب و روز میں شاید کہ دو تین ساعت مطالعہ اور تعقل و مشغولی سے فرصت
ہوتی ہوا اور جب توجہ باطن سے اُستادوں کے اثناء درس اور بحثوں میں کلام مفید طبیعت سے اس حقیر کے پیدا ہوتے
تو بارہا فرماتے کہ ہم تجھسے مستفید ہیں اور ہمارا کوئی احسان تم پر نہیں ہی خدا جانے اُسوقت کیا شوق تھا اور کیا طلب تھی
اگر اسقدر شوق و ذوق طلب مولی میں اور ریاضت باطن میں ہوتے کہاں سے کہاں تک پہونچتا ایک بار طالب علم بیٹھے تھے ایک
دوسرے کے احوال سے تفحص کرتے تھے اور یہ گفتگو تھی کہ نیت کیا ہی علم کے حاصل کرنیسے بعضے براہ تکلف و تصنع کے کہتے تھے کہ
مقصد ہمارا طلب معرفت الٰہی ہی اور بعضے بطور سادہ گی کے کہتے تھے کہ غرض تحصیل علم سے حاصل کرنا دُنیا کا ہی
مجھسے کہ اُسوقت میں کافیہ بلکہ اس سے پیچھے کی کتابیں پڑہتا تھا پوچھا کہ تم کہو کہ علم کے حاصل کرنیسے تمہاری نیت کیا ہی
اور نظر ہمت اور قصد کس امر کا رکھتے ہو مینے کہا کہ میں اصلا نہیں جانتا کہ تحصیل علم سے معرفت الٰہی حاصل ہو یا اسباب
لہو بالفعل مجکو شوق یہ ہی کہ معلوم کروں کہ اتنے عقلا اور علماء جو گذرے ہیں کیا کہتے ہیں اور کشف حقیقت معلومات میں
کسقدر موتی پروئے ہیں اور بعد حاصل کرنے اسکے کیا حالات ہوئی خط نفس کیطرف گئے یا محبت مولی یا تحصیل دُنیا یا
طلب عقبیٰ الحاصل ابتدائے ایام طفولیت سے میں نہیں جانتا کہ کھیل کیسا ہوتا ہی اور خواب اور مصاحبت اور آرام و آسائش

کیا ہی اور سیر اور شب خواب اور سکون کہاں ہے ؎ شب خواب چہ و سکون کدامست + خود خواب بعاشقاں حرامست شوق علم میں کبھی کھانا
بروقت کھایا اور نہ نیند بھر کر سویا ہر روز باوجود غلبۂ سردی کے موسم جاڑے میں اور شدت حرارت کے گرمی میں دو بار مدرسہ دلی
میں کہ شاید دو میل میرے مکان سے ہی جاتا تھا دوپہر کو کچھ تھوڑا سا گھر میں کھانا کھانیکے واسطے ٹھہر کر چند لقمے ضرورتاً کھا لیتا
تاکہ قیام حرکت اور بیکار رہنے ور مدت تک وقت صبح سے پیشتر مدرسہ میں پہونچتا تھا اور روشنی میں چراغ کی ایک جزو مطالعہ کر لیتا
اور تعجب زیادہ یہ ہے کہ باوجود احاطۂ اوقات اور شمول ساعات مطالعہ اور تذکرہ اور بحث و تکرار کے جو کچھ کتابوں میں پڑھتا تھا
بلکہ علاوہ اسکے شروح و حواشیہ جو کچھ سامنے آتے تقید اسکے لکھنے کی ضروریات وقت سے جانتا زیادہ حصہ رات کا اور
تھوڑا حصہ دن کا مطالعہ میں گذرتا اور تھوڑا حصہ رات کا اور زیادہ حصہ دن کا لکھنے میں گذرتا تھا اور والدین ہر چند
کہتے تھے کہ تھوڑی دیر لڑکوں کے ساتھ محلہ میں کھیلو اور رات کو لیٹ کر آرام لو مگر میں کہتا تھا کہ آخر غرض کھیلنے سے
دلکو خوش کرنا ہی ہے میرا دل اسی میں خوش ہے کہ کچھ پڑھوں یا لکھوں برخلاف اسکے ماں باپ لڑکوں کے پڑھنے اور مکتب میں جانے
کی تاکید کرتے ہیں اور جھڑکتے ہیں اور ملامت کرتے ہیں لیکن مجھکو دوسری طرف یعنی لہو لعب کی طرف آپ رغبت دلاتے
ہیں اور کبھی اثنائے مطالعہ میں کہ وقت نصف شب میرے والد قدس سرہٗ مجھکو فرماتے کہ بابا کیا کرتے ہو میں اسیوقت
لیٹ جاتا کہ جھوٹ واقع نہو اور کہتا میں سوتا ہوں آپ کیا فرماتے ہیں پھر میں اٹھ بیٹھتا اور مشغول ہوجاتا کبھی باعمامہ
اور سر کے بالوں میں چراغ کی آگ لگ گئی لیکن مجھکو اسوقت تک خبر نہوئی کہ جبتک اسکی گرمی دماغ تک نہ پہونچی ؎
چہ دودہائے چراغے کہ در دماغ نرفت + کدام بادہ محنت کہ در ایاغ نرفت + کدام خواب چہ آسائش و کجا آرام + چہ خارہا کہ در
بستر فراغ نرفت + بحیرتم ز دل خود کہ عمر رفت ولے + ز گنج غمکدہ ہرگز بصحن باغ نرفت + و باوجود شوق و شغف بتحصیل
اور تکرار علم کے کثرت نماز اور اوراد شب بیداری اور مناجات ایام طفلی میں بمقتضائے جبلی کے بہت کوشش کیا کرتا تھا
اسقدر کہ لوگ حیران ہوتے تھے اور ابتک ان دعاؤں کا ذوق میری زبان میں اور منہ میں موجود ہے اسوقت تک اللہ تعالیٰ نے
اپنے فضل بے انتہا سے کیونکہ توفیق اسکے قبضہ قدرت میں ہے جزائے وافر اور حصہ کامل مجھ غریب کو انعام و اکرام فرمایا ہے زیادہ تر
اس سے محنت اور ریاضت کھینچتا ہوں اور مشغولی میں تعلیم و افادہ کے معاذ اللہ بلکہ استفادہ کے اوقات گذارتا ہوں
اور گوشۂ غریبی میں پڑا ہوں اور دل امیدوار ہے مجھکو کسیکے نیک و بد سے کام نہیں اور نہ کسیکی طرف سے ملال غبار اور ہر شخص کی
کی مصاحبت سے فارغ البال بلکہ زید و عمر کے ذکر سے جو ترکیب نحو میں ہوتا ہی ملال ہے رباعی صد شکر کہ گنج

کسم کارے نیست ؎ وازمن بدل ہیچکس آزارے نیست ؎ گر بدل دشمنان باہے ہست ؎ برخاطر دوستان
من بارے نیست ؎ حضرت غریب نواز شکستہ پرورکہ جسکی نعمتوں کو میں شمار نہیں کرسکتا اور نہ اُسکی آیتونکو
معلوم کرسکتا ہوں اس غریب کو اپنے لطف عام سے ایسے ذوق اور حالت میں مخصوص کیا ہی کہ حضوری اور جمعیت
وقت میرے اختلاط اور مصاحبت خلق کیساتھ نرہی ہی اپنے ساتھ بھید رکھتا ہوں ہر چند کہ بھید میں بھید ہے
لیکن میں اپنے خیال میں خوش ہوں اگرچہ مالیخولیا ہو گویا کہ اس غزل کا مقطع میرے احوال کی معرفت کا مطلع ہی
؎ حقے کجا و صحبت کس کز خیال دوست ؎ دارم بخود چو مردم دیوانہ عالمے ؎ ابتدا میں اپنے والد کی وصیت کیموافق
کہ فرمایا کرتے تھے کہ خشک ملا نا ہموار مت ہو جیو ہمیشہ عشق و محبت میں جیتا ہوں اور طریق غربت و دردمندی میں
قدم رکھتا ہوں ؎ بیدرد نیم ہرگز از عشق ؎ دایم دل دردناک داریم ۔ امیدوار ہوں کہ ببرکت فرمانے اُن
بزرگ صاحب قدم کے ایسا کام کرے اور اصل کار سے کہ وہ نفس کیساتھ ہی بیکار نہ رکھے اور کبھی دلکو خوش
کرتا ہوں اس سے کہ مجھکو ابتدائے کار و اثنائے تحصیل میں کہ جو لغزش قدم اور تنگی بصارت واقع ہوتی تھی با ہرپردہ
غیب سے کہ میں جانتا ہوں دستگیری کرتے تھے یہانتک غلبہ قدرت قادر مختار نے بنا رکارخانۂ نفس اور شیطان
کو اکھاڑ کر بے اختیار گوشۂ غربت اور تنہائی میں بٹھایا اور منہ کو میرے غیر کی طلب سے دوسری طرف پھیرا مدت تک
معارضۂ عقل اور مزاحمت وہم توحید مطلب کہ شرط راہ طالباں کی ہی حاصل نہوتی تھی اور نقش مراد وجہ صدق و سداد
کے ساتھ نہ بیٹھتا تھا آخرالامر جب خلق کے لشائی سے کام نہ بنا سوائے استخارہ حق کے چارہ نہ دیکھا جب تدبیر عقل
سے گرہ نہ کھلی دیوانگی نے رستہ دکھلایا ؎ زین خرد بیگانہ میباید شدن ؎ دست در دیوانگی باید زدن ۔ بعد از
حصول راحت زوال وسواس کہ لازم حال بے نصیباں و ناامیدوں کا ہی ہاتھ کل کام سے دہوکر اور آنکھوں کو
غیر کی طرف سے بند کرکے دلکے دروازہ پر بیٹھا دیکھوں تا کہ کیا پیش آئے اور کونسا دروازہ کھولے ناگاہ ما
خاب من اناب الی اللہ وقد نجا من التجا الیہ چارہ گر بیچارگان چارہ نما بے آوارگان نے مجکو اپنی طرف بلایا
اور مجھ آوارہ کی گردن میں زنجیر شوق کی ڈالکر اپنے گھر کی طرف کھینچکر عجز و نیاز سے مقام مراد پر پہونچایا یعنی درگاہ
میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے دی اور محروم اُس بارگاہ سے نہ پھیرا ؎ حاشا تاہ ان یحرم الراجی
مکانہ او یرجع الجار منہ غیر محترم ؎ جو کچھ مجھ فقیر حقیر نے حضرت خبیر بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے انعام و اکرام سے بشارت پائی ہی اُسکو اشارتًا بھی بیان نہیں کرسکتا لیکن امیدوار ہوں کہ اُن آثار و

والوار کا ظہور غوث متکفل اور متقین اُنکے اظہار کا ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اگرچہ اپنے ذاتی نقصان اور کم استعدادی سے
حصول مقصد اور وصول مطلب مین ایک طرح کی اُمیدی معلوم ہوتی ہے مگر دست اُمید بلند اور پایہ یقین
ارجمند ہے گویا مین نوح کی کشتی مین بیٹھا ہون ساحل نجات پر ضرور ہی پہونچ جاؤن گا۔ اور مقصود کا جمال
دیکھون گا۔ جو شخص اس کشتی مین بیٹھے اگرچہ دریا مین بے حد طغیانی ہو مگر اسکو یقین رکھنا چاہیئے کہ
ضرور وہ طوفانِ آتشِ دوزخ سے نجات پائے گا۔ میرا بھروسہ صاحب قدم پر ہے جو اقطاب اولیاء کے
مالک ہین کوئی راہ رو بغیر اُنکے سامنے سر جہکانے کے چارہ نہین رکہتا اور یہہ خود بسبب اُن کی
سرفرازی کی ہے جو قدم حضرت مصطفےٰ کے قدم پر ہو پس اُس قدم کے نیچے پامال ہونا
سر کی سعادت ہے جو کچھہ بزرگون نے حضرت مصطفےٰ و مرتضیٰ کی وراثت سے جمع کیا تھا وہ سب ان
خلف الصدق کو پہونچا دیکھو کہ یہہ کیسی تونگری ہے اگرچہ اُسکے وارث بہت تھے مگر اور کسی کو نہ پہونچا
مال موروثہ تو باعتبار عصبات کے برابر تقسیم کیا جاتا ہے مگر حال موروثہ سب کو برابر نہین پہونچتا بلکہ
اسمین برادری ہی نہین ہوتی اگر اور ولی قطب ہین تو وہ قطب الاقطاب ہین اور اگر اور سلطان ہین تو وہ
سلطان السلاطین محی الدین ہین جنہون نے اسلام کو زندہ کر کے کفر کو مار ڈالا تمام جن و انس اُن سے
پناہ چاہتے ہین جنہون نے اسلام کو زندہ کر کے کفر کو مار ڈالا مجہہ بے کس نے بہی اُنسے پناہ چاہی
ہے اور انکی درگاہ پر کہڑا ہوا ہون انکی عنایت کے سوا میرا کوئی نہین ہے اور نہ انکی مہربانی کے
سوا کوئی فریادرس ہے۔ سے ٥ غوث اعظم دلیل راہ یقین ٭ بیقین رہبر اکابر دین ٭ شیخ دارین
وہادی الثقلین ٭ زبدۂ آل سید کونین ٭ بادشاہ ممالک قربت ٭ رہ نورد مسالک قربت ٭ اوست جملہ
اولیا ممتاز ٭ چون پیمبر در انبیا ممتاز ٭ اولیا بندہ اش از دل و جان ٭ قدم او بگردن ایشان ٭ وصف
تعریف او ز من نہ نکوست ٭ خود کرامات و معرفت اوست ٭ من کہ پروردۂ نوال ویم ٭ عاجز از مدحت
کمال ویم ٭ ہمہ دم غرق بحر احسانم ٭ ای فدای درش دل و جانم ٭ در دو عالم بادست امیدم ٭ ہست
باوے امید جاویدم ٭ امیدوار ہون کہ اگر مین راستہ سے کج رہون گا وہ میری رہبری کرینگے
اور اگر پڑا تو وہ مجکو اُٹہا لین گے جو بشارت کہ اُنہون نے اپنے محبون کو دی ہے اسمین فرمایا ہے

کہ قاضی الحاجات نے مجھکو ایک کاغذ عنایت کیا جس مین میرے مریدون کے نام تھے جو قیامت تک
میرے خاندان مین ہون گے اور سب کو اُن سے میرے سبب سے بخش دیا پس اگر میرا نام بھی اُس
کاغذ مین لکھا ہوا ہے تو پھر مین کس واسطے غم کھاؤن جب کہ کام حسب مدعا ہو گیا مین اُنکا مرید ہون
قبول کرنا اُنکے اختیار مین ہے اور اُنہین کی درگاہ مین پناہ لیگیا ہوان اور یہہ جانتا ہون کہ جب
یہہ سعادت ازل سے میرے نصیب مین تھی ابد تک میرے ساتھہ رہیگی اور جب سے مجھکو
کچھہ ہوش نہ تھا جب ہی سے مین نے اُنکا نام اپنے لوح دل پر لکھہ رکھا تھا ؎ ما بعشق تو نہ امروز
گرفتار شدیم ❊ کہ گرفتاری ما با تو ز روز ازل ست ❊ اُنکی محبت کے جذبہ نے خود
مجھکو کھینچ لیا میرا اسمین کچھہ مقدور نہین اور اُنکی عنایت کے کرشمہ نے خود مجھکو بلا لیا میرا اسمین کچھہ
شعور نہین ۔ ؎ ہنوز از دم ہستی اثر نبود مرا ❊ کہ جاذب عشق تو از خویش میبرد مرا ۔ اُنہین کا لطف
باطنی تھا جو میرے ظاہر و باطن کو محفوظ رکھا اور میرے والد بھی چونکہ اُنہی کے در کی خاک تھے
اسی نسبت مین میری خوب تقویت اور تربیت فرمائی ۔ ایک مدت تک مین بغیر توسل ان جناب کے
راہروی کرتا رہا مگر بے وسیلہ کے ہاتھہ پایا اور بارہا غیب سے بشارت پائی کہ وَابْتَغُوا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ
اور اس وسیلہ کیواسطے نسبت کی تصحیح اور ارادت کی تحقیق ضروری ہی اسواسطے مین چاہتا تھا کہ کسی
ایسے صاحب سے ارادت حاصل کرون جو قرب جسمانی بھی قرب روحانی کے ساتھہ رکھتے ہون
اور جب تک زندہ رہون اُنہون کے قدمون مین مرون آخر میرے صدق نیت نے کام کیا اور
میرا درخت اخلاص بار آور ہوا اس مثال کے مطابق وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ میرے واسطے
ایک عیسی نفس کو بھیجا جن کا ہر سانس آسمان معرفت سے نازل ہونے والا مائدہ تہا اور اُنکے
پہلون کیواسطے مید و سرور موسیٰ مقام جن کا جمال شجرہ وحدت کی نار اور حقیقت کا نور ہے خلیل خلت
جنکا رخسارہ زیبا گلزار بوستان خلت اور گلستان دین وملت ہے ۔ مصطفے جمال کہ جنکا دہان
نمکدان عنوان انا املح اور جنکی زبان ترجمان قران انا افصح ہے مرتضی کمال جن کا دل مدینۂ علم و فتوح ہے
اور اُنکی ضمیر دل پر ابواب اسرار کشف مفتوح ہین حسن سیرت وارث مرتبہ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْم

منصبہٗ بالمومنین رؤف الرحیم حسین سریرت جنکے مصداق آیت تطہیر ہے اور مصداق
اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی زین العابدین امام السید التقی النقی والعلوی العلی المہدی یحیی کلیم اللہ و محبوب
حبیب اللہ۔ رباعی احمد خوبی کہ عالم بندۂ اوست ؛ یوسف روی کہ ماہ شرمندہ اوست ؛ عیسی
نفسی کہ جان و دل زندہ اوست ؛ موسی کہ لقاء دوست خواہندۂ اوست ؛ جو کلام کلام کلیم مین وارد
ہوا ہے وہ انپر صادق ہے اور اُنکے حال کے مطابق گویا کہ اُنکو قلب موسوی پر پیدا کیا گیا ہے
کیونکہ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ ہین (رباعی) ای دیدہ بیا لقائی منظور بہ بین ؛
آن جبہہ و آن جمال و آن نور بہ بین ؛ در وادی ایمن محبت بگذر ؛ باہم موسی و ہم جنت و ہم طور بہ بین بچہرہ
صفات کہ جانشین حامد اور وارث مقام محمود ہین حاصل مطلب یہہ کہ جب اس آفتاب دین و دولت
نے طلوع کیا مین نے ایسا جانا کہ گویا میرے طالع نے طلوع کیا ہجر اُنکے جمال کے دیدہ روشن
اور دل منور ہو گیا پہلے ہی ملاقات مین دل ہاتھ سے دیدیا اور اُنکے قدم پر سر رکھدیا ؎ مدتے
بود کہ مشتاق لقایت بودم ؛ تا جرم روی ترا دیدم وا رب . قسمتہ تھوڑے عرصہ کے بعد عرض حال کا
موقع ہوا اُنہون نے خود ہی میرا حال و ظاہر باطن سے مجھہ سے پہلے ہی دریافت کر لیا اور میرے
مقصود کو جان لیا تہا مگر امتحاناً مجھسے تفتیش کی اور فرمایا اسے پیاسے سُن ہم سب ایک ہی
نہر کی جدولین اور ایک ہی دریا کی نہرین ہین مین یقیناً جانتا ہون کہ تو اُسی دریا کا طالب ہے
جو ہم کو پہونچا ہے وہی ان لوگون کو بہی پہونچا ہے جو ہمارے ساتھ شرکت ڈھونڈتے ہین اور
اپنے تئین ہماری طرح اسی دریا کی نہر سمجھتے ہین اب تم جسکو صاف اور شیرین دیکھو اُسکی طلب مین
کوشش کرو اور اگر تم یہہ کام نہین کر سکتے تو اپنے آپ کو اس دریا کے سپرد کرو اور دیکھو کہ تمکو
کس طرف سے بلاتا ہے اور کہان پہونچاتا ہے مین نے فریاد کی کہ مین سراب تخیل مین ساحل
تحیر پر پڑا ہوا ہون مجکو دریا سے کیا نسبت اور کیا آشنائی ہے کہ میری آواز وہان تک پہونچے
مین نے اپنے تئین آپ کی خدمت مین پہونچا دیا اب آپ جہان چاہین مجھکو پہونچا دین فرمایا نا اُمید نہو
تجھکو دریا سے خاص آشنائی ہے اور اگر نہین بہی ہے جب بہی وہ دریائے رحمت ہے سب کو

محیط کیا مرکب کیا بسیط سب کو شامل کیا ناقص اور کیا کامل ایسا نہین ہوسکتا کہ فریاد کو نہ پہونچے
اور وقت درماندگی مین دستگیری نہ کرے پس اُن کے فرمان سے مین نے کوشش کی اور
پہلی ہی شب مین غیب سے بشارت پائی اور صبر و اختیار ہاتھ سے جاتا رہا بے توقف ہاتھ مین
ہاتھ دیدیا اور بے اختیار اُسکے پیرون مین گر پڑا اور اُس روز چھٹی ماہ شوال تھی ۹۹۵ھ والحمدلله
رب العالمین جو سعادت اور نعمت عظیم اُن کی خدمت سے حاصل ہوئی اگرچہ اسرار سزاوار کتمان
ہے مگر باعث شوق کے انکو ظاہر کئے بغیر نہین رہ سکتا مصرع لیکن از معشوق حکایت بزبان
می آید ۔ سن لوکہ جب سے سعادت ازلی نے مجھکو اس نعمت ابدی کے حاصل کرنے کی ہدایت کی
ہمیشہ سے مجھکو اشتیاق تھا کہ مطلوب کی بشارت پاؤن اور اطمینان حاصل کرکے آگے قدم رکھون
؎ من و وصال تو ہیہات بس عجب ہوس است این ۔ ہمینکہ نام تو ام بر زبان رود نہ بس است این
رات دن اسی سودے مین رہتا تھا اکثر رات رات بھر نیند نہ آتی تھی اور دن کو بھی خواب و
خیال رہتا تھا کہ شاید کوئی نشان وصال کا پاؤن ۔ ؎ اگر تو وعدہ وصلم دہی بہ بیداری ۔ حرام
باد سر خود اگر بخواب برآرم ۔ جس وقت کہ عقل و پندار طلب کا حجاب درمیان سے اُٹھ گیا فضل کرم نے
اپنا کام کیا اور مجھ مسکین کو بے واسطے اپنے در پر پہونچا دیا اور اس تمام بیداری کا نتیجہ ایسے
خواب ہوے جو ہزار مرتبہ بیداری سے بہتر ہے ؎ بخیالی ز تو راضی و بخوابی خشنود ۔ حاصل
از وصل تو خوابی و خیالی دارم ۔ اس حکایت کا اجمال یہہ ہے ؎ حقا بیان شوق بپایان
نمے رسد ۔ کوتاہ ساز قصہ و درد دراز را ۔ اب خدا سے میری ایک مناجات ہے جس مین اپنی
حاجات مین نے اُسکی خدمت مین پیش کی ہین ان اوراق مین بھی اُسکو لکھتا ہون تاکہ جس وقت
چاہون اُسکو پڑھکر اپنا وقت خوش کرون اور جس کسی کا حال میرے حال کے موافق ہو وہ
بھی اس سے اپنا وقت خوش کرے اور اگر یہہ مناجات اُسکے حصول مقصود کے موجب ہو تو میرے
واسطے بھی دعاء خیر کرے انہ قریب مجیب

مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات

خداوندا تو میرے ساتھ وہ سلوک کر جو مولا کریم اپنے ضعیف اور گنہگار بندہ کے ساتھ کرتا ہے
وہ سلوک نہ کر جو حاکم عادل قادر راہ زنون اور بدمعاشون کے ساتھ کرتا ہے ای خداوندا اگر تو
ہم ضعیفون کیساتھ عدل کرے گا تو ہم عجز اور صبر حقیقی پیش کرین گے اگرچہ ہمارے
ساتھ کچھہ حجت کی حاجت نہین ہے مگر پھر ہم کیا کرین کہ اس مقدمہ کے سوا ہمارے
پاس اور کوئی دست آویز ہی نہین ہے - خداوندا تو نے بندہ کی جبلت مین یہہ
بات رکھی ہے کہ اپنے نفع کے سوا اور کچھہ وہ نہین چاہتا اس جبلت کی پیدائش
کس کی طرف سے ہے - استعداد اور قابلیت ماہیت انکی زبان دیگر ہے ہم نے تیرے ہی
کلام سے سیکھا ہے اور تیرے حبیب ہی کی شریعت سے حاصل کیا ہے یمحو اللہ
ما یشاء و یثبت اس مین پڑھا ہے اور ما شاء اللہ کان و مالم یشاء لم یکن کو دل مین
بیٹھایا ہے ادعونی استجب لکم اسمین دیکھا ہے اور ان اللہ حی کریم تیری صفت
سنی ہے لا تبدیل لخلق اللہ وجف القلم بما ہو کائن خبر ہے لا یسئال عما یفعل
و ما یبدل القول لدی - خداوندا اگر استعداد اور قابلیت جو تو نے ازل مین مقدر کی ہے
اور تیری فاعلیت شرط ہے تو اس درد بے دوا کا علاج کبھی ممکن نہین - خداوندا ہمکو
حضوری عنایت کر کہ ان باتون مین سے کچھہ یاد نہ آوے یا ایسی کشادگی عنایت کر کہ تمام
مطالب دنیا و آخرت کے بر آوین استغفر اللہ مجھکو ان مقدمون سے کیا کام مین ایک
فقیر وضعیف سائل ہون مجھکو ایسی قوت دے کہ جس سے مجھکو یقین حاصل ہو اور ایسی
تونگری عنایت کر کہ کسی کی احتیاج نہ رہے اور ایسی بخشش کر جس سے ظاہر و باطن
معمور ہو - خداوندا تو تو جانتا ہے کہ میرے سینہ مین کس قدر حسرتین بھری ہوئی
ہین اور کس قدر ضعیف و ناتوان ہون مگر کوئی مقصد معین کر کے نہین چاہتا کیونکہ احتمال
رکھتا ہون کہ شاید اسکے خلاف مین فائدہ ہو سوا درجات آخرت کے کیونکہ انکی خیریت
متعین ہے اور کبھی یہہ بھی خیال پیدا ہوتا ہے کہ انکی خواہش بھی طریق عبودیت کے

خلاف ہے بندہ کو کوئی آرزو لائق نہین ہے مگر یہہ منزلت بعید ہے اور بندہ عاجز سراسر آرزو اور خواہش ہے خداوندا مین یقین کیساتھ جانتا ہون کہ دنیا کی آرزوؤن کے درمیان مین جب موت ہے تو سب ہیچ ہین تجھسے مین تیری رضا چاہتا ہون اور اور قوت یقین اور وہم پر عقل کا غلبہ عنایت کرتا کہ اس دنیا سے جانا دشوار نہ معلوم ہو اور فقر کی محبت روزی فرما تاکہ موت کی محبت سامنے آئے۔

خداوندا اسباب کے حاصل ہونے کی محبت نہین ہے اور نہ بغیر اسباب کے کوئی کام چلتا ہے اس بیچارہ کے کام کو اسباب سے الگ رکھ اور اگر بغیر سبب کے نہین کرتا تو سبب کو ہم پر آسان کر ای مفتح الابواب اور ای مسبب الاسباب ہمارے واسطے ایسا سبب مہیا کر جسکو ہم تلاش نہین کرسکتے۔

خداوندا تو خوب جانتا ہے کہ یہہ کام جو مین نے شروع کیا ہے ہر طرف سے میری امید منقطع ہے سوا تیری درگاہ کے تیرے خاصان درگاہ کے وسیلہ سے۔

خداوندا بندون کی بے صبری اور بے طاقتی تجھکو معلوم ہے۔ خداوندا ایسی حالت پیدا کر جو دل سے گرہ کھول دے اور دل کو باغ باغ کر دے اور خاطر کو فراغ دے اے ارحم الراحمین اور ای غیاث المستغیثین اور اے خیر الناصرین؛ خداوندا کام وقت پر موقوف ہے مگر اُس سے پہلے بشارت ہی عنایت کر جس سے دل خوش ہو جائے اور کلفت اُٹھ جائے۔ دنیا کو ہمپر آسان دکھلا اور وجود و عدم کو یکسان کر ولاتجعل الدنیا اکبر ہمنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا علیک توکلنا و الیک انبنا۔ خداوندا توکل کی حقیقت اور تفویض بغیر معرفت اور شہود کے پیدا نہین ہوتی اور یہہ کمال کا مرتبہ ہے ہم جیسے ناقص اس کا دعوی نہین کرسکتے ہماری مثال اندھے اور اپاہج کی سی ہے جو ہاتھ اور پیر سے معذور کسی جنگل میں پڑا ہو اور سخت مصیبت اسکو پہونچی ہو اسوقت وہ بے اختیار ہوکر بحکم جبلت فریاد کرے گا تاکہ کوئی اُسکی دستگیری کرے اور اگر یہہ بھی

جانتا ہو کہ کوئی اسکی دستگیری کرنے والا وہان نہین ہے جب بھی وہ فریاد سے
باز نہ آئے گا - خداوندا اگر تیرا بندہ تجھسے غائب ہے تو خود تو حاضر ہے بندہ کی فریاد کو
ضائع نہ کر - خداوندا تو جانتا ہے کہ اس سے پہلے کہ ہم اسباب کی طرف دست
درازی کرین کیا کیا کچھہ امیدین ہمارے سینہ مین نہین ہین اب جو ہم اسباب پر
نظر کرتے ہین پہلے خیالات کم ہوتے جاتے ہین خداوندا پرانے خیالون کو از سر نو
تازہ کر اور خاطر افسردہ کو شگفتہ فرما اور جو چیز ہم کو عنایت نہین کرنی ہے اسکی ہوس
ہمارے دل سے نکالدے اور جو چیز دینی ہے اُسکی کوشش کے واسطے ہمت
دے اور یقین عنایت کر تاکہ وقت سے پہلے اُسکے واسطے جلدی نہ کرین - اے خداوندا
بچپن کے زمانہ مین بہ سبب صغر اور جہالت کے دنیا کی خواہش تھی اور اب عقبیٰ کا
فکر بھی اُسکے ساتھ مل گیا ہے پس اگر تو دنیا دیتا ہے تو اس طرح سے دے کہ آخرت کے
کامون مین خلل نہ آئے اور نہ اس کا غم دل سے زائل ہو الٰہی آخرت کا غم دل پر اسقدر
مستولی ہو کہ بجز اُسکے اور کچھہ باقی نہ رہے - الٰہی میرے کار مین ترقی دے تنزل وادبار کو
پشت کے پیچھے پھینک دے - میرا مطلوب محض تیری رضامندی ہے جس طرح سے ہو
الفاظ کی حسب تقاضاے بشری تجھہ سے کوئی سوال کرون تو وہ اس قید کے ساتھ مقید ہے
اللہم ارزقنی کما تحب وترضی وجنبنی عما تسخط ولا ترضی اللہم لا ترنی من حیث نھیتنی
ولا تفقدنی من حیث امرتنی خداوند سب چیزین تجھپر آسان ہین کیا جو کچھہ جاہ
وحشمت اور نعمت ودولت بندون کے پاس ہے سب تیری ہی دی ہوئی ہے مین
کس سبب سے ناامید ہون مگر تیری مشیت درمیان مین ہے دیکھا چاہیے کس کس کو بخشے گا
اور کیا کیا بخشے گا جو کچھہ ہے تیرا ہی چاہنا ہے مین خوب جانتا ہون کہ بندہ کی خواہش
مین بغیر تیری خواہش کے کچھہ تاثیر نہین ہے مگر بندہ بیچارہ ہے خواہش سے
صبر نہین کرسکتا تیری کتاب اور تیرے رسول کی سنت کے موافق مین بھی قبولیت کی

امید پر دعا کرتا ہون اور پہر اجازت کی شرطین جو پوری ادا نہین کر سکتا تو پہر نا امیدی ہو جاتی ہے اور کام مین سستی واقع ہوتی ہے حاکم مطلق کی حضور مین شرطین کیا چیز ہین اور اگر تیرا حکم یونہی ہے کہ بغیر شرطون کے قبول نہ کرے تو پہلے شرطون کی توفیق دے پہر دعا کی توفیق عنایت کر غرضکہ ہر طرح سے مجہکو تیری درگاہ سے بنانا حاصل کرنا ہے - ہر چند مین چاہتا ہون کہ اسقدر الحاح وزاری بہی بے ادبی مین داخل ہے مگر طبیعت کو قرار نہین جب تک کہ مطلوب کی بشارت حاصل نہو اور اسپر یقین نہ ہو جائے اور اگر یہہ دعا مقام اجابت مین نہ پہونچے تو بڑی بہاری حسرت ہوگی یا اللہ الا جابت الاجابت یا اکرم القبول القبول ای خداوندا النفس و شیطان کے ڈر سے دل مشوس ہو جاتا ہے اور غم ہجوم کرتے ہین مگر جب تیرے کلام پاک کو ہاتھ لگاتا ہون سب رنج وغم دور ہو جاتے ہین اور تمام محنتین راحت سے بدل جاتی ہین - ای خداوندا تیری عزت کی قسم ہے رنج وغم کے دور کرنے کے واسطے تیرے کلام پاک سے زیادہ کوئی چیز مجہکو دستیاب نہین ہوئی خداوندا اپنے کلام کی محبت مجہکو عنایت اور اسمین استغراق نصیب فرما خداوندا سوا اپنے ذکر کے اور کسی چیز مین میرا دل نہ لگا خداوندا میرے میرے دل کے رنج کو تیرے سوا کوئی نہین جانتا جس سے مین کہتا ہون وہ کچہہ سے کچہہ کہدیتا ہے جو میرے لیے کچہہ مفید ثابت نہین ہوتا اور میرا درد علاج پذیر نہین ہوتا ہے بہت سے لوگ اُسکو اور کسی غرض پر محمول سمجہتے ہین اور تو میرے حقیقت حال کو جانتا ہے اور میرے صدق نیت کو بہی دیکہتا ہے کوئی بات تجہپر پوشیدہ نہین ہے تجہسے مین صدق نیت اور حسن عمل کا سوال کرتا ہون - خداوندا مین کوئی عمل نہین رکہتا جو تیری درگاہ کے لائق ہو سب عمل علت ونقصان سے پُر ہین اور سب مین نیت کا فساد مشمول ہے سوا ایک عمل کے جو اس نسبت سے اپنی جانب حقیر ہے لیکن تیری ذات پاک کی قسم کہ بہت بڑا ہے اگرچہ بندون کے سب اعمال نقصان وتقصیر کیساتھ

موصوف ہین مگر زبان ادب نہین ہے اور نہ تقصیر اُس عمل کے ساتھ راضی ہے اور وہ کیا
عمل ہے تیرے بندون کا قیام تیرے حبیب کے حضور مین صلوۃ و سلام کا تحفہ بہیجنا تفرع
عجز و افتقار کے ساتھ۔ خداوندا وہ کونسی جگہ ہے جہان تیری خیر و برکت اس
یادہ نازل ہوتی ہے۔ خداوندا مجھکو یقین کامل ہے کہ یہہ عمل میرا تیرے ہان
مقبول ہوگا ہرگز ہرگز باطل نہ ہوگا من جاء ھذا الباب لایخشی الرد۔
خداوندا درد طلب روز بڑہتا جاتا ہے جو نعمت تو نے دی ہے اسکو ضبط نہ کیجو اور جو
شوق عنایت کیا ہے اسکو سلب نہ فرمائیو بیشک تو ہرچیز پر قادر ہے۔ خداوندا میرے
دل کے درد کو تو مجھسے بہتر جانتا ہے جسکو مین اپنی زبان سے بیان نہین کرسکتا۔
خداوندا یہہ ساری الحاح مین عجز و انکسار ہے خلق الانسان ضعیفا۔ خداوندا نیک لوگ چلے
گئے اور جو مرد تھے وہ گذر گئے اب ایسا زمانہ آیا ہے جس مین نیک ہونا دشوار ہے
بلکہ نیکی کا تصور بھی محال ہے اگر تو قوت دے اور آسانی کرے تو آسان ہے۔
خداوندا جو چند نیک لوگ باقی ہین اُنکو نگاہ رکھ تاکہ اُن سے اور شاخین پہیل جائین اور پہر
ان شاخون سے شاخین نکلکر دل کو باغ باغ کرین۔ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا
فی السماء تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب
العالمین وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔ سپردم بتو مایہ
خویش را ؛ تو دانی حساب کم و بیش را ؛ وصلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ اجمعین۔ میرا ایک قصیدہ
نعت مین ہے جسکے ساتھ مین کلام کو ختم کرنا چاہتا ہون تاکہ انجام محمود ہو اگرچہ اس قصیدہ کا
مسودہ اسی ملک مین تیار ہوا تھا لیکن بعد حضور کی زیارت مدینہ منورہ حضرت سید کائنات
علیہ افضل الصلوۃ والتسلیمات وہان پڑہا جاکر قبولیت کے درجہ کو پہونچا اور
حصول مدعا کا باعث ہوا والحمد للہ علی ذلک

قصیده

بیا ای دل دمی از هستی خود ترک دعوا کن   میفگن چشم بر صورت نظر [illegible]
فگندی چون نظر در عین معنی بعد ازان ای دل   چو عنقا از سر عزت بقاف [illegible]
ز چاک سینه هردم صد نوای درد دل بشنو   بدین قانون محبت ترک [illegible]
چو زین وا رفتا قصد سفر سوی دگر دارے   چرا غافل نشینی ای دل [illegible]
بصد خون جگر در زیر ران کیش توسن نفست   بدینسان راه و راحل گیر و قصد راه عقبی کن
پس انگه بر سر کوی فنا نه پای استغنا   وجود خویش را گم در شهود نور مولی کن
اگر خواهی تماشای جمال شاهد معنی   نخست این چشم صورت بین بمیل عشق اعمی کن
بشاگردی در آور مکتب جان پس بلوح دل   بتعلیم و بهر عشق حرف شوق املا کن
سنبدای خفته دل چشم تماشا سر فرو مفگن   بعین عبرت آخر سیر صنع حق تعالی کن
چه حاجت کز پی خلوت روی در کنج تنهائی   بیاد دوست خود را از خیال غیر تنها کن
بیا در انجمن خلوت گزین واز ره دیگر   بچشم دل جمال دوست را هردم تماشا کن
بسرش غیر را محرم مگردان بلکه در خلوت   چنان پوشیده کن ذکرش که از دل نیز اخفا کن
چو نفی ماسوی کردی چه دل گو جان همه هیچند   دلیلت کل شیء هالک الا وجهه را کن
چو فرق واضح آمد در میان مهلک و هالک   هلاک و [illegible] را حکم بر هر چیز حالا کن
کش از پرکار لا خط عدم بر صفحهٔ عالم   بسان دایرهٔ آنرا محیط جمله اشیا کن
پس آنگه نقطهٔ ذات است کا مد مرکز هستی   برون زین دائره آن نقطه را ثابت بالا کن
برون از روی صورت در ره معنی درون دانش   میان نقطه و آن دائره غیرت اخفا کن
همان نقطه تحرک کرد و آمد دائره پیدا   مثال از بهر این از نقطهٔ جواله پیدا کن
چو بینی نور مطلق خویشتن را در میان نارے   هو الحق از انا الحق بعد ازین مختار اولی کن

د و اسمای او از عد و عد بیر د ن
بهر اسمی شهود نور ذات آن مسمی کن

تحقیقے شد مسمے عین هر اسمی
عجب مشکل حدیث ست این بگوش هوش اصغا کن

ل در حساب عاقلان وحدت
بتحصیل کمال نفس حل این معما کن

تهذیب اخلاقت بدست آید
دگر این را هوس داری بنای شرع برپا کن

ربعت نیست پیش عارفان بیرون
مثال آن بکشتی ساز و شب آن بدریا کن

نشین تا بگذری زین بحر بی پایان
چو فرعون ار نه خود را غرق بحر کفر و اغوا کن

زبان بکشا بنا فرموده شارع سخن انیست
پی آسمائی توفیقی زبان عجز گویا کن

دهانرا قفل خاموشی نه سر بسته داران در
کلید امرش آور و آن در سربسته را وا کن

واگر خواهی زبان بکشای و راه سخن پوئے
ثنای پادشاه یثرب و سلطان بطحا کن

سر سردار ای ملک آفرینش احمد مرسل
که پیش از وی نشد در ملک هستی کارفرما کن

نشد تا بر سر منشور عالم خاتم حکمش
ز دیوان ازل مامد بران منشور طغرا کن

بیان قربت او قاب قوسین ست او ادنی
بمقدار علو قدر او این نیز ادنے کن

قیاس رتبه و مقدار فضل از انبیا تا وی
ز قطره تا بدریا یا ذره تا به بیضا کن

حبیب الله بود او انبیا را وان محب الله
قیاس کار اسری بعبده جا هو سا کن

بخود میرفت موسی لیکن او را حق بخود میبردش
ز رفتن تا بیرون فهم فرق آشنکارا کن

چو خود بردند او را در حق او قدر اسے گفتند
بموسی لن ترانی فهم تفضیلش ازینجا کن

خطابها عتاب آن نو لیتم اگر خواند ی
باین والی و الاقدر ملک دین تولا کن

اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو دارے
بدرگاهش بیا و هرچه می خواهی تمنا کن

بیا ای دل قدم نه بر سر کوی وفاد آنگه
ز راه صدق جان را خاک راه آن کف پا کن

سر و تن را براه جلوه آن سرو بالا کش
دل و جان را فدای حسن آن رخسار زیبا کن

ثنا یغفی گو ولی چون نیست ایفائش ز تو ممکن
باین یک بیت مدحش را علی الاجمال ایفا کن

حمایت او را خدا از بهر امر شرع و حفظ دین — دگر بهر وصف کش بنوازی اندر رحمتش کن
چو از انشای تفصیل صفاتش عاجزی ای دل — بیا و عرض حال خویش بر حضرتش ا
خرابم در غم هجر جمالت یا رسول الله — جمال خود نمای بجان زار شیدا
اسیران تو جان دادند در هجر لب [illegible] — دهان بگشا و از راه کرم احیای موتی
جهان تاریک شد از ظلمت ظلم سیه کاران — بیا و عالمی را روشن از نور تجلا کن
زیان کاران ببازار هوا سودای زر دارند — شکست رونق و گرمی این بازار سودا
همه بی همتان دهر بخل آئین خود کردند — بلطف امعان و تعلیم و از کرم احیای [illegible]
ز ظلم ظالمان شور ست و غوغا هر طرف آخر — بعدل و رافت خود بر طرف این شور و غو
بیگه بیم و زر جاهل گرانبارست از عالم — بمیزان عدالت قدر هر یک را هویدا
بصدیق صداقت پیشه فرما تا قدم آرد — طریق صدق و آئین وفا را باز پیدا
عمر را باز بفرستان بر سریر معدلت آئین — بدین آئین میان خلق رسم عدل احیا
همه کس راست از عجب و تکبر دعوی اندر سر — ز سر بفرست عثمان را و قطع امر شورا کن
بدفع حیله این روبهان بفرست شیر حق — بفرمایش که قلع باغیان و قمع اعدا کن
بزور بازوی خیبر کشا بنیاد جهل افگن — رواج رونق بازار علم و کار تقوی کن
وگر نائی تو با یاران بظلم آباد این دنیا — بدفع ظالمان حکم نیابت را بعیسا کن
بهر صورت که باشد یا رسول الله کرم فرما — بلطف خود سر و سامان جمع بی سروپا کن
محب آل و اصحاب تو نام کار من حیران — بلطف خویش هم امروز هم در روز فردا کن
بیا حقی مده تصدیع خدام جنابش را — که احوال تو معلوم ست اظهارش مکن یا
بتقسیمش باش راضی هم مزن الا بشکر حق — سکونت ورز و تسکین دل خود از تمنا کن

تمت

قال بعض صحابنا فی تاریخ هذا الکتاب

طبع ... الله حقا ... سلک	زادک الله قوة و غنا	تا هو تاریخ این کتاب عزیز	گر کنی ذکر الاولیا ...